اگر آپ کو اپنے مقالے یا ریسرچ پیپر کے لیے معقول معاوضے میں معاونِ تحقیق کی ضرورت ہے تو مجھ سے رابطہ فرمائیں۔

mushtaqkhan.iiui@gmail.com

''نظریہ امامت۔۔۔مذاہبِ اسلامیہ کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ''

مقالہ نگار

واجد علی

رول نمبر ۲۷۲، پی ایچ۔ڈی (علومِ اسلامیہ)

سیشن: ۲۰۱۰۔۲۰۰۷

یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل اور حصولِ سند کے لیے
شعبہ علومِ اسلامیہ میں جمع کرایا گیا۔



شعبہ علوم اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

”نظریہ امامت۔۔۔۔مذاہبِ اسلامیہ کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ“

مقالہ برائے

پی ایچ۔ڈی (علوم اسلامیہ)

سیشن ۲۰۱۰۔۲۰۰۷

مقالہ نگار

واجد علی

رول نمبر ۲۷۲

رجسٹریشن نمبر: 2007-GCUF-3335-120

نگران مقالہ

ڈاکٹر مطلوب احمد رانا

ایسوسی ایٹ پروفیسر

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد



شعبہ علوم اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد



انتساب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

کے نام

پیارے بیٹے محمد حسن و محمد شایان اور محمد حسنات کے نام

حلف نامہ

میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بعنوان ''نظریہ امامت ۔۔۔ مذاہبِ اسلامیہ کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ'' برائے حصول سند پی ایچ۔ڈی خود لکھا ہے۔ میں نے سرقہ سے کام نہیں لیا اور تحقیق و اخلاق کے اصولوں کو مدنظر رکھا ہے۔ نیز اس سے پہلے یہ مقالہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصولِ سند پیش نہیں کیا گیا۔ میں اس مقالے کے تمام نتائجِ تحقیق اور جملہ عواقب کا ذمہ دار ہوں۔ غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی تادیبی کاروائی کر سکتی ہے۔

واجد علی

رجسٹریشن نمبر: 2007-GCUF-3335-120

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں مسمی واجد علی نے مقالہ بعنوان ''نظریہ امامت ۔۔ مذاہبِ اسلامیہ کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ'' برائے حصول سند پی ایچ۔ ڈی میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔ میں اس کے اندازِ تحریر و معیارِ تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میرے خیال میں یہ مقالہ ناظم امتحانات، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد بھیجا جا سکتا ہے تاکہ وہ اسے بیرونی ممتحن کو جانچ اور زبانی امتحان کی غرض سے ارسال کرسکیں۔

ڈاکٹر مطلوب احمد رانا

تاریخ__________

صدر شعبہ

____

____

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

____

____

فہرستِ ابواب

تفصیلِ ابواب

اظہار تشکر

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِی اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ ﴾ النمل ۲۷ : ۱۹

ترجمہ: اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمتوں کا شکرادا کروں جو تو نے مجھ پر کیں۔

شکر ایک ایسی نعمت ہے اگر صحیح معنوں میں کیا جائے تو الفاظ اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ الفاظ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ انسانی جذبات کی صحیح عکاسی کر سکیں۔ تمام تر فصاحت وبلاغت کے باوجود بھی زبان شکر کے جذبات کی درست ترجمانی کے لیے مناسب الفاظ نہیں رکھتی۔ لیکن یہ رسم زمانہ ہے کہ کسی کے احسانات کا شکرادا کرنا پڑتا ہے۔ آسمان کے ستاروں، بارش کے قطروں، درخت کے پتوں، صحرا کی ریت اور زمین وآسمان کے مالک کی ذات بے حد شکر و تعریف کی مستحق ہے۔ میری اتباع، کوشش اور سعادتیں سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو کہ کائنات کو پیدا کرنے والا اور واحدہ لاشریک بھی ہے۔ کائنات کی ہر شے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمرانی ہے۔ وہی اول وآخر ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ جس نے انسان کو عالم آب وگل میں سے اشرف المخلوقات بنایا۔ میرے قلم کی سیاہی اور صفحہ قرطاس اس کی تعریف سے قاصر ہیں۔ وہی ذات بابرکات میرا سب سے بڑا سہارا ہے۔ جو زندگی کے مراحل کو طے کرنے میں ہر منزل پر میری رہنمائی کرتی ہے۔

سچ کہوں تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی نعمتوں اور مہربانیوں کا ثمر ہے کہ میں مقالہ ہذا ''نظریہ امامت مذاہبِ اسلامیہ کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ'' لکھنے کے قابل ہوا۔ ورنہ میں کم ہمت، ناتواں اور کم حوصلہ تھا۔ دنیا میں کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسے خلوص نیت محنت اور شوق کے جذبے سے کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مہربانی شامل حال ہو تو انسان کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

ہزاروں درود وسلام ہیں نبی رحمت، شافع محشر، سیدالانبیاء کی ذات بابرکات پر جنہوں نے انسانیت کو وہ راہ دکھائی ہے جس سے کائنات کو ہدایت کی روشنی ملی ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

مقالہ ہذا کی تکمیل میں نگران مقالہ جناب ڈاکٹر مطلوب احمد رانا صاحب کا کردار اتنا وسیع ہے کہ جتنا بحر بیکراں۔ اس سلسلے میں میری ذاتی کوشش سے بڑھ کر ڈاکٹر مطلوب احمد رانا صاحب کی رہنمائی ہر وقت میرے شامل حال رہی۔ جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ آپ ہمہ گیر شخصیت کے حامل ہیں۔ یہ ان کی ذاتی دلچسپی اور علم دوستی تھی کہ مقالہ ہذا پایہ تکمیل تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ میں جناب ڈاکٹر مطلوب رانا صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں اپنے دیگر اساتذہ خاص طور پر جناب ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس صاحب چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے عنوان مقالہ بورڈ آف ایڈوانس سٹیڈیز سے پاس کرایا اور ہر وقت میری رہنمائی فرمائی۔ مجھے مفید مشوروں سے نوازا اور مقالہ ہذا کی تکمیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر شیر علی صاحب، ڈاکٹر عمر حیات صاحب، ڈاکٹر محمد حامد رضا صاحب، پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ میں سے خاص طور پر ڈاکٹر محمود اختر صاحب چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، جناب ڈاکٹر عبداللہ صالح صاحب، ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب، ڈاکٹر ثمر فاطمہ مسعود صاحبہ کا بھی ممنون ہوں۔ خاص طور پر جناب ڈاکٹر راغب نعیمی

صاحب، ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب، ڈاکٹر محمد حسین اکبر صاحب، مولانا حسین تیرازی صاحب ان تمام افراد کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے مقالہ لکھنے کے سلسلے میں میری مناسب رہنمائی فرمائی۔ حد درجہ تعظیم کے لائق ہیں۔ میرے مرحوم والد محترم پیر بخش صاحب جن کا میں بہت زیادہ ممنون ہوں۔ انہوں نے ہر وقت تعلیمی کاموں میں مجھے اچھا مشورہ دیا، ہر مشکل وقت میں مجھے سہارا اور دعاؤں کا تحفہ دیا۔ میں قابل عزت ہستی اپنی مرحومہ والدہ نعمت فاطمہ صاحبہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ جن کی دعائیں یادوں کی صورت میں ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہیں۔ جنہوں نے حوادث زمانہ میں ایک مضبوط سائبان کا کام کیا۔ میرے الفاظ والدین کی محبت وشفقت، دعاؤں اور میری تعلیم کے سلسلے میں ان کی کوششوں پر شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ناانصافی ہوگی اگر میں اپنی اہلیہ محترمہ ممتاز پروین صاحبہ، بیٹے محمد حسن، محمد شایان اور محمد حسنات، بہن تسلیم اختر، بڑے بھائی لیاقت علی، ناصر علی الحسینی، خاص طور پر، پروفیسر محمد شریف صاحب، سردار علی بھٹہ صاحب، ڈپٹی ڈی ای او لاہور سٹی، محمد شبیر سردار بھٹہ صاحب، پروفیسر ڈاکٹر جعفر حسین صاحب، پروفیسر ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب، ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور، حافظ معین صاحب، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد نعیم صاحب چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ جی سی لاہور، پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرشید صاحب، چیئرمین فیڈرل اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد، میاں اظہر حسین صاحب، مشتاق مہرہ صاحب، پروفیسر انصر عباس صاحب، ڈاکٹر حافظ عثمان احمد صاحب اور جناب پروفیسر مختار احمد ملک صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے تعلیمی اخراجات میں میری معاونت فرمائی۔

میرے شکرے کے حق دار ہیں جی سی فیصل آباد کے لائبیریرین اور تمام سٹاف ممبران جنھوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ میں پنجاب یونیورسٹی شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام لائبریری سٹاف کا بھی ممنون ہوں۔ علاوہ ازیں مین لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، قائداعظم لائبریری لاہور، منہاج القرآن لائبریری، ادارہ محدث لائبریری، جامعۃ الکوثر اسلام آباد، امام جعفر صادق ٹرسٹ لائبریری اسلام آباد، نیشنل لائبریری، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری اسلام آباد، کلیۃ اہل بیت لائبریری چنیوٹ، بیت الحکمت لائبریری لاہور، جامعہ اشرفیہ لائبریری، قائداعظم پبلک لائبریری گوجرانوالہ، ادارہ منہاج الحسین لائبریری، نورالہدیٰ ٹرسٹ لائبریری اسلام آباد کے تمام سٹاف ممبران کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتب کی فراہمی میں میری معاونت فرمائی۔ میں اپنے پی ایچ۔ ڈی کے تمام کلاس فیلوز کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے مقالہ ہذا کی تحقیق کے سلسلے میں اچھے مشوروں سے نوازا۔ میں اپنے بھائی ساجد عمران کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ کی پروف ریڈنگ میں اہم کردار ادا کیا۔ میں انتہائی ممنون ہوں بھائی شبیر احمد کا بھی جنہوں نے دن رات ایک کر کے مقالہ ہذا کی کمپوزنگ میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں فلاح دارین عطا فرمائے۔ آخر میں میری اللہ تعالی سے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو میرے اور میرے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ اور اپنی بارگاہ ایزدی میں قبول فرمائے، آمین۔

متعلم واجد علی

پی ایچ۔ ڈی علوم اسلامیہ

مقدمہ

اعوذبا لله من الشیطٰن الرجیم .بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ آله اصحابه اجمعین.

امابعد!

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنم بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۝[1]

''تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں اس طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو حکمران بنایا تھا، جوان سے پہلے تھے اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور اس دین کو ان کے لیے مستحکم کر دے گا۔ اور اس وقت دشمن کا خوف ان کو لاحق ہے، ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔''

اسی طرح قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّه' بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴾[2]

''یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا، کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے۔ اس نے جواب دیا میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

سمعت رسول ﷺ یقول :و من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة.[3]

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص امام کی بیعت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا''

تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ ہزاروں درود وسلام جناب رسالت مآب علوم معارف کا سرچشمہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات عظیم وشان ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا مرہون منت ہے۔ جن وانس اس کی رضا کے حصول کے لیے اس کی تمہید وتمجید کرنے کے محتاج ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی صفات و جمال وجلال کے ظہور کے لیے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے۔ اس میں بسانے کے لیے جن وانس پیدا کیے

ہیں۔ان دونوں کی رہائش اور گزر بسر کے لیے کائنات کی مختلف اور متعدد چیزوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھا کر ایام حیات کو سہولت سے گزار سکیں۔ جن وانس کی تخلیق کے بنیادی مقصد کو اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔

''نظریہ امامت...... مذاہب اسلامیہ کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ عصر حاضر کا اہم ترین اور زندہ ترین موضوع ہے۔عام طور پر اس موضوع کو خلافت اور امامت کے تقابلی انداز میں پیش کیا جاتا ہے اور اس پر مختلف عنوانات کے تحت کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔لیکن اس مقالہ کی بنیادی تحقیق کا مقصد نظریہ امامت یا تصورات امامت جو مذاہب اسلامیہ میں پائے جاتے ہیں ان کو تطبیق کے انداز میں بیان کرنا تا کہ مکالمہ بین المذاہب کی بہترین فضا کو قائم کیا جا سکے جو دین اسلام کا بنیادی پیغام ہے۔مقالہ ہذا میں امامت اور ایمان کے بارے میں مذاہب اسلامیہ کے نقطۂ نظر کو مدلل انداز میں تحریر کیا گیا ہے اور امامت وخلافت کے بنیادی تصورات کو بھی پیش کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے جو امامت کے مترادف کے طور پر لی جاتی ہیں۔اسی طرح لفظ امام اور خلیفہ کا مفہوم کیا ہے مذاہب اسلامیہ میں سے امام کا لفظ بطور اصطلاح کن کے نزدیک ہے اور خلیفہ کا لفظ بطور اصطلاح کن کے نزدیک ہے۔

قرآن مجید میں لفظ امام ۱۲ مختلف آیات مبارکہ میں آیا ہے۔ مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ، حنفیؒ، مالکیؒ، شافعیؒ، حنبلیؒ کے نزدیک امامت سے مراد دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے سے دنیاوی اُمور کی تدبیر اور نظم ونسق کرنے میں نبوت کی نیابت کا نام ہے۔امام سے مراد مذہبی اور دینی قائد ہے جو ریاست کے امور کو بہتر طور پر سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔امامت ایسی بنیاد ہے جس پر ملت اسلامیہ کے قواعد اور اُمت کے مصالح کا نظم قائم ہوتا ہے۔جبکہ مذاہب اسلامیہ میں سے فقہ جعفری میں امام یا امامت اصول دین میں سے امام مامور من اللہ ہے۔امام معصوم عن الخطا ہے اور حضرت علیؓ سے امام محمد مہدیؒ تک بارہ امام ہیں۔امام المنتظر مشیت ایزدی کے مطابق قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔ اسی طرح اسماعیلی نقطۂ نظر کے مطابق سات امام ہیں،انہیں ہفت امام بھی کہا جاتا ہے۔اسماعیلی ہر امام کو امام عصر یا صاحب الوقت کہتے ہیں۔عباسی دور حکومت میں بھی ابراہیم بن محمد نے لقب امام اختیار کیا اور مہدی عباسی کے دور میں یہ لقب عباسی سکوں پر بھی لکھا گیا۔ مامون الرشید نے امام المسلمین کا لقب اختیار کیا۔عباسی خلفاء میں سے بعض نے اپنے آپ کو امام العظم بھی کہا۔امویوں نے اندلس میں اور فاطمیوں نے مصر میں یہ لقب پسند کیا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○[۲]

''اور میں نے جن و انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے اصول وقوانین عطا فرمائے جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے رب کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ اور نائب بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۝[5]

''میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا تاکہ وہ ان اصولوں وقوانین پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ ہر قوم کی رہنمائی اور اصلاح کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۝[6]

''ہر قوم کے لیے راہ بتانے والا ہوا ہے۔''

جن اقوام نے انبیاء کی دعوت کو قبول کیا وہ کامیاب وکامران ہوئیں۔ آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور قیامت تک آنے والے جن وانسان کے لیے ایک کامل نظام حیات عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔

الامامة موضوعة لخلافت النبوة فی حراسة الدین وسیاسة الدنیا به۔

امامت سے مراد دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے دنیاوی اُمور کی تدبیر اور نظم ونسق کرنے میں نبوت کی نیابت کا نام ہے۔ نظریہ امامت مذاہب اسلامیہ کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ عصر حاضر کا اہم ترین اور زندہ ترین موضوع ہے۔ ذیل میں اسے تقابلی انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عابدین الشامی لکھتے ہیں کہ:

ریاسة عامة فی الدین والدنیا خلافة عن النبی ﷺ۝[7]

خلافت وہ عمومی ریاست ہے جو دینی ودنیاوی اُمور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں کام کرتی ہے۔

مسلمانوں کی اصطلاح میں خلافت اور اس کا مترادف امامت ہے۔ خلافت ایک ریاست عامہ ہے جس کا حاصل امور دین و دنیا میں آنحضرتؐ کے نائب کے طور پر کام کرتا ہے۔ امامت کا مطلب کسی شخص کا قوانین شرعی کو قائم کرنے اور حدود

کی حفاظت کرنے کے لیے آنحضرتؐ ایسے طریقے سے خلیفہ ہونا کہ تمام اُمت اس کی اطاعت کرے۔[8]

امام سے مراد الامام ھو رئیس الدولة الاسلامیة ھو بذالک یقابل روساء الدول فی النظم العصریة من ملک أو رئیس جمھوریة أو مجلس سیادة ،أو نحو ذلک مما تنص علیه الدساتیر۔[9]

اسلامی حکومت کے تین نام ہیں۔امامت،خلافت،امارت۔

امامت کبریٰ:''امامت ایک ایسی ریاست عامہ (Leadership of Democratic Government) کا نام ہے جو پیغمبر اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قانونی نمائندگی سے حاکمانہ بالادستی حاصل کرتی ہے اور دین و دنیا کی اجتماعی سرگرمیوں میں اپنی عظمت و طاقت کا اس طرح اظہار کرتی ہے کہ اس میں اعلیٰ رہنمائی کے اوصاف نمایاں ہو جاتے ہیں۔'' گویا امامت کبریٰ اسلامی حکومت کا اعلیٰ ترین نام ہے۔

حکومت کا وہ منصب جو دین کی نگہبانی اور دنیا کے سیاسی فرائض کو پورا کرتا ہے۔خلافت و امامت ہے۔اس کو امامت کبریٰ اور خلافت عامہ کہا جاتا ہے۔خدا کی پیدا کی ہوئی دنیا کے باشندوں پر وہ عام تصرف جو ایک ریاست عامہ کی تشکیل کا موجب ہوتا ہے اور جس کو پیغمبر کی نمائندگی کا فخر حاصل ہے۔

خلافت: قرآن مجید میں تین قسم کی خلافت کا ذکر ہے۔ا۔نوعی خلافت و امامت ۲۔قومی خلافت و امامت ۳۔شخصی خلافت و امامت

ا۔ نوعی خلافت و امامت: یعنی تمام بنی آدم اللہ کے خلیفہ ہیں اور ہر ایک فرد دیگر مخلوقات پر حکومت کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے: وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَائِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفة [10]۔اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں تمام نوع انسان کو خلیفہ کہا ہے۔

۲۔ قومی خلافت و امامت: جب ایک قوم کو حکومت اور بادشاہت سے نوازا جاتا ہے تو وہ اس قوم کی خلافت ہے۔اللہ تعالیٰ عاد قوم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ وَ اذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْم بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ [11] اور یاد کرو جب اس نے تم کو نوحؑ کی قوم کے بعد بادشاہ بنایا۔ وَ اذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَکُمْ فِی الْاَرْضِ۔[12] اور یاد کرو جب تم کو عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں آباد کیا۔یہاں بوّاکم فی الارض فرما کر خلافت کی تفسیر کر دی یعنی زمین کا وارث ہونا ہے۔ وَ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ۔[13] یعنی وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں

خلیفہ یعنی وارث بنایا۔

۳۔ شخصی خلافت وامامت: شخصی خلافت دوطرح کی ہے۔ خلافت خاصہ اور خلافت عامہ۔ خلافت عامہ سے مراد وہ خلافت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کولوگوں کو ہدایت کے لیے مامور کرتا ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام خلافت خاصہ کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔[۱۴] اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ (حاکم) بنایا ہے۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر۔ ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔

خلافت عامہ جب کوئی ماموروفاف پا جائے تو اس کے مشن کو چلانے کے لیے اس کا نائب خلافت عامہ کا حامل ہوگا۔

کسی مامور کے جانشین کو اللہ کا خلیفہ قرار دینا قرآن مجید سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کو بعض لوگوں نے خلیفہ اللہ کہنا شروع کیا تو آپ نے ایسا کہنے سے منع فرمادیا اور کہا لَسْتُ خلیفه الله ولکن خلیفة رسول الله صلی الله علیه اله و سلم یعنی میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہو۔ میں تو اللہ کے رسول کا خلیفہ ہوں۔

یہاں جس خلافت کا ذکر ہے یہ وہ نیابتی حکومت ہے جو رسول کریم ﷺ کی نیابت کی حیثیت سے حاصل ہوتی ہے اور جو آپ کا نائب ہوگا اور خلافت کی تمام شرائط پر پورا اترتا ہو وہ خلیفہ الرسول کہلائے گا۔ اسلامی خلافت کی خوبی اس کو دوسرے سیاسی نظاموں سے جدا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طرز حکومت دین اور دنیا دونوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ دوسرے سیاسی نظام صرف دنیا کے امور سے تعلق رکھتے ہیں اور دین کے تصور کو اپنے نظام سے خارج کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور ان کی ابنائے جنس پر نافذ کرنے جس نظام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ ہوگی وہ خلافت نہیں کہلائے گا۔

خلافت اسلامی میں مقتدر اعلیٰ محض اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[۱۵] یعنی اللہ کے سوا کسی کو اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں۔ اَلَا لَهُ الْحُکْمُ[۱۶] سنو حکم اسی کا ہے۔

وِلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔[۱۷] آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کے لیے ہے۔

جب حکومت اور امور عامہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر افراد امت کو معروفات کا حکم دیتی ہے اور منکرات سے روکتی ہے۔ تو وہ امارت امت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ یہ لفظ امر سے مشتق ہے۔ امر کے معنی ہیں حکم۔ اور حکم حکومت کا فعل ہے۔ امارت ولایت ہے۔ امارت میں اطاعت اور غلبہ دونوں باتیں شامل ہیں اور یہی حکومت کی اصل ہیں۔

امام اعظم یہ نام اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ امام حکومت اور اعضائے حکومت کا قائد ہے۔خلیفہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہونے کی وجہ سے خلیفہ کہلاتا ہے۔امیر: معروفات کا حکم دینے اور منکرات سے روکنے کی وجہ سے کہلاتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[۱۸]

ترجمہ:''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، اور ان کی بھی جو ان میں سے صاحبِ امر ہیں۔''

فطرت کا اصول ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع سے کوئی نہ کوئی نظام قائم ہوتا ہے۔جس میں اولی الامر یعنی رئیس اور حکمران کا ہونا لازم ہے۔امام ابن تیمیہؒ اس فطری اصول کو اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

فان بنی آدم لا تتم مصلحتهم الا بالاجتماع لحاجة بعضهم الیٰ بعضٍ ولا بدلهم عند الاجتماع من رائس.[۱۹]

ترجمہ:''انسانیت کے مصالح اجتماعی نظام کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔اس لیے کہ بعض ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور اجتماع میں ان کے لیے ایک رئیس حاکم کا ہونا ضروری ہے۔

اسلام میں اولی الامر کی امتیازی حیثیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے علماء اہل سنت کے نزدیک بہت سے فقہاء مورخین اور سیاسی مفکرین کے ہاں یہ لفظ مختلف اصطلاحات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

۱.... **ابن عبدربہ**ؒ (م۳۲۸ھ) اولوالامر کو''السلطان'' کہتے ہیں [۲۰]

۲.... **ابو النصر فارابی**ؒ (م۳۳۹ھ) اولوالامر کو''الرئیس الاول'' کے نام سے یاد کرتے ہیں [۲۱]

۳.... **المسعودی**ؒ (م۳۴۷ھ) اسے''امیرالمؤمنین'' کہتے ہیں [۲۲]

۴.... **الجصّاص**ؒ (م۳۷۰ھ) اسے''السّلطان'' کا نام دیتے ہیں [۲۳]

۵.... **ابو الحسن علی الماوردی**ؒ (۴۵۰) اسے''امام'' کا نام دیتے ہیں [۲۴]

۶.... **ابو یعلیٰ**ؒ (۴۵۸ھ) بھی اسے''امام'' کا نام دیتے ہیں [۲۵]

۷.... **نظام الملک طوسی**ؒ (م۴۸۵ھ) اسے''الملک'' کا نام دیتے ہیں [۲۶]

۸.... **الشھر الستانی**ؒ (م۵۴۸ھ) سے''الامام الحق'' کا نام دیتے ہیں [۲۷]

۹.... **المرغینانی**ؒ (م۵۹۳) اولوالامر کو''الامام'' کہتے ہیں [۲۸]

۱۰.... **ابن رشد**ؒ (م۵۹۵ھ) اسے''سلطان الامر'' کہتے ہیں [۲۹]

۱۱.... الرازیؒ (م۶۰۶) اسے ''امیرالامراء'' کہتے ہیں ۳۰

۱۲.... ابن جماعۃؒ (م۷۳۳ھ) اسے ''خلیفہ'' اور ''امام'' کے اسماء سے یاد کرتے ہیں ۳۱

۱۳.... ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) اسے ''اکبرالامراء'' کہتے ہیں ۳۲

۱۴.... ابن خلدونؒ (م۸۰۸ھ) اسے ''الامام الاکبر'' کا نام دیتے ہیں ۳۳

۱۵.... جلال الدین السیوطیؒ (م۹۱۱ھ) اسے ''خلیفہ'' کہتے ہیں ۳۴

امام وہ ہے جسے دینی اور دنیاوی اُمور میں حکمرانی حاصل ہو، امامت دینی و دنیاوی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور فروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی جانشینی اختیار کرتے ہوئے عمومی اختیار واقتدار ہے۔ امامت مکمل ریاست کی عمومی قیادت ہے۔ امامت دین کی حفاظت کرنے اور دنیاوی اُمور کی تدبیر نظم ونسق کرنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا نام ہے۔ جس طرح امامت، خلافت، امارت مترادف المعنیٰ ہے، اسی طرح امام، خلیفہ، امیرالمؤمنین، اولی الامر بھی مترادف المعنیٰ ہے۔ اس لیے منصب امامت وخلافت پر فائز شخص کو امام، خلیفہ اور امیرالمؤمنین کہا جاتا ہے۔

ابواب کا مختصر تعارف

باب اول ''نظریہ امامت معنی ومفہوم'' چار فصول پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں امام وامامت کا معنی ومفہوم، دوسری فصل میں امامت کی ضرورت واہمیت، تیسری فصل میں امامت قرآن مجید کی روشنی میں، چوتھی فصل میں امامت احادیث نبویہ کی روشنی میں کا بیان کی گئی ہے۔

باب دوم ''مذاہب اسلامیہ کا تعارف'' تین فصول پر مشتمل ہے فصل اول میں فقہ جعفری کا تعارف اور نظریہ امامت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، فصل دوم نظریہ ولایت فقیہ اور عصر حاضر، فصل سوم اسماعیلی وزیدی مذہب کا تعارف ونظریہ امامت کا احاطہ کیا گیا ہے۔

باب سوم ''امامت کی قانونی تشریحات ونظائر'' چار فصول پر مشتمل ہے، فصل اول میں امام وخلیفہ کا طریقہ انتخاب، فصل دوم میں امارت واطاعت امیر، فصل سوم میں مقاصد امامت، فصل چہارم میں فرائض امامت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

باب چہارم ''امامت کا دائرہ کار'' پانچ فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول حقوق واختیارات امامت، فصل دوم شرائط امامت، فصل سوم صفات امامت، فصل چہارم اسلام کا طرز حکومت اور اس کی خصوصیات، فصل پنجم احتساب امامت پر مدلل انداز میں بحث

کی گئی ہے۔

باب پنجم ''آئمہ مذاہب کا دور و علمی خدمات'' پانچ فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول حضرت علیؓ تا حضرت حسینؓ کی علمی و ادبی خدمات کا تذکرہ، فصل دوم حضرت زین العابدینؒ تا حضرت موسیٰ کاظمیؒ، فصل سوم حضرت علی رضاؒ تا حضرت علی نقیؒ، فصل چہارم حضرت حسن عسکریؒ تا حضرت محمد مہدیؒ کا دور اور ان کے علمی و ادبی کارناموں کا تذکرہ، فصل پنجم میں نبوت و امامت کی غلط تعبیرات ، قادیانی مذہب کا تعارف، پیش کیا گیا ہے اور آخر میں نتیجہ بحث ،تجاویز و سفارشات ،اشاریہ اور مصادر و مراجع پیش کیے گئے ہیں تا کہ پورے مقالہ کا احاطہ کیا جا سکے۔

مقالہ ہذا میں ہر مکتب فکر کے انداز تحریر کو مدنظر رکھا گیا ہے اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ترجمہ قرآن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں ہر فصل کے آخر پر حوالہ جات تحریر کیے گئے ہیں۔ ایک کتاب کا ذکر اگر پہلی مرتبہ ہوا ہے تو اس کا مکمل حوالہ درج ہے۔ ورنہ مصنف کا نام، کتاب کا نام اور صفحہ نمبر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مقام اور سہولتیں

مقالہ ہذا کو اسلام آباد جو کہ پاکستان کا دارالحکومت ہے۔ اس کی اہم ترین اسلامی یونیورسٹی ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری اور لاہور جو کہ پنجاب کا دارالحکومت ہے۔ علمی و تحقیقی شخصیات سے ماموں شہر ہے۔ تمام لائبریریوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ علمی شخصیات ،مختلف مکاتب فکر کے دینی علماء اور مختلف سکالرز سے بھی تحقیقی رہنمائی حاصل کی گئی۔

تحقیق کے سلسلے میں ملک کے تمام بڑے شہروں کے کتب خانوں سے بھی علمی و تحقیقی مواد حاصل کرنے کے لیے سفر اختیار کیا گیا۔ مقالہ ہذا کی تحریر و تکمیل میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ متعلقہ موضوع کو عام فہم انداز میں بیان کرتے ہوئے محققانہ بحث کی جائے۔ عنوان کو ممکنہ حد تک احاطہ تحریر میں لایا جائے تا کہ یہ مقالہ امت مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع رسانی کا باعث بن سکے۔ مقالہ کا عنوان اتنا وسیع ہے لیکن پھر بھی اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور میرے لیے اخروی نجات کا باعث بن سکے، آمین۔

مقاصد تحقیق

نظریہ امامت کا معنی و مفہوم اور مذاہب اسلامیہ کا نظریۂ امامت مدلل انداز سے اُجاگر کرنا، قرآن و سنت کی رو سے

نظریۂ امامت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی رو سے امامت کی ضرورت واہمیت ہے کیا ہے؟ مذاہب اسلامیہ کا تعارف، امامت کی قانونی تشریحات ونظائر، امام وخلیفہ کا طریقۂ انتخاب، امارت واطاعت امیر، صفات وشرائط کا تذکرہ، مقاصد امامت اور فرائض امامت، امامت کا دائرہ کار کیا ہے؟ حقوق واختیارات کیا ہیں؟ اسلام کا طرز حکومت اور کی خصوصیات کیا ہیں؟، نبوت وامامت کی غلط تعبیرات، قادیانیت اور اسماعیلی نظریۂ امامت کیا ہے؟ اور اس کا تقابلی جائزہ پیش کرنا تاکہ منصب امامت پر فائز شخص کے لیے کن خصوصیات وشرائط کا ہونا ضروری ہے۔ آئمہ مذاہب کا دور اور نظریہ امامت مذاہب اسلامیہ میں تطبیق کے امکانات کیسے ممکن ہیں۔ اس کے ذریعہ سے امت مسلمہ میں اخوت بھائی چارہ قائم کرنا ہے۔

نظریہ امامت کے بارے میں مذاہب اسلامیہ میں مشترکات واختلافات کیا ہیں؟ اوران کی ادلہ عقلیہ ونقلیہ کا جائزہ پیش کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کو اقامتِ دین کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ﴿۳۵﴾

''یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں بااختیار کردیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ اور بھلے کام کرنے کا حکم دیں اور ہر بُرے کام کرنے سے لوگوں کو روکیں۔ ہر کام کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

انسان کی خلافت کے بارے میں دو قول ہیں:۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کی شریعت قائم کرنے اور دوسرا مخلوق پر حکومت کرنے میں اس کا خلیفہ ہے۔ خلیفہ بنانے کا مقصد یہ ہے کہ دین اسلام کی تکمیل ہو اور دین حق کا غلبہ تمام ادیان پر ظاہر ہو، امامت کبریٰ وصغریٰ سے ہی دینی ودنیاوی اُمور کو بہتر کیا جاسکتا ہے۔ مقاصدِ تحقیق میں ایک اہم مقصد امامت کے بارے میں جدید نظریات کو مدلل انداز سے بیان کرنا تاکہ ہر ایک مکتبۂ فکر کی نظریاتی وضاحت ہو سکے۔

اختیارات وفرائض امامت کیا ہیں؟ امارت، امامت، خلافت، اولی الامر کی خصوصیات کیا ہیں؟ اور امامت کی جدید بحثیں کیا ہیں؟ کا تذکرہ مقصد ہے۔ آخر میں نتیجہ بحث، تجاویز وسفارشات، اعشاریہ تحریر کردیا گیا ہے۔ تاکہ پورے مقالہ کا احاطہ کیا جاسکے۔

اسلام میں اولی الامر کی امتیازی حیثیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے علماء اہل سنت کے نزدیک بہت سے فقہاء مورخین اور سیاسی مفکرین کے ہاں یہ لفظ مختلف اصطلاحات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے نزدیک امامت کبریٰ ورصغریٰ کا تصور موجود ہے جبکہ فقہ جعفری میں امامت عہدہ الٰہی ہے اور امام معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ النور۲۴:۵۵

۲۔ البقرۃ ۲:۱۲۴

۳. الطبرانی، المعجم الکبیر، القاهرة: دار حیاء التراث العربی، الطبعة الثانی،۱۴۱۵ھ،

ج۱۰،ص۲۸۹

بیروت: دارالکتب الاسلامیه ،طبع الثالث ،۱۳۶۷ھ، ،ج۳،ص۷۷

۴۔ سورۃ الذاریات۵۱:۵۶

۵۔ سورۃ البقرۃ۲:۳۰

۶۔ سورۃ الرعد۱۳:۷

۷۔ ابن عابدین الشامی، الفتاوی الشامیہ، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ،۱۹۹۲، باب الامامۃ، ج۱، ص۵۱۱

۸۔ شیخ علی عبدالرزاق، اسلام اور اصول حکومت، مترجم: راجہ فخر ماجد، لاہور اظہر سنز ۱۹۹۵ء اشاعت اول، ص۲۶

۹. وصفی مصطفی کمال ،الدکتور ،النظم الاسلامیه القاهرة: المکتبة وهبة ،ص۲۳۳

۱۰۔ سورۃ البقرۃ۲:۳۰

۱۱۔ سورۃ الاعراف۷:۶۹

۱۲۔ سورۃ الاعراف۷:۷۴

۱۳۔ سورۃ الانعام۶:۱۶۶

۱۴۔ سورۃ ص۳۸:۲۶

۱۵۔ سورۃ یوسف۱۲:۴۰

۱۶۔ سورۃ الانعام۶:۶۲

۱۷۔ سورۃ آل عمران۳:۱۸۸

۱۸۔ سورۃ النساء۴:۵۹

۱۹۔ ابن تیمیہؒ ،مجموعه فتاویٰ ابن تیمیہؒ ،مصر المکتبة التجارة الطبعة الثانیة ، ۱۳۴۷ھ،

ج۸،ص۳۹۰

۲۰۔ ابن عبدربہ، العقد الفرید، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹، ج۱،ص۲۵

۲۱۔ ابوالنصر الفارابی، السیاسیات المدنیہ، القاہرۃ، دارالتراث الاسلامیہ، ص۹۳

۲۲۔ المسعودی، مروج الذہب، مصر: البابی حلبی، ۱۳۴۶ھ، ج۲،ص۳۱۳

۲۳۔ الجصاص، احمد بن علی، الاحکام القرآن، مصر: المطبعة المصر ۱۳۴۷ ج:۲ص۱۹۳

۲۴۔ الماوردی، الاحکام السطانیہ، ص۶

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ الطّوسی، نظام الملک، سیر الملوک، پیرس، ۱۸۹۰، ص۱۷

۲۷۔ شہرستانی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر، الملل و النحل، پشاور: مکتبہ حقانیہ، ج۱،ص۲۱

۲۸۔ المرغینانی، برہان الدین، الہدایۃ، بیروت: دارالفکر، ج۲،ص۳۱۹

۲۹۔ ابن رشد، بدایۃالمجتہدو لنہایۃ المقتصد، مصر: البابی حلبی، ص۲۹۷

۳۰۔ الرازی، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین، التفسیر الکبیر، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰، ج۱۰،ص۲۹۷

۳۱۔ ابن جماعۃ، تحریر الاحکام، حیدرآباد، دارلکتب العربی، ۱۳۷۶ھ، ص۳۵۶

۳۲۔ ابن کثیر، ابوالفداء، عماد الدین اسماعیل، البدایة و النهایة، بیروت: المکتبة العصریة، ۱۴۲۴ھ، ج۱۲، ص۱۰

۳۳۔ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، بیروت لبنان: موسسه جمال اللطباعة و انشر، ص۲۱۹

۳۴۔ السیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، بیروت: دارالمعرفت، الطبعة لثانیة، ۱۴۲۰ھ، ص۱۳۸

۳۵۔ سورۃ الحج ۲۲:۴۱

باب اول

نظریہ امامت معنی ومفہوم

فصلِ اول

امامت معنی و مفہوم...... تجزیاتی جائزہ

فصلِ دوم

امامت کی ضرورت واہمیت...... تجزیاتی مطالعہ

فصلِ سوم

امامت قرآن مجید کی روشنی میں...... تجزیاتی مطالعہ

فصلِ چہارم

امامت احادیث نبویؐ کی روشنی میں...... تحقیقی مطالعہ

فصلِ اول

امامت معنی ومفہوم......تجزیاتی جائزہ

امامت لغوی واصطلاحی مفہوم......تجزیاتی جائزہ

امام وہ ہے جسے دینی اور دنیاوی اُمور میں حکمرانی حاصل ہو، امامت دینی و دنیاوی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور فروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی جانشینی اختیار کرتے ہوئے عمومی اختیار واقتدار ہے۔ امامت مکمل ریاست کی عمومی قیادت ہے۔ امامت دین کی حفاظت کرنے اور دنیاوی اُمور کی تدبیر نظم ونسق کرنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا نام ہے۔ جس طرح امامت، خلافت، امارت مترادف المعنیٰ ہے، اسی طرح امام، خلیفہ، امیر المؤمنین، اولی الامر بھی مترادف المعنیٰ ہے۔ اس لیے منصب امامت وخلافت پر فائز شخص کو امام، خلیفہ اور امیر المؤمنین کہا جاتا ہے۔

مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے نزدیک تصورات امامت صرف امامت صغریٰ اور کبریٰ کی حد تک موجود ہیں اور اس میں امامت کبریٰ پر فائز انسان کے مراتب میں فرق کیا جاتا ہے اور امامت صغریٰ پر فائز انسان صرف امام الصلوٰۃ ہے اور اس میں سے کون زیادہ اہلیت کا حامل ہے۔ فقہ کی کتابوں میں ان آئمہ مذاہب کے نزدیک ان کے مراتب میں فرق ہے۔ جس کی وضاحت آئندہ ابحاث میں موجود ہے۔ جب کہ ''نظریہ امامت'' صرف خاص طور پر اہل تشیع کے ہاں پایا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک امام اور امامت اصول دین میں سے ہے۔ امامت عہدہ الٰہی ہے۔ امام آئین الٰہی کی پاسداری کرتا ہے اور امامت پیغمبر اسلام کی شریعت کو بطور نائب احکامات اسلامیہ کے مطابق چلانا ہے۔

ذیل میں امامت وامام کا لغوی واصطلاحی مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔

امامت وامام کا لغوی معنی:

ابن منظور افریقی نے امام کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

الامامة والامام کل من ائتم به قوم کانوا علی صراط المستقیم آو کانوا ضالین [1]

ترجمہ: امامت اور امام ہر وہ شخص جس کی کوئی قوم اقتداء کرئے۔ چاہے وہ قوم سیدھے راستے پر ہو یا گمراہی پر ہو۔

ابن ابی القاسم الحسن بن محمد المعروف راغب اصفہانی امامت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

الامام الموتم به انسانا کان یقتدی بقوله او فعله او کتابا او غیر ذالک محقا کان آو مبطلا وجمعه أئمة [2]

ترجمہ: امام سے مراد ایسا انسان جس کی پیروی کی جائے یعنی اس کے قول، فعل یا تحریر کی پیروی کی

جائے۔ وہ حق ہو یا باطل اور امام کی جمع آئمہ آتی ہے۔

المنجد لغت میں امام کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

وہ جس کی اقتداء کی جائے، پیشوا، معمار کا وہ دھاگا یا ڈوری جس سے عمارت کی سیدھ قائم کرتا ہے۔ امام بمعنی کھلا راستہ، نمونہ۔[۳]

اسماعیل بن حماد الجوھری نے الصحاح میں امام کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

الامام الذی یقتدی به وجمعه أیمة و اصله أیمة علی فاعلة [۴]

ترجمہ: امام سے مراد وہ حق ہے جس کی پیروی کی جائے اور امام جمع آئمہ ہے اس کی اصل آئمہ ہے جو کہ **فاعلة** کے وزن پر ہے۔

خلیل احمد فراھیدی نے کتاب العین میں امام کا معنی اس طرح رقم کیا ہے:

الامام . و کل من اقتدی به وقدم فی الامور فھو امام والامام بمنزلة القدام وفلان یؤم القوم ای یقدمھم. [۵]

ترجمہ: امام سے مراد وہ ہے جس کی اقتداء کی جائے اور تمام امور میں اس کو مقدم نمونہ سمجھا جائے اسے امام کہتے ہیں۔ امام پیش رو کے مقام و منزلت پر ہے۔ جب عربی میں کہا جاتا ہے **فلان یؤم القوم** تو اس کا مطلب ہے کہ وہ قوم کا رہنما ہے۔

مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں امام کا مفہوم ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

الامام نقیض الوراء کقدام یکون اسماً و ظرفاً [۶]

ترجمہ: امام کا معنی آگے اور الوراء کا معنی پیچھے، لہذا امام الوراء کا الٹ ہے۔ جیسا کہ قدّام بھی الوراء کا الٹ ہے۔ امام بعض اوقات اسم اور بعض اوقات ظرف ہوتا ہے۔

فرہنگ منتخب الغات میں امام کا مفہوم ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

امام بالفتح پیش اوبالکسر پیشوا و پیشوایان در راه و رهنما و حدی کننده و جانب قبله و نیز کرانه زمین و کتاب سماوی الوح محفوظ و منظر خوب و رشته معمارکه بدان بنا راست کند و بغارسی آنرارژه گویند [۷]

ترجمہ: امام زبر کے ساتھ ہو تو آگے کے معنی میں ہے اور اگر زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو پیشوا، راہ کے ہادی، قبلہ کی جانب، مرکز زمین، آسمانی کتاب، لوح محفوظ، دلنشین منظر، معمار کا وہ دھاگہ یا ڈوری

جس سے وہ عمارت کی سیدھ قائم کرتا ہے۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:

الامام المؤ تم به انسانا یقتدی بقوله او فعله او کتابا او غیر ذالک محقا کان او مبطلا و جمعه آئمه ۸

ترجمہ: امام اس کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے۔خواہ وہ انسان ہو جس کے قول و فعل کی اطاعت اور اتباع کی جائے یا کتاب ہو جس میں مذکور احکام کی اطاعت کی جائے خواہ وہ امام ہو حق ہو یا باطل جیسے **یوم ندعوا کل اناس بامامهم**

صاحب محیط المحیط نے امام کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

الامام من یؤتمّ به ای یقتدی به من رئیس او غیر و ذکر کان او اونثی ومنه قامت الامام و سطهن و قیل هو الذی له الریاسة العامة فی الدین و الدینا جمیعا و الامام فی کتاب المعقول الفخر و فی کتاب الاصول امام الحرمین و عندالمتکلمین خلیفة الرسول و فی اقامةالدین و عندالمحدثین المحدث او شیخ و عندالقرآء والمفسرین و غیرهم مصحف من المصاحف التی نسخها الصحابة بامر الامامة فرقة من الشعیة قالوا بالنص جلی علی امامةعلی الرجل ثم جعلت عبارة عن ریاسة عامة وهی عند متکلمین خلافةالرسول۔ ۹

ترجمہ: امام وہ ہے جس کی اقتداء کی جائے، وہ سردار ہو، مرد ہو یا عورت اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام سے مراد وہ ہے جو دین و دنیا کے تمام امور میں ریاست عامہ کے عہدہ پر فائز ہو۔کتب معقولات میں امام فجر اور کتب اصول میں امام الحرمین، متکلمین کے نزدیک خلیفۃ الرسول، دین کو قائم کرنے والے اور محدثین کے نزدیک محدث یا شیخ، قراء اور مفسرین وغیرہ کے نزدیک مصحائف میں سے ایسے مصحف کے معنی میں سے ہے جسے صحابہ نے کسی معاملہ کی بنا پر منسوخ کر دیا تھا۔امامیہ شیعہ میں سے ایک ایسا فرقہ ہے جو علیؑ کی امامت پر نص صریح موجود ہونے کے قائل ہیں۔امامت کو ریاست عامہ سے عبارت قرار دیا گیا ہے اور یہ متکلمین کے نزدیک خلافت رسولؐ ہے

الاروس المعجم العربی میں امام کا مفہوم ان الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے:

الامام نقیض الوراء بمعنی القدام یکون اسما و ظرفا ۱۰

عبدالحفیظ بلیاوی نے مصباح الغات میں امام کا معنی اس طرح تحریر کیا ہے:

اَلْاَمَام: آگے، **کلمہ تحذیر** بمعنی بچو، **اَلْاِمَــام:** مذکر اور مونث دونوں کے لیے، پیش امام جس کی اقتداء کی جائے، ڈوری جس سے معمار عمارت کی سیدھ قائم کرتا ہے، نمونہ، راستہ، سبق، قرآن، خلیفہ، امیر لشکر، مصلح اور منتظم۔

الامامۃ: خلافت، پیشوائی [11]

مفردات القرآن میں امام کا معنی اس طرح درج ہے:

امام وہ ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ وہ انسان ہو اور اس کے قول وفعل کی اقتداء کی جائے یا کتاب وغیرہ ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ اس کی جمع آئـمة افـعلة ہے۔ یعنی فعال مفرد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ ائمة کا واحد امام ہے۔ [12]

الجرجانی نے کتاب التعریفات میں امام کا مفہوم اس طرح لکھا ہے:

الامام. الذی له الریاسة لعامة فی الدین والدنیا جمعیا . [13]

ترجمہ: امام سے مراد ایسی شخصیت ہے جس کے لیے دین اور دنیا میں ریاست عامہ ہو۔

الاء مـام لـلـمـذکـر والـمـؤ نـث أ یّمه وائِمة من یؤ تمّ به ای یقتدی به ما یمثل علیه المثال الطرلق الواضح الخیط یمد علی البناء یبنیی مستقیما۔ [14]

قاضی زین العابدین نے قاموس القرآن میں امام کی تعریف اس طرح تحریر کی ہے:

امام بمعنی پیشوا، رہنما، راستہ اور ایسا انسان جس کی اقتدا کی جائے۔ اس سے مراد کھلا راستہ بھی ہے۔ [15]

صاحب المورد الوسیط نے امام کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

امام، قائد، زعیم، دلیل، معیار، **یقُتُدی به**، نمونہ، ماڈل اور **أمامة** سے مراد امامت، قیادت لیڈر شپ ہے۔ [16]

قاموس الیاس العصری کے مصنف نے امام کی تعریف اس طرح کی ہے:

امام سے مراد، قائد، مقدّم، Leader, Chief, Chieftain ہے۔ [17]

صاحب معجم مقیاس اللغۃ نے امام کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

کل من اقتدی به وقدم فی الامور والنبی [18]

مولانا عبدالرشید نعمانی نے امام کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

امام بمعنی پیشوا، مقتداء، رہنما بروزن فعال اسم ہے بمعنی یوتم به یعنی جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ معتقد اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لیے اس کو امام کہتے ہیں۔غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے۔حق میں پیروی ہو یا ناحق اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو اور اس کے قول وفعل کی اقتداء کی جائے یا کتاب کہ اس کے اوامر ونواہی پر عمل کیا جائے اور یہ لفظ مذکر اور مونث کے لیے آتا ہے۔ نیز جمع کے موقع پر لفظ واحد بھی مستعمل ہے۔۱۹

علامہ ابن خلدون کے نزدیک امام کا معنی یہ ہے:

الا مام المؤ تم به امام وہ ہوتا ہے جس کا قصد کیا جائے۔الامام بمعنی القدامة ۔۔۔۔امام کا معنی ہے آگے چلنے والا۔امام سے مراد پیشوا ہے۔۲۰

سید احمد دہلوی فرہنگ آصفیہ میں امام کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

امام اسم مذکر، پیشوا، آگے چلنے والا، ہادی، رہنما، سردار، مجتہد، بادشاہ، فلک، سلطان وقت، تسبیح کا وہ منکا جو سب دانوں سے اوپر اور سرے پر ہوتا ہے جسے فارسی میں گل اور ہندی میں سمیر کہتے ہیں اور نماز پڑھانے والا پیش امام ۲۱

مندرجہ بالا لغات کو رو سے امام سے مراد ایک مذہبی و دینی قائد ہے جو ریاست کے اُمور کو بہتر طور پر سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، حکمت اور احکام الٰہی کو بخوبی جانتا ہو تا کہ شریعت وحکمت کی تبلیغ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بن سکے اور اس میں شجاعت وکفایت، مردم شناسی جیسی صفات کا ہونا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے خلافتِ ارضی کو اقامت دین کے ساتھ مشروط کیا ہے۔امامت ایسی بنیاد ہے جس پر ملت کے قواعد اور اُمت کے مصالح کا نظم قائم ہوتا ہے۔اُمت پر عادل خلیفہ وامام کی فرمانبرداری لازم ہے۔

امامت کا اصطلاحی مفہوم

آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی نے امامت کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

امام سے مراد دینی اور روحانی رہنما ہے۔امامت بہت اعلیٰ منصب ہے اور اس کا عطا کرنے والا اللہ ہے۔ ۲۲

امامت مذہبی اصطلاح میں ایک منصب ہے جس کی پیروی کرنا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔امامت ایک خصوصی عہدہ ہے جو نبوت ورسالت کے لئے لازم ہے۔ ۲۳

سید قطب شہید کے نزدیک امامت کا مفہوم اس طرح ہے:

ان اقامة الاماۃالصالحة فی ارض الله لها أهمية جوهرية و خطورة بالغة فی نظام الإسلام فکل

من یومن باللہ و رسولہ و یدین دین حق، لا ینتھی عملہ بأن یبذل الجھد المستطاع لإفراغ حیاتہ فی قالب الاسلام ، ولا تبرأ ذمتہ من ذلک فحسب، بل یلزمہ بمقتضی ذلک الایمان أن یستنفد جمیع قواۃ و مساعیہ فی انتزاع زمام الامر من أیدی الکافرین و الفجرۃ و الظالمین حتی یتسلمہ رجال زوو صلاح ممن یتقون اللہ ، و یرجون حسابہ، و یقوم فی الارض ذلک النظام الحق المرضی عند اللہ الذی بہ صلاح أمور الدنیا و قوام شئوونھا۔ [۲۴]

اردو انسائیکلو پیڈیا میں امام کا معنی ان الفاظ میں تحریر ہے:

امام سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھاتا ہے اس کے واسطے ضروری ہے کہ وہ صاحبِ شریعت ہو عالم ہو اور بہتر ہے کہ حافظ قرآن بھی ہو لیکن اگر فی الوقت ایسا آدمی موجود نہ ہو تو حاضرین میں سے سب سے صاحب شریعت یا عالم ورنہ سن رسیدہ شخص کو امام منتخب کر لیا جاتا ہے۔اس کو پیش امام و پیش نماز بھی کہتے ہیں۔اہل سنت، فن حدیث و فقہ کے مسلم ماہروں اور عالموں کو بھی امام کہتے ہیں۔مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اہل تشیع کا خیال ہے کہ مذہب کے بہت سے رموز ایسے ہیں جن کو عوام نہیں سمجھتے وہ سب باتیں آپؐ نے حضرت علیؑ کو بتا دیں تھیں۔یہ علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوا وہی امام بنے اور آنحضرتؐ کے جانشین اور خلیفہ بنے۔

امام کے واسطے عاقل، بالغ، عالم اور معصوم ہونا ضروری ہے۔اہل تشیع بارہ اماموں کو مانتے ہیں۔جو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد میں سے ہیں۔آخری امام غائب ہیں جو قرب قیامت ظہور فرمائیں گے اور وہی امام مہدیؑ ہوں گے ۔اسماعیلیوں کے نزدیک سات اماموں کے بعد غائب امام کے آنے تک جو لوگ امامت کے فرائض سرانجام دیں گے وہ نائب امام ہوں گے مگر ان کو منتخب کرنے کا حق عوام کو نہیں سب سے بڑا بیٹا امامت کا حقدار ہوتا ہے۔[۲۵]

اردو جامع انسائیکلو پیڈیا میں امام کا معنی ان الفاظ میں درج ہے:

امام عربی میں جس کے معنی نمونہ، پیشوا کے ہیں۔یہ لفظ خلیفہ اور معاملاتِ مسلمین کے متولی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔کسی بھی علم خصوصاً مذہبی علوم میں ممتاز و مستند استاد یا مصنف کو بھی امام کہتے ہیں۔مثلاً امام بخاریؒ، امام ابوحنیفہؒ، شیعہ عقائد کے مطابق آنحضرتؐ کے بعد خدا کی طرف سے ہدایت پر مامور ہونے والے کو امام کہتے ہیں اور یہ منصب حضرت علیؑ حضرت حسنؑ اور حسینؑ اور ان کی اولاد میں سے چند ہستیوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔اسی وجہ سے شیعہ کو امامیہ بھی کہتے ہیں۔فرقہ اثناء عشریہ کے نزدیک حضرت علیؑ سے امام محمد مہدیؑ تک بارہ امام ہیں۔حضرت امام مہدیؑ غائب ہو گئے اور مشیت ایزدی کے مطابق قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔اسماعیلی سات امام مانتے ہیں اس لیے انہیں ہفت امامی بھی کہتے ہیں۔ زیدیہ کے نزدیک ایک وقت میں ایک سے زائد امام بھی ہو سکتے ہیں۔

اسماعیلی ہر امام کو عصر، صاحب الوقت یا صاحب الزمان کہتے ہیں۔ عباسیوں میں پہلے پہل ابراہیم بن محمد عباس نے لقب (امام) اختیار کیا اور مہدی عباسی کے زمانے میں یہ لقب عباسیوں کے سکّوں میں بھی دیکھا گیا۔ مامون الرشید نے امام المسلمین کا لقب اختیار کیا۔ بعض عباسی خلفاء اپنے آپ کو "امام الاعظم" بھی کہتے رہے پھر اویسیوں نے مراکش میں ، امویوں نے اندلس میں اور فاطمیوں نے مصر میں یہ لقب پسند کیا۔ ۲۶

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں امام کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

Although the Imam was entitled to political leadership as much to religious authority his imamate did not depend on his actual rule or any attempt to going it. Following the traditions of radical wing of early Shia the Imamiyya repudiated the Caliphates of Abu Bakars (R.A), Umar (R.A) and Usman (R.A) maintained that the Prophet had appointed Ali (R.A) as his Wasi by designation. ۲۷

ترجمہ: اگرچہ امام سے مراد سیاسی قائد ہے اور اسی طرح مذہبی معاملات میں رہنمائی کرنے والا بھی ہے اس کی امامت کا انحصار اس کی حکومت پر نہیں جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ لیکن شیعہ امامیہ کے نزدیک امامت عہدہ الٰہی ہے اور حضرت علیؑ بطور امام رسول ﷺ کے وصی ہیں اور ان کا انتخاب پیغمبر اکرمؐ نے خود فرمایا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں امام کا مفہوم ان الفاظ میں آیا ہے:

Imam:- ("Model ", "Exemplar")

An Imam is the leader of the prayer for a particular occasion or as regular functions. He leads by standing in front of the rows of worshipers; if only two persons are praying he stands to the left and slightly in front one of the other. The basis for the dignity is knowledge, particularly of the Koran, age or social leadership. A title perhaps in additions to the other title of the head of the community or group.

Imam is also an Honorific, as in Imam Al-Ghazali. Among the Shiites

the word has special significance or an intercessors, unique and predestined to the age that must be recognized and followed in orders to be saved. Imam is the title and spiritual function of Ali and his descendants through Fatima.

Imamate in general the Imam whose functions is called the Imamate, is credited with supernatural knowledge and authority and with station of merit which as it was is an extension of virtually equal with that of a Prophet. For the twelve Imam Shiites also called "Imamis".

Imam is an intermediary between man and God.؁۲۸

ترجمہ: امام سے مراد نماز کا قائد جو کہ خاص موقعوں پر اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ امام مقتدیوں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، امام وہ شخص ہے جو علمی لحاظ سے خاص طور پر قرآنی علوم پر عبور رکھتا ہو۔ امام سے مراد سماجی قائد بھی ہے، امام ایک خطاب ہے جیسے امام غزالیؒ، امام سے مراد ایک خاص گروہ کا قائد ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک لفظ امام کی خاص اہمیت ہے۔ امام اپنے زمانے کا رہنما ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت رہے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور نسلِ فاطمہ سے بارہ امام ہیں۔ **امام** ایک روحانی رہنما بھی ہے۔ عام طور پر امام کا لفظ امامت کے معنی میں ہے جو کہ بطور پیش نماز ہے۔

امامت عہدہ الٰہی ہے اور پیغمبرؐ کی طرف سے احکامات کی وضاحت کرنے والا ہے۔ بارہ اماموں کو ماننے کی وجہ سے اہل تشیع امامیہ بھی کہلاتے ہیں۔ امام بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بطور ثالث ہے۔

IMAM from the Arabic amma, to precede, to lead Originally "Leader" particularly cara - van leader, any one of who guide or patterns e.g to the pupil in the school. In Koran the word in found in the meaning of leader the Shiites further demanded that the imam should belong to the family of the prophet.

Ali was the appointed Imam by divine ordinance. Promulgated at Ghadeer Khumm.

The Rank is hereditary among his descendants so that only thing to be decided is which of his descendants is to be recognized as Imam.؁۲۹

ترجمہ: امام عربی لفظ ام سے ہے مراد آگے ہونا۔ حقیقی رہنما، امام سے مراد خاص طور پر سالار قافلہ بھی ہے اس سے مراد رہنما اور سکول میں بچوں کا نصاب، قرآن پاک میں یہ لفظ بطور ہادی کے آیا ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک امام وہ ہے جو خاندان رسالت سے ہو۔ حضرت علیؑ کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے

بطور امام ہوا۔اس کا نفاذ غدیرخم کے موقع پر کیا گیا۔امامت وراثتی عہدہ ہے جو پیغمبر کی نسل سے ہے۔

آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک ورلڈ میں امام کا مفہوم ان الفاظ میں درج ہے:

The Oxford encyclopedia of Modern Islamic world. Imam a title indicating leadership, Governance or rule, Imam (An imam is used in a vide variety of content by the both Sunni and Shiis Muslims.) the most common contemporary use of the word is to designate the leader of congregational prayers this being justified by the Etymological sense of Imam as one of who stands in front.

According to the Sunni Muslims the one who is exercising general leadership in both religious and political affairs. According to the Shiis Muslims for whom recognition of the legitimate leader of the Muslims community was an essential article faith. The successors of twelve figures, identified by the majority of shiis successors to the prophet , were seen by them to possess not only the right to the rule but also inerrancy and therefore, supreme authority in all matters of jurisprudence and Quranic exegesis.[۳۰]

لفظ امام سے مراد قیادت، حکمرانی کرنے والا ہے۔سنی اور شیعہ مسلمانوں کے نزدیک وسیع قسم کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔عام طور پر یہ لفظ اپنے زمانے کے مذہبی قائد کے لیے ہے جو مذہبی اجتماعات میں بطور پیش نماز ہوتا ہے۔اشتقاق الفاظ کے ساتھ اس کا جواز اس طرح بھی پیش کیا جاتا ہے کہ امام سے مراد وہ ہے جو لوگوں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔یعنی امام جماعت۔

اہل سنت کے نزدیک دونوں قسم کے معاملات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے اہل تشیع کے نزدیک ''امام'' امامت اصول دین میں سے ہے اور مسلم معاشرے میں ہر ایک کے لیے جزو ایمان ہے اور یہ کہ پیغمبر اکرمؐ کے بارہ جانشین جو کہ ان کی نسل سے ہیں۔نہ صرف وہ حکمرانی کے حقدار ہیں بلکہ تمام معاملات زندگی میں اعلیٰ سند ہیں، فقہ اور قرآن پاک کی تفسیر میں سب سے بڑے رہنما ہیں

نعیم اختر سندھو، ہندو پاک میں مسلم فرقوں کا انسائیکلوپیڈیا میں امام کا معنی ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

ام عربی زبان میں ماں کو کہتے ہیں۔ چونکہ ماں بچے کی اصل ہوتی ہے۔ عربی میں امام دو الفاظ امُ امُ سے مرکب ہو کر بنا ہے۔ ام کے لفظی معنی ابتداء، انجام، اصل، جڑ کے ہیں۔ پس امام کے معنی ابتداء والا انجام والا ہے۔ اس لیے انسان کی ابتداء سے لے کر انجام تک یعنی شروع سے لے کر قیامت تک لے جانے والا صرف امام ہی ہے۔ اس لیے مذاہب اسلامیہ میں ان اماموں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ۳۱

Immam is a channel for God's grace so that even if people ware deprived of the government of Justice and their and equity that the inerrant Imams would have created thanks to their own incapacity and lethargy they did benefit from the other Dimensions of the Imams existence and activity.

Imam the officer who teach the devotion in a mosque. A title for various Muslim potentates founders, leaders. ۳۲

ترجمہ: امام سے مراد وہ دینی رہنما ہے جو لگن سے مسجد میں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرتا ہے۔ طاقتور حکمرانوں، سیاسی قائدوں اور مختلف قسم کے بانیوں کے لیے بھی امام کا لقب اختیار کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے امامت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

امامت سے مراد امام کا مذہب یا اختیار، امام کا حلقہ، اقتدار، امام کے زیر حکومت علاقے ہیں۔ جب امام کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی منہاج نبوت پر اور جس کی دین میں پیروی کی جائے اور اس کا مصداق انبیاء علیہم السلام، خلفاء راشدین، قضاۃ، فقہا، آئمہ اور نماز کے امام ہیں۔ خلفائے راشدین اس لیے امام ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء لازم کردی۔ قضاۃ، فقہاء، آئمہ مجتہدین اور آئمہ تفسیر وحدیث بھی امام ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا امامت میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے، پھر خلفاء راشدین کا، علماء قضاۃ اور آئمہ مجتہدین کا، پھر عادل، قاضی اور نماز کے امام ہیں اور جب امام سے مراد امام باطل ہو تو اس کے ساتھ کوئی قرینہ ہوتا ہے جس سے وضاحت ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں کے امیر کو بھی امام کہتے ہیں یعنی جو شخص نبی کریم ﷺ کا نائب ہو، خلیفہ ہو اس کو دین اور دنیا کے تمام امور میں ریاست عامہ حاصل ہو۔ ۳۳

Imam means: A head، chief in religions matter, prelate curate a King of institution offices, A book of instruction, A guide examples a pattern the

Koran. The table of divine decrees A mason's ruler, A camel drive the leader on troops of camels an open Royal Road, A track of land leading to the temple of Macca.

Imamate means setting an example taking the lead in religious matter performing function of an Imam or priest. The priestly office a body of hundred camels. ۳۴

ترجمہ: امام سے مراد مذہبی معاملات میں سب سے بڑا رہنما ہے۔کتاب ہدایت ،معمار کی ڈوری کا دھاگا،جس سے وہ عمارت کی سیدھ قائم کرتا ہے۔اونٹوں کی قطار میں ان کی سیدھ میں پہلا اونٹ، ایک سیدھی شاہراہ،امامت سے مراد وہ عہدہ ہے جس کے ذریعے سے مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کی جاتی ہے،امام مذہبی نمائندہ اور عبادتوں میں پیش قدمی کرنے والا ہوتا ہے۔

Imam means: The leader of prayer in Muslim mosque or King۳۵

The territory ruled by an Imam, the office and function of an Imam. Imam means:. A title given to the various Muslim leaders and chiefs and Caliphs or other independent princes۳۶

Imam means: prelate chief, spiritual head of Mahomedans an epithet assumed by the followers of Ali a Mahomedans sect Shia who make Ali the rightful Imam immediately after Mahomedan۳۷

علامہ حلّی نے امامت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

امامت سے مراد نبی ﷺ کی نیابت میں امور دینی و دنیاوی میں ریاست عامہ کا نام امامت ہے۔امام کا معین فرمانا باری تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے کیونکہ ریاست لطف ہے اور ہر لطف خدا پر واجب ہے۔لطف وہ ہے جو بندے کو اطاعت سے قربت کرنے والا اور مصیبت سے بعید کرنے والا ہو۔یہ ہر شخص جانتا ہے کہ جب بندوں کے لیے کوئی امام ہوگا جس کو ریاست عامہ حاصل ہو، بندے اس کی پیروی کرتے ہوں، وہ مظلوم کی فریادرسی کرتا ہو، ظالم کو ظلم سے روکتا ہو تو بندے اصلاح واطاعت سے قریب اور فساد ومصیبت سے دور رہیں گے۔اسی کا نام لطف ہے۔۳۸

جمال الدین حسن بن یوسف نے امامت کی تعریف ان الفاظ میں تحریر کی ہے:

الامام هو الانسان الذی الریاسةالعامه فی امور الدین ولدنیا بالاصالة فی الدار التکلیف و نقض بالنبی واجیب بوجهین۔ ۳۹

ترجمہ: امام سے مراد وہ شخص ہے جس کو دین اور دنیا کے تمام امور میں ریاست عامہ حاصل ہو۔

سید علی اکبر موسوی نے امامت کا مفہوم اس طرح واضح کیا ہے:

امامت حضرت محمد ﷺ کی نیابت اور جانشینی میں دینی اور دنیاوی سربراہی کا نام ہے اور اس منصب جلیلہ پر فائز ہونے والا امام ہے جس کی اطاعت اور پیروی امت پر واجب ہے جن کی اطاعت اور پیروی امت پر واجب ہے امام اسلامی مفادات کے تحفظ شرعی احکام کے نفاذ اور اجرائے حدود کے ساتھ مسلمانوں کی عملی تربیت اور حق داروں کی حق رسی بھی داخل ہے۔ ۴۰

احمد بن مقدس اردبیلی امامت کا مفہوم ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

امامت سے مراد جانشینی ہے اور لطف خداوندی ہے۔ امام اپنے زمانے کا سب سے بااصول انسان ہوتا ہے، امام دین اور دنیا کا مکمل حاکم اور امام نبی کی اہل بیتؑ میں سے ہوتا ہے۔ امام ہر قسم کی خطا، بھول چوک سے پاک اور عالم پیدا ہوتا ہے۔ امام ہر قسم کے علوم فنون کا ماہر ہوتا ہے۔ امام بہت سی کرامات کو ظاہر کرتا ہے۔ امام کمالات کا مجسمہ ہوتا ہے۔ ۴۱

Imam means :

A religious leader of the Muslims in social and political matters. ۴۲.

ترجمہ: امام سے مراد مسلمانوں کے سماجی اور مذہبی معاملات میں رہنمائی کرنے والا ہے۔

Oxford Advanced Learners Dictionary۔ میں امام کا مفہوم اس طرح درج ہے۔

Imam means:

A religious man who leads the prayer in a MOSQUE (Imam) the title of a religious leader. ۴۳

Websiters New World Dictionary of the American Language میں امام کا مفہوم اس طرح رقم ہے۔

Imam a guide, chief, leader, from amma, to walk before precede. A moslem priest who performs the regular services of the mosque.

ترجمہ: لفظ امام اُم سے ہے۔اس سے مراد رہنما، سردار، مذہبی قائد یا وہ شخص بھی ہے جو مسلمانوں کے تمام امور میں مذہبی خدمات سرانجام دے۔

2. Any of very Muslim leaders with this title as Caliph.۴۴

ترجمہ: امام مسلمانوں کے ان رہنماؤں کو بھی کہتے ہیں جن کو خلیفہ کا لقب دیا گیا۔

عبدالرشید نعمانی لغات القرآن میں امامت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مبین کھلا راستہ: امام اس کو کہتے ہیں جس کا قصد کیا جائے اور مبین کے معنی واضح اور کھلے ہونے کے ہیں چونکہ راستہ کا قصد کیا جاتا ہے اور قیامت میں صحائف کے اعمال کی پیروی کی جائے۔یعنی جیسا ان میں تحریر ہوگا اسی کے مطابق سزا جزا دی جائے گی۔اسی طرح لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہوتا ہے اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے۔گویا ہر شے اپنے وجود میں اس کی پیروی کرتی ہے۔اس لیے قرآن مجید نے راستہ اور صحیفہ اعمال یا لوح محفوظ کے لئے امام کا لفظ استعمال کیا ہے۔۴۵

Chambers 21st Century Dictionary میں امام کا مفہوم اس طرح آیا ہے:

Imam: A leader of prayers in a Mosque. Imam a title given to various Muslims leaders e.g. A Shiitte religious leader believed to be a direct successors of the Prophet Muhammad or a learned Muslims theologian.۴۶

ترجمہ: امام سے مراد امام مسجد ہے امام مسلمانوں کے مختلف رہنماؤں کو بھی کہتے ہیں۔اہل تشیع کے نزدیک امام وہ ہے جو نبی کا جانشین ہو اور علم الکلام کا ماہر ہو۔

Urdu English Dictionary Ferozsons میں معنی امام اس طرح درج ہے۔

Imamate noun: The territory governed by an imam. The office, or period of office of an imam Arabic meaning chief or leader, from amma to precede.

Imam: A spiritual or religious leader of Muslim: a partiarch; chief ; a large bead in the rosary. **Imamat:** Leadership; guidance of an Imam Imamiyah the Shia sect of Muslims.۴۷

ترجمہ: امامت سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں امام حکومت کرے۔امام عربی زبان کا لفظ ہے اور اس سے مراد مذہبی قیادت اور حکومت ہے۔ جو کہ ایک امام کو حاصل ہوتی ہے۔امام سے مراد مسلمانوں کا روحانی یا مذہبی رہنما ہے۔سردار قبیلہ، تسبیح کے دانوں میں بڑا منکا جو سب سے آگے ہوتا ہے۔اہل تشیع کے نزدیک امامت سے مراد مذہبی رہنمائی ہے اور امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔

Funk and Wagnalls Standrad Dictionary of the English Language میں امام کا معنی ان الفاظ میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔

A Muslim priest, who recites prayers and leads devotions. A title of Muhammad and his four immediate successors so called because they conduct the devotions of the faithful. A title of Muslim religious leader or chief. The title of the leaders of Shiahs or heterodox Persian sect of Muslims; Ali and his ten successes: ascribed also to the Madhi.

Imamate: The office or jurisdiction of an Imam.۴۸

ترجمہ: امام سے مراد مذہبی رہنما جو نماز میں تلاوت کرتا ہے اور لگن کے ساتھ عبادت میں بطور قائد ہوتا ہے۔حضرت محمد ﷺ کے چاروں خلفاء کے لیے بھی امام کا لقب اختیار کیا گیا ہے کیونکہ انھوں نے لگن کے ساتھ دین اسلام کو روشناس کروایا۔شیعہ لوگوں نے امام کا لقب اختیار کیا۔حضرت علیؑ اور جناب محمد مہدیؑ تک سب امام ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کے جانشین ہیں۔امامت سے مراد امام کے حاکمانہ اختیارات بھی ہیں۔

Imam: 1- A leader of congregational prayers in a mosque. 2- A Caliph as leader of Muslim community. 3- Any of a successor of Muslim religious leaders regarded by their followers as divinely inspired.

Imamate: The region or territory governed by an Imam. The office rank or period of office of an Imam.۴۹

B.A Qureshi. Kitabistan's Dictionary میں امامت کا معنی اس طرح واضح کیا گیا ہے

Imam Means. 1. Leader, 2. Chief, 3.Large, 4. Guardian.

Imamate Means: 1. Leadership, 2. Guardians. 2 ۵۰

Imam: A leader in religious affairs a prelate, patriarch, priest, Chief.

Imamate: Imam Name of Mohammad sect, who make Ali the rightful Imam immediate after Muhammad.[۵۱]

The Concise Columbia Encyclopedia میں امام کا معنی اس طرح آیا ہے۔

Imam: {Arabic = Leader} in ISLAM a recognized leader or religious teacher Any pious Muslim may function as Imam. The term is also used as a synonym for Caliph, God's vicegerent. Among SHIITES the belief arose that a hidden or unrecognized Imam, Or true Caliph the (Mahdi) would return at the end of the world to restore the true CALIPHATE.[۵۲]

ترجمہ: امام عربی زبان کا لفظ ہے اور مسلمانوں کے مذہبی رسوم و عادات کی ادائیگی کا ضامن ہے۔امام کے مترادف لفظ خلیفہ ہے۔ خلیفتہ اللہ اہل تشیع کے نزدیک غائب امام کا عقیدہ ہے۔ حضرت امام مہدی جو کہ حقیقی امام ہیں اور پردہ غیب میں ہیں۔امام مہدی قیامت کے قریب تشریف لائیں گے اور اس دنیا میں حقیقی خلافت بحال کریں گے۔

The American Heritage Dictionary میں امام کا معنی اس طرح آیا ہے۔

1. A prayer leader of Islam. 2. A Muslims scholars an authority on Islamic law. Imam a title accorded to Mohammad and his four immediate successions. One of the leaders regarded by the Shiites as successions of Mohammad any of various religions and temporal leaders claiming descent from Mohammad. [۵۳]

اردو، انگلش ڈکشنری فیروز سنز میں امام کا مفہوم اس طرح بیان ہوا ہے۔

The territory governed by an imam. The office , or period of office of an imam Arabic meaning chief or leader, from amma to proceed. **Imam:** A spiritual or religious leader of Muslim: a prelate; pastriarch; Imamat: leadership; guidance of an imam. Chief ; a large bead in the rosary. **Imamiyah:** The Shia sect of Muslims[۵۴]

Webster's New World Dictionary of the American Language میں امام کا مفہوم اس طرح بیان ہوا ہے۔

Imam: A guide, leader, the leader of prayers in Muslim, Mosque. A title for any of various Muslims leader and rulers[۵۵]

The word Imam has multiply meanings.1.The person who leads a congressional (Jumma)Prayer .2. The Muslim leaders who runs the Masjid (Mosque).3. A Khalifa (Leader of the Muslim Peoples) 4. A normal leader of Muslims , but this leader usually provides at least some spiritual guidance. 5. Any one of 12 infallible members of the Ahulbayat (A family of the Prophet) as Shiah. 6. Any one of the recognized fallible grand's scholars of Ahle Sunna wal Jamah.7. A Scholar who is deemed educated enough usually a Mujhthid. 8. An Alim 9. An Ayotollah.10. Mufti 11. A Person who is given the special status of Imam by God, e.g Prophet Abraham.[۵۶]

۱۔ لفظ امام سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے مذہبی اجتماعات میں نماز پڑھاتا ہے۔

۲۔ امام مسلمانوں کا مذہبی رہنما جو کہ جماعت کرواتا ہے۔۳۔خلیفہ مسلمانوں کا حکمران۔
۴۔مذہبی رہنما جو مسلمانوں کی روحانی تربیت کرتا ہے۔۵۔امام کا تعلق اہل بیت کے گھرانہ سے ہے جو کہ پیغمبر اکرمؐ کے منتخب کردہ ہے اور امام بارہ ہیں۔۶۔اہل سنت کی نزدیک امام وہ ہے جو دین کا علم رکھتا ہو۔۷۔اتنا پڑھا لکھا ہو کہ اجتہاد کے درجہ پر فائز ہو یعنی مجتہد۔۸۔عالم ہو۔۹۔آیت اللہ ہو۔۱۰۔مفتی ہو۔۱۱۔حضرت ابراہیمؑ جنہیں اللہ تعالی نے خاص طور پر امام بنایا۔

لفظ امام اور خلیفہ دونوں سے مراد مسلمانوں کے رہنما ہیں فرق یہ ہے کہ امام کی بنیاد مکانیت کی تصویر ہے جبکہ خلیفہ دنیاوی معاملات سے وابستہ ہے۔امام وہ شخص ہے جس کی اقتداء میں باقی امت ہے۔اس کا مقام رہنمائی ہے۔جب کہ خلیفہ حضرت محمد کا بطور حکمران ہے۔بلکہ شیعہ امام کی اصطلاح بسا اوقات نماز کی امامت کروانے والے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔جبکہ خلیفہ کے ذمہ نماز کی امامت کے علاوہ انصاف اور فوجی مہمات کی رہنمائی ہے۔دنیا میں امام کی اطاعت واجب ہے اگر وہ عادل ہو۔امام حدود کی پابندی کرنا ضروری ہے۔[۵۷]

Imamate or leadership in of two types Sughra and Kubra Imamate Sughra refers to the Imaamat in Namaz.Imaamat-e-Kubra refers to leading the Muslims in religious and world issues as the representative of Prophet

(PBUH). ۵۸

ترجمہ: امامت سے مراد قیادت ہے اوراس کی دو اقسام ہیں کبریٰ اور صغریٰ امامت صغری سے مراد نماز کی امامت ہے اور امامت کبری سے مراد مسلمانوں کے مذہبی اور دنیاوی امور میں پیغمبر کا نائب ہونا ہے۔

سید محمد شیرازی نے امامت کے مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

شیعہ کے نزدیک امامت اصول دین میں سے ہے اور امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ ۵۹

ڈاکٹر محمد یحییٰ اشرافی نے امامت کی تعریف اس طرح تحریر کرتے ہیں:

شیعہ کا عقیدہ امامت شیعہ مذہب میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے عقیدہ امامت عماد الدین، دین کا ستون ہے اور انہیں کے لئے لازم ہے کہ وہ امام کا تعین کرے عوام کے حوالے نہ کرے اور امام کی صفات وہی ہوں جو کہ نبیؐ کی ہوتی ہیں۔ ۶۰

امامت عہدہ الٰہی ہے اور آنحضرت جو کائنات کے تمام انبیاء کے سردار ہیں اور دین کامل لے کر آئے ہیں انہوں نے اپنا جانشین مقرر نہ کیا ہو اور امت کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہو۔ نظریہ امامت شیعہ کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ ۶۱

Imamat literally means to lead Imam means leader.

امامت کا لغوی معنی ہے رہنمائی اور امام سے مراد ہے قائد

Islamic terminology Imamate means absolute command of Muslims in all religious and secular affairs in successions to the Prophet. Imam means the man who is succession to Prophet, has the right to absolute command of Muslims in all religious and secular affairs. **KHILAFAT** means to succeed and KHILAFA means successors, In Islamic terminology Khilafat and Khalifa dignify the same meaning as Imamate and Imam respectively.The Shia believe in Imamate where as the Sunnis believe in Caliphate. ۶۲

امامت وخلافت شیعہ امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ اہل سنت خلافت پر ایمان رکھتے ہیں۔

عبدالکریم مشتاق نے امامت کی تعریف اس طرح تحریر کی ہے:

نصب امامت سید المرسلینؐ نے اپنے بھائی علی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور امت کو قرآن مجید و اہلبیت کے سپرد کرتے ہوئے اسلامی آئین کتاب اللہ کی شکل میں اور اہل بیت معلمین کی حیثیت سے نصب

فرمائے نفاذ قانون کے اس سلسلے کو تا قیامت جاری رکھا ہے اس سلسلے کو امامت کہتے ہیں۔٦٣

مولانا منظور احمد نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

عقیدہ امامت کی رو سے کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر آئمہ کی تکوینی حکومت ہے آئمہ سہو وغفلت سے محفوظ اور منزہ ہیں ۔آئمہ کی تعلیمات دائمی اور واجب الاتباع ہیں توحید ورسالت کی شہادت کے ساتھ ساتھ بارہ اماموں کی امامت کی شہادت دینا جزوایمان ہے۔٦٤

حامد الانصاری نے امامت کا مفہوم ان الفاظ میں تحریر کیا ہے:

محراب وممبر کی امامت (نماز کی امامت) فرض عین ہونے کے باوجود امامت صغریٰ ہے اور حکومت وسلطنت کی یہ امامت امامت کبریٰ ہے۔امامت کبریٰ اسلامی حکومت کا وہ اعلیٰ ترین نام ہے جس سے طرز حکومت کی خوبی، برائی اور اس کے مستقل امتیازی وجود کا اعلان ہوتا ہے۔اور اس سے ابراہیمی تنظیم کے پاکیزہ اوصاف ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا کی امامت کا حق صالح اور صلاحیت مند مسلمانوں کے ہاتھ میں آتا ہے۔اور یہ معلوم ہو جاتا ہے۔کہ وفادار انسانوں کو اقتدار اعلیٰ کی اطاعت کا ثمرہ حکومت کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔٦٥

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے نزدیک امام سے مراد یہ ہے:

امام رسول کا نائب اور امامت ظل رسالت ہے۔دین کی پیشوائی قوم کی رہبری کا مرجع امام ہے۔٦٦

علامہ ابوبکر جصاص حنفیؒ لکھتے ہیں: **هذ اخطاب لمن يملك تنفيذ الاحكام**

یہ اس شخص کا خطاب جو اجرائے احکام کا منصب رکھتا ہو۔ یہ وہ ذمہ دار ہستیاں جو حکومت پر فائز ہوتی ہیں۔٦٧

علامہ ابوحیان نے امام کا معنی اس طرح بیان کیا ہے:

اولی الامر وہی ذمہ دار ہستی ہو سکتی ہے جو امر بالمعروف کی پابند ہو ٦٨

علامہ ابن عابد حنفی امام کی حیثیت کو ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو شخص انبیاء کی بیعت اجتماعی میں ان کے آگے ہو اور انسان اس کی ہدایت کے پیچھے پیچھے چلیں تو اس کو امام کہتے ہیں۔٦٩

امامت لغوی واصطلاحی مفہوم......تقابلی مطالعہ

خلاصہ بحث

امامت سے مراد نبی کریم ﷺ کے نائب کے طور پر کام کرنا اور اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کو بطور خلیفہ یا امامت قرآن وسنت کی روشنی میں سرانجام دینا ہے۔جیسا کہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین اور دیگر مسلمانوں نے یہ لفظ امام اپنے لیے لکھا ہے۔امامت کبریٰ وصغریٰ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا منصب امام ہے جبکہ فقہ جعفری میں امامت اصول دین میں سے ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

عرب کے عرف میں امام کا اطلاق معمار کے پیمانہ پر ہوتا ہے۔معمار کا وہ پیمانہ جس میں دھاگہ ہوتا ہے اور وہ دیوار کی کجی اور انحراف سمجھنے کے لیے ہوتا ہے تو عرب اس دھاگہ کہ وجہ سے اس پیمانہ کو امام کہتے ہیں۔معمار اس دھاگہ کو دیکھا کر دیوار چنتا چلا جاتا ہے اور سرگردان نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

اسلامی ریاست کی حاکمیت کو عام طور پر تین ناموں سے ذکر کیا جاتا ہے۔خلافت،امارت،امامت عظمیٰ اور جو اس منصب پر فائز شخص ہوتا ہے وہ خلیفہ یا امام کہلاتا ہے۔صالح افراد اس منصب کے اہل شخص کا تقرر کردیں تو اس کی امامت منعقد ہوجائے گی اور اس کے بعد کسی دوسرے کے لیے اس کی مخالفت جائز نہ ہوگی۔امامت کے معاملات میں صاحبِ تصرف،جو شرعی طور پر اُمت کے اُمور کے مالک ہوتے ہیں۔اُمت کی قیادتو رہنمائی کا فریضہ بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔اسلام نے امام کی اطاعت فرمانبرداری ضروری قرار دی ہے۔امام پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق امامت کی ذمہ داری احسن طریقے سے سرانجام دے۔

آیت اللہ سید ابراہیم حجاری نے امامت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

الامامة عندالشیعة عبارة من الرّ ئاسة العامة الالهیة خلافةعن الرسول علی الخلق فیما یختص بشئو نهم الدنیة والدینویة وهی مستمرة منذ قُبض البنی الأ عظم الیٰ ان یشاء اللّٰه تعالی انقراض العالم . ۷۰ے

ترجمہ: شیعہ امامیہ کے نزدیک امامت الٰہی ریاست عامہ اور مخلوق پر ایسے امور میں خلافۃ الرسول سے عبارۃ ہے جو مخلوق کے دینی اور دنیاوی امور کے ساتھ مختص ہیں اور یہ عہدہ امامت حضور نبی کریم ﷺ کی رحلت سے جاری ہے جب تک کہ اللہ چاہے گا کہ یہ عالم منقرض ہوجائے۔

Imam means : A minister or Priest who performs the regular service of mosque among the Muhammadans; a title given to the successors of Muhammad one who has followers in law of theology. **Imamat means** the region that is miled by an Imamلے

امام فخر الدین الرازی نے تفسیر الکبیر میں امام کی تعریف ان الفاظ میں تحریر کی ہے:

الامام فی اللغة کل من ائتم به قوم کانوا علی الهدی او ضلالة فا النبی امام امة والخلیفة امام رعیة والقرآن امام المسلمین و امام القوم هو الذی یقتدی به فی الصلاة (و ذکروا فی تفسیر الامام) ۲ے

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے تفسیر نمونہ میں معنی امام اس طرح رقم کیا ہے۔

امام سے مراد یہ بھی ہے جو نفوس کی تربیت کرے اور حکم خداوندی کے کام سرانجام دینے کی کوشش کرے۔۳ے

علامہ رشید رضا امام کا معنی اا س طرح بیان کرتے ہیں:

الامامة هذه عبارة عن الرسالة وهی لاتنال یتسب الکاسب ولیس فی کلام دلیل علی آن الابتلاء کان قبل النبوة ۴ے

امام سے مراد سپہ سالار بھی ہے۔تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، کلام اور لغت وغیرہ میں علوم کے عظیم ماہروں کو بھی امام کہا جاتا ہے۔جیسے امام تفسیر ابن جریر امام حدیث محمد بن اسماعیل بخاری امیر کو بھی امام کہتے ہیں۔

امامت اہل سنت والجماعت کے نزدیک امامت آپ ﷺ کی نص یا اجماع امت یا اہل حل وعقد کی منظوری سے ہوتی ہے۔۵ے

حوالہ جات

۱۔ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ،ج۱،ص۲۱۳

۲۔ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد ، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق محمد خلیل:سوات، مکتبه صدیقه،الطبعة الرابعة،۱۴۱۸ھ،ص۳۳،۳۴

۳۔ الیسوعی،لوئیس معلوف، المنجد، عربی اردو ، کراچی: دارالاشاعت،۱۹۹۴ء،ص۶۲

۴۔ الجوهری ،اسماعیل بن حماد،الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية، بیروت: دارلعلم للملایین،۱۹۵۶ء،ج۵،ص۱۸۶۵

۵۔ فراهیدی،خلیل احمد، کتاب العین، قم: انتشارات اسوه، الطبعة الخامس ۱۴۱۴ھ،ص۱۰۶

۶۔ الفیروز آبادی، مجددالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت:دارالاحیاء التراث العربی،الطبع الثانیه،۱۴۰۷ھ،ص۱۴۲۰

۷۔ فرہنگ منتخب اللغات عربی فارسی،تہران: کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ،۱۸۹۴ء ص۶۳

۸۔ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد ،المفردات فی غریب القرآن، کتاب الالف،ص۲۴

۹۔ البستانی، المعلم بطرس الشافی، محیط المحیط مطول اللغة العربیه ، بیروت:مکتبه لبنان ناشرون سامة ریاض الصلح، الطبعة الثانیة،۱۹۸۷ء،ص۱۶

۱۰۔ الدکتورخلیل الجرّ، الاروس المحجم العربی الحدیث،باریس: مکتبه الاروس،الطبعة الثالثة،۱۹۸۳ء،ص۱۵۸

۱۱۔ بلیاوی،ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح الغات، دهلی :مکتبه برهان اردو بازار جامع مسجد،۱۹۹۴ء،ص۱۶

۱۲۔ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد، مفردات القرآن،مترجم حضرت مولانا محمد عبدہ شیخ لاہور:اقبال ٹاؤن،اشاعت سوم ۱۹۸۸ء،ج۱،ص۴۴

۱۳۔ الجرجانی،السید الشریف علی بن محمد علی السید الزین الحنفی ، کتاب التعریفات،کراچی: قدیمی کتب خانہ آرام باغ

باب الف، ص ۲۸

۱۴۔ الیسوعی،لوئیس معلوف، المنجد فی اللغة، دار المشرق، بیروت:۱۹۵۱ء،ص ۱۷

۱۵۔ قاضی زین العابدین، قاموس القرآن، کراچی: دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ،اشاعت چہارم،۱۹۵۲ء،ص ۱۴

۱۶۔ ڈاکٹر روحی البعلبکی، المورد والوسیط، مترجم پروفیسر عبدالرزاق، کراچی: دارالاشاعت،۲۰۰۵ء،ص ۸۲

۱۷۔ الیاس انطون الیاس ، قاموس الیاس العصری ، عربی انگریزی ڈکشنری، بیروت:تو زیع دار الجیل،الطبعة الثانیة،۱۹۸۹ء،ص ۳۹

۱۸۔ لابی الحسین احمد بن فارس زکریا، معجم المقاییس اللغة ،بیروت:دارلاحیاالتراث فی العربی،ص ۳۲

۱۹۔ نعمانی،عبدالرشید،مولانا،لغات القرآن، کراچی: دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ اردو بازار،اشاعت سوم،۱۹۹۴ء، ج۱ص ۲۳۸

۲۰۔ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسه جمال اللطباعة و انشر، فصل ۲۶،ص ۳۱۷

۲۱۔ دہلوی،سید احمد، فرہنگ آصفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمٹیڈ، ج۱ص ۲۲۲

۲۲۔ آیت الله هاشمی رفسنجانی، تفسیر راهنما ،مترجم معارف اسلام پبلشرز،ایران:۱۳۱۳ھ،ج۱ص ۴۲۵

۲۳۔ لکهنوی، السید علی نقی النقوی مجتهد، تفسیر فصل الخطاب، کراچی: ادارہ ترویج علوم اسلامیہ، ج۱ص ۲۳۳

۲۴۔ سید ابن قطب بن ابراهیم شازلی، فی ظلال القرآن،قاهره: ناشر داراشراق،۱۴۱۲ھ،ج۳،ص ۱۳۲

۲۵۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور: اشاعت سوم،۱۹۸۲ء،ص ۱۱۹

۲۶۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، لاہور: غلام علی پرنٹرز، اشاعت اول، ج۱ص ۱۲۶

۲۷۔ B. Lewis V.L Menage, Encyclopedia of Islam, Londan: Vol iii, P:1166

۲۸ The Concise Encyclopedia of Islam, Introduction by Prof. Huston Smith, 3rd Edition,1988, P. 242-243.

۲۹. E.J Brills, First Encyclopedia of Islam 1913-1936, London II Edition 1978, P.473-474.

۳۰ John L.Esposito، The Oxford Encyclopedia of the modern Islamic World ,Oxford University Press، II Edition،1995، P.182-183

۳۱۔ نعیم اختر سندھو، ہندو پاک میں مسلم فرقوں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور: برائٹ بکس پبلشرز امپورٹرز اینڈ بک سیلرز ۳۸ غزنی سٹریٹ اردو بازار، ص ۱۶۳

۳۲. Chamber English Dictionary. Chambers New York Tronto. P 710

۳۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اشاعت دوم، ۱۹۲۹، ص ۹۶۶

۳۴. John Richardson، The Dictionary Persian Arabic and English, London Green Queen Street, 1829, P 163-164

۳۵. Webster,s New Dictionary of an Amercian English, Third College Eddition, P.673.

۳۶. The Shorter Oxford English Dictionary on the Historical Places, New York, William Little H.W Fowler A Markwartly claren don press, Oxford 1197, Vol 1, P 1023.

۳۷ Dr. S.W Fallon Urdu English Dictionary Urdu Science Board upper Mall Lahore 2nd Edition, 1879, P.135.

۳۸۔ حلّی، علامه، جمال الدین حسن بن یوسف، احسن العقائد، شرح باب هادی عشر، مترجم علامہ فاضل مقداد، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی بالمقابل کھارادر، اشاعت سوم، ۱۴۱۳ء، ص ۲۲۲

۳۹۔ حلّی، علامه، جمال الدین حسن بن یوسف، الالفین فی امامة مولانا امیرا لمومنین، مترجم علامہ غلام حسنین، لاہور: ثاقب پبلی کیشنز، ص ۱۲

۴۰۔ الموسوی، السیدعلی اکبر، الامامة و الولایة فی القران الکریم، قم: مطعبة الخیام، الطبعة الثانیة، ۱۳۹۹ھ، ص ۲۴

۴۱۔ اردبیلی، احمد بن مقدس، انوار امامت، ترجمہ حدیقة الشیعه، کراچی: محفوظ بک ایجنسی، اشاعت دوم، ۱۴۵۲ھ، ص ۲۵

۴۲۔ Dr. Abdul Haq، The Standard Urdu English Dictionary, Lahore, Fourth

Edition, 1985, p. 560

۴۳۔ A.S Horn, Oxford Advanced Learners Dictionaries of Current English, LondonJ: Edited by Sally Wehmeier, Oxford University Press, P. 647.

۴۴۔ David B Gurals Nik , Webster's New World Dictionary of the American Language, Second Edition, P 70.

۴۵۔ نعمانی, عبدالرشید, مولانا, لغات القرآن, ج ا ص ۲۳۸

۴۶۔George Davidson, Chambers 21st Century Dictionary, P 673

۴۷۔ Urdu English Dictionary Ferozsons (Pvt) Ltd Lahore P:72

۴۸۔ Funk and Wagnalls Standrad Dictionary of the English Language, Chichgo: International Edition, J.G Ferguson Publishing Company, Vol 1, P 630.

۴۹۔ The New Ferozsons Collins Concise English Dictionary of the English Language, England: William Collins Sons, Partners Wrotham Printed and bounded by Glasgow, P:558

۵۰۔ B.A Qureshi, Kitabistan's Twentieth Century Standered Dictionary Urdu into English, Lahore: Kitabistan Publishing Company, Urdu Bazar,1988, P 73.

۵۱۔ John Shakespeare, Dictionary Sang-e- Meal Publications Urdu Bazar Lahore P:135

۵۲۔. The Concise Columbia Encyclopedia, Editied by Judith S. Levey and Anges Green Hall, Newyork: Coulmbia University Press, P.402.

۵۳۔ The American Heritage Dictionary, Lahore:Mirza Book Agency 65 Saharah-e-Quai-e-Azam, Second College Edition, P 542.

۵۴۔ Urdu English dictionary, Lahore: Ferozsons (Pvt) Ltd, P:72

۵۵۔ David B Gurlas Nik, Webster's New World Dictionary of the American Language. P. 70.

۵۶۔ Islamicdictionary.com

۵۷۔ فاطمہ مرنیسی, اسلام اور جمہوریت, لاہور: مترجم محمد ارشد رازی، مشعل بکس عوامی کمپلیکس، اشاعت دوم،۲۰۰۲،ص۳۰

۵۸۔ www.Islamiceducation.com/en/Islamic-faith/proper-religious-leadership imamat.html .

۵۹۔ سید محمد شیرازی، خورشید خاور، ترجمہ شب ہائے پشاور، مترجم سید محمد باقر، لاہور: ادارہ نشر معارف اسلامی، اشاعت اول،۱۳۴۵،ص۴۰

۶۰۔ اشرافی محمد یحییٰ ڈاکٹر، اہل حدیث اور مذہب شیعہ، حیدر آباد دکن: ناشر شیخ اسلام اکیڈمی، اشاعت اول،۲۰۰۴ء،ص۹

۶۱۔ عبدالکریم مشتاق، میں شیعہ کیوں ہوا، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی موتن مارکیٹ ایم اے جناح، اشاعت چہارم ،ص۱۸۔۱۹

۶۲۔ www.oneummah.net/understand/Imamat or Khalafat.htm

۶۳۔ عبدالکریم مشتاق, آواز اعلان غدیر، کراچی: ناشر کے۔اے پبلی کیشنز، اشاعت اول،۱۹۹۴ء،ص۳۲

۶۴۔ نعمانی، منظور احمد مولانا, شیعہ سنی اختلافات حقائق کے آئینے میں، ص۵

۶۵۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظریہ حکومت، دہلی: ندوۃ المصنفین، اشاعت دوم،۱۹۴۴ء،ص۲۲۳

۶۶۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ، منصب امامت، مترجم حکیم محمد حسین علوی، لاہور: مکی دارلکتب یوسف مارکیٹ، اشاعت سوم، ۱۹۹۴ء،ص۸۱

۶۷۔ جصاص ،احمد بن علی ابو بکر، احکام القران، مصر: دارلمصحف،الطبعة الرابعة ،۱۳۴۷ ،ج۲،ص۲۵۴

۶۸۔ ابن حبان ، ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی ، البحر المحيط، الرياض :مكتبه النصرة الحديثة،الطبعة الرابعة،۱۴۲۶ھ، ج۳،ص۶۷۸

۶۹۔ حنفی، ابن عابد علامہ، ردالمحتار علی الدر المختار باب الامامة، استنبول: طبع درسعادت، ج۱،ص۵۱۱

۷۰۔ ا ية الله السيد ابراهيم الحجارى ،ايات العقائد،قم: موسسة الطبع و النشر التابعة لا استا نه الرضوى المقدسه ،الطبعة الاولى، ۱۴۲۴ھ،ص ۲۷۶

۷۱۔ Verginia S. Thatcher The new webster Encylopedia Dictionary of the England Language,Newyork: Girolier incorporated, Vol.1, p,422

۷۲۔ الرازى،امام فخرالدين محمد بن ضياء الدين , التفسير الكبير،بيروت :دارالاحياء التراث العربيه ،الطبعة الثالثة، ۱۴۱۲ھ،ج ۲۲-۲۱،ص ۱۷

۷۳۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ ، مترجم سید صفدر حسین نجفی، لاہور: مصباح القرآن ٹرسٹ، ۱۴۱۲ھ، اشاعت سوم، ج ۲۱، ص ۲۹۰

۷۴۔ محمد رشيد رضا، تفسير القرآن الحكيم، الشهير بتفسير المنار، بيروت لبنان: دار المعرفة ،الطبعة الثانية، ۱۴۱۴ھ، ج ۱،ص ۴۰۴

۷۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۳، لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع اولی، ۱۹۸۰ء، ص ۲۲

فصلِ دوم

امامت کی ضرورت واہمیت......تجزیاتی مطالعہ

امامت کی ضرورت واہمیت......تجزیاتی مطالعہ

مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ کے نزدیک تصور امامت وخلافت کا ایک ہی مفہوم ہے۔ امام خلیفہ، امیرالمؤمنین سے مراد حاکم وقت ہے۔ جو امامت کبریٰ پر فائز ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ میں احکامات اسلامیہ کی رہنمائی کرنے والا امامت صغریٰ پر فائز ہے۔ مختلف فقہاء اور ملت اسلامیہ کے سیاسی مفکرین نے امامت کی تعبیرات وتشریحات جس انداز سے بیان کی ہیں ان میں سے چند ایک کی آراء کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

الامامة ریاسة عامة فی امور الدین و الدنیالشخص من الاشخاص نیابة عن النبی ﷺ

ترجمہ: امامت پیغمبر اکرمؐ کی نیابت میں تمام مسلمانوں کے دینی ودنیوی امور کی سرپرستی ورہنمائی کا نام ہے۔[1]

امامت، امارت خلافت کا ایک ہی مفہوم ہے اور یہ اصطلاحات قرآن وسنت میں ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوئی ہیں۔ علامہ سعدالدین تفتازانی اسلامی ریاست ومملکت جو امامت وخلافت کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

وھی ریاسة عامة فی امر الدین والدنیا، خلافة عن النبی ﷺ واحکامه فی الفروع.

ترجمہ: ''امامت دینی ودنیاوی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور فروع میں آپؐ کے احکام کی جانشینی اختیار کرتے ہوئے عمومی اختیار واقتدار ہے۔''[2]

امام راغب لکھتے ہیں۔

کل ھذہ الاقوال صحبة ووجه دندان اولی الامر الذین لھم یرتدع الناس اربعة الانبیاء وحکمھم علی ظاھر العامة والخاصة علی لو انھم والوالاة وحکمھم علی ظاھر الکافة دون باطنھم والحکماء وحکمھم علی باطن الخاصة دون الظاھر والوعظة وحکمھم علی بوالن العامة دون ظواھر ھم. [3]

اولوالامر کی تفسیر میں بیان کردہ تمام اقوال صحیح ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولامر چار ہیں جن کی یوں تشریح کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان کی حکومت عوام وخواص دونوں کے ظاہر اور باطن پر ہوتی ہے۔ والی کی حکمرانی صرف ظاہر ہوتی ہے نہ کہ باطن پر حکماء کی فرمانروائی خواص کے باطن پر ہوتی ہے نہ کہ ظاہر پر اور واعظین کی حکمرانی عوام کے باطن پر ہوتی ہے نہ کہ ان

کے ظاہر پر ولکل قوم ہاد یعنی ہر قوم کے لیے گزشتہ اُمتوں میں حاوی ہوتے چلے آئے ہیں۔ تمام کا فریضہ قوم کو ہدایت کرنا تھا۔ ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر قوم کے لیے ایک ہادی اور کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی دعوت کو پھیلانے والا نہ ہو خواہ وہ نبی ہو یا اس کا قائمقام۔[۴]

مسلمانوں کے حکام کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو امن کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اور کتاب اللہ کے ساتھ حسن تعلق کو دین کہا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ کتاب اللہ کے ساتھ حسن تعلق نظام امامت کے بغیر پورے طور پر قائم نہیں ہوسکتا اور نظامت امامت قائم کرنا۔ دین کا اہم جزو ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ لکھتے ہیں:

وعقدالامة لمن لقوم لها فی الامامة واجب بالاجماع.

ریاست کی سربراہی کے لیے اس شخص کا تقرر جو یہ فرض انجام دے سکتا ہو بالاجماع واجب ہے۔[۵]

اس میں اس سنت الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے سے پہلے اس کو انداز متنبہ فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کے انداز کے لیے خدا نے تمہیں ہادی بنا کر بھیج دیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اگر انہوں نے تمہاری دعوت قبول نہ کی تو اب اس کے بعد ان کے لیے عذاب الٰہی کا مرحلہ باقی رہ جاتا ہے۔[۶]

وان من امة نذیر

اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا جو بڑے بڑے حضرات لے کر آئے تیرے ذمے صرف تبلیغ ہے۔ ہدایت وضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر اُمت میں رسول آتا رہا ہے تاکہ ان کا عذر باقی نہ رہے۔[۷]

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وہ آیات قرآن کریم اور احادیث مبارکہ جو امامت کی ضرورت واہمیت کو اُجاگر کرتی ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ[۸]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان کی بھی جو تم میں سے صاحب حکم ہوں۔

اولامر کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں لیکن زیادہ راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد امراء وحکام

ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ ہی منقول ہے۔امام طبری نے بھی اسی معنیٰ کو ترجیح دیا ہے۔امام النوویؒ کے بقول جمہور کا قول یہی ہے۔[9]

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ ترجمہ: اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ [10]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:

''یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری جس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث نہ فرمائے ہوں۔ ہر ایک نے فریضۂ دعوت کو بہتر سے بہتر انجام دیا۔ ہر ایک کی دعوت کے آثار اس کی رہنمائی کے نقوش جب تک محفوظ ہیں اس وقت تک کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر دور میں امامت کی ضرورت موجود ہے۔''[11]

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [12]

ترجمہ: تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی اور رہبر ہے۔

اے نبیؐ تمہارا کام یہ ہے کہ خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے لوگوں کو چونکا دو اور ان کو غلط روی کے بُرے انجام سے خبردار کرو۔ یہ خدمت ہم نے ہر زمانے میں ہر قوم کو ایک ہادی مقرر کر کے دی ہے۔اس آیت مبارکہ میں ایک ہادی اور امام کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے۔

ذیل میں ان احادیث مبارکہ کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا جاتا ہے جو مذاہب اسلامیہ میں امامت کی ضرورت و اہمیت پر موردِ اتفاق ہیں۔

ضرورت امامت احادیث نبویؐ کی رو سے

پیغمبر اکرمؐ سے ایک نقل شدہ روایت ہے:

من مات و لم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية ۔[13]

ترجمہ۔ جو اس حال میں مرے کہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو جاہلیت کی موت مرا۔

اسی طرح آپ ﷺ کی ارشاد مبارک ہے:

سمعت رسول ﷺ يقول :و من مات و ليس فی عنقه بيعة مات ميتة جاهلية. [14]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص امام کی بیعت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا

قال رسول ﷺ : من مات و ليس عليه إمام فميتته جاهلية.[۱۵]

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص معرفت امام کے بغیر مرا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

قال رسول ﷺ : لا يزال هذا لأمر في قريش ما بقى في الناس اثنان [۱۶]

ترجمہ: جب تک قریش کے درمیان ۱۲ خلفاء موجود ہیں تو ان کا معاملہ درست رہے گا۔

ضرورت امامت کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قال رسول ﷺ : من مات بغير إمام مات ميتة جاهلية.[۱۷]

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص معرفت امام کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا

یا نبی ابلغ عمر سلامی و قل لا تدامته محمدبلا را ع استخلف علیهم

و لاتدعهم بعدک هملا فانی اخشی علیهم الفتنه فاتی عبدالله فا علمه .

ترجمہ: عبداللہ آئے اور انہوں نے حضرت عائشہ کا پیغام پہنچایا۔اے بیٹا حضرت عمر سے جا کر میرے سلام کے بعد کہنا امت محمدؐ کو راعی (حاکم) کے بغیر نہ چھوڑو بلکہ ان پر خلیفہ مقرر کر دو اور ان کو اپنے بعد آزاد نہ چھوڑو مجھے ان کے متعلق فتنہ کا خوف ہے۔[۱۸]

امام اور خلیفہ کا تقرر اسلامی برادری کے نزدیک اس قدر ضروری ہے کہ اسے آنحضرتؐ کے غسل وکفن پر فوقیت دی گئی اور ثقیفہ بنی ساعدہ میں اجلاس طلب کر کے خلیفہ اول کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

جب رسول اکرم ﷺ نے تکمیلِ دین و اتمام نعمت فرمادی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

﴿ اَلْيَومَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [۱۹]

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو مکمل کر دیا۔تمام نعمتیں بھی مکمل کر دیں اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

امامت کی اہمیت

فرض کریں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کوئی حکم دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اب ایسی صورت میں اللہ تعالی بندے کی مدد کرتا ہے۔اسی مدد کو لطف خداوندی کہتے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کا قول مبارک ہے:

عن محمد بن عيسى عن صفوان عن ابن مسكان عن حسن بن زياد عن ابى عبدالله

قال لایصلع الناس الابالامام ولا تصلح الارض الا بذالک [۲۰]

ترجمہ: محمد بن عیسیٰ بن صفوان سے روایت ہے کہ انہوں نے مسکان بن حسن بن زیاد سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابی عبداللہ (حضرت امام حسینؓ) انہوں نے فرمایا دنیا اور زمین کی اصلاح امام کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے۔

ایک اور مقام پر امامت کی ضرورت واہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

محمد بن عیسی عن محمد بن سنان عن ابن عمارة بن تیارقال سمعت ابا عبداللہ یقول لو لم یبق فی الارض الا رجلا ن لکان احد هما الحجة.[۲۱]

ترجمہ: محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے۔انہوں نے محمد بن سنان انہوں نے عمارۃ بن تیار سے روایت کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابا عبداللہ (امام حسین) سے سنا کہ آپ نے فرمایا اگر زمین میں دو افراد بھی باقی رہ جائیں تو ان میں سے ایک امام ہوگا۔مراد یہ ہے کہ دنیا کے اختتام تک امام کی ضرورت ہے۔

عن سعد عن ابی سعد ابن ابی خطاب قال قلت لی ابی عبداللہ تبقی الارض بغیر امام قال لو بقیت بغیر امام لسخت

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی خطاب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ابی عبداللہ نے فرمایا زمین امام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اگر وہ امام کے بغیر ہو تو اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔

عن الحمیری عن السندی بن محمد بن ابی جعفر قال لا تبقی الارض بغیر امام ظاهر او باطن [۲۲]

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا دنیا کبھی ظاہر اور باطن امام سے خالی نہیں رہی۔

امام چونکہ امت سے ہر صفت میں افضل ہوتا ہے چاہے علم ہو سخاوت ہو تقویٰ ہو شجاعت یا ایسی بہت سے صفات اگر ایسا نہ ہو تو یہ منصب اعلی کسی عام انسان کے حوالے کر دیا جائے ممکن نہیں ہوسکتا۔

اگر افضل موجود ہو تو مفضول کو ترجیح دینا عقلاً قبیح اور عدل الٰہی کے خلاف ہے ہر امام معاشرے کا ہادی ہے تو امام کا ہر خطا سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کی اطاعت واجب ہے اور ظالم کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔

امام الٰہی قوانین کا محافظ ہوتا ہے اور تحفظ قانون الٰہی ایسی ذمہ داری ہے۔جو کسی غیر معلوم کے ہاتھوں میں نہیں دی جاسکتی

امامت کی ضرورت واہمیت......تقابلی مطالعہ

خلاصہ بحث

مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ کے نزدیک تصوراتِ امامت وخلافت کا مفہوم ایک ہی ہے۔اور امام وخلیفہ اسلام کے سیاسی نظام کو چلانے میں اپنا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾[23]

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تا کہ لوگ عدل قائم کریں۔

﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾[24]

ترجمہ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا تا کہ تم لوگوں کے درمیان حق سے فیصلہ کرو۔

امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا:

> آئمہ دو قسم کے ہیں۔جس کی قرآن میں نشاندہی کی گئی ہے۔ایک اللہ کی جانب بلاتے ہیں ایک طاغوت کی جانب۔ایک خدا کے احکام کو مقدم رکھتے ہیں۔اور دوسرے اپنے نفس کو۔[25]

نظریہ امامت ایک اجتماعی منصب ہے جو کہ دنیا کی تمام اقوام وملل کے درمیان موجود ہے۔جیسا کہ رئیس جمہوریہ اور وزیر اعظم کا منصب اجتماعی ہے۔جو کہ دنیا کی تمام اقوام وملل کے درمیان موجود ہے۔امام بھی رسول کی وفات کے بعد ایسے ہی ہے جس کو کچھ لوگ یا شخص منتخب کرتا ہے جس کے ہاتھ میں لوگوں کے اُمور کی باگ ڈور ہوتی ہے۔امام کی اتنی علمی صلاحیت ہو کہ مسلمانوں کا قاضی بن سکے۔جنگی اُمور میں گہری سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ملک کی سرحدوں کا تحفظ کرسکتا ہو۔اسلام واُمت کے بنیادی اصولوں کی نگہبانی کرسکتا ہو۔ظالموں سے انتقام لے سکتا ہو۔اجتماعی مصالح میں بصیرت رکھتا ہو۔[26]

جمہور کا عقیدہ ہے کہ امام گناہوں کے ارتکاب یا ظلم وجبر کی صورت میں امام کو منصب امامت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے خلاف شورش واجب نہیں ہوتی بلکہ واجب ہے کہ اسے واضح ونصیحت کریں۔مذاہب اسلامیہ میں نظریہ امامت ایک

خاص اہمیت کا حامل ہے۔امام کبریٰ اور امامت صغریٰ کی ذمہ داری پوری کرنا اور معاشرے کو اسلامی اصولوں کے مطابق چلانا امامت کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔خلیفہ اور امام اسلامی مملکت میں رئیس اعلیٰ ہوتا ہے۔خلیفہ اور امام کا کام دین اسلام کا نفاذ اور اسلامی ریاست میں حدود و قیود کو قائم کرنا ہوتا ہے۔منصب امامت پر فائز انسان کا کام حدود الٰہی کا نفاذ ہے۔اگر کسی امام کا انتقال ہو جائے تو وہ شخص جامع الشرائط ہے۔امر امامت اپنے ہاتھوں میں لے سکتا ہے۔امام کا تعین اہل حل وعقد کی بیعت سے ثابت ہوتا ہے۔امامت کبریٰ کی ذمہ داریوں کے لیے ایک ایسی ہستی درکار ہوتی ہے جو سیاست عامہ کے قائد یعنی امیر و امام کی حیثیت سے اپنے محافظ اُمت کے اختیار کی نمائندگی اور شوریٰ کی طرف سے حکومت کی قیادت اعلیٰ پر فائز ہوتی ہے۔قانونِ مملکت میں اس ہستی کو متعدد خطاب دیئے گئے ہیں۔جن میں امام اولوالامر،خلیفۃ المسلمین کو اول درجہ کی اہمیت حاصل ہے۔[۲۷]

امام اعظم،امام کبر یہ نام اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ امام حکومت کا لیڈر اور اہل حل وعقد اور شوریٰ کا قائد ہے۔ اولوالامر ہستی وہ ہے جو صاحب امر ہو،جس کا معنی یہ ہے کہ پوری طرح حکومت کا ذمہ دار ہو،اولوالامر کا اصل اطلاق مجلس حکومت،امیر اور حل وعقد پر ہوتا ہے۔

امام ایک سے زائد ہو تو اس سے اُمت میں اختلاف وانتشار پیدا ہوگا،دینی و دنیاوی اُمور معطل ہو کر رہ جائیں گے۔ **اعتصام بحب لله** کے حکم خداوندی کی تعمیل کبھی نہ ہو سکے گی۔اس لیے اُمت مسلمہ کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دو اماموں کا ہونا جائز ہو تو ہر ایک آدمی مدعی امامت ہوگا۔ہر سال ایک نیا امام جس سے فساد فی الارض ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ آیت اللہ جعفر سیدان، اصول عقائد، مترجم الفت حسین ساقی سرگودھا: الزہراء پبلیکیشنز، اشاعت اول، ص۱۰۳

۲۔ سعدالدین تفتازانی، شرح المقاصد، ج۲، ص۲۵

۳۔ اصفہانی راغب امام مفردات القرآن، ج۱، ص۲۶۶

۴۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی ادارۃ المعارف، ۱۹۸۲ء، ج۵، ص۱۶۴

۵۔ قاضی ابویعلیٰ الاحکام السلطانیہ قاہرہ، ۱۹۹۴ء، ص۱۹

۶۔ اصلاحی امین احسن، تدبر قرآن لاہور، مکتبہ انجمن خدام القرآن ۱۹۷۸ء، اشاعت اول، ج۳، ص۵۲۰

۷۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جونا گڑھی، لاہور مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۴ء، اشاعت اول، ج۳، ص۱۵۱

۸۔ سورۃ النساء ۴: ۵۹

۹۔ امام النووی، شرح نووی للصحیح المسلم، ص۲، ص۲۲۵

۱۰۔ سورۃ الفاطر ۳۵: ۲۴

۱۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۷۴ء، اشاعت ہفتم، ج۴، ص۲۳۱

۱۲۔ سورۃ الرعد ۱۳: ۷

۱۳۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، الاصول من الکافی، کتاب الحجۃ من مات ولیس لہ امام، بیروت: دارالکتب الاسلامیہ، طبع الثالث، ۱۳۶۷ھ، ج۳، ص۷۷۳

۱۴۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، القاھرۃ: دار حیاء التراث العربی، الطبعۃ الثانی، ۱۴۱۵ھ، ج۱۰، ص۲۸۹

۱۵۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت: دارلفکر، الطبعۃ الاؤلی، ۱۴۱۹ھ، ج۱۲، ص۲۰۱

۱۶۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، تحقیق احمد بن محمد شاکر، قاھرہ: دارالحدیث، الطبع اولی، ۱۴۱۶ھ، ج۴، ص۹۶

۱۷۔ النیشاپوری، محمد بن محمد الحاکم، مستدرک الحاکم، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۰۶ھ، ج۱، ص۷۷

۱۸۔ ابن قتیبه دینوری ، عبدالله بن مسلم ، الامامة و السیاسة ،مصر :، المکتبة التجاریه ،الطبعة لثانیة،۱۳۴۷ھ،ج اص۲۲

۱۹۔ سورۃالمائدہ۔ ۳:۵

۲۰۔ مجلسی، محمد باقرعلامه، بحارالأنوارالجامعة لدرر الاخبار الائمة الاطهار، باب الاضطرار الی الحجت و ان الارض لا تخلّو من حجت، بیروت: داراحیاء التراث العربی،ج۲۳،ص۱

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ایضاً،ج۲۳،ص۱

۲۳۔ سورة الحدید ۲۵:۵۷

۲۴۔ سورة صٓ۲۶:۳۸

۲۵۔ الحر العاملی،وسائل الشیعه ، بیروت:دار احیاء التراث العربی،۱۴۰۳ھ،ج۱۸،ح۵،ص۱۰

۲۶۔ حیدرزمان صدیقی،اسلام کا نظریہ سیاست،انڈیا مکتبہ دین ودانش۱۸۷۳ء،ص۸۷

۲۷۔ سیوطی،جلال الدین،تاریخ الخلفاء،مصر،مکتبہ محمد علی،۱۳۵۷ھ،ص۱۹۸

فصل سوم

امامت قرآن مجید کی روشنی میں......تجزیاتی مطالعہ

نظریہ امامت قرآن مجید کی روشنی......تجزیاتی مطالعہ

قرآن مجید جو کہ زندہ جاوید کتاب ہے اور اس مقدس کتاب میں زندگی کا ہر ضابطہ موجود ہے۔قرآن پاک میں لفظ امام بارہ مرتبہ آیا ہے اور اسی طرح امامت وخلافت کے بارے میں بھی متعدد آیات ہیں۔جن میں خلیفہ اور امام کا تذکرہ ہے۔مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ کے نزدیک اسلام کے سیاسی نظام میں امامت کبریٰ کا تصور موجود ہے جبکہ فقہ جعفری میں نظریۂ امامت،امام مامور من اللہ ہے۔اور امامت عہدہ الٰہی ہے۔

لغت میں امام مقتداء کو کہا جاتا ہے۔اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ پیشوا اور رہبر کے معنی میں آیا ہے۔

قال ابن سیده والامام من أتم به من رئیس والجمع آئمه فی تنزیل العزیز فقاتل آئمة الکفرای رؤساالکفروقادتهم الذین ضفالهم تبع لهم.

ترجمہ:''ابن سیدہ کہتے ہیں کہ امام وہ شخص ہے جس کی اقتدا کی جائے۔وہ سردار ہو یا کوئی دوسرا اس کی جمع آئمہ ہے۔قرآن مجید میں ہے کہ کفر کے آئمہ کو قتل کرو یعنی کفر کے سرداروں اور قائدین کو،کہ کمزور لوگ ان کے تابع ہیں قتل کرو۔''

الامامة ریاسة المسلمین ومنصب الامام.

ترجمہ:امامت سے مراد مسلمانوں کی ریاست،امام کا منصب اور عہدہ ہے۔

قرآن میں لفظ امام واحد کے صیغہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

ارشاد ربانی ہوتا ہے:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاما ﴾ [1] ترجمہ: میں تمہیں لوگوں کا مقتدا بناؤں گا۔

امام طبری امام کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:**انی مصیرک للناس اماما یؤتم ویقتدی به**۔[2]

امام کو اس لیے امام کہتے ہیں کہ وہ اتباع واقتدا میں امام صلوٰۃ کے مشابہ ہے۔اس لیے اس منصب کو امامت صغریٰ کہتے ہیں اور ریاست کی ذمہ داری نبھانے والے کو امامتِ کبریٰ پر فائز تصور کیا جاتا ہے۔

خلیفہ کو اس لیے خلیفہ کہتے ہیں کہ وہ اُمت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوتا ہے۔پس اسے خلیفہ اور خلیفۃ الرسول کہا جاتا ہے۔جب خلافت کا معنی نیابت وجانشینی ہے تو اسلامی ریاست کا سربراہ کس کا خلیفہ ہوتا ہے؟اس کے متعلق تین نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں۔خلافت اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے اور خلیفہ کو خلیفۃ اللہ کہنا صحیح ہے۔اس لیے وہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ ﴾ [۳]

ترجمہ: ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا۔''

جمہور فقہاء خلیفہ کو خلیفۃ اللہ کہنے سے منع کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اُمور کو منتظم کرنے والے کو اللہ کا خلیفہ کہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کہا گیا یا خلیفۃ اللہ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: لیست بخلیفۃ اللہ ولکنی خلیفۃ الرسول اللہ۔ میں اللہ کا خلیفہ نہیں بلکہ میں تو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی آدمی نے یا خلیفۃ اللہ کہا تو انہوں نے فرمایا:

ویلک لقد تناولت قنا ولابعیداً ان اُمی سمتنی عمر فلو دعوتنی بھذا الاسم قلت ثم کبرت فکنیة ابا حفص. فلو دعوتنی به قبلت ثم ولیتمونی امورکم فسمیتونی امیر المؤمنین فلو دعوتنی بذالک کفاک. [۴]

ترجمہ: ''تمہارے لیے خرابی ہو، تو نے ایک دور کی بات کی ہے۔ میری ماں نے میرا نام عمر رکھا ہے۔ اگر تم اسی نام سے پکارتے تو مجھے یہ بات قبول تھی۔ پھر میں ذرا بڑا ہوا تو میری کنیت ابوحفص ہوئی۔ اگر تم اس سے بلاتے تو مجھے یہ بات قبول تھی۔ پھر تم مسلمانوں نے مجھے اپنے اجتماعی اُمور کا متولی بنایا تو تم مجھے امیر المؤمنین کہنے لگے۔ پس تم اسی کے ساتھ بلاتے تو یہی تمہارے لیے کافی تھا۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے اور خلیفہ کو خلیفۃ الرسول کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اُمت میں ان کا جانشین ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خلیفۃ اللہ کہلوانے سے انکار کیا ہے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ خلافت پہلے خلیفہ کی جانشینی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کا خلیفہ ہے۔ یعنی یکے بعد دیگرے ایک خلیفہ پہلے خلیفہ کا جانشین ہے اور یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کو ابتدائے خلافت میں خلیفۃ الرسول اللہ کہا جاتا تھا۔ [۵]

اسلام کا سیاسی نظام اسلامی نظامِ حیات کا حصہ ہے۔ اس کا مرکز وفکر وہی ہے جو مجموعی نظام حیات کا ہے۔ اسلامی نظام خلافت کے چار بنیادی اصول ہیں:۔ ۱۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ۲۔ قانون شریعت کا ہے۔ ۳۔ شورائیت۔ ۴۔ وحدت خلیفہ۔

اسلامی نظام حکومت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی مقتدرِ اعلیٰ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾[6]

ترجمہ: ''کہہ دو ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ یکتا و زبردست ہے۔''

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾[7]

ترجمہ: ''رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا اور اس نے انسان کو پیدا کر کے بولنا سکھایا۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾[8]

ترجمہ: ''اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین پر''

اور اسی طرح ارشاد ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔[9]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔''

امام ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ: **ثم اخبرهم ان الحکم والتصرف والمشیئة والملک کله اللّٰه.**[10]

ترجمہ: ''پھر انہوں نے بتایا کہ حکم، تصرف، مرضی اور بادشاہت تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی ہے۔''

اسلامی نظام خلافت کا دوسرا اہم بنیادی اصول یہ ہے کہ اس کا قانون شریعت ہے۔ نظام ریاست میں قانون کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جس پر حکومت کی تشکیل و تعمیر ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾[11]

ترجمہ: ''سب لوگ ایک ہی اُمت تھے، پس اللہ نے نبی بھیجے جو خوشخبری دیتے اور ڈراتے تھے۔ ان کے ساتھ کتابِ حق بھی نازل کی تا کہ اختلافی باتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔''

انزل معهم الکتاب ای الکتب تقدیر انزل کل واحدٍ منه الکتاب لیحکم بین الناس قبل معنها لیحکم کل نبی بکتابه.

ترجمہ: ''یعنی کتابیں نازل کیں اور ہر نبی کے ساتھ کتاب نازل کی تا کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ بعض کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی اپنی کتاب کے ساتھ حکم کرے۔ قانونِ شریعت پر عمل کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ خلیفہ کی بیعت بھی اسی شرط پر کی جاتی ہے کہ وہ قوانین شریعت کے مطابق حکم کرے گا۔ مسلمانوں پر امام و خلیفہ کی اطاعت لازم ہے۔ جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ

دیں۔معصیت کی صورت میں اطاعت لازم نہیں ہے۔فقہاء کا بھی اتفاق ہے کہ نظامِ خلافت کا قانون ہی شریعت ہے۔

اسلامی قانون کے بنیادی مآخذ دو ہیں۔۱۔وحی۔۲۔نبی

نبی کو وحی کے ذریعے قانون کا علم ہوتا ہے اور نبی اس قانون پر عمل کر کے اس کی تفسیر کرتا ہے۔اول الذکر کو کتاب اور ثانی الذکر کو سنت کہتے ہیں۔اجماع وقیاس کتاب وسنت کی فرح اور انہی پر موقوف ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ [۱۲]

ترجمہ:''اور ہم نے ہر ایک رسول کو اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا حکم مانا جائے۔''

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ‏o قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ‌ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ﴾ [۱۳]

''اے نبی کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تم سے محبت کرے اور اللہ تو بخش دینے والا مہربان ہے۔اور کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کیا کرو، پھر اگر وہ نہ مانیں تو خدا بھی منکروں سے کچھ محبت نہیں کرتا۔

امام رازی فرماتے ہیں:قل ان کنتم صادقین فی ادعاء محبت اللّٰہ تعالیٰ فکون منقادین لاوامرہ معترضین عن مخلافۃ.[۱۴]

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعوے میں سچے ہو تو اس کے احکامات کی پیروی کرو اور اس کی مخالفت سے بچو۔''

باری تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لیے دیا کیونکہ ان کا حکم وحی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ‏o اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى﴾ [۱۵]

اور نہ ہی وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں۔یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو احکامات جاری کرتے ہیں وہ وحی الٰہی پر مبنی ہوتے ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔قوانین شریعہ کا ماخذ تعامل صحابہ بھی ہے۔ارشاد نبویؐ:علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین والمھدین ۔

میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔اسی طرح ارشاد ہوتا ہے کہ:''الصحابی کا النجوم

بایھم اقتدیتم اھتدیتم. ترجمہ: ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤں گے۔''[16]

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو کہ قرآن وسنت میں اس کا حکم نہ ہو۔ تو آپ صلی اللہ نے فرمایا: اہل علم کو جمع کرو اور اس کو مشورے سے کرو۔ محض ایک کی رائے سے حل نہ کرو'

اسلامی نظام خلافت وامامت کی بنیاد شورائیت پر ہے اور اسی کے مطابق پورے انتظامی ڈھانچے کی تشکیل ہوئی ہے۔

اسی طرح فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ﴾[17]

''اور کام کرتے ہیں آپس میں مشورے سے''

شوریٰ اور شورائیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا معاملہ جس کے متعلق شریعت میں کوئی واضح حکم نہ ہو اس معاملے سے متعلق ماہرین فن کی رائے لینا اور امام قرآن وسنت کی روشنی میں قوت دلیل کا اعتبار کرتے ہوئے اللہ پر بھروسہ رکھ کر فیصلہ پر عمل کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: عن ابی ھریرۃ قال مارائت احد اکثر مشورہ لاصحابہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے صحابہ میں سے کسی کو مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اُمور میں بہت زیادہ مشورہ کرنے والے تھے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: لاغنی لولی الامر عن المشاورۃ فان اللہ امر لھا نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فغیرہ اولما بالمشورۃ۔[18]

اولی الامر حاکم مشورے سے بے نیاز نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دیا ہے تو رات کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی مشورہ کا حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔

﴿ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ﴾ [19] ترجمہ: اور ہم نے متقیوں کے لیے امام قرار دیا ہے

﴿ وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَٮِٕمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا ﴾ [20]

ترجمہ: اور ہم نے (ابراہیمؑ، اسحاقؑ) نبیوں کو امام قرار دیا جو ہمارے امر کے ذریعہ ہدایت کرتے ہیں۔

﴿ وَكُلَّ شَىۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِىۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ﴾ [21]

ترجمہ: اور ہم نے ہر شے کو امام مبین میں شمار کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ تو یہ امام بھی حتماً حق کا امام ہے

امام کی ایک قسم یہ ہے کہ جو ظلم و گمراہی کا پیشوا ہو۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اِيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴾ ۲۲

ترجمہ: پس تم قتال اور جہاد کرو کفر کے اماموں سے، کفر وہی باطل اور گمراہی ہے جس کا امام ظالم ہو

﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ ۲۳

ترجمہ: ہم نے ان کا نام امام رکھ دیا جو ہمیشہ گمراہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آخرت میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

مرحوم علامہ طباطبائی ارشاد فرماتے ہیں کے عرف میں امام کے دو مصداق ہیں:

امام حق جو اللہ کے امر سے ہدایت کرتا ہے، ۲۔ امام باطل گمراہی میں جس کی اطاعت کی جاتی ہے اگر کتاب کو امام کہا گیا ہے تو وہ بھی امام حق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو معصوم ہے اور اللہ کے حکم سے ہدایت کرنے والا ہے۔ ۲۴

سورۃ بقرۃ کی آیت ۱۲۴ کے ضمن میں مولانا مؤدودی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت اور کعبہ کی مرکزیت کا اعلان کرنے کے بعد امت کو ہدایت دی کہ اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ۲۵

﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ۲۶

ترجمہ: اور تمھارا پروردگا جو چاہتا پیدا کرتا ہے۔ اور جیسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ یہ لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور برتر ہے۔

حضرت آدم کی تخلیق سے قبل اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا۔

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ ۲۷

ترجمہ: تحقیق میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں

جب ملائکہ نے اعتراض کیا تو اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو۔

﴿ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ ﴾ ۲۸

ترجمہ: اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میری قوم

میں میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَه' مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هَارُوْنَ نَبِيًّا ﴾ ۲۹

ترجمہ: اور ہم نے اپنی خاص رحمت سے حضرت موسیٰ کو ان کا بھائی حضرت ھارون بطور نائب عطا کیا۔

جب حضرت موسی علیہ السلام کو ایک نائب کی ضرورت ہوئی جو نبوت کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائے تو انہوں نے خود اپنے ختیار سے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اللہ تعالی سے دعا کی۔

﴿ وَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي ﴾ ۳۰

میرے کنبے والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے۔اللہ تعالی نے جواب دیا۔

﴿ قَدْاُوْتِيْتَ سُوْلَکَ يٰمُوْسٰى ﴾

اے موسیٰ علیہ السلام آپ کی سب درخواستیں منظور کر لی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلاً ﴾ ۳۱

ترجمہ: تم خدائی قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْ اَلَسْتَ مُرْسَلاًقُلْ كَفٰى بِااللهِ شَهِيْدًا بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَه' عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴾ ۳۲

ترجمہ: اے رسول ﷺ کفار اور مشرکین سے کہہ دو میری نبوت کی گواہی کے لیے ایک خداوند عالم اور دوسرا وہ شخص کافی ہے جس کے پاس تمام کتاب کا علم ہو۔امت مسلمہ کے تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "الکتاب" سے مراد وہ

اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اگر وہ خدا اور اس کے رسول کی خلاف ورزی نہ کریں۔۳۳

اولی الامر کے بارے میں مذاہب اسلامیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔جس طرح رسول ﷺ کی اطاعت ضروری ہے اس طرح اولی الامر کی اطاعت بھی ضروری ہے۔اب اس کے لیے معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ غیر معلوم کی اطاعت باعث فتنہ ہوگی۔۳۴

نظریہ امامت قرآن مجید کی روشنی میں......تجزیاتی مطالعہ

خلاصہ بحث

امامت دین کی حفاظت کے لیے صاحب شریعت کی جانشینی ہے۔ جو شخص اس کا انتظام کرتا ہے اس کو اس کا خلیفہ یا امام کہا جاتا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [۳۵]

ترجمہ: اے اہل ایمان اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اس کی جو تم میں سے صاحب امر ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے اپنی اطاعت کے ساتھ، رسالت وامامت کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔[۳٦]

حکومت اور سلطنت کا وجود انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے اور سلطنت اور حکومت کا قیام غلبہ اور قحط کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ہر شخص کو دوسرے شخص سے کسی نہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور بسا اوقات طاقتور شخص کمزور شخص سے اپنی ضرورت کی چیزیں بزور حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے ظلم اور جور کو دور کرنے اور عدل وانصاف کو حاصل کرنے کے لیے کسی قوت حاکمہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ عدل اور انصاف کے قیام کے لیے قوانین کا وجود ناگزیر ہے۔ یہ قوانین اگر انسانوں کے بنائے ہوئے ہوں تو یہ سیاست عقلی کہلائے گی۔ اور اگر یہ قوانین شرعی ہوں تو یہ سیاست شرعی ہوگی۔ اللہ کا نبی زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست احکامات حاصل کرتا ہے اور ان احکام کی تفصیل اور تشریح کر کے ان احکام کو بندوں پر نافذ کرتا ہے اور یہی احکام شریعت کہلاتا ہے۔ دنیاوی حکام جو احکام نافذ کرتے ہیں وہ قانون کہلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام شریعت کہلاتے ہیں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون ناقص اور ناپائیدار ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی شریعت کامل اور دائمی ہے۔ نبی اللہ کا خلیفہ ہے اور نبی کے وصال کے بعد جو شخص بھی شریعت پر عمل کراتا ہے نبی کی ہدایت کے مطابق کار حکومت سرانجام دیتا ہے۔ وہ نبی کا خلیفہ کہلاتا ہے اور اس کی حکومت کو خلافت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ استخلاف کا معنیٰ ہے کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا اور خلافت کا معنیٰ ہے امارت ،امامت اور جانشینی۔

حوالہ جات

۱۔سورۃ البقرۃ ۲:۱۲۴

۲۔امام طبری ،جامع البیان ، ج ا ،ص ۵۲۹

۳۔ سورۃالانعام۶:۱۶۵

۴۔القلقشندی احمد بن عبداللہ،علا مہ، معالم الخلافۃ ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ، ج ا ،ص ۵

۵۔ القلقشندی،احمد بن عبداللہ،علا مہ، ماثر الانافہ فی معالم الخلافۃ ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ، ج ا ،ص ۱۷

۶۔ سورۃالرعد۱۳:۱۶

۷۔ سورۃالرحمٰن۵۵:۱تا۳

۸۔ سورۃالشوریٰ۴۲:۴۹

۹۔ سورۃیوسف۱۲:۴۰

۱۰۔ حافظ عماد الدین ابوالفدا ءابن کثیر، تفسیر ابن کثیر ،مترجم:مولانا محمد جون گڑھی، لاہور مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۴ء، اشاعت اول، ج۳،ص۵۸۸

۱۱۔ سورۃالبقرۃ۲:۲۱۳

۱۲۔ سورۃ النساء۴:۶۴

۱۳۔ سورۃ آل عمران۳:۳۱۔۳۲

۱۴۔ الرازی،امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین , التفسیر الکبیر ،بیروت :دارالاحیاء التراث العربیہ ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۱۲ ھ،ج۳،ص۱۹۷

۱۵۔ سورۃالنجم۵۳:۲۔۳

۱۶۔ زادالمیسر ،ج۲،ص۱۲۰

۱۷۔ سورۃ الشوریٰ ۴۲:۳۸

۱۸۔ ابن تیمیہ دنیوی ، السیاسیۃ الشرعیۃ ، ،مصر المکتبۃ التجارۃ الطبعۃ الثانیۃ ، ۱۳۴۷ ھ، ج ا ،ص ۷۵

۱۹۔ سورۃ الفرقان ۲۵:۷۴

۲۰۔ سورۃالانبیاء ۲۱:۷۳

۲۱۔ سورۃ یٰسین ۳۶:۱۲

۲۲۔ سورۃالتوبہ ۹:۱۲

۲۳۔ سورۃ القصص ۲۸:۴۱

۲۴۔ طبا طبائی محمد حسین سید،المیزان فی تفسیر القرآن ،مترجم آیت اللہ حسن رضا غدیری،پاکستان:الغدیر اکیڈمی، اشاعت سوم،۲۰۰۶ء، ج۱۳،۱۶۷

۲۵۔ مودودی،سید ابوالاعلیٰ،مولانا، تفہیم القرآن،لاہور:ادارہ ترجمان القرآن،اشاعت سوم،۱۹۹۱ء،ج۱،ص۱۰۰

۲۶۔ سورۃ القصص ۲۸:۶۸

۲۷۔ سورۃ البقرۃ ۲:۳۰

۲۸. سورۃ الاعراف ۷:۱۴۲

۲۹۔ سورۃ مریم ۱۹:۵۳

۳۰۔ سورۃ طٰحٰہ ۲۰:۳۰۔۲۹

۳۱۔ سورۃ الاحزاب ۳۳:۶۲

۳۲۔ سورۃالرعد ۱۳:۴۳

۳۳۔ عثمانی،شبیر احمد مولانا، تفسیر عثمانی،مترجم مولانا محمود الحسن،کراچی: گارڈن ایسٹ،اشاعت دوم،۱۹۸۹ء،ص۳۵۲

۳۴۔ امروہی،سید ظفر حسن،مولانا، تفسیر القرآن،کراچی:ناشر ظفر شمیم پبلی کیشنز ٹرسٹ،اشاعت دوم،۱۹۸۹ء،ج۱،ص۳۰۷

۳۵۔ سورۃالنساء ۴:۵۹

۳۶۔ جاڑا،حسین بخش، شیعہ نقطۂ نظر سے اسلامی سیاست،سرگودھا: شاہین پریس،اشاعت دوم،۱۹۷۳ء،ص۱۳۲

فصلِ چہارم

امامت احادیث نبویؐ کی روشنی میں...... تحقیقی مطالعہ

نظریہ امامت احادیث کی روشنی میں......تحقیقی مطالعہ

امامت امور دین و دنیا میں ایک ریاست عامہ الٰہیہ ہے۔ جو کسی خاص انسانِ کامل کو حضرت رسول خدا ﷺ کی نیابت میں اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ تمام لوگوں پر اس کی اتباع واجب ہوتی ہے۔ امام کا نصب وتقرر واجب ہے۔ مذاہبِ اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے۔

سنت کا لغوی معنیٰ طریقہ، عادت، بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور سکوتی تائیدات جن قول وفعل اور تقریر کہا جاتا ہے۔ سنت کے لیے دوسری معروف تعبیر حدیث ہے۔ نیز خبر، عصر اور روایت کے الفاظ سے بھی ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن فقہاء کی اصطلاح میں سنت ہی کہا جاتا ہے۔ قانون شریعت کا دوسرا حقیقی ماخذ سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سنت ورسول کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ o[1]

ترجمہ: ''اے نبیؐ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ اللہ بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ معاف کردے، اللہ تو بخش دینے والا مہربان ہے۔ اور کہہ دیجیے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ کو بھی منکروں سے محبت نہیں ہے۔''

مذاہبِ اسلامیہ میں اطاعت امام کو واجب قرار دیا گیا ہے لہٰذا اس کے بارے میں آنحضور ﷺ کے ارشادات عالیہ میں امامت کے وجوب پر بہت بڑی دلیلیں ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک امام کے وجود کے بارے میں اس طرح سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

عن ابی هريره رضی الله تعالى عنه قال رسول الله ﷺ و فی حديث زهير يبلغ به النبی و قال عمرو رواية الناس تبع لقريش فی هذا الشأن مسلمهم لمسلمهم و كافر هم لكافرهم......[2]

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا: اور اسی طرح وہ حدیث جو

زہیرؒ تک پہنچی کہ رسول للہ سے ابن عمر نے روایت کیا۔ کہ لوگ تابع ہیں قریش کے اور اسی طرح مسلمان تابع ہیں مسلمان کے اور کافر تابع ہیں کافر کے۔

عن همام بن منبه رضى الله عنه قال هذا حدثنا ابو هريرهؓ عن رسول الله فذكر أحاديث منها و قال رسول الله ﷺ الناس تبع لقريش فى هذا الشأن مسلمهم تبع لمسلمهم....... ۳

ترجمہ: حضرت ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ وہ حدیثیں ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے بیان کیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لوگ تابع ہیں قریش کے خلافت میں، مسلمان ان کے تابع ہیں قریش کے مسلمان کے اور کافر تابع ہیں قریش کے کافر کے۔

امامت کی ضرورت واہمیت کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن جابر بن سمرةؓ قال دخلت مع على النبى ﷺ فسمعة يقول ان هذا الامر لا ينقضى حتى يمعنى فيهم اثنا عشر خليفة قال ثم تكلم بكلام خفى على قال فقلت لابى ما قال قال كلهم من قريش...... ۴

ترجمہ۔ جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے۔ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول ﷺ کے پاس گیا۔ میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے یہ خلافت تمام نہ ہوگی جب تک کہ مسلمانوں میں بارہ خلیفہ نہ ہوں گے۔ پھر آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا فرمایا۔ انھوں نے کہا۔ یہ فرمایا ہے کہ سب خلیفہ قریش میں سے ہوں گے۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن جابر بن سمرةؓ قال سمعت نبى ﷺ ليقول لايزال امر الناس ماضيا و ليهم اثنا عشر رجلا ثم تعلم النبى ﷺ بحكمة خفيت علىّ فسألت ابى ماذا قال رسول ﷺ فقال كلهم من قريش...... ۵

ترجمہ: جابر بہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے۔ ہمیشہ لوگوں کا کام چلتا رہے گا۔ یہاں تک ان پر بارہ حکمران ہوں گے پھر آپ نے ایک بات کہی چپکے سے جو میں نے نہیں سنی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا کہا رسول اللہ نے، انھوں نے فرمایا کہ سب آدمی قریش سے ہوں گے۔

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌo [۶]

ترجمہ: ’’بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔‘‘

قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے کہ وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے تھے تو حکمت سے مراد سنت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ۔ [۷]

’’اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی۔‘‘

خلفاء اور امراء کے لیے شوریٰ کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام الرسل اور خاتم الانبیاء بھی ہیں۔ آپ کی ہر لمحہ بذریعہ وحی والہام رہنمائی کی جارہی تھی۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مشاورت واجب ہے۔ تو خلیفہ وامام اس کے نائبین وامراء خصوصاً خیر القرون کے بعد قیامت تک آنے والے جن کا علم اور عقل ناقص ہے ان کے ہر شعبہ کے ماہرین سے مشاورت اور باقاعدہ مجلس شوریٰ کا قیام بطریق اولیٰ واجب ہے تاکہ اُمور سلطنت کو بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

امام ابن تیمیہؒ امامت کے وجود کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لاغنی الامر عن المشاورۃ فان اللّٰہ امر بھا نبی ﷺ فغیرہ اولی الامر بالمشورۃ.

اولی الامر حاکم مشورے سے بے نیاز نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دیا۔ تو آپؐ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے مشورہ کا حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔

حدثنا عبدان أخبرنا عبداللّٰہ عن یونس عن الزھری أخبرنی أبو سلمۃ بن عبدالرحمن أنہ سمع أبا ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قال من أطاعنی فقد أطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ و من أطاع أمیری فقد أطاعنی ومن عصیٰ أمیری فقد عصانی. [۸]

عبدان، عبداللہ، یونس، زہری، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حدثنا إسماعيل حدثني مالك عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته. فالامام الذى على الناس راع و هومسئول عن رعيته. والرجل راع على أهل بيته وهو مسئول عن رعيته. والمرأة راعية على أهل بيت زوجها وولده. وهي مسئولة عنهم وعبدالرجل راع على مال سيده. وهو مسئول عنه ألا فكلكم راع و كلكم مسئول عنه رعيته.[9]

اسماعیل، مالک، عبداللہ بن دینار، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سن لو! کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، وہ امام جو لوگوں پر نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچے کی نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، کسی شخص کا غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن الزهرى قال كان محمد بن جبير بن مطعم يحدث أنه. بلغ معاوية وهوعنده. فى وفدٍ من قريش أن عبدالله بن عمرو يحدث أنه. ثم قال أما بعد فإنه. بلغنى أن رجالاً منكم يحدثون أحاديث ليست فى كتاب الله ولا تؤثر عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وأولئک جهالكم فاياكم والأمانى التى تضل أهلها فإنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ان هذا الأمر فى قريش لا يعاديهم أحدٌ إلا كبه الله فى النار على وجهه. ماأقاموا الدين تابعه. نعيم عن ابن المبارک عن معمر عن الزهرى عن محمد بن جبير۔[10]

ابوالیمان، شعیب، زہری روایت کرتے ہیں، محمد بن جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس وقت وہ قریش کے وفد کے ساتھ تھے، خبر ملی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عنقریب بنی قحطان میں سے ایک بادشاہ ہوگا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا، وہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء اس کی شایان شان بیان کی، پھر کہا: امابعد! مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی بات بیان کرتے ہیں جو نہ تو کتاب اللہ میں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، وہ تمہارے جاہل لوگ ہیں، تم ان کی......

حدثنا مسدد حدثنا يحيىٰ بن سعيد عن شعبة عن أبي التياح عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم اسمعوا واطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كان رأسه زبيبة.[11]

مسدد، یحییٰ، شعبہ، ابوالتیاح، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو! اگر چہ تم پر حبشی غلام ہی کیوں نہ حاکم بنایا جائے۔ جس کا سر کشمش کی طرح (چھوٹا سا) ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امارت کی ضرورت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

لابدّ للناس من امارة برة كانت او فاجرة قالوا ياامير المؤمنين هذه البرة قد عرفناها فما بالاالفاجرة قال يقام لها الحدود تأمن بها السبل ويجاهد بها العدو ويقسم بها الفی۔[12]

ترجمہ: ''لوگوں کے اجتماعی معاملات کے لیے امامت، امارت کا ہونا ضروری ہے، خواہ وہ حاکم نیک و یا بد، لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین نیک حکمرانوں کو ہم جانتے ہیں لیکن فاجر کیسے حکمران بن سکتے ہیں۔ فرمایا جو اچھے ہیں ان کے ذریعے سے حدود قائم کی جائیں گی۔ راستوں میں امن ہوگا اور ان کے ساتھ دشمن جہاد کیا جائے گا اور مال غنیمت تقسیم کیا جائے گا۔

اس لیے جس طرح کا بھی امام ہوگا اس کی پیروی کی جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:۔

حدثنا سليمان بن حرب حدثنا حماد عن الجعد عن أبي رجاء عن ابن عباس يرويه قال قال النبي صلى اللّٰه عليه وآله وسلم من رأى من أميره شيئاً فكره. فليصبره فإنه. ليس أحد يفارق الجماعة شبراً فيموت إلامات ميتة جاهلية.[13]

سلیمان بن حرب، حماد، جعد ابورجاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھی جو اس کو ناپسند ہو تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے، اس لیے کہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت جدا ہوتا ہے اور مر جاتا ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی بیعت کو ضروری قرار دیا ہے اور امام کی بیعت اس کے تقرر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا خلیفہ کا تقرر فرض ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کی اطاعت سے نکل گیا اور جماعت سے جدا ہو گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یعنی وہ کفار کی موت کی صفت پر مرا اس وجہ سے کہ وہ بغیر امام کے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت سفر میں بھی امام کے تقرر کو ضروری قرار دیا ہے۔ جب تین آدمی سفر پر چلیں تو

انہیں چاہیے کہ ایک کو امیر بنالیں۔

حدثنا مسدد حدثنا یحییٰ بن سعید عن عبیداللّٰہ حدثنی نافع عن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة فاذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة.

مسدد، یحیی بن سعید، عبیداللہ ،نافع، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ [۱۴]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا ''مسلمان آدمی پر (امیر کی) سنا و اطاعت کرنا ان چیزوں میں جو ناپسند ہوں یا پسند ہوں واجب ہے جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دے، جب گناہ کی بات کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ہی اطاعت کرنا ہے۔

حدثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنا أبی حدثنا الأعمش حدثنا سعد بن عبیدة عن أبی عبدالرحمن عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال بعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم سریة وأمر علیہم رجلامن الأنصار وأمر ھم أن یطیعوہ فغضب علیہم وقال الیس قد أمر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ و سلم أن تطیعو نی قالو ا بلیٰ قال قد عزمت علیکم لما جمعتم حطباوأوقدتم ناراً ثم دخلتم فیھا فجمعوا حطباً فأوقدو اناراً فلما ھموا بالدخول فقام ینظر بعضھم إلی بعض قال بعضھم إنماتبعنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ و سلم فراراً من النارأفندخلھا فبینماھم کذلک إذخمدت النار وسکن غضبہ فذکر للنبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فقال لو دخلو ھا ما خرجو ا منھا أبداً إنماالطاعة فی المعروف.[۱۵]

عمر بن حفص بن غیاث بواسطہ اپنے والد، اعمش ،سعد بن عبیدہ، ابوعبدالرحمٰن ،حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور انصار میں سے ایک صاحب کو اس کا سردار بنایا، اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں، وہ سرداران لوگوں پر کسی بات سے غصے ہوئے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم نہیں دیا کہ میری اطاعت کرو؟ لوگوں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا: میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرو اور آگ سلگاؤ، پھر اس میں داخل ہو جاؤ! چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ سلگائی جب اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، کسی نے کہا کہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع آگ سے بچنے کے لیے کی تھی، تو کیا ہم پھر اس میں داخل ہو جائیں؟ وہ لوگ اسی کشمکش کی حالت میں تھے کہ آگ بجھ گئی اور ان کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا، نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اگر یہ لوگ اس میں داخل ہو جاتے تو اس سے بھی نہ نکلتے، اس لیے کہ اطاعت صرف اچھی باتوں میں ہے۔

باب أجر من قضیٰ بالحکمة لقوله تعالیٰ {ومن لم یحکم بما أنزل اللّٰه فأولئِک هم الفاسقون.

اس شخص کا ثواب جو حکمت کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں"۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حدثناشهاب بن عباد حثنا ابراهیم بن حمید عن إسماعیل عن قیس عن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لاحسد إلا فی اثنتین رجلٌ آتاه اللّٰه مالاًفسلطه علی هلکة فی الحق وآخر آتاه اللّٰه حکمة فهو یقضی بهاویعلمها۔[١٦]

شہاب بن عباد، ابراہیم بن حمید، اسماعیل، قیس، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسد دو ہی افراد میں ہے، ایک تو وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور راہ حق میں خرچ کرنے کی قدرت دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت دی وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

حدثنا عبداللّٰه بن مسلمة بن قعنب وقتیبة بن سعید قالا حدثنا المغیرة یعنیان الحزامی ح وحدثنا زهیربن حرب وعمرو الناقدقالاحدثنا سفیان بن عینیة کلاهما عن أبی الزناد عن الأعرج عن أبی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم و فی حدیث زهیر یبلغ به النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم و قال عمر و روایة الناس تبع لقریش فی هذا الشان مسلمهم لِمُسْلِمِهُمْ وکافرهم لکافرهم.[١٧]

عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب، قتیبہ بن سعید، مغیرہ الحزامی، زہیر بن حرب، عمرو الناقد، سفیان بن عیینہ، ابی زناد، اعرج، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ اس معاملہ (یعنی خلافت یا حکومت) میں قریش کے تابع ہیں، مسلمان قریشی مسلمانوں کے اور کافر قریشی کافروں کے تابع ہیں۔

فرمان نبویؐ ہے:

وحدثنا محمدبن رافع حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن همام بن منبه قال هذا ما

حدثنا ابو هريرة عن رسول اللّه صلى اللّه عليه وآله وسلم فذكر أحاديث منها وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم الناس تبع لقريش فی هذالشان مسلمهم تبع لمسلمهم وكافرهم تبع لكافرهم.[18]

محمد بن رافع عبدالرزاق، معمر، ہمام بن منبہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی احادیث ذکر کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا لوگ اس معاملہ (یعنی خلافت وحکومت) اور کافر قریشی کافروں کے تابع ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:۔

وحدثنی یحیی بن حبيب الحارثی حدثنا روح حدثنا ابن جريج حدثنی أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبداللّٰه يقول قال النبی صلى اللّه عليه وآله وسلم الناس تبع لقريش فی الخير والشر.[19]

یحیٰی بن حبیب حارثی، روح، ابن جریج، ابوزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ بھلائی اور برائی میں قریش کے تابع ہیں۔ والوں پر خرچ کرنے سے ابتداء کرو اور یہ بھی سنا کہ میں حوض پر آگے بڑھنے والا ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے درجے میں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور تیسرے درجے میں حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ٥[20]

ترجمہ: ’’اور جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف باہم فیصلہ کے لیے بلائے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کرتے ہیں، اس سے ڈرتے ہیں، وہی لوگ کامیاب ہیں۔‘‘

حقیقی اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اسلامی سیاسی نظام میں قانون شریعت پر ہر حال میں عمل کیا جاتا ہے اور حاکم وقت کی اطاعت ضروری قرار دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ٥[21]

ترجمہ: اور جو کوئی نہ چلے اُس کے حکم پر جو اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہو۔ وہی کافر ہیں۔

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک تو ایک ہی وقت میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔

دوسرا امارت و امامت طلب کرنا جائز نہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا اور اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقرر فرما چکے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ایسے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے تجاوز کر جائیں اور وہ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمائیں گے۔

ارشادِ نبوی ہے:۔

حدثنا شيبان بن فروخ حدثنا جرير بن حزم حدثنا الحسن حدثنا عبدالرحمن بن سمرة قال قال لى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا عبدالرحمٰن لاتسال الأمارة فانك إن أعطيتها عن مسألة أكلت إليها وان أعيطتهاعن غير مسألة أعنت عليها. [۲۲]

شیبان بن فروخ، جریر بن حازم، حسن، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! امارت کا مطالبہ مت کرنا، کیونکہ اگر تمہیں تمہارے سوال کے بعد یہ عطا کر دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیے جاؤ گے اور اگر یہ تمہیں مانگے بغیر امارت عطا کی گئی تو تمہاری اس معاملہ میں مدد کی جائے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

حدثنا يحيى بن يحيى حدثناخالد بن عبدالله عن يونس ح و حدثني على بن حجر السعدى حدثنا هشيم عن يونس و منصور و حميد ح و حدثنا أبو كامل الجحدرى حدثنا حمادبن زيد عن سماك بن عطية ويونس بن عبيد وهشام بن حسان كلهم عن الحسن عن عبدالرحمٰن بن سمرة عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم بمثل حديث جرير. [۲۳]

سے میرا حصہ برابر ہو جائے، نہ یہ مجھ پر بوجھ ہو اور نہ میرے لیے نفع، اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو تحقیق ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر و افضل تھے، جنہوں نے خلیفہ نامزد کیا اور اگر میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں تو تمہیں اس حال میں مجھ سے بہتر و افضل اشرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب آپ نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا جب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا تو میں جان گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمائیں گے۔

.یحییٰ بن یحیی خالد بن عبداللّٰہ بن یونس، علی بن حجر سعدی بشیم، یونس ، منصور، حمید، ابو کامل جحدری،حماد بن زید، سماک بن عطیه، یونس بن عبید، هشام بن حسان، حسن، حضرت عبدالرحمن بن سمره رضی اللّٰه عنه ، نبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم، ان مختلف اسناد سے جریر کی حدیث ہی کی طرح روایت منقول ہے۔

حدثناأبوبکر بن أبی شیبة ومحمد بن العلاء قالا حدثنا أبوأسامة عن بریدبن عبداللّٰه عن أبی بردة عن أبی موسیٰ قال دخلت علی النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم أناورجلان من بنی عمی فقال أحدالرجلین یارسول اللّٰه او أمرناعلی بعض ماولاک اللّٰه عزوجل وقال الآخرمثل ذلک فقال إناواللّٰه لاتولی علیٰ هذا العمل أحداً سأله ولاأحدحرص علیه. [۲۴]

ابوبکر بن ابی شیبہ،محمد بن علاء،ابواسامہ، برید بن عبداللہ،ابی بردہ،حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور دو افراد میرے چچا کے بیٹوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ،توان دونوں میں سے ایک نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملک عطا کیے ہیں ان میں سے کسی ملک کے معاملات ہمارے سپرد کر دیں اور دوسرے نے بھی اسی طرح کہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم اس کام پر اس کو مامور نہیں کرتے جو اس کا سوال کرتا ہو تو یا اس کی حرص کرتا ہو۔

عبیداللہ بن سعید،محمد بن حاتم، یحییٰ بن سعید القطان،قرہ بن خالد،حمید بن بلال، ابوبردہ،حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آیا اور میرے ساتھ

حدثنا عبدالملک بن شعیب بن اللیث حدثنی أبی شعیب بن اللیث حدثنی اللیث بن سعد حدثنی یزید بن أبی حبیب عن بکر بن عمرو بن عن الحارث بن یزید الحضرمی عن ابن حجیر ة الأکبر عن أبی ذرقال قلت یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ألاتستعملنی قال فضرب بیده علیٰ منکبی ثم قال یا أباذر إنک ضعیفٌ وإنها أمانة وإنها یوم القیامة خزی وندامة إلامن أخذها بحقها وأدی الذی علیه فیها. [۲۵]

عبدالملک بن شعیب بن لیث بواسطہ میرے والد شعیب ابن لیث ،لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب، بکر بن عمرو،

حارث بن یزید حضرمی، ابن حجیرہ الاکبر، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ مجھے عامل نہ بنائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے پر مارکر فرمایا: اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ امارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی ہے، سوائے اس کے جس نے اس کے حقوق پورے کیے اور اس بارے میں جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو ادا کیا۔

حدثنا زهير بن حرب وإسحق بن إبراهيم كلاهما عن المقرء قال زهير حدثنا عبداللّٰه بن يزيد حدثنا سعيد بن أبي أيوب عن عبيداللّٰه بن أبي جعفر القريشي عن سالم بن أبي سالم الجيشاني عن أبيه عن أبي ذرأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم قال يا أباذرإني أراك ضعيفاً وإني أحب لك ماأحب لنفسى لاتأمرن على اثنين ولا تولين مال يتيم.[۲۶]

زہیر بن حرب، اسحاق بن ابراہیم، مقرء، عبداللہ بن یزید سعدی، ابن ابی ایوب، عبیداللہ بن ابی جعفر قرشی، سالم بن ابی سالم جیشانی بواسطہ اپنے والد، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! میں تمہیں ضعیف وناتواں خیال کرتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ مال یتیم کا والی بننا۔

حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء حدثنا أبو أسامة عن هشام بن عروة عن أبيه عن ابن عمر قال حضرت أبي حين أصيب فأثنو عليه و قالو جزاك اللّٰه خيراً فقال راغب و راهبٌ قالوا استخلف فقال أتحمل أمركم حياوميتالودت أن حظى منها الكفاف لا على ولا لى فإن أستخلف فقد استخلف من هو خير منى يعنى أبابكر وإن أثر ككم فقد تركَكم من هو خير منى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم قال عبداللّٰه فعرفت أنه حين ذكر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم غير مستخلف.[۲۷]

ابوکریب، محمد بن علاء، ابواسامہ، ہشام ابن عروہ بواسطہ اپنے والد (عروہ)، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میرے والد یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو میں اس وقت موجود تھا، لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کی رحمت کی امید کرنے والا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں، لوگوں نے عرض کیا آپ خلیفہ مقرر فرمادیں، تو آپ نے کہا: کیا میں تمہارے معاملات کا بوجھ زندگی اور موت دونوں

اشعریوں میں سے دو آدمی تھے، ان میں سے ایک میری دائیں طرف اور دوسرا میری بائیں طرف اور ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی عہد کا سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک فرما رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوموسیٰ! یا فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! ان دونوں نے اپنے دل کی بات پر مجھے مطلع نہیں کیا تھا اور نہ میں جان سکا کہ یہ منصب وعہدہ طلب کریں گے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: گویا کہ میں اس وقت آپؐ کی مسواک کو دیکھ رہا ہوں جو ہونٹ کے نیچے دبی ہوئی ہے، آپؐ نے فرمایا: ہم اسے کسی منصب وعہد پر عامل مقرر نہیں کرتے جو اس کا مطالبہ کرے، لیکن: اے ابوموسیٰ! یا فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! تم جاؤ! معاذ بن جبل رضی اللہ کو بھیجا، پس جب یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: آیئے! اور پھر ان کے لیے ایک گدا بچھا دیا گیا، بیان کرتے ہیں کہ اس وقت ان کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ یہودی تھا، پھر مسلمان ہو گیا، پھر اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ گیا اور یہودی ہو گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے مطابق قتل نہ کر دیا جائے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ تشریف رکھیں، ہم اسے قتل کرتے ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا: میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کے مطابق قتل نہ کر دیا جائے، آپ نے حکم دیا اور اسے قتل کیا گیا، پھر ان دونوں اصحاب میں رات کے قیام کے بارے میں مذاکرہ ہوا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور میں اپنی نیند میں بھی اسی اجر وثواب کی اُمید رکھتا ہوں جو اپنے قیام میں ثواب کی اُمید رکھتا ہوں۔

اسحاق بن ابراہیم، ابن ابی عمر، محمد بن رافع، عبداللہ بن حمید، عبدالرزاق، معمر، زہری، سالم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے والد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرما رہے ہیں؟ میں نے کہا وہ اس طرح نہیں کریں گے، حضرت حفصہؓ نے کہا وہ اسی طرح کرنے والے ہیں، پس میں نے قسم اٹھالی کہ میں آپ سے اس بارے میں گفتگو کروں گا، پھر میں خاموش رہا یہاں تک کہ میں نے صبح کی

اس حال میں کہ آپ سے گفتگو نہ کی اور میں قسم اٹھانے کی وجہ سے اس طرح ہو گیا تھا کہ میں اپنے ہاتھ پر پہاڑ اٹھاتا ہوں یہاں تک کہ میں لوٹا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے عرض کیا میں نے لوگوں کو بات کرتے ہوئے سنا تو میں نے قسم اٹھالی کہ وہ بات میں آپ کے سامنے عرض کروں گا کہ انہوں نے گمان کرلیا ہے کہ آپ خلیفہ نامزد نہیں کرنے والے ہیں اور اگر آپ کے اونٹوں یا بکریوں کے لیے کوئی چرواہا ہو پھر وہ انہیں چھوڑ کر آپ کے آ جائے تو آپ یہی خیال کریں گے کہ اس نے ضائع کر دیا ہے اور ولگوں کی نگہداشت اس سے زیادہ ضروری ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری بات کی موافقت کی اور کچھ دیر تک سر جھکائے ہوئے سوچتے رہے، پھر میری طرف سر اٹھا کر فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرمائے گا اور اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر نہ کروں............

ارشاد ربانی ہے:

وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ۰[۲۸]

ترجمہ: ''جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔''

اس آیت میں والیوں، امراء اور حکمرانوں سے خطاب ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومانزل کے ساتھ حکومت کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح قیامت تک تمام آنے والے مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ ومانزل اللہ یعنی قرآن وسنت کے مطابق حکومت کریں۔ مسلمانوں کے لیے ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جو احکامات کو نافذ کرے، حدود کو قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کے لیے اقدامات کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۰[۲۹]

ترجمہ: ''تم میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے، بری باتوں سے منع کرے، یہی لوگ فلاح پانے والوں میں سے ہیں۔''

نظریہ امامت احادیث کی روشنی میں......تجزیاتی مطالعہ

خلاصہ بحث

ہمارے بعض علماء نے امامت کی یہ تعریف کی ہے کہ دین اور دنیا کی ریاست کو امامت کہتے ہیں۔لیکن یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے۔اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ دین کے قائم کرنے اور ملت بیضاء کی حفاظت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کو امامت کہتے ہیں۔اس حیثیت سے کہ تمام اُمت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہو۔علوم دینیہ کی ترویج اور اشاعت سے دین کو قائم کرنے ،ارکان اسلام کو قائم کرنے ، جہاد اور اس سے متعلق اُمور یعنی لشکروں کو ترتیب دینے ،مجاہدین کے حصے مقرر کرنے اور مال غنیمت سے ان کو حصہ دینے ،قاضیوں کے تقرر کرنے ،ظالموں کو سزا دینے اور حدود کو قائم کرنے ، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی امارتِ عامہ کو خلافت کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وسنت کی تعلیم دیتے تھے اور وعظ ونصیحت کرتے تھے۔جمعۃ المبارک،عید اور پانچوں نمازوں کی جماعت کرواتے تھے۔ہر محلّہ میں نماز کا امام مقرر کرتے تھے۔ مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر خرچ کرتے تھے۔ ہلال رمضان اور ہلال عید کی شہادت قبول کرتے تھے۔اس کے مطابق رمضان المبارک اور عید کا اعلان فرماتے تھے۔حج کو قائم کرتے ،۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اور مسلمانوں کے لیے حج کا انتظام فرمایا۔جہاد کا اہتمام فرماتے اور لشکر تیار کرتے ۔اس کا امیر مقرر فرماتے ،لوگوں کے مقدمات میں فیصلہ فرماتے ،اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کر کے بھیجتے ،حدود قائم فرماتے ، جو شخص بھی اس طرح کے کام کو سرانجام دے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ وامام اور آپ ﷺ کا نائب مطلق ہوگا۔قرآن مجید،احادیث اور آثار صحابہؓ سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان دنیا کے جس خطہ میں بھی آباد ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں اور کسی ایک شخص کو اپنا امیر یا امام بنالیں اور اجتماعی معاملات میں خلیفہ یا امام کے احکامات کے پابند ہوں۔

امام ڈھال ہے جس کے بل پر قتال کیا جاتا ہے اور بچاؤ اختیار کیا جاتا ہے۔اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور عدل کا حکم دے تو اسے اجر ملے گا،اس کے برعکس حکم کرے گا تو اس پر وبال ہوگا۔جو شخص اس حالت میں مرا کہ نہ جہاد کیا نہ دل میں اس کا ارادہ کیا ہے تو ایسا آدمی نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک پہلی ریاست قائم کی جس

کے امام آپ ﷺ بذات خود تھے اور خود اسلامی اُمور سرانجام دیئے۔ جب آپؐ مدینہ سے باہر سفر فرماتے تو اپنا نائب مقرر فرماتے تھے۔ آپؐ کے اس فعل سے امامت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تمام مذاہب اسلامی و دیگر فرق خوارج، اسماعیلی اس بات پر متفق ہیں کہ نصب امام واجب ہے۔ جماعت اللہ کی رسی ہے جو اس کے قریب ہے اسے مضبوطی سے پکڑے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعے سے بہت سے ظلمات کو ختم کر دیتا ہے اور ہمارے دین اور دنیا کے معاملات کو سلجھاتا ہے، امام اللہ کی رحمت ہے، امام اگر نہ ہو تو اس سے راستے محفوظ نہ رہیں، ہمارے کمزور لوگ طاقتوروں کے ہاتھوں لوٹ لیے جائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ آل عمران۳:۳۱۔۳۲

۲۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم شریف، مترجم مولانا وحید الزمان، کتاب الامارۃ باب تبع القریش والخلافۃ فی القریش، لاہور: ناشر خالد احسان پبلشرز،۲۰۰۴ء، ج۵، ح۴۷۰۱ص۱۱۳

۳۔ ایضاً، ج۵، ح۴۷۰۲ص۱۱۳

۴۔ ایضاً، ج۵، ح۴۷۰۴ص۱۱۳

۵۔ ایضاً، ج۵، ح۴۷۰۶ص۱۱۳

۶۔ سورۃ الاحزاب۳۳:۲۱

۷۔ سورۃ النساء۴:۱۱۳

۸۔ البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۰۱،، ج:۲، ح:۴۴۴۹ص۹۸

۹۔ البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۰۱، ج:۲، ح۴۴۷۰ص۱۱۵

۱۰۔ البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۰۱، ج:۲، ح:۴۴۸۱ص۱۲۵

۱۱۔ البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۰۱، ج۲، ح۴۴۷۲ص۱۱۸

۱۲۔ ابن تیمیہ، احمد تقی الدین، منہاج السنۃ النبویہ لبنان، مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۶۲، ج۱، ص۳۹۶

۱۳. البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۰۱، ج۲، ح۴۴۷۲، ص۱۲۰

۱۴. البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ اولیٰ ۱۴۰۱، ج۲، ح۴۴۷۲، ص۱۲۵

۱۵. البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری ،بیروت،دارالفکر،الطبعة اولیٰ ۱۴۰۱، ج۲، ح ۴۴۷۷،ص ۱۲۵

۱۶. البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری ،بیروت،دارالفکر،الطبعة اولیٰ ۱۴۰۱، ج۲، ح۴۴۷۳،ص ۱۲۵

۱۷. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم .بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ، ۱۴۱۹ ھ، ج۳، ح ۲۴۹۱

۱۸. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم .بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ، ۱۴۱۹ ھ،ج۳، ح ۲۴۹۲

۱۹. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم .بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ، ج۳، ح ۲۴۹۳

۲۰. سورة النور۲۴:۵۲

۲۱. سورة المائدہ۵:۴۴

۲۲. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم. بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ، ج۳، ح:۲۷۰۸،ص ۷۷۵

۲۳. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم.بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ، ج:۳، ح :۲۷۰۴،ص ۷۷۶

۲۴. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم .بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ، ج:۳، ح ۲۷۰۷،ص ۷۷۶

۲۵. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم.بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ، ج۳،ح ۲۷۰۹،ص ایضاً

۲۶. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم .بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ،ج۳، ح ۲۷۱۰،ص،ایضاً

۲۷. القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم.بیروت ،دارالفکر،الطبع الاولیٰ،۱۴۱۹ ھ، ج۳، ح ۲۷۰۳،ص ایضاً

۲۸. سورة النساء۴:۵۸

۲۹. سورة آل عمران۳:۱۰۴

باب دوم

مذاہبِ اسلامیہ کا تعارف و نظریہ امامت

فصلِ اول

فقہ جعفریہ کا تعارف و نظریہ امامت

فصلِ دوم

نظریۂ ولایت فقیہ......تجزیاتی مطالعہ

فصلِ سوم

فصلِ اول

فقہ جعفریہ کا تعارف و نظریہ امامت

فقہ جعفریہ کا تعارف ونظریہ امامت

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا عہد (۸۳ھ تا ۱۴۸ھ)

تعارف

تاریخ پیدائش	۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ	مقام پیدائش	مدینہ منورہ
اسم مبارک	جعفرؒ	والد بزرگوار	حضرت امام محمد باقرؒ
والدہ ماجدہ	جناب ام فروہ بنت قاسم	مشہور القابات	صادق، صابر، فاضل، طاہر
کنیت	ابو عبداللہ	عمر مبارک	۶۵ سال
اولاد	۷ بیٹے اور ۳ بیٹیاں	تاریخ شہادت	۱۵ شوال ۱۴۸ھ
مدفن	جنت البقیع (مدینہ منورہ)		

نام ونسب:

فقہ جعفری امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے منسوب ہے۔ آپ کا نام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب اور الصادق لقب ہے۔ راست گوئی اور حق گوئی کی وجہ سے آپ کو الصادق کہا جاتا تھا۔ بعض کے نزدیک خلیفہ منصور نے آپ کو یہ لقب دیا تھا۔ آپ کو صادق آل محمد بھی کہا جاتا ہے۔[۱]

اما النسبة لجعفر الذی عرف بالصادق ایس هو ال ابی الشهداء بن أبو الحسن المجتبی أرید علیا بن أبی طالب المرتضی و ابن عم النبی المصطفی و زوج بنته البتول [۲]

پیدائش:

ولد ابو عبد الله جعفر بن محمد الصادق علیه الصلوة و السلام فی سابع عشر من ربیع الاول سنة ثلث و ثمانین من الهجرة فی یوم الجمعة اؤا لاثنین. [۳]

امام جعفر صادق ۱۷ ربیع الاوّل ۸۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔[۴]

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا نسب اپنے والد محترم امام محمد الباقر رحمہ اللہ کی طرف سے شجرہ نبوت سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت کی تاریخ کو خداوند عالم نے بڑی عزت دے رکھی ہے۔ ایک دن حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا یہ فرزندان چند مخصوص افراد میں سے ہے۔ جن کے وجود سے اللہ تعالی نے بندوں پر احسان فرمایا ہے۔ اور یہی میرے بعد میرا

جانشین ہوگا۔[۵]

حلیہ مبارک

آپ کا قد درمیانہ اور جسم مبارک پر کشش تھا۔ چہرہ درخشاں بال بہت سیاہ اور گھنگریالے تھے، ریش مبارک گھنی اور گول تھی۔ رنگ گندم گوں تھا۔ آپ نفیس اور لطیف لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ جب خدا تعالیٰ کسی شخص پر نعمت نازل کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ وہ اس نعمت یعنی دولت کو ظاہر بھی کرے البتہ لباسِ حلال کوئی بھی ہو اور اس میں کبر و نخوت نہ ہو۔[٦]

امام جعفر صادقؒ کا دور

آپ نے جن اُموی خلفاء کا زمانہ پایا، ان میں عبدالملک بن مروان (م ۸٦ھ)، ولید بن عبدالملک (م ۹٦ھ)، سلیمان بن عبدالملک (م ۹۹ھ)، حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ)، یزید بن عبدالملک (م ۱۰۵ھ)، ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ)، ولید بن یزید بن عبدالملک (م ۱۲٦ھ)، ابراہیم بن ولید بن عبدالملک (م ۱۲۷ھ)، مروان بن محمد بن مروان (م ۱۳۲ھ)، شامل ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے عباسی خلفاء ابوالعباس عبداللہ بن محمد السفاح (م ۱۳٦ھ) اور ابوجعفر عبداللہ بن محمد المنصور (م ۱۵۸ھ) کا عہد بھی دیکھا۔ آپ نے دین حق اور پیغام رسالت کی احسن انداز سے تبلیغ فرمائی۔ تمام مصائب و آلام کا مقابلہ کیا۔ [۷]

لفظ جعفری کی وجہ تسمیہ

مذہبِ جعفری کی بنیاد امام جعفر صادقؒ نے رکھی۔[۸]

علامہ ابن خلکانؒ کا کہنا ہے کہ صدقِ مقال کی وجہ سے آپ کے نام نامی کا جزو ''صادق'' قرار پایا ہے۔[۹]

فقہ جعفری امام جعفر صادقؒ سے منسوب ہے آپ ہی نے مکتب امامیہ کو علمی بنیادوں پر استوار کیا۔ [۱۰]

لفظ شیعہ کی وجہ تسمیہ

شیعہ سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی شیعہ کہلاتے ہیں۔[۱۱]

ابوحاتم سہل بن محمد بن عثمان السجستانی (م ۲۵۰ھ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ عہد رسالت کے وقت جو نام سب سے پہلے ظاہر ہوا وہ الشیعہ ہے۔ یہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا لقب تھا۔ (۱) حضرت ابوذر غفاری۔ (۲) حضرت سلمان فارسی، (۳) حضرت مقداد بن الاسود (۴) اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔[۱۲]

علامہ ابن خلدونؒ کہتے ہیں:

اعلم ان الشيعة لغة هم الصحب والاتباع ويطلق في عرف الفقهاء والمتكلمين من

الخلف على اتباع علي و بنيه رضى اللّه عنهم ومذهبهم جميعا متفقين عليه أن الامامة ليست من المصالح العامة التي تفوض ،الى نظر الأمة ويتعين القائم بها بتعيينهم بل هي ركن الدين وقاعدة الاسلام ولا يجوز لنبي اغفاله ولا تفويضه الى الأمة بل يجب عليه تعيين الامام لهم ويكون معصوما من الكبائر والصغائر وان عليا رضى اللّٰه عنه هو الذي عينه صلوات اللّٰه وسلامه عليه بنصوص ينقلونها و يؤولونها على مقتضى مذهبهم [۱۳]

ترجمہ: لغت کے اعتبار سے شیعہ، رفقاء اور پیروکاروں کو کہتے ہیں۔ خلف اور سلف فقہاء اور متکلمین کے عرف میں اس کا اطلاق حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے اتباع کرنے والوں پر ہوتا ہے۔ اور ان سب کا یہ متفق علیہ مذہب ہے کہ بے شک امامت ایسے مصالح عامہ میں سے نہیں ہے کہ اسے امت کے سپرد کر دیا جائے۔ اور امت کا نگران خود امت کے مقرر کرنے سے متعین ہوا کرے، بلکہ یہ تو دین کا رکن اور اسلام کی بنیاد ہے۔ کسی نبی کے لئے اس مسئلے سے غفلت کرنا یا امت کو تفویض کرنا جائز نہیں بلکہ نبی کے لئے واجب ہے کہ وہ امت کا امام خود متعین کر کے جائے۔ یہ امام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو رسول اللہ ﷺ نے نصوص کے ذریعے متعین کیا تھا۔ جنہیں وہ روایت کرتے ہیں اور اپنے مسلک کے مطابق ان کی تاویل کرتے ہیں یہ تو خود نبی ﷺ کا کام ہے کہ وہ امام کا تعین کرے۔

صاحب المنجدؒ لکھتے ہیں:

الشيع جمع شيعاء المشارک ، يقال "هذا شيع هذا ای مشارک له فی امرمتنازع بينهما

شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں اس کی جمع شیع ہے۔[۱۴]

السید شریف جرجانیؒ لکھتے ہیں:

الشيعة هم الذين شايعوا عليا رضى اللّٰه عنه وقالوا انه الامام بعد رسول اللّٰه ، واعتقدوا ان الامامة لاتخرج عنه وعن اولاده ۔[۱۵]

''شیعہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشایعت کی اور ان کا کہنا ہے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ہی امام ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ امامت آپ اور آپ کی اولاد سے باہر نہیں ہے''۔

ابتداء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کو شیعان علی کہا جاتا تھا، بعد میں اصطلاحاً انہیں صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ ایک جماعت کے طور پر ان کا ظہور جنگ جمل اور صفین کے بعد ایک اہم نعرہ کے ساتھ ہوا۔

واقعہ کربلا ۶۱ ھ کے بعد ان لوگوں نے اپنی صفوں کو منظم کیا اور اپنے نظریات کو ایک واضح شکل دی، سربراہ مملکت سے متعلق ان کے نظریات وعقائد درج ذیل ہیں:

شیعہ حضرات کے نزدیک تشیع کا آغاز سب سے پہلے خود صاحب شریعت نبی اکرم ﷺ نے کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے، تو آپ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان ھذا و شیعتہ لھم الفائزون یوم القیامۃ

جس ذات کے دست قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم بیشک یہ اور ان کے ساتھی قیامت کے دن کامیاب ہونگے۔

پھر اس آیت کا نزول ہوا:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ﴾ ١٦

شیعہ خود کو حضرت علیؓ کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ ان کا مؤقف یہ کہ جلی اور خفی دونوں طور پر حضرت علیؓ کی امامت و خلافت کے بارے میں نص موجود ہے۔

جو شیعہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت علیؓ کی امامت کے بطور نص قائل ہیں امامیہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں مسئلہ امامت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ نیز حضرت علیؓ کی امامت کا صریحاً تعین خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ حدیث غدیر خم ان کے ہاں حجت ہے۔ ١٧

شیخ ابو جعفر، محمد بن الحسن الطّوسیؒ (م ۴۶۰ ھ) اس آیت کے شان نزول کے مطابق لکھتے ہیں:

ابو جعفر اور ابو عبداللہ علیہما السلام نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں تو نبی ﷺ کو یہ خوف تھا کہ یہ معاملہ آپ کے اصحاب کی جماعت پر دشوار ہوگا، تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ہمت بڑھانے کے لئے یہ آیت نازل کی، تاکہ آپ اللہ کے حکم پر عمل کریں۔ ١٨

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے لکھا ہے کہ، بروز جمعرات ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر نبی ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا، تم تمام لوگوں میں مسلمانوں کے سب سے زیادہ لائق اور مستحق کون ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مسلمانوں کا مولیٰ ہوں اور میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔ آپ ؐ نے اس جملہ کو تین چار مرتبہ دہرایا پھر فرمایا: اے اللہ تو اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے۔ اور تو اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔ اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے، اس سے بغض رکھ جو علی سے بغض رکھے، پھر آپ نے فرمایا کہ تمام حاضرین یہ پیغام غائبین تک پہنچا دیں۔ ١٩

آئمہ اثنا عشر کے اسمائے گرامی

شیعہ امامیہ کے فرقوں میں سب سے زیادہ مشہور فرقہ اثنا عشری ہے جو بارہ اماموں کی سلسلہ وار امامت کا قائل ہے۔ مکتب امامیہ کے نزدیک حضرت علیؓ اور ان کی اولاد میں سے پہلے گیارہ افراد امامت کے منصب پر فائز ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت علیؑ بن ابی طالب (م ۴۰ھ)	(۲) حضرت امام حسنؑ بن علی (م ۵۰ھ)
(۳) حضرت امام حسینؑ بن علی (م ۶۱ھ)	(۴) امام زین العابدینؑ بن الحسین (م ۹۵ھ)
(۵) امام محمد الباقرؑ بن علی جعفر (م ۱۸۳ھ)	(۶) امام جعفر الصادقؑ بن محمد باقر (م ۱۴۸ھ)
(۷) امام موسیٰ کاظمؑ بن جعفر (م ۱۸۳ھ)	(۸) امام علی رضاؑ بن موسیٰ (م ۲۰۳ھ)
(۹) امام علی نقیؑ ہادی بن محمد (م ۲۵۴ھ)	(۱۰) امام محمد تقیؑ جواد بن علی (م ۲۶۰ھ
(۱۱) امام حسن عسکریؑ بن علی (م ۲۶۰ھ)	(۱۲) امام محمد مہدیؑ اجل اللہ (۲۵۵ھ)

امام محمد مہدی کی ولادت باسعادت ۲۵۵ھ کو ہوئی اور طویل غیبت کے بعد آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔ تاکہ دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں۔[۲۰]

علامہ محمد باقر مجلسیؒ امام محمد مہدی کی نسبت لکھا ہے:

"اشہر در تاریخ ولادت آن جناب آن است کہ درسال دویست وپنجاہ وپنجم ہجرت واقع شد"[۲۱]

حضرت امام جعفر صادقؒ کے ممتاز شاگرد

آپؒ کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی گئی ہے۔ آپؒ سے اخذ علم اور روایت کرنے والوں میں سے بعض بعد میں اپنے اپنے مذہب کے آئمہ بنے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ ☆ نعمان بن ثابتؒ (ابوحنیفہ فقہ حنفی کے بانی، متوفی ۱۵۰ھ) ☆ مالک بن انسؒ متوفی ۱۷۹ھ (مالکی فقہ کے بانی) ☆ جابر بن حیانؒ (علم کیمیا کے بانی) ☆ ابان بن ثعلبؒ (تیس ہزار احادیث جمع فرمائیں) ☆ ثفیان بن ثوریؒ (جن کا مذہب چوتھی صدی کے بعد تک رہا) ☆ ضرارہ بن اعیونؒ ☆ محمد بن مسلمؒ (سولہ ہزار احادیث امام صادقؑ اور تین ہزار امام محمد باقرؑ سے نقل کی ہیں) ☆ ابوبصیر ☆ حمران بن اعین (علم الکلام کے ماہر) ☆ محمد بن علی (مومن طاق) ☆ ابوایوب (سجستانی) ☆ شعبہ بن حجاج (جن کی بکثرت احادیث کتب صحاح میں ہیں) ☆ سفیان بن عینیہ م ۱۵۸ھ (آپ کا مذہب ایک مدت تک رائج رہا) ☆ یحییٰ بن القطان ☆ مفضل بن عمرہ ☆ ہشام بن حکم کمیت بن

یزیداسری ☆ ہشام بن سالم ☆ حاتم بن امعیل (ان سے بخاری، ترمذی اور مسلم نے روایت کی ہے) ☆ سعیدابن سمی م۲۰۱ ھ امام شافعی کے استاد ☆ حفظ ابن غیاث (بغداد اور کوفہ کے قاضی اور محدث) ☆ اسحاق بن اعمار کوفی ☆ ابوالمنذ رزبیرابن محمد (ان کی روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں) ☆ یزیدابن معاویہ ☆ یحیٰی بن سعید بصری م۱۹۸ھ (ان کی روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں) ☆ ابوحمزہ ثمالی ☆ اسماعیل بن جعفر الفاری م۱۸۰ ھ (ان کی روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں) ☆ لیث ابن نجری ☆ ابراہیم ابن محمد مدنی م۱۹۱ھ صاحب تصنیف اور امام شافعی کے استاد ☆ یونس ابن طبان ☆ ابوعاصم ضحاک ابن مخلد ☆ جیب ابن ثابت ☆ محمد ابن خلیج مدنی ان کی روایتیں بخاری، نسائی، ماجہ میں ہیں) ☆ نحول ابن راشد ☆ عبدالوہاب ابن عبدالمجید ☆ عطیہ بن سعد ☆ عبداللہ ابن وکین ☆ سلمیٰ ابن کہل ☆ بشیر بن میمونہ خراسانی (ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی) ☆ اجلح کندی ☆ اسمعیل ابن عبدالرحمٰن ☆ ایوب ابن تمیمہ م۱۲۱ھ (جو اعمش اور قتادہ کے استاد) ☆ منہال بن عمر کوفی ☆ عبدالمالک ابن جریج م۱۴۹ھ (جنہیں اسلام کا پہلا مصنف کہا جاتا ہے) ☆ عدی بن ثابت ☆ ابان بن عثمان ☆ زید بن حارث، بکیرابن اعین ☆ محمد بن سلیمان المدنی (ابن ماجہ، بخاری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے) ☆ جمیل ابن دراج ☆ شعبہ الحجاج ☆ حماد ابن عثمان ☆ عبدالعزیز بن عمران بن عبدالعزیز الرازی م۱۹۷ ھ (ترمذی نے روایت کی ہے) ☆ حارث ابن مغیرہ ☆ عبداللہ بن رکین کوفی ☆ معلیٰ ابن خیس ☆ یحییٰ ☆ وضاحی ☆ عبد المالک ابن عین ☆ موسیٰ بن اسمعیل ☆ زید بن عطا بن السائب ☆ معصب بن سلام تمیمی ☆ ابراہیم ابن سعد زہری متوفی ۱۸۳ھ حضرت امام احمد بن حنبل کے استاد اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں ☆ عبدالمالک ابن جریج فرسی متوفی ۱۴۹ھ ☆ فضیل بن بسیار ☆ مفضل بن صالح اسدی کوفی (ترمذی کے راوی ہیں) ☆ ایوب ابن ابوتمیمہ ☆ سختیانی بصری ☆ مومن الطاق ☆ معاویہ ابن عمار ☆ عثمان بن فرقد بصری (آپ کی بے شمار روایتیں ترمذی نے نقل کی ہیں) ☆ حارث ابن عمر (امام جعفر صادقؒ سے روایت نقل کرتے تھے) ☆ فضیل ابن عیاض متوفی ۱۸۷ھ (جن کی روایتیں بخاری، ترمذی، صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں موجود ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے چند فلک وقار شاگردوں کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ آپ کے شاگردوں میں امام فقہ، مفسرین، محدثین علم اور عرفان کے جاننے والے سبھی موجود تھے مستند سیر و کتب کے سے مؤرخین نے آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، جنہوں نے اپنی علمی صلاحیتوں کا بھرپور پرچار کیا۔

علمی فیوض و برکات

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے متعلق امام مالک بن انسؒ لکھتے ہیں۔ میری آنکھوں نے علم و فضل ورع و تقویٰ میں امام جعفر صادقؒ سے بہتر دیکھا ہی نہیں۔ آپ بہت بڑے عالم و زاہد تھے۔ خدا سے بے پناہ ڈرنے والے تھے۔

امام جعفر صادق سادات اہل بیت میں سے تھے۔آپ صاحب منہاج مجتہد مطلق تھے۔

علامہ شہرستانیؒ (م ۵۴۸ھ) امام جعفر صادقؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

"ما تعرض للامامة قط ، ولا نازع أحدا في الخلافة قط" . ۲۲

ترجمہ: انہوں نے امامت کے لئے کسی سے تعرض نہیں کیا اور نہ خلافت حاصل کرنے کے لئے کسی سے جھگڑا کیا حصول مقصد، طلب حقیقت اور طلب حلال میں ہمہ تن متوجہ تھے۔آپ خوش ذوق اور خوش لباس تھے۔امام سفیان ثوری، امام جعفر صادقؒ سے ملاقات کے لئے گئے ۔ریشم کی قمیص اور چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔تعجب سے دیکھنے پر فرمایا: اے ثوری! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی: اے فرزند رسول! یہ لباس آپ کا ہے اور آپؐ کے آباؤ اجداد کا۔فرمایا: وہ ایک زمانہ تھا وہ اپنی تنگ دستی اور ضروریات کے مطابق عمل کرتے تھے اب اس دور میں ہر چیز عام ہو چکی ہے۔

امام جعفرؒ نے قمیض ہٹائی اس کے نیچے اون کی قمیض تھی جس کا دامن ریشمی قمیض سے چھوٹا تھا۔فرمایا: اون والی قمیض اللہ کے لئے پہنی ہے اور دوسری یعنی ریشم والی قمیض تمہارے لئے پہنی ہے۔جو اللہ کے لئے ہے اس کو ہم نے پوشیدہ رکھا ہے اور جو تمہارے لئے اس کو ہم نے ظاہر کیا ہے۔۲۳

علمی مناظرہ

علامہ رشید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی ابن شہر آشوب ماژندرانی المتوفی ۵۸۸ھ نے دربار منصور کا ایک اہم واقعہ نقل فرمایا ہے۔جس میں مفصل طور پر یہ واضع کیا ہے کہ ایک طبیب جس کو اپنی قابلیت پر بڑا بھروسہ اور غرور تھا۔وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کس طرح شرمندہ ہو کر آپ کے کمالات کا معترف ہو گیا۔

ایک بار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منصور دوانقی کے دربار میں تشریف فرما تھے۔وہاں ایک طبیب ہندی طب کی باتیں بیان کر رہا تھا اور حضرت خاموش بیٹھے سن رہے تھے۔جب وہ کہہ چکا تو حضرت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔اگر کچھ پوچھنا چاہیں تو شوق سے پوچھیں۔آپ نے فرمایا، میں کیا پوچھوں، مجھے تجھ سے زیادہ معلوم ہے۔(طبیب اگر یہ بات تو میں بھی کچھ سنوں (امام) جب کسی مرض کا غلبہ ہو تو اس کا علاج ضد سے کرنا چاہیے یعنی حار ''گرم'' کا علاج ''سرد'' سے تر کا خشک سے، خشک کا تر سے اور ہر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھے، یاد رکھ معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز سو دواؤں کی ایک دوا ہے۔جس چیز کا انسان عادی ہو جاتا ہے، اس کے مزاج کے موافق اور اس کی صحت کا سبب بن جاتی ہے۔(طبیب) بے شک آپ نے جو بیان فرمایا ہے۔اصلی طب یہی ہے (امام)۔یہ سمجھنا چاہیے کہ میں نے جو بیان کیا ہے۔یہ طب کی کتابیں پڑھ کر حاصل کیا ہے۔بلکہ یہ علوم مجھ کو خدا کی طرف سے ملے ہیں۔اب بتا تو زیادہ علم رکھتا ہے۔یا میں (طبیب) میں (امام) اچھا میں چند سوال کرتا ہوں ان کا جواب دے آنسوؤں اور رطوبتوں کی جگہ سر میں کیوں ہے؟ سر

پر بال کیوں ہیں، پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے'' پیشانی پر خط اور شکن کیوں ہیں۔ دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپر کیوں ہیں۔ ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں بنائے گئے ہیں۔ آنکھیں بادامی شکل کی کیوں ہیں۔ ناک کا سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہے۔ منہ پر دو ہونٹ کیوں بنائے گئے ہیں۔ سامنے کے دانت تیز اور ڈاڑھ چوڑی کیوں ہے اور ان دونوں کے بیچ میں لمبے دانت کیوں ہیں۔ دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں۔ مردوں کی داڑھی کیوں ہوتی ہے۔ ناخن اور بال میں جان کیوں نہیں۔ دل صنوبری شکل کا کیوں ہے۔ پھیپھڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہیں اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتے ہیں۔ جگر کی شکل محدب کیوں ہے۔ گردے کی شکل لوبیے کے دانے کی طرح کیوں ہے۔ گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جھکتے۔ دونوں پاؤں کے تلوئے بیچ سے خالی کیوں ہیں؟ (طبیب) میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ امام نے کہا کہ میں ان کا جواب دے سکتا ہوں۔

(امام علیہ السلام) (۱) سر اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا (۲) بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے۔ اور بہت سے دماغی بخارات نکلتے رہیں۔ دماغ گرمی اور سردی سے محفوظ رہے (۳) پیشانی بالوں سے اس لیے خالی ہے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے (۴) پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے۔ جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان اسے پونچھ کر پھینک دے جس طرح زمین پر پانی جاری ہوتا ہے۔ تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ (۵) پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئی ہیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے اور بوقت ضرورت بند ہو کر آنکھ کی حفاظت کر سکیں نیز سونے میں مدد دے سکیں۔ تم نے دیکھا ہو گا جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے اوپر رکھ کر سایہ کر لیتا ہے (۶) ناک کو دونوں آنکھوں کے درمیان اس لیے قرار دیا ہے کہ مجمع نور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے (۷) آنکھوں کے بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ وقت ضرورت سلائی کے ذریعے سے دوا (سرمہ وغیرہ) اس میں آسانی سے پہنچ جائے۔ اگر آنکھ چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھرنا مشکل ہوتا دوا اس میں بخوبی نہ پہنچ سکتی اور بیماری دفع نہ ہوتی (۸) ناک کا سوراخ نیچے کو اس لیے بنایا کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے نکل سکیں، اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور دماغ تک کسی چیز کی بو نہ پہنچ سکتی (۹) ہونٹ اس لیے منہ پر لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے منہ میں آئیں وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے جب چاہے پھینک اور تھوک دے (۱۰) داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد عورت میں تمیز ہو جائے (۱۱) اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا یا کھٹکٹا سہل ہو۔ اور داڑھ کو چوڑا اس لیے بنایا کہ غذا پیسنا اور چبانا آسان ہو۔ ان دونوں کے درمیان لمبے دانت اس لیے بنائے کہ دونوں کے استحکام کے باعث ہوں۔ جس طرح مکان کی مضبوطی کے باعث ستون (کھمبے) ہوتے ہیں (۱۲) ہتھیلیوں پر بال اس لیے نہیں بنائے کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی، سختی، گرمی اور سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جائے۔ بالوں کی صورت میں یہ بات نہ ہوتی (۱۳) بال اور ناخن میں جان اس لیے نہیں کہ ان چیزوں کا بڑھنا برا

معلوم ہوتا ہے اور نقصان رساں ہے۔ اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی (۱۴) دل صنوبری شکل یعنی سر پتلا اور دم چوڑی (نچلا حصہ) اس لیے ہے کہ با آسانی پھیپھڑے میں داخل ہو سکے اور اس کی ہوا سے ٹھنڈک پاتا رہے تاکہ اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھ کر بیماریاں پیدا نہ کریں (۱۵) پھیپھڑے کا دو ٹکڑے اس لیے ہوئے کہ دل ان کے درمیان رہے اور وہ اس کو ہوا دیں (۱۶) جگر محدب اس لیے ہوا کہ اچھی طرح معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور غذا کو ہضم کرے (۱۷) گردہ لوبیے کے دانے کی شکل کا اس لیے ہوا کہ (منی) یعنی نطفہ انسانی پشت کی جانب سے اس میں آتا ہے اس کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو سبب لذت ہے (۱۸) گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گر گر پڑتا۔ آگے چلنا آسان نہ ہوتا (۱۹) دونوں پیروں کے تلوے بیچ میں سے اسلیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے با آسانی پیر اٹھ سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو سارے بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہو جاتا۔

یہ جوابات سن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے۔ فرمایا اپنے دادا سے انھوں نے رسول خداؐ سے حاصل کیا تھا اور انھوں نے خدا سے سیکھا ہے۔ اس نے کہا۔ ''انا اشھدان لا الہ الااللہ وان محمدارسو لاللہ وعبدہ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول اور عبد خاص ہیں۔ وانک اعلم اھل زمانہ اور آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم ہیں۔[۲۴]

امام جعفر صادقؑ کی علمی خدمات کی میں ایک اہم ترین علمی کام روشنی کا نظریہ پیش کرنا ہے۔ اس نظریہ کا ایک مشہور مدرس انگلینڈ کی آکسفورڈ یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر راجر بیکن بھی تھا۔ نور کے بارے میں ان کی تھیوری بھی وہی تھی جو امام جعفر صادقؑ نے بتائی ہے۔ آپ کی مانند اس نے بھی یہی کہا تھا کہ اگر ہم کوئی ایسا آلہ بنائیں جو دور کی تمام اشیاء کا نور ہماری آنکھوں میں پہنچائے تو ہم ان اشیاء کو پچاس گناہ زیادہ قریب دیکھیں گے۔ اسی نظریئے کی بنیاد پر ۱۴۰۸ میں لپرشی فلا مانڈی نے پہلی دوربین ایجاد کی۔[۲۵]

موسس دانش گاہ جعفریہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے علم کے فروغ کے لئے انتہائی پر آشوب دور میں بے پناہ کوشش کی۔ آپ نے مدینہ منورہ میں علوم اسلامیہ کی تدریس کے لیے ایک حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی۔ جس کے مختلف شعبے قائم کیے اور ان شعبوں میں ہزاروں افراد علم وفنون اسلامی کے مختلف شعبوں میں مشغول تعلیم وتحصیل علوم تھے۔ اسی علمی مکتب میں آزادانہ طور پر علمی مسائل کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے اور کھلے دل وذہن کے ساتھ آئیڈیالوجی پر گفتگو ہوتی۔ اس مخزن علوم وفضل سے ایسے ایسے کامل بلکہ اکمل ترین استفادرکھنے والے پیدا ہوئے جن کے سامنے بڑے بڑے فصحائے دوراں، زانوئے ادب خم

کرنے میں فخر سمجھتے ہیں۔صرف فقہ ومعارف علوم اسلامی سے متعلق مدینہ میں امام جعفر صادقؑ کی درسگاہ سے چار ہزار سے زائد طلباء آپ کی ذات برکات سے سیراب ہورہے تھے یہی کوفہ میں قائم ہونے والی یہ جامعہ جہاں ہدایت کے مینار کو منہدم کیا گیا اور باب علم کی شہادت کے کچھ عرصے بعد انہی کے ایک فرزند نے پھر سے شمع علم مدینہ میں روشن کی۔ پروانے جوق در جوق اس شمع علم وہدایت کے گرد جمع ہوگئے۔اور اس نور ہدایت وامامت سے اکتساب نور کرنے لگے۔آپ صدق وصفا کی تعلیم نے آپ کو صادق کے لقب سے ملقب کیا۔

باب مدینہ علم کی شہادت ۴۰ھ میں ہوئی۔۴۰ھ کے بعد مولائے متقیان کی درس گاہ کا مدیر کون رہا؟ ممکن ہے حضرت امام حسن علیہ السلام سے لے کر حضرت امام محمد باقر تک آئمۃ الطاہرین اسے چلاتے رہے ہوں پھر صادق آل محمد کے دور میں یہ جامعہ مدینہ منورہ منتقل ہوگئی ہو۔مدینہ منورہ میں ذوالحلیفہ کے پاس پھر ایک عظیم الشان درسگاہ تعمیر کی گئی۔جس میں چھ ہزار سے زیادہ طالب علم درس حاصل کرنے لگے۔یہ جامعہ ایک وسیع وعریض رقبے میں واقع تھی۔عمارت تو منہدم ہوچکی تھی جس کی از سر نو تعمیر کی طرف تعصب وتنگ نظر حکومت نے کوئی توجہ نہ دی البتہ رقبہ سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کئی ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے۔

مدینہ میں دانش گاہ جعفریہ تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہے۔اس لئے کہ تاریخ نے اب تک کسی ایسے مدرسے کی نشاندہی نہیں کی جس میں بیک وقت کئی ہزار فلسفی، مفکرین اور ارباب نظر تحصیل علم کرتے ہوں آپ نے دانش گاہ جعفری میں قرآن، فقہ، تفسیر، حدیث، روایات عرفان، علم مناظرہ، علم منطق، علم طئیر۔علم سیارگان، علم فلسفہ علم تاریخ، علم ارضیات، علی فلکیات و کیمیا، علم سماجیات، علم انسانیت، علم سیاسیات۔علم اخلاقیات، علم منطق، علم جعفر، علم الاعداد، علم رمل، علوم نجوم، علم تشریح الابدان، سائنسی علوم اور دیگر علوم کی تعلیم دی جاتی ہو اور ایک فرد واحد بتا دیتا ہو آج جب کہ علوم کے بے شمار شعبے معرض وجود میں آچکے ہیں۔کوئی استاد دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ سب علوم بیک وقت پڑھا سکتا ہے۔سوائے راسخون فی علم ہستیوں کے۔[۲۶]

His responsibilities as the Imam of the time. Imam A.S had two options to choose from either involve him self in political activities or seek reform through the process of education. We can appreciate Imam Sadiq wisdom and deep foresight in choosing this option to bring about necessary changes in society.[۲۷]

ترجمہ:امام کے پاس دو راستے تھے یا تو آپ اس وقت کی سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہو

جاتے یا آپ تعلیم کے ذریعے سے معاشرے کو بدلتے لہذا آپ کی تخصیت کی گہری بصیرت تھی کہ آپ نے تعلیم کے ذریعے سے معاشرے کے لیے ضروری تبدیلی کی۔

مسئلہ خروج اور امام جعفر صادقؒ

امام جعفر صادقؒ نے اگر چہ سیاست سے کنارہ کشی کا مصمم عزم کر لیا تھا۔لیکن سیاست نے تو ان کا دامن نہ چھوڑا۔ علم فقہ میں وہ مسلمانوں کے آئمہ میں سے تھے۔اگر چہ امامیہ کا کہنا ہے امام صاحب سیاست سے کنارہ کش ہونے کے باوجود بھی وہ سیاسی امور میں امام حقیقی کا درجہ رکھتے تھے۔اگر مطالبہ خلافت کے بارے میں انہوں نے سکوت اختیار کیا تو یہ سکوت تقیہ تھا۔اسے رضا کارانہ اطاعت میں بھی نہیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی سیاست سے نفرت قرار دیا جا سکتا ہے۔ سکوت اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو اور دیگر مسلمین کو اذیتوں سے محفوظ رکھ سکیں اور مصالحِ اسلامیہ عامہ کی حفاظت کر سکیں۔

ان کے زمانے میں علویوں نے خروج کیا۔امام زید نے ،محمد نفس زکیہ اور ابراہیم نفس ذکیہ نے خروج کیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا امام جعفر صادقؒ اس خروج کے حامی تھے؟۔

امامیہ حضرات کا کہنا ہے کہ امام صادقؒ اس خروج کے حامی نہیں تھے۔کیونکہ ان خروج کرنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کی امامت تو ارث سے ثابت ہو۔یا اس فیضان روحانی سے بہرہ ور ہو جو امام اپنے بعد میں آنے والے کو عطا کرتا ہے یہ حق ان کے والد (امام باقرؒ) کو اپنے والد (امام زین العابدینؒ) کے بعد حاصل ہوا اور والد کے بعد خود انہوں نے امام زید کا ساتھ نہیں دیا۔اور اس حادثہ فاجعہ پر آپ نے آنسو بھی بہائے۔اور مقتولین کے پسماندگان کی کھلے دل سے مالی معاونت بھی فرمائی۔اور ان لوگوں کو سخت ملامت کی۔جنہوں نے خروج کی دعوت دی تھی۔نصرت وعدہ تو کیا مگر وقت آنے پر چھوڑ گئے۔ان میں ہشام بن عبد الملک سرفہرست تھا۔

اس واقعہ پر اظہار رائے کرتے ہوئے انہوں نے امام زید کیلئے مزید کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔وہ ذہین، عارف، عالم اور صادق تھے اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو وفائے عہد کرتے ،اگر حکومت ان کے ہاتھ میں آ جاتی تو اس کی ذمہ داری کو خیر وخوبی کے ساتھ انجام دیتے۔[۲۸]

ابوزہرہ مصریؒ مزید لکھتے ہیں:

امام زید کے ساتھ خروج میں امام جعفر صادقؒ کی عدم شرکت صرف عدم موافقت کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی آپ نے اپنے آپ کو علم وتدریس کے لئے وقف کر دیا تھا۔البتہ مالی امداد اس طرح کرتے رہے جیسے امام ابوحنیفہؒ نے درہم

و دینار کی تھیلیاں امام زید کی اعانت کے لئے کھول دیں کہ وہ حرب وقتال کی تیاری کریں۔[۲۹]

فقہ جعفریہ کا نظریہ امامت:

امامت کا عقیدہ مکتب امامیہ میں انتخابی نہیں بلکہ انتصابی ہے۔اہل تشیع کے نزدیک امامت اصول دین میں سے ہے۔رحلت سے قبل نبی اکرمؐ کے لئے ضروری تھا کہ آپ کسی شخص کو متعین کر کے جاتے۔آپ نے اپنے بعد حضرت علیؓ کو حکم خداوندی سے اپنا وصی، امام اور خلیفہ متعین فرمایا۔بعد میں حضرت علی کی اولاد میں امامت کا سلسلہ جاری رہا۔[۳۰]

امام وقت کی معرفت ضروری ہے اس لیے پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية. [۳۱]

ترجمہ: جو اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر فوت ہو گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

صاحب دائرۃ المعارف تشیع نے لکھا ہے، کہ امامت اصول دین میں داخل ہے۔[۳۲]

امام جعفر صادقؒ کا ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت و دلیل اس کی مخلوق پر امام کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ امام کی پہچان ہو جائے، نیز زمین کبھی وجودِ امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔ [۳۳]

علم امام سے متعلق امام جعفر صادقؒ کا قول روایت کیا جاتا ہے کہ امام جب کسی چیز کا علم حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ امام کو اس چیز سے آگاہ کر دیتا ہے۔[۳۴]

امام کے بارے میں اہل تشیع کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ نبی کے مانند تمام آئمہ اپنے عہد طفولیت سے لے کر وفات تک تمام ظاہر و باطن، رذائل و فواحش سے معصوم ہوتے ہیں۔اور وہ سہواً، خطاء اور نسیان سے بھی معصوم ہوتے ہیں اگر امام سے معصیت کا صدور ممکن تصور کر لیا جائے اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو امام کا مقام و مرتبہ اور عزت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی۔اس کی اطاعت کوئی فائدہ نہ دے گی، یوں اس کے منصب امامت پر فائز ہونے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔اس کی اطاعت و تعظیم واجب نہیں رہے گی۔امامت کے حوالہ سے یہ بھی ہے کہ امام دراصل نبی کی طرف سے شریعت کا محافظ ہوتا ہے۔اس لئے اسے معصوم تسلیم کرنا لازمی ہے وہ اپنے علم و عمل دونوں طرح سے شریعت کی حفاظت کرتا ہے شریعت پر امام کی محافظت اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتیں جب تک وہ معصوم نہ ہو۔[۳۵]

اہل تشیع کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ ان کا امر و نہی اللہ تعالیٰ کا امر و نہی ہے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ان کی معصیت اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے۔ان کا دوست اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ان کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے ان کی کسی بات کو ردّ کرنا جائز نہیں۔ان کا رد رسول اللہ کے رد کے مترادف اور رسول اکرم کا رد اللہ تعالیٰ کے رد کے مترادف ہے۔لہٰذا آئمہ

کے اوامر واحوال کی اطاعت واجب ہے۔[۳۶]

امام جعفر صادق نے مسئلہ امامت کی تبلیغ وتبیین، دینی احکام کی تبلیغ اور قرآن کریم کی روش اہل بیت کے مطابق تفسیر، زیر زمین اور خفیہ طور پر سیاسی اور اسلامک آئیڈیالوجی تشکیل دی۔علویوں کی مسلح جدوجہد کی خفیہ طور پر ہدایت ورہنمائی اور سیاسی فعالیت، خطبات، وعظ ونصیحت، خطوط واشعار وغیرہ کی صورت میں ان کلی خطوط پر کام کرنے سے صرف تشیع نے استحکام و وسعت اختیار کی بلکہ خود اسلام اور دین کی آئیڈیالوجیکل بنیادیں بھی مضبوط ہوئیں۔نیز علوم معارف کے چشمے جاری ہوئے۔جن سے ہر خاص و عام نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔اور ایسے بیسیوں مذاکرے اور مناظرے بھی انجام دیئے۔جن سے نہ صرف منحرف لوگ راہ راست پر آئے بلکہ دوسروں نے بھی ان سے بھرپور استفادہ کیا۔[۳۷]

فقہ جعفری کے بنیادی مصادر

مذہب اہل تشیع پر کتب کی کثیر تعداد بیان کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ مشہور اہل علم میں سے چار ہزار افراد نے امام جعفر صادقؓ سے روایت کیا ہے اہم شیعہ حضرات کے ہاں صرف اصول پر ایسی چار سو کتب معروف ہیں جنہیں امام جعفر صادقؑ اور آپ کے فرزندار جمند امام موسیٰ کاظمؒ کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا۔

ابوعبداللہ محمد بن مکیؒ کا کہنا ہے کہ مختلف مسائل میں امام جعفر صادقؒ کے جوابات اہل عراق، حجاز، خراسان اور شام کے ۴۰۰ سو افراد نے لکھے، اسی طرح کا قول امام باقرؑ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ابن المعلم محمد بن محمد النعمان کا قول ہے کہ علماء نے اہل بیت میں سے جس قدر امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے اتنا کسی اور سے نقل نہیں کیا گیا۔[۳۸]

شیعہ امامیہ کے نزدیک درج ذیل کتب بنیادی مصادر ہیں ان میں شامل روایات اصول، فقہ اور کلام وغیرہ سب مباحث پر مشتمل ہیں کتب اربعہ شیعہ حضرات کے ہاں وہی اہمیت رکھتی ہے جو اہل سنت کے ہاں صحاح ستہ کو حاصل ہے۔ [۳۹]

۱۔ الکافی ......ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی (م۳۲۹ھ) اثناعشریہ کے اصول معروفہ میں یہ کتاب سب سے قدیم مانی جاتی ہے۔اس میں اہل بیت کے طریق سے مسند احادیث کی تعداد ۱۶۱۹۹ ہیں۔[۴۰]

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ......أبو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی (م۳۸۱ھ) ہیں جو شیخ صدوق کے لقب سے مشہور ہیں اہل بیت کے طریق سے اخذ کردہ احادیث کی تعداد ۹۰۴۴ ہے، جو احکام وسنن پر مشتمل ہیں۔

۳۔ التھذیب......ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی طوسیؒ (م۴۶۰ھ) کی کتاب ہے۔

۴۔ الاستبصار...... یہ کتاب بھی ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی طوسیؒ (م۴۶۰ھ) کی ہے یہ کتاب بھی مجموعہ احادیث ہے۔

۵۔ الذریعة فی علم اصول الشریعة......السید شریف المرتضیٰؒ (م۴۴۳ھ) کی تالیف ہے۔

۶۔ المبسوط فی التفریع علی الاصول الفقیه......ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسیؒ (م۴۶۰ھ) کی ہے الفہرست

بھی امام طوسی کی ہے۔

۷۔ **الخلاف فی الفقه،عدة الاصول فی اصول الفقه** بھی جعفر طوسی کی ہے۔

۸۔ **تهذیب الاصول ......المبادی ، شرح غایة الرسول الی علم الاصول از جمال الدین حسن بن یوسف بن علی المطهر** (م۷۲۶ھ) کی ہے ۔ان کے علاوہ متاخرین امامیہ میں سے درج ذیل کتب زیادہ مشہور ہیں

۹۔ **الوافی ......محمد بن مرتضیٰ بن محمود** (م۱۰۹۱ھ) کی کتاب ہے۔۲۰ مجلدات پر مشتمل ہے

۱۰۔**وسائل الشیعه محمد بن حسن الحر العاملی** (م۱۱۰۴ھ) اس کتاب کا پورا نام تفصیل وسائل الشریعة الی تحصیل احادیث الشریعة علی ترتیب کتاب الفقه ہے۔

۱۱۔ **بحار الانوار......محمد باقر بن محمد تقی مجلسی** (م۱۱۱۰ھ) کی تصنیف ہے جو نبی کریم اور اہل بیت اطہار کے آئمہ سے مروی احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ سو سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۲۔ **جامع الاحکام ابو جعفر عبداللّٰہ بن محمد رضا شیر المشهور بالسید عبداللّٰہ شبر** نے تصنیف کی۔

۱۳۔ **الشفاء فی حدیث آل مصطفیٰ ...... محمدرضا بن عبد اللطیف تبریزی** (م۱۱۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

۱۴۔ مستدرک الوسائل مرزا حسین (م۱۳۲۲ھ) کی تصنیف ہے۔

فقہ جعفریہ مسلک کی ترویج واشاعت

فقہ جعفری کی ترویج و اشاعت میں امام جعفر صادقؒ کے چار ہزار تک تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔جنھوں نے اپنے استاد کے فقہی افکار کی تبلیغ کی ۔ان میں نمایاں نام ابان بن تغلب، حمران بن اعین، زراہ بن اعین، مومن الطارق اور ہشام بن الحکم کے ہیں۔امامیہ اثناعشری کو ماننے والوں نے خصوصاً اس کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دنیا کے متعدد ممالک میں یہ مکتب پھیلا تو ضرور لیکن ایران کے سوا کہیں غالب اکثریت حاصل نہ کر سکا کہیں اس نے سادہ اکثریت حاصل کر لی اور کہیں اقلیت میں رہا۔اس کے ماننے والوں نے ہر حالت میں فقہ جعفری کے اصول وفروع پر عمل جاری رکھا۔خواہ وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں۔اس وقت ایران وہ واحد ملک ہے جہاں کی اکثریت شیعہ اثناعشری ہے اور ملکی آئین میں شیعہ مکتب ہی کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

عراق، لبنان اور شام میں بھی فقہ جعفری کے متبعین بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔لبنان میں ان کے لئے خاصی شرعی عدالتیں ہیں جن میں اثناعشری فقہ سے تعلق رکھنے والوں کے شخصی معاملات نمٹائے جاتے ہیں۔ یہ عدالتیں محاکم جعفریہ سے موسوم ہیں۔شام اور لبنان میں شیعہ امامیہ کے معتقدین کو متوالی کہا جاتا ہے یعنی پیروان حضرت علی۔

پاکستان، بھارت اور افغانستان میں بھی فقہ جعفری پر عمل کرنے والے کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔لیکن اب ان ممالک میں جعفریوں کی تعداد اہل سنت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ پاکستان کی عدالتوں میں شیعہ حضرات کو اپنے شخصی معاملات ان کی اپنے فقہ کے مطابق طے کرانے کی قانونی آزادی حاصل ہے۔ البتہ لبنان کی طرح ان کے لئے پاکستان میں علیحدہ عدالتوں کا جواز نہیں ہے۔ بلکہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں اپنے اپنے فقہ کے مطابق اپنے معاملات عدالتوں میں طے کرواتے ہیں۔[۴۱]

اثنا عشری کی معتبر ترین تصنیفات

فقه الرضا ، قرب المسائل ، منتهی الاعمال ارشاد، منتهی الطب اسناد ، تحریر تذکرة الفقهاءابن مطهر حلی کی تصنیفات میں‌سے هیں،ابن بابویه کی مقنعه، الافعال، مدینة العلم ، مجلس ، خلاصه ، مختلف معالم،ابن جنید کی مختصر ، مصباح ، قواعد، نهایه، نافع اوراس کی شرح لمحه، اس کی شرح ایضاح، خلاف، تحریر ، ارشاد،محمد بن علی ابراهیم کی، مقنع ، معتبر ، مکارم الاخلاق، العللالشرائع ،تجرید ،الفین ،المراجعات،الغدیر،الامالی،حیات القلوب،بحار الانوار،تفسیر نمونه تصانیف هیں.

ابن معلم کی مقنعہ، کتاب الاشراف کی تصنیف ہیں، کراجکی کی کنز الفوائد، قمی کی جنة الامان . فلاح اورمسائل ،شیخ مقتول کی ذکری ، باقر مجلس کی بحا رالانوار عدالتوں میں سب سے مقبول کتاب شرائع الاسلام از جعفر بن حسن بن علی ہے اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ زین العابدین احمد شامی عاملیؒ نے مسالک الافهام بہت اچھی شرح لکھی ہے۔ متن میں سالک اور حاشیہ پر شرائع الاسلام ہے۔ دوسری شرح مدارک ہے محمد حسین نجفیؒ (۱۴۰۰ھ) میں جواہر الکلام کے نام سے لکھی۔

فضائل وکمالات

الامام ابو حنیفة النعمان :

روی عنه انه قال : مارایت احد افقه من جعفر بن محمد، ثم قال ابو حنیفة : الیس قد روینا ان اعلم الناس : اعلمهم باختلاف الناس [۴۲]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے زیادہ کسی کو بڑا فقیہہ نہیں پایا۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ان کا علم ایسا ہے کبھی کسی نے اس سے میں اختلاف نہیں کیا۔

ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ :

قال فی ذکر الجواب عما فخرت به بنو امیة علی بنی هاشم، ما نصه : (فا اما الفقه والعلم والتفسیر والتاویل، فان ذکر تموه لم یکن لکم فیه احد، وکان لنا فیه مثل علی بن ابی طالب... و جعفر بن محمد الذی ملا الدنیا علمه وفقهه، ویقال ان اباء حنیفة من تلامذته، وکذلک سفیان الثوری، و حسبک بهما فی هذا الباب...) [۴۳]

ترجمہ: علامہ جاحظ کہتے ہیں کہ آپ بنو ہاشم کے بھی فخر ہیں۔اور میں نے فقہ،تفسیر تاویل میں ان سے زیادہ کسی کو بڑا عالم نہیں پایا۔اور جب کبھی آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے انکار نہیں کیا۔ آپ کا علم حضرت علی جیسا تھا۔امام جعفر صادق نے دنیا کو علم اور فقہ سے روشن کر دیا۔آپ کے مشہور تلامذہ میں امام ابوحنیفہ سفیان ثوری اور دیگر شامل ہیں۔

ابن حبان،ابو حاتم التمیمی البستی:

قال: جعفر بن محمد...کان من سادات اهل البیت فقها وعلما و فضلا، روی عنه الثوری ومالک و شعبة والناس......) [۴۴]

ترجمہ: علامہ ابن حبان کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد اہل بیت کے سادات میں سے سب سے بڑے فقیہی عالم اور فضیلت والے تھے۔اسی طرح سفیان ثوری، مالک اور شعبہ نے بھی روایت کی ہے۔

ابو عبدالرحمان السلمی :

قال: جعفر الصادق علیه السلام فاق جمیع اقرانه من اهل البیت ،وهو ذو علم غزیر فی الدین ، وزهد بالغ فی الدینا ، وورع تائم عن الشهوات، وأدب کامل فی الحکمة). [۴۵]

ترجمہ: عبدالرحمٰن السلمی امام جعفر صادق کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ اہل بیت میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔آپ نے دنیا کو علم وزھد اور شہوات سے بچاؤ،ادب ءکامل اور دنیا کی حکمتیں بتائیں۔

جماالدین ابو الفرج ابن الجوزی :

قال فی (المنتظم) ابو عبدالله بن جعفر الصادق ...کان عالما ذاهدا عابدا..... [۴۶]

ترجمہ: ابن الجوزی ابوعبداللہ امام جعفر صادق کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ عالم، عابد اور زاہد تھے۔

محمد بن طلحة الشافعي :

قال:(هو من عظماء اهل البيت و ساداتهم عليهم السلام ، ذو علوم جمة، و عبادة موفرة ،وأوراد متواصلة، وزهادة بينة، و تلاوة كثيرة، يتبع معانى القرآن ، ويستخرج من بحر جواهرق، ويستنتج عجائبه، و يقسم وقاته على انواع الطاعات، ۴۷

ترجمہ: محمد بن طلحہ الشافعی فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق اہل بیت کے بڑے لوگوں میں سے ہیں بہت زیادہ علم والے، عبادت گزار، کثرت سے تلاوت قرآن پاک کرنے والے، اور وہ اپنے اوقات کو فرمانبرداری کی اقسام کے لحاظ سے تقسیم کرنے والے تھے۔

ابو زكريا محى الدين بن شرف النووى:

قال: الامام ابو عبدالله جعفر بن محمد ...الصادق...روى عنه محمد بن اسحاق، و يحيى الانصارى ، و مالك، والسفيان ،وابن جريج، وشعبة ،و يحيى القطان ...وآخرون واتفقوا على امامته، و جلالته ، و سيادته ..قال عمربن ابى المقدام: كنت اذا نظرت الى جعفر بن محمد علمت انه من سلالة النبيين .)۴۸

ترجمہ: علامہ ابوزکریا محی الدین فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ جعفر صادق بن محمد اور ان سے محمد بن اسحاق، یحیی انصاری، مالک، ابن جریج وغیرہ نے روایت کیں ہیں اور سب ان کی امامت پر متفق تھے اور ہر ایک نے ان کی سرداری اور بزرگی کا خیال رکھا۔ ابن عمر بن مقدام کہتے ہیں جب کبھی میں امام جعفر صادق کی طرف دیکھتا تو مجھے وہ سلسلہ اہل بیت کی ایک کڑی نظر آتے۔

احمد بن محمد ابراهيم بن ابى بكر بن خلكان :

قال: (أبوعبدالله جعفر الصادق ...كان من سادات اهل البيت ، ولقب بالصادق لصدقه فى مقالته، وفضله اشهر من ان يذكر، وله .كلام فى صناعة الكيمياء...وكان تلميذه ابو موسى جابر بن حيان اصلوفى الطرسوسى قد الف كتابا يشتمل على الف ورقة ، تنضمن رسائل جعفر الصادق .۴۹

ترجمہ: علامہ ابن خلکان کہتے کہ جعفر صادقؒ اہل بیت کے سرداروں میں سے ہیں۔قول میں ان کے سچا ہونے کی وجہ سے ان کو صادق کو لقب دیا گیا ہے۔آپ علم کیمیاء کے بانی ہیں اور آپ کے مشہور شاگردوں میں سے جابر بن حیان الطرسوسی ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق کی کتابوں کی تدوین کی ہے۔

امام جعفر صادقؒ علماء اسلام کی نظر میں

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی شخصیت اپنے آباؤ اجداد کی طرح نہ صرف اہل تشیع بلکہ تمام مسلمانوں اور پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ [50]

مذاہبِ اسلامیہ کے پیشواؤں نے بھی امام کی بے نظیر شخصیت کے حوالے سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔حضرت مالک بن انسؒ، امام شافعیؒ کے استاد تھے۔امام احمد بن حنبلؒ نے دس سال تک ان سے کسب فیض پایا۔امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک نے خود امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی اختیار کی تو اس طرح سے مذاہب اسلامی کے چاروں امام و پیشوا بالواسطہ یا بلا واسطہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے۔

عبد الحلیم جندی اپنی کتاب ''الامام الصادق'' میں لکھتے ہیں:

اگر امام مالک کے لیے فخر ہے کہ امام شافعی کے استاد تھے یا امام شافعی کے لیے فخر ہے کہ امام احمد بن حنبل کے استاد تھے تو پھر سب سے بڑا فخر امام صادق علیہ السلام کے لیے ہے کہ آپ مذاہب اربعہ کے چاروں پیشواؤں کے استاد تھے۔[51]

امام علیہ السلام نے جہاں اپنے دادا کی علم و حکمت والی میراث کو ان پیشواؤں تک منتقل کیا ہے۔وہاں دوسرے بھی ہزاروں آپ کے نامی گرامی شاگرد ہیں۔جنہوں نے آپ سے کسب فیض پایا ہے۔اور آج علم و تحقیق کی دنیا میں ان کا بہت بڑا نام و مقام ہے۔

آپ کے ان شاگردوں میں سے بزرگ محدثین سفیان ثوریؒ کہ جو تقویٰ و ورع میں تمام اہل عراق سے آگے تھے۔عمرو ابن عبید (معتزلہ کے بانی) محمد بن عبد الرحمٰنؒ، ابن ابی لیلیٰؒ اور سفیان بن عینیہؒ اور اہل سنت کے بہت سارے دیگر فقہاء و محدثین نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔

یہی وجہ ہے کہ شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلیؒ اہل سنت کے بہت بڑے عالم دین کہتے ہیں۔اہل سنت کے مذاہب اربعہ کی فقہ امام جعفر علیہ السلام کی فقہ کی طرف پلٹی ہے۔[52]

امام مالک بن انس کہتے ہیں:

ولقد كنت اتی جعفر و كان كثير المذا ح و التبسم فاذا ذكر عنده النبی اخضرو اصفر و لقد اختلفت اليه زمانا وما كنت اراه الا علی ثلاث خصال اما مصليا و اما صائما واما يقرء القرآن وما رائيته قط يحدث عن رسول الله الا علی الطهارة ولا يتكلم فی مالا يعنيه و كان من العلماء الذهاد الذين يخشون و ما رايت الا يخرج الوسادة تحته و يجعلها تحتی.

ترجمہ۔ میں کچھ عرصہ تک جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ مسکراتے اورمزاح فرماتے تھے۔ جب بھی آپ کے سامنے پیغمبر ﷺ کا نام لیا جاتا تو آپؑ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا۔ پہلے سبز ہوتا پھر سرخ ہو جاتا۔ اور میں جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو ہمیشہ تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں پایا۔ آپؑ نماز کی حالت میں ہوتے، روزے کے ساتھ اوریا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ آپ کبھی بھی وضو کے بغیر رسول خدا ﷺ سے حدیث نقل نہیں کرتے تھے۔ اور کبھی بے مقصد بات نہیں کرتے تھے آپ ان زاہد عبادت گزاروں اوران علماء میں سے تھے کہ جن کے دلوں میں خشیت الٰہی ہو میں جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ تکیہ کے نیچے سے اٹھا کر مجھے دے دیتے تھے۔

خود امام مالک کے بارے نقل ہوا ہے جب رسول اکرم ﷺ کا نام لیتے تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا۔[۵۳]

ما رائت شخص و لا سمعت اذن و لا خطر علی قلب بشر افضل من جعفر بن محمد علما و عبادة وورعا.

ترجمہ: جعفر بن محمدؑ سے افضل علم، عبادت اورورع کے لحاظ سے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی کھٹکا۔ [۵۴]

فقہ حنفی کے مشہور پیشوا نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ امام جعفر صادقؒ کے علمی مقام منزلت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ما رايت افقه من **جعفر ابن محمد**ؒ و انه اعلم الامة ۔[۵۵]

ترجمہ: میں نے جعفر ابن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا اور وہ امت اسلامی میں سے عالم تھے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

لو لا اسنتان لهلك النعمان اگر وہ دو سال کہ جن میں نے جعفر ابن محمد سے علمی استفادہ کیا ہے وہ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔[۵٦]

اگر چہ امام ابوحنیفہؒ نے مدینہ اور کوفہ میں امام جعفر صادقؒ سے کئی ملاقاتیں کی ہیں۔ مگر جن دو سالوں میں آپ نے

سلسل امامؑ سے مدینہ میں کسب فیض کیا۔امام کے علمی سمندر سے بہرہ مند ہوئے یہی دوسال آپ کی نجات کا باعث بنے۔

اہل سنت کے بہت بڑے فقیہ اور محدث شمس الدین ذہبی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔جس سے امام صادقؒ کی علمی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ لکھتے ہیں: عباسی خلیفہ منصور دوانیقی نے جعفر بن محمد کو مدینے سے عراق طلب کیا اور امام ابوحنیفہؒ سے کہا لوگ جعفر بن محمدؑ کے فضائل کے گرویدہ ہوتے جارہے ہیں لہذا تم کچھ مشکل سے مشکل سوالات تیار کرو اور ان کے ساتھ مناظرہ کرو تاکہ ان کے مقام کو کم کیا جاسکے۔

امام ابوحنیفہؒ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں منصور دوانقی مقام حیران تھا جب میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ جعفر ابن محمد منصور کے دائیں جانب تشریف فرما تھے۔جب میری نظر ان پر پڑی تو ان کے رعب و دبدبے سے متاثر ہوا ان کو سلام کیا منصور جعفر ابن محمد کی طرف متوجہ ہوا اور کہا، یا اباعبداللہ یہ شخص ابوحنیفہ ہے۔

امامؑ نے فرمایا پہلے بھی میرے پاس آئے تھے۔اور میں ان کو پہچانتا ہوں پھر منصور میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ابوحنیفہؒ اپنے سوالات کو ابوعبداللہ سے پوچھو۔ میں نے اپنے سوالات بیان کیے اور انہوں نے میرے تمام سوالات کے جواب دیئے اور فرمایا تم اس مسئلہ میں اس طرح کہتے ہو مدینہ کے لوگ یوں کہتے ہیں اور ہم اس مسئلہ میں اس طرح کہتے ہیں کبھی وہ ان کے قول کو قبول کرتے تھے اور کبھی مخالفت کرتے یہاں تک کہ جعفر ابن محمدؑ نے چالیس سوالات کے اسی تفصیل سے جواب دیئے۔ جب مناظرہ ختم ہوا تو ابوحنیفہؒ نے امام صادق رحمہ اللہ کی طرف بے اختیار اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ان **اعلم الناس باختلاف الناس** یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا وہ شخص ہے۔جو مسائل میں علماء کی مختلف آراء اور نظریات سے آگاہ ہو۔ ۵۷

ابوحنیفہؒ کے اس قول سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام صادق رحمہ اللہ اس زمانے کے تمام علماء سے زیادہ آگاہی اور علم رکھتے تھے۔اگرچہ ابوحنیفہؒ عمر میں امام صادق رحمہ اللہ سے بڑے تھے۔اور امام صادق رحمہ اللہ کے بعد وفات ہوئی بزرگ ہونے کے باوجود اس انداز سے امام صادق رحمہ اللہ کے علمی مقام کا اعتراف کرتے ہیں۔

الجاحظ نے کتاب الحیوان میں امام رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

جعفر ابن محمد الذی ملا الدنیا علمه و فقهه و یقال ان ابا حنیفه من تلامذته و کذلک سفیان الثوری و جسک بهما فی هذا الباب .

ترجمہ: جعفر ابن محمدؑ وہ ہیں جن کے علم اور فقہ نے دنیا کو پُر کردیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ ابوحنیفہؒ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔اسی طرح سفیان ثوری بھی آپ کے شاگرد تھے۔اور ان دونوں کا شاگرد ہونا آپ کی عظمت کے لیے کافی ہے۔۵۸

علامہ محمد شہرستانی الملل و لنحل کے مصنف جن کا شمار فلاسفہ اور متکلمین میں سے ہوتا ہے۔ پانچویں صدی ہجری میں تھے۔امام کے بارے فرماتے ہیں۔

هو ذو علم عزير و ادب كامل فى الحكمة و زهد فى الدنيا وورع تام عن الشهوات و يفيض على الموالى له اسرار العلوم ثم دخل العراق ولا نازع فى الخلافة احدا و من غرق فى بحر المعرفة لم يقع فى شط و من تعلى الى ذروة الحقيقة لم يخف من حط . ۵۹

ترجمہ: آپ کے پاس جوش مارنے والا علم تھا اور حکمت میں کامل ادب تھا دنیا میں زہد اور شہوات سے مکمل دوری تھی۔آپ نے دوستوں تک مختلف علوم کے اسرار و رموز کا فیض پہنچایا۔پھر آپ عراق میں داخل ہوئے اور کسی سے خلافت کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا۔معرفت وعلوم کے سمندر میں آپ ایسے غوطہ زن ہو گئے کہ ان مسائل کی طرف توجہ ہی نہ دی۔جو بھی علم و معرفت کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ کنارے پر نہیں آتا۔اور جو حقیقت کی چوٹی پر چڑھ جائے وہ نیچے گرنے سے نہیں ڈرتا۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

جعفر الصادق نقل الناس عنه ما سارت به الركبان وانتشر صيته فى جميع البلدان۔ ۶۰

ترجمہ: یعنی لوگوں نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے اتنی زیادہ احادیث نقل کی ہیں کہ انسان کی فکر وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور یہ علوم پوری دنیا میں زبان زدعام ہو گئے ہیں۔

علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے:

جعفر بن محمد احد لائمه اثنى عشر كان من سادات اهل البيت و لقب باالصادق لصدق مقالته وفضله اشهر من ان يذكر جعفر ابن محمد ۔ ۶۱

ترجمہ: بارہ اماموں میں سے ایک اور سادات اہل بیت رحمہ اللہ میں سے تھے اور آپ کی صداقت کی وجہ سے آپ کو صادق کا لقب دیا گیا اور آپ کے فضائل کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

شہید مرتضی مطہریؒ لکھتے ہیں:

لامشاحة ان انتشار العلم فى ذلك الحين قد ساعد على فك الفكر من المقاله فا صحبت المناقشات الفلسفية عامة فى كل حاضرة من حواضر العالم السلامى و لا يغوتنا ان عانشير الى ان الذى تذعم تلك الحركة هو حفيد على ابن ابى طالب المسمى باالامام الصادق هو رجل رهب افق تفكير بعيد اغوالا لعقل علم كل العام

بعلوم عصره و يعتبر فى الواقع هو اول من اسّ المدارس الفلسفية المشهورة فى الاسلام و لم يكن يحضر حلقته العلمية اوليک الذين اصبحو ا موسى المذاهب فحسب بل كان يحضر ها طلاب الفلسفة ولمتفلسفون من انحاء الواسعه

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس زمانے (زمانہ امام صادق رحمہ اللہ) مختلف علوم کے پھیلنے سے افکار کی آزادی ہوئی۔ فکری پابندی ختم ہوئی۔ جس کے نتیجے میں تمام فلسفی ابحاث اسلامی معاشرے میں عام ہوگئیں۔ جس ہستی نے اس فکری تحریک کی رہبری کی وہ علی ابن ابی طالب رحمہ اللہ کے پوتے امام جعفر صادق رحمہ اللہ ہیں اور وہ ایسے فرد تھے کہ جن کی سوچ کا افق بہت وسیع تھا۔ ان کی عقل بہت عمیق اور گہری تھی وہ اپنے دور کے علوم پر غیر معمولی توجہ رکھتے تھے۔

حقیقت میں سب سے پہلے جس ہستی نے اسلامی دنیا میں عقلی وفکری مدارس کی بنیاد رکھی وہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ ہیں۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ فقط فقہی مذاہب کی تاسیس تک محدود نہیں تھا بلکہ دنیا کے کونے کونے سے علومِ عقلی کے طلاب بھی آپ کے شاگرد تھے۔

وفات:

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ بتاریخ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ بعمر ۶۵ سال آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں مدفن ہوئے۔[۶۲]

حوالہ جات

۱۔ قمی ، شیخ عباس حاج، منتھی الآمال ،،ایران ،تہران ،کتابفروشی اسلامیہ ،ج۲،ص۱۲۰۔

۲۔ عبد الحسن محمد علی ،دور الصادق فی أمامة الاسلام و المسلمین، ایران:وزراة الارشاد و الاسلامی المجھوریة الاسلامیة ،الطبعة الثالث،۱۴۰۱ھ،ص۱۲

۳۔ قمی،قوام الدین دشنوی، النور الساطع فی احوال مولانا الامام الصادق،قم: کتاب خانہ حکمت،ص۹

٤۔ الکلینی ، محمد بن یعقوب،اصول الکافی ،ایران :مکتبہ اسلامی،ج۱،ص۲۹۳

٥۔ مجلسی،محمد باقر علامہ، جلاء العیون،تہران: کتابفروشی اسلامیہ،ص۲٦٥

٦۔ عبداللہ امرتسری، ارحج المطالب فی سیرة امیر المومنین،لاہور:حق بازار نئی انار کلی،ص۳٦۱

۷۔ اسد حیدر، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ،دار الکتب العربی،الطبعۃ سوم،۱۹٦۹ء،ج۱،ص۱۰۳

۸۔ عبدالکریم مشتاق، فقہ جعفری اور مختلف مکاتب فقہ،کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی ناشر و تاجران،ص۱۳

۹۔ (الف)۔مجلسی،محمد باقر علامہ، جلاء العیون،ص۲٦۴

(ب)۔ابن خلکان ،ابو العباس شمس الدین ،احمد بن محمد بن ابراھیم ،وفیات الأعیان و أنباء الزمان ،بیروت : دار صادر ، ۱۹۹۴ء،ج۱ص۱۰۵

۱۰۔ عبداللہ امرتسری،ارحج المطالب فی سیرة امیر المومنین،لاہور:حق بازار نئی انارکلی،ص۳٦۱

۱۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ،ج۷،لاہور: دانش گاہ پنجاب،ص۲۷۳

۱۲۔ آیت اللہ السید محسن الامین، دائرة المعارف شیعہ اعیان الشیعہ ،تہران: کتاب فروشی اسلامیہ،۱۳۴۵ھ،ص۲۴

۱۳۔ آیت اللہ،حسن صدر سید،تاسیس الشیعہ ،عراق: تاسیس الشیعہ للعلوم الاسلامیہ،شرکۃ النشر العراقیہ،ص۲۸۰

١٤۔ ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد ، مقدمہ و تاریخ،بیروت :دار الفکر،۱۹۸۸ء،ص۱۴۸

۱٥۔ الیسوعی،لوئیس معلوف، المنجد فی اللغة، دار المشرق، بیروت:۱۹٥۱ء،ص۴۱۱

۱٦۔ السید الشریف ، الجرجانی ، الحنفی ، التعریفات : کراچی،قدیمی کتب خانہ،ص۹۳

۱۷۔ (الف)۔سورۃ البینہ ۹۸:۷

(ب)۔سیوطی ، عبد الرحمن بن ابی بکر،الدر المنثور في کتاب بالماثور،بیروت:دار الفکر،ج۸،ص۵۹۸

۱۸۔ شہرستانی،ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر،الملل والنحل،پشاور: مکتبہ حقانیہ،ج۱،ص۱۶۹

۱۹۔ الطّوسی،ابوجعفرمحمد بن الحسن شیخ، التبیان ،بیروت: داراحیاءالتراث العربی،ج۳،ص۵۸۸

۲۰۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ،تہران: دارالکتب الاسلامیہ،ج۵،ص۱۲

۲۱۔ مرتضی حسین سید،اردو دائرہ معارف اسلامیہ،مقالہ اثناعشریہ،ج۱،لاہور: دانش گاہ پنجاب،ص۹۹۷

۲۲۔ مجلسی،محمد باقر علامہ،جلاءالعیون،تہران: کتابفروشی اسلامیہ،ج۲،ص۶۶۷

۲۳۔ اسدحیدر،الامام الصادق والمذاہب الاربعہ،ج۲،ص۶۷

۲۴۔ شہرالستانی،الملل و النحل ،ج۱،ص۱۶۶

۲۵۔ الذھبی،محمد حسین،سیر اعلام النبلاء،ج۶،ص۴۷۰

۲۶۔ مجلسی،محمد باقر علامہ،جلاء العیون، سوانح چہاردہ معصوم،مترجم علامہ سید عبدالحسین،انڈیا: عباس بک ایجنسی،ج۲،ص۲۵

۲۷۔ امام جعفر صادقؑ اور سائنسی انکشافات،مترجم مولانا سید محمد باقر،ایران: موسئسہ اہل بیت سازمان تبلیغات اسلامی،اشاعت اول،۱۴۱۴ھ،ص۱۴۰

۲۸۔ امام جعفر صادق کے بارے میں ۲۳یورپی دانشوروں کی تحقیق،اردو مترجم محمد موسیٰ رضوی،کراچی: تبلیغات اسلامی حصہ دوئم،ص۷

۳۳۔M.M Dungersiph. D A short history of Imam Jafar Sadiq(a.s), Tanzania: published by Bilal Muslims mission, first edition, 1979, P 13.

۲۹۔ ابوزہرہ محمد،حیات امام جعفر صادقؑ،لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص۹۲

۳۰۔ ایضاً،ص۹۳

۳۱۔ شہرستانی،الملل و النحل ،ج۱،ص۱۶۹

۳۲۔ الکلینی ، محمد بن یعقوب،اصول کافی،ج۲،ص۱۶۔۱۷

۳۳۔ آغا سلطان محمد مرزا، فلسفہء امامت، کراچی: دار ایجوکیشنل پریس، اشاعت دوم ۱۹۵۲ء، ص ۱۳۵

۳٤۔ دائرہ المعارف تشیع، ج ۲، ص ۲۴۵

۳۵۔ آیت اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف، اصل واصول شیعہ، مترجم سید ابن حسن نجفی، کراچی: ادارہ تمدن اسلام، ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۳

۳٦۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج ۱، ص ۱۳۵

۳۷۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۳٦

۳۸۔ جعفر علی میر، امام جعفر صادق اور ان کی مکتبی خدمات، ماہنامہ افکار العارف، ج ۳، شمارہ ۱۹، مدیر، (عباس مرتضی)، لاہور: المصطفی ہاؤس مسلم موڑ سنٹر، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰

۳۹۔ کرراروی، نجم الحسن، چودہ ستارے، لاہور: ادارہ نشر معارف اسلامی، ۱۳۹۳ھ، اشاعت اول، ص ۳۵۵

۴۰۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج ۱، ص ۲۰۱

۴۱۔ محمد تقی، الحکیم، الاصول العامه للفقه المقارن، دار الاندلس، ص ۱۷۷۔۱۷۸

۴۲۔ حسن صدر، تاسیس الشیعة، ص ۲۸۷

۴۳۔ حافظ مزی، تهذیب الکمال، بیروت: موسسة الرسالة، ۱۴۱۵ھ، ج ۲، ص ۲۵۷

٤٤۔ الجاحظ، ابو عثمان عمرو بن بحر، رسائل الجاحظ، مصر: المکتبة التجاریة الکبری، ص ۱۰٦

٤٥۔ ابن حبان، ابو حاتم التمیمی البستی، الثقات لابن حبان، حیدر آباد: مجلس دائرة المعارف العثمانیة، ج ٦، ص ۱۳۱

٤٦۔ القندوزی، الحنفی، ینابیع المودة، ایران: منشورات الشریف الرضی المکتبه الحیدریه الطبعة السابعة، ۱۳۸۴ھ، ج ۲، ص ۴۵۷

٤۷۔ ابن الجوزی، جمال الدین ابو الفرج، المنتظم لابن الجوزی، قاهره: المؤسسة المصریة العامة، ج ۸، ص ۱۱۱

٤۸۔ الشافعی، محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ج ۲، ص ۱۱۱

٤۹۔ النووی، شرف الدین، تهذیب الاسماء واللغات، بیروت: دار الفکر، الطبعة الثانیة، ۱۴۱۵ء، ج ۱، ص ۱۵۵

۵۰۔ ابن خلّکان، وفیات الاعیان او ابناء الزمان، ج ۱، ص ۳۰۷

۵۱۔ محمد حسین مظفر ،الامام الصادق، ص۷۵

۵۲۔ عبدالحلیم الجندی ،الامام الصادق، ص۱۷۴

۵۳۔ ابن ابی الحدید معتزلی،شرح نہج البلاغہ، ج۱،ص۱۸

۵۴۔ عبدالحلیم الجندی ،الامام الصادق، ص۷۵

۵۵۔ اسد حیدر ،الامام الصادق و المذاهب الاربعه ،ج۱،ص۵۳

۵۶۔ الذهبی،شمس الدین ،تذکرة الحفاظ ،ج۱،ص۱۲۲

۵۷۔ اسد حیدر ،الامام الصادق و المذاهب الاربعه ،ج۱،ص۵۸

۵۸۔ ایضاً،ج۱،ص۳۲۵

۵۹۔ الجاحظ ، رسائل الجاحظ،ص۱۰۲

۶۰۔ شهرستانی ، الملل و النحل،ج۱،ص۱۶۰

۶۱۔ عسقلانی،ابن حجر ،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی ،الصواعق المحرقه،ص۲۰۱

۶۲۔ ابن خلکان ،وفیات الاعیان ،ج۱،ص۳۰۷

فصل دوم

نظریۂ ولایت فقیہ......تجزیاتی مطالعہ

نظریہ ولایت فقیہ...... تجزیاتی مطالعہ

امامت کی جدید ابحاث میں سے ایک بحث نظریہ ولایت فقیہ اور نائب امام کی ہے جو کہ اہل تشیع حضرات کے ہاں پائی جاتی ہے۔اس سلسلے میں ان کے دلائل کیا ہیں اسے وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام انسان کی تمام فطری ضروریات کا مکمل حل پیش کرتا ہے۔احکام اسلام فطرت انسانی سے پوری طرح ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔اسلام صرف انسان کی روحانی و آخری زندگی کیلئے راہنمائی نہیں کرتا بلکہ انسان کی مادی اور دنیاوی زندگی کیلئے بھی ایک واضح نظام پیش کرتا ہے۔ بعثت انبیاء کا مقصد ہی معاشرے میں عدل وانصاف کا قیام ہے۔

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ [1]

ترجمہ: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے بعثت کے ساتھ ہی انسانی معاشرہ کی ہدایت کا کام شروع کیا۔اسے چند عرصہ ہی میں معراج وکمال پر پہنچا دیا۔انسانی معاشرہ کیلئے یہ ایسا جامع اور زیبا ترین موقع تھا جو ہر میدان انسانی ضرورتوں کی تکمیل کی صورت میں اسے حاصل ہوا۔

انسان کی حقیقت

حقیقت انسان کے بارے میں مختلف نظریات موجود ہیں۔ ہر مذہب ایک خاص زاویہ سے انسان کے متعلق بحث کرتا ہے۔قرآن کی نظر میں انسان ایک ایسا موجود ہے۔ جو ایک طرف فطرت الٰہی کا حامل ہے۔تو دوسری طرف طبیعت مادی کا بھی مالک ہے فطرت سے اعلی معارف ،معنوعات اور نیکی و سعادت کی طرف دعوت دیتی ہے جبکہ طبیعت اسے مادیات ،شہوات ،نفسانی خواہشات اور پستیوں کی جانب بلاتی ہے۔

نتیجہ میں انسانی زندگی طبیعت اور فطرت کے درمیان مسلسل جنگ کا ایک میدان ہے۔اگر اس پیکار میں انسانی طبیعت نے فطرت پر قابو پالیا اور فطرت کو طبیعت ماتحت کرلیا تو قرآن مجید کی نظر میں یہ انسان ایک منحرف اور گمراہ بن جاتا ہے۔ جو نہ صرف اشرف المخلوقات نہیں رہتا بلکہ حیوانات سے بھی پست تر ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَ هُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلاً ﴾

ترجمہ: کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ ان کی اکثریت کچھ سنتی اور جھتی ہے۔ ہرگز نہیں یہ سب جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ ۲

انسان کا اشرف المخلوقات ہونا درحقیقت اس روح وجان کے باعث ہے جس کا قرآن میں واضح ذکر موجود ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِ ذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنَ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ﴾

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میں سیاہی مائل نرم کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر جب میں مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح حیات پھونک دوں تو سب کے سب سجدے میں گر پڑنا۔ ۳

اسی روح کی وجہ سے انسان غوروفکر کرتا ہے۔یعنی قوت عاقلہ کی وجہ سے حیوان ناطق بن کر دیگر حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمّ سَوَاہُ وَنَفَعَ فِیْہِ مِنْ رَوحِہٖ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعُ وَالْاَبْصَارُ وَالْاَفْئِدَۃَ قَلِیْلاً ماتشکرون ﴾

ترجمہ: پھر اسے معتدل بنایا اور اس میں اپنی روح پھونک دی اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ ۴

انسان جس نفس روح کی وجہ سے خلیفتہ اللہ کی منزل پر فائز ہوتا ہے۔ اسی نفس کے باعث ہی مختلف قسم کی خواہشات اور جبلّتوں کا مجموعہ ہے۔

﴿ 'وَنَفَسَ وَ مَا سَوَاھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُورَھَا وَ تَقْوَاھَا ﴾

ترجمہ: اور نفس کی قسم اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا پھر بدی اور تقوی کی ہدایت دی۔ ۵

دین اور سیاست

اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ کی بقاء کی خاطر ایک جامع نظام زندگی عطا کیا ہے جسے دین کہا جاتا ہے۔قرآن مجید اور تاریخ کے مطابق ادیان کی تاریخی حقیقت اس بات پر گواہ ہے کہ ادیان مرسل کی تعداد خدا کے رسولوں کی تعداد کے برابر ہے۔ یہاں پر رسولوں سے مراد صاحب شریعت نبی ہے جس پر اللہ تعالی کی طرف سے لوگوں تک شریعت پہنچانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ۶

حضرت امام خمینی فرماتے ہیں: آپ حضرات جو جوان ہیں اپنی زندگی میں اسلام کے قوانین ونظام کا تعارف کروانے میں سنجیدگی اختیار کریں۔ایسا نہ ہو کہ اسلام کی حقیقت مخفی رہ جائے۔اور لوگ یہ سوچنے لگیں کہ عیسائیت کی طرح اسلام بھی چند ایسے احکام کا نام ہے جو خالق اور مخلوق کے درمیان رابطہ ہوتے ہیں اور یہ کہ مسجد اور کلیساء میں کوئی فرق نہیں۔ حالانکہ جب مغرب میں کوئی خبر نہ تھی۔وہاں کے باشندے وحشی تھے۔امریکہ نیم وحشی اور سرخ پوست باشندوں کی زمین تھی۔اس وقت دو سلطنتیں ایران اور روم حکمرانوں کے ظلم واستبداد اور عدم مساوات کا شکار تھیں۔لوگوں کو حکومت اور قانون کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔خداوند عالم نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے سے ایسے قوانین نازل فرمائے۔جن کی عظمت سے انسان تعجب میں پڑ جائے۔تمام امور کے لیے اسلام قانون وآداب لے کر آیا ہے۔[۷]

ولایت کا لغوی واصطلاحی مفہوم

ولایت عربی زبان میں مادۃ ''ول ی'' سے ہے۔اور عربی زبان کے ماہرین لغت کے بیان کے مطابق یہ مادہ یکتا اور ایک معنی کا حامل ہے۔ولی کے اصل معنی نزدیکی اور قریب کے ہیں۔لفظ مولی اسی ولی سے مشتق ہے۔بعض نے اس کے ۲۷ معانی ذکر کیے ہیں۔لیکن وضع ایک کے لئے ہوا ہے۔باقی معانی میں اسی اصل مناسبت قرب کی وجہ سے استعمال ہوتا ہے۔ لغت کے لحاظ سے یہ قربت دو طرفہ ہے۔یعنی جب کہا جائے ''ولیہ'' وہ اس کے قریب ہے۔

تو اس کا لغوی طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ اس کے نزدیک ہے تو وہ بھی اس کے نزدیک ہے۔لیکن قرآن کی نظر میں ولایت سے مراد ایک خاص قسم کا قرب ہے ممکن ہے کہ ایک طرف سے قربت حاصل ہو لیکن دوسری طرف سے حاصل نہ ہو مثلا خدا مومن اور کافر دونوں کے قریب ہے۔لیکن مومن اپنے اعمال صالحہ کی بدولت خدا کے قریب ہے جب کہ کافر اپنے برے اعمال کی بنا پر خدا سے دور ہے۔[۸]

﴿ اُولٰئِکَ یُنَادُوْنَ مِنْ مَکَانٍ بَعِیْدٍ ﴾[۹]

ترجمہ: ان لوگوں کو بہت دور سے پکارا جائے گا

لفظ ولی کے تین معانی ذکر ہوئے ہیں ا۔دوست ۲۔دوستدار (خیر خواہ) ۳۔یاور (مددگار)

ان کے علاوہ ولایت کے دو اور معنی بھی ذکر ہوئے ہیں۔ا۔سلطنت وقہر غلبہ ۲۔قیادت وحکومت۔ [۱۰]

اصطلاحی مفہوم

فقہی اصطلاح میں لفظ ولایت دو جگہوں پر استعمال ہوا ہے۔

ا۔ وہ مواقع جہاں پر مولی علیہ جس پر ولایت ہو اپنے امور کو چلانے کی قدرت نہ رکھتا ہو جیسے میت، نادان، دیوانہ، نابالغ وغیرہ ایسے مواقع پر ولایت سر پرستی کے معنی میں ہے۔

۲۔ وہ مواقع جہاں مولی (جس پر ولایت ہو) اپنے امور کو چلانے کی قدرت رکھتا ہے اس کے باوجود کچھ ایسے امور ہیں جس میں کسی دوسرے شخص کی سرپرستی اور ولایت کی ضرورت ہے یہاں پر ولایت معاشرے کے مسائل اور امور کو ادا کرنا اور نظم قائم کرنے کے معنی میں ہے جو کہ وہی سیاسی ''ولایت'' ہے۔

اگرچہ فقیہ ولایت کے مذکورہ دونوں معنی کا مالک ہوتا ہے۔لیکن اس بحث میں ولایت فقیہ سے مراد مذکورہ دوسری اصطلاح ہے کیونکہ فقیہ معاشرے کی ولایت کا حامل ہوتا ہے۔درحقیقت وہ اس معاشرے کے تمام افراد حتیٰ تمام فقہاء اور خود اپنی ذات پر بھی ولایت رکھتا ہے۔ [۱۱]

ولایت قرآن کی رو سے

لفظ''ولی''قرآن میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔بعض آیات میں واضح طور پر لفظ "ولایت "حاکم و سرپرست کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔سیاق وسباق آیات سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے مزید براں ان آیات کی تفسیر میں جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں بھی اسی مطلب کو بیان کیا گیا ہے۔ذیل میں چند آیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ﴾ [۱۲]

ترجمہ: بے شک نبی مومنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے اور نبی کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

اس آیت میں استعمال لفظ''اولی''،''ولی'' سے ہی مشتق ہے جس کے معانی زیادہ صاحب اختیار کے ہیں۔یعنی نبی اپنی امت کے ہر فرد سے زیادہ اولی بالتصرف ہے اس کا مطلب یہ کہ جو اختیارات مومنین کو خود اپنے اوپر حاصل نہیں وہ نبی کو حاصل ہیں۔

قانونی طور پر نبی من جانب اللہ تمام انسانوں کی جان و مال میں تصرف کا زیادہ حق دار ہے اسی وجہ سے اگر نبی کا حکم ہو تو جان خطرے میں ڈالنا بلکہ قتل ہو جانا بھی واجب ہے جبکہ یہ اختیار از خود نہیں ہے۔

معاشرتی نظام، تزاحمات کا مجموعہ ہے بہت سے امور کا دوسرے امور سے ٹکراؤ کا امکان موجود رہتا ہے۔اس تزاحم اور ٹکراؤ کی کیفیت کے خاتمہ کے لئے معاشرے کے حاکم و سرپرست کو خدا نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اجتماعی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک ایسا حکم صادر کر سکتا ہے۔جو بعض شخصی مفادات کے ضائع ہونے کا موجب ہی کیوں نہ ہو۔بعض اس حق اور ولایت کو چار قسم کے امور پر مشتمل سمجھتے ہیں۔

۱۔ نفس و جان پر حق تصرف

۲۔ مومنین کی مصلحتوں میں زیادہ حق تصرف رکھنا۔

۳۔ امور اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں اولی بالتصرف ہونا۔

۴۔ معاشرہ میں موجودہ ولایتوں پر بھی اولی بالتصرف ہونا۔[۱۳]

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیہ کے معنی میں ایک حدیث ذکر ہوئی ہے۔

انما ولیکم الله ور سوله والذین امنوا .....قال :انما یعنی (اولی بکم)ای حق بکم و یا مورکم و انفسکم و اموالکم الله ورسوله والذین امنو. [۱۴]

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَا لَّذِيْنَ ا مَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [۱۵]

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور ایمان والوں کو اپنا ولی بنائے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہوگا اور) اللہ کی جماعت غالب آنے والی ہے۔

یہاں بھی ولایت سے مراد حاکمیت ہے کیونکہ حزب اللہ کے ذکر سے مراد یہ قرینہ موجود ہے کہ اللہ کی حاکمیت اور ان نمایندوں کی ولایت وحاکمیت کے تحت انسان اللہ کی جماعت میں شامل ہو کر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔حکومت کا مقصد ہی معاشرتی اصلاحات کو نافذ کر کے ایک عادلانہ نظام کا قیام ہے۔جس میں ہر قسم کے ظالم طاغوت کی نابودی کے انتظامات موجود ہوں لہٰذا ایسی حکومت ظالموں پر غالب آسکتی ہے، جو الٰہی نظام کو نافذ کرنے والی ہو۔

اس موضوع پر آیات کثیر تعداد میں موجود ہیں سورۃ احزاب (۳۳) آیت ۳۶ نیز سورہ نساء (۴) آیت ۶۵ جو کہ ولایت الٰہی کو پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے واضح طور پر ثابت کرتی ہیں۔

مراتب ولایت

گذشتہ بحث میں معانی ولایت میں ایک معنی حق تصرف بیان ہوا۔لیکن حقیقت میں اس ولایت کے بھی مراتب درجات ہیں مرتبہ کامل واکمل صرف اللہ تعالی کی ذات کو حاصل ہے۔اہل تشیع کا نظریہ یہ ہے کہ اس کے بعد بعض انبیاء خصوصاً آنحضرت ﷺ اور ائمہ معصومین کا مرتبہ آتا ہے۔معصوم کے زمان غیبت میں فقیہ عادل بھی ولایت کے مرتبے پر فائز ہوتا، جس کے اثبات کے لئے آئندہ بحث میں دلائل پیش کیے ہیں۔کچھ مراتب ایسے ہیں جو واقع میں متحقق ہوتے ہیں۔ جس میں پہلا مرتبہ ذاتی کمالات وصفات ہے۔جو کسی جعل واعتبار کرنے سے حاصل نہیں ہوتے۔دوسرا مرتبہ وہ ہے جن کو کوئی جعل کرتا ہے ایسے شخص کے لیے جن میں یہ صفات پائی جاتی ہوں۔جیسے حضرت پیغمبر ﷺ اور آئمہ معصومین علیہ السلام خدا کی جانب سے ولایت کی صفات کے مالک ہونے کی بناء پر والیان برحق بنائے گئے۔تیسرا مرتبہ وہ ہے ایک شخص کو عوام اور امت بھی اس منصب ولایت پر قبول کرے جیسے حضرت امیرؑ کو حضرت عثمانؓ کے بعد ولایت وخلافت وامامت کے عہدے پر قبول کیا گیا۔ [۱۶]

لہذا ہر دور میں کوئی نہ کوئی ولی منجانب اللہ ضرور ہوتا ہے۔جو صفات ولایت کا حامل ہوتا ہے لیکن بعض اوقات نا

پہنچاننے کی وجہ سے یا مادی اغراض ومقاصد کی بناء پر امت قبول نہیں کرتی۔ جس کے نتیجے میں معاشرہ الٰہی ولایت وحاکمیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کے لیے صرف قانونی مجموعہ کافی نہیں ہوتا بلکہ قانون اسی وقت اصلاح معاشرہ اور انسانی سعادت کا ضامن ہوسکتا ہے۔

ابتداء میں اسلامی معاشرے کے اجرائی نظام کے سربراہ خود رسول اکرم ﷺ تھے۔ آپ جہاں چور زانی کی سزا کا قانون بیان فرماتے ہیں وہیں اس چور کا ہاتھ بھی کاٹتے اور زانی کے لیے حد بھی جاری کرتے تھے۔ یہی احکام کا اجراء اور نظام کی برقراری کا فریضہ تھا کہ آپؐ نے خلیفہ کے تعین کو اہم بنا دیا تھا۔ اس کے بغیر خدا کے نزدیک رسول ﷺ نے کار رسالت ہی نہ انجام دیا ہوتا۔ ۱۷

نظام اسلام کو معاشرے میں باقی رکھنا ہے تاکہ مسلمانوں کو دنیا وآخرت کی سعادت نصیب ہوجائے۔

ولایت فقیہ شیعہ فقہاء کی نظر میں

ولایت فقیہ کا مسئلہ اس مفہوم میں کہ اسلامی معاشرے کی حاکمیت وسرپرستی ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو فقہ میں اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہو' بعض لوگوں کے مطابق' اسلامی تفکر کی تاریخ میں یہ ایک جدید مسئلہ ہے۔ اور اس کا تاریخی سابقہ دو صدی سے بھی کم ہے' لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ اسلامی تفکر کی تاریخ پر ایک سرسری نظر کی جائے تاکہ حقیقت تک پہنچنا آسان ہوسکے۔ شیعہ تاریخ تفکر میں نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کا سابقہ ابتداء اسلام سے ہے۔

مرحوم شیخ مفید ولایت فقہی کے بارے میں لکھتے ہیں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں تاریخ شیعہ کے عظیم فقہاء میں سے ہیں وہ اپنی کتاب ''المقنعہ'' کے باب امر بالمعروف ونہی از منکر میں جب امر بہ معروف ونہی از منکر کے مراتب بیان کرتے ہوئے اس کی عالی ترین مرحلہ یعنی قتل اور زخمی کرنے کے مرحلہ پر پہنچتے ہیں تو یوں بیان کرتے ہیں۔

''و لیس له القتل و الجرح الاباذن سلان الزمان المنصوب التدبیر الانام''

''امر بہ معروف ونہی از منکر کے سلسلے میں شخص مکلّف قتل کرنے یا زخمی کرنے کا حق نہیں رکھتا مگر یہ کہ اس کام کے لیے اسے لوگوں کے امور وسائل کی تدبیر اور نظم کو برقرار کرنے کے لیے منصوب شدہ سلطان ووقت کا حاکم اس کی اجازت دے'' اس کے بعد مزید فرماتے ہیں ''اور حدود الٰہی کا نافذ کرنے کا مسئلہ خدا کی طرف سے منصوب شدہ اسلامی حاکم سے مربوط ہے۔ یہ آل محمد ﷺ میں سے آئمہ ہدایت ہیں یا ان اماموں کی طرف سے مقرر ومعین امیر یا حاکم ہیں اور آئمہ اطہارؑ نے بصورت امکان اس سلسلے میں اظہار نظر کا اختیار شیعہ فقہاء پر چھوڑا ہے۔ ۱۸

بظاہر شیخ مفیدؒ نے اس ولایت کو نواب خاص کے ساتھ مربوط کیا ہے جو امام کی جانب سے مشخص ومعین صورت میں

سیاسی امور کی انجام دہی کے لیے منصوب ہوتے تھے جیسے امام علی کے زمانہ میں مالک اشترؒ یا امام زمانؑ کی غیبت صغری میں چار نواب خاص لیکن اگر غور کیا جائے تو شیخ مفیدؒ کی عبارت نائبین عام کو بھی شامل ہے۔

مرحوم شیخ مفیدؒ کے علاوہ سید مرتضیؒ اور شیخ طوسیؒ کے شاگرد ابوالصلاح حلبیؒ (م ۴۴۷ ھ) اور ابن ادریس حلیؒ (م ۵۹۸ ھ) نے مسئلہ ولایت فقیہ کے سلسلے میں ایک ایک فصل مخصوص کی ہے۔

شیخ ابوالصلاح حلبیؒ رہبر کی صفات وشرائط کے ضمن میں لکھتے ہیں۔(امام کی نیابت کی شرائط یہ ہیں)

(۱)۔اس کو جو حکم دیا گیا ہو اس کا صحیح علم رکھتا ہو۔(۲)۔حکم کے نفاذ کی شائستہ طور پر طاقت رکھتا ہو۔(۳)۔عقل غور وفکر اور حلیم و بردباری کا مالک ہو۔(۴)۔حالات پر گہری نظر رکھتا ہو۔(۵)۔حکم صادر کرنے میں انصاف، عصمت اور دیانت کا مالک ہو۔(۶)۔حکم قائم کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی طاقت رکھتا ہو۔[19]

ان کے علاوہ حلیؒ، محقق کرکیؒ، مقدس اردبیلیؒ، ملا احمد نراقیؒ، صاحب جواہرؒ اور شیخ مرتضی انصاریؒ وغیرہ جیسے عظیم فقہاء شیعہ نے اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ بلکہ صاحب جواہر تو اس مسئلہ کو ضروریات میں شمار کرتے ہیں۔

صاحب جواہرؒ فرماتے ہیں ابواب فقیہ کے فتوے اور ان پر عمل سے ولایت فقیہ کی عمومیت کا استفادہ ہوتا ہے بلکہ ممکن ہے ان کی نظر میں یہ مطلب مسلمات اور ضروریات و بدیہات میں سے ہو۔[20]

شیخ محمد حسن صاحب جواہر ,ولایت فقیہ کے دائرہ کے بارے میں لکھتے ہیں: امام علیہ السلام کا ظاہر قول ہو۔ آپ نے عمومی طور پر فقیہ جامع شرائط کے بارے میں فرمایا ہے۔"میں نے اسے تم لوگوں پر حاکم مقرر کیا ہے"۔ایسا ہے جیسے خاص امور پر امام کسی معین شخص کو نصب کرتے وقت فرماتے ہیں۔مزید لکھتے ہیں: سماجی اور سیاسی امور میں فقیہ کی وہی حیثیت ہے جو ان امور میں امام معصوم کو حاصل ہے۔اس لحاظ سے امام اور فقیہ میں کوئی فرق نہیں۔اگر فقیہ معصوم کی نیابت عامہ کے حامل نہ ہوتے تو اہل تشیع کے تمام امور معطل ہو جاتے۔اس لیے فقیہ ولایت عامہ کے بارے میں وسوسہ انگیز باتیں کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اس نے فقہ کو نہیں سمجھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ مختصر یہ ہے کہ فقیہ ولایت عامہ کا مسئلہ اتنا واضح اور روشن ہے کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔[21]

مرحوم شیخ انصاریؒ کتاب"قضا"میں امام سے مربوط امور کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔۱۔وہ امور جو خود امام کا فریضہ ہے۔۲۔وہ امور جن میں امام ولایت رکھتا ہے۔اس کے بعد فرماتے ہیں: پہلی قسم امام کے اپنے زمانے سے مربوط ہے لیکن دوسری قسم تمام زمانوں سے مربوط ہے۔اس کے بعد فقہاء کے نصب کیے جانے کو دوسری قسم شمار کرتے ہیں اور فقہا کی ولایت کو غیبت کے زمانے میں ان کی حکومت کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔[22]

حضرت امام خمینیؒ کا اعتقاد یہ کہ فقیہ، ولایت مطلقہ کا مالک ہے۔اس معنی میں کہ امام معصوم کی تمام ذمہ داریاں اور اختیارات،غیبت کے زمانے میں فقیہ جامع الشرائط کے عہدہ پر ہیں۔لہٰذا فرماتے ہیں: جو کچھ بیان ہوا۔اس سے یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ فقہاء آئمہ کی طرف سے ان تمام امور میں ولایت رکھتے ہیں۔جن میں آئمہ ولایت رکھتے ہیں۔ ۲۳

حضرت امام خمینیؒ ایسے فقیہ ہیں۔جنہوں نے نہ صرف ولایت فقیہ کے مسئلہ پر مستقل درس دیئے۔ بلکہ عملی طور پر اس نظریہ کے مطابق حکومت اسلامی کو قائم کر دیا۔جو ۳۰ سال سے استعماری طاقتوں کی سازشوں اور دشمنیوں کے باوجود مستحکم انداز میں برقرار ہے۔

حضرت امام خمینیؒ فقہاء حکام علی السلاطین کے جملے کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بادشاہ اگر اسلام کے پابند ہوں۔تو ان کو فقہاء کی پیروی کرنی چاہیے اور قوانین و احکام فقہا سے پوچھیں پھر اجرا کرنا چاہیے۔اس صورت میں حقیقی حاکم یہی فقہاء ہوں گے۔لہٰذا ضروری ہے کہ حاکمیت باقاعدہ فقہاء سے مربوط ہو۔۲۴

ایک جگہ امام فرماتے ہیں: اگر کوئی لائق فرد جس میں یہ دونوں صفتیں (علم و عدالت) ہوں اور اٹھ کھڑا ہو اور حکومت تشکیل دے تو یہ وہی ولایت ہوگی۔جس کے رسول اللہ، نظام معاشرہ چلانے کے سلسلے میں حامل تھے اور تمام لوگوں پر اس کی اطاعت لازم ہوگی۔۲۵

ولایت فقیہ کے دلائل

گزشتہ ابحاث میں بیان ہو چکا ہے کہ ولایت و حاکمیت کا حق صرف اللہ تعالی کو حاصل ہے۔لیکن انسان کی محدودیت کی وجہ سے خداوند عالم اپنے احکامات اور قوانین کو ایسے شخص کے ذریعے سے معاشرہ تک پہنچائے گا۔ جو یہ صلاحیت رکھتا ہو۔کہ ایک طرف سے اللہ تعالی سے پیغام وصول کر سکے اور دوسری طرف بغیر کمی بیشی کے (معصونہ انداز میں) اس پیغام تک پہنچائے لہٰذا انبیا علیہ السلام اور آئمہ معصومین اللہ کی جانب سے وہ معصوم نمائندے ہیں۔ جوامت پر ولایت کا حق رکھتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ عصر غیبت امام میں یہ حق کس کو حاصل ہے؟ دعویٰ یہ ہے کہ حق فقیہ عادل کو حاصل ہے۔جس پر عقلی اور نقلی ادلہ کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

دلیل عقلی

جب یہ مسلم ہے کہ معاشرے کو ایک حاکم اور قائد کی ضرورت ہے۔ جو نظم وضبط برقرار رکھے وگرنہ مال و جان انسان خطرے میں ہے۔پس ایک طرف حاکم اور رہبر کی ضرورت سے انکار نہیں اور دوسری طرف حکومت کے مسائل ایسے

نہیں جو دین کے دائرے سے خارج ہوں۔ بلکہ دینِ اسلام ایک جامع اور کامل نظامِ حکومت پیش کرتا ہے اور عقل نہ فقط یہ کہ حکومتی میں مسائل میں دین کے عمل دخل میں کوئی مشکل نہیں پاتی بلکہ حکمت کے تقاضے کے تحت اس کی ضرورت پر تاکید کرتی ہے۔اب اگر حکومت کو دین کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو عقل حکم کرتی ہے۔ایسی حکومت کی قیادت وسرپرستی ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو الٰہی احکام اور دینی فرائض سے آگاہ ہو۔لوگوں کی قیادت کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ جو نصب العین سے آگاہ ہو نیز بغیر ذاتی خواہشات کی ملاوٹ کے، اسے نافذ کرنے کا ذمہ دار ہو۔اسلامی اصطلاح میں ایسے شخص کو فقیہ کہا جاتا ہے۔۲۶

بعض علماء نے اس دلیل کی یوں وضاحت کی ہے کہ فرض یہ ہے کہ خداوند متعال نے حکومت کو اصل میں پیغمبرؐ اور آئمہ معصومین کے لئے قرار دیا ہے۔لیکن زمانہ غیبت میں جب معصوم تک دسترس نہیں ہے (اور اس غیبت کا قصوروار بھی اسلامی معاشرہ ہے۔کہ جو امام معصوم کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہوا)ایسی صورت میں نہ دین خدا کو چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ حکومت کے بغیر کوئی چارہ ہے۔پس ایسے حالات وشرائط میں کہ جب حکومت کے لئے شائستہ فرد خدا کی جانب سے منصوب ہے۔عوام الناس اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تو اس کا کیا حل ہو؟ ۲۷

لہٰذا ایسی صورت میں عقل ہی حکم لگاتی ہے کہ مقام عصمت پر فائز شخص کی عدم موجودگی میں اس سے نچلے درجہ پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔نیز اگر عالم منصوص من اللہ تک رسائی نہ ہو پھر اس سے نچلے درجہ کے عالم پر فائز شخص پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔عصمت سے نچلہ درجہ عدالت اور علم منصوص سے نچلہ درجہ فقاہت ہے۔پس ایک ''عادل فقیہ'' اسلامی حکومت کا سربراہ ہوگا۔

دلیل نقلی

ولایت فقیہ کے ثبوت میں بہت سے روایات سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن یہاں اختصار سے صرف دو کا ذکر کیا جاتا ہے

قال امیرالمومنین :قال رسول اللہ اللھم ارحم خلفائی (ثلاث مرات) قیل یا رسول اللہ و من خلفائک ؟ قال :الذین یاتون من بعدی ، یروون حدیثی و سنتی فیعلمو نھا الناس من بعدی. ۲۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسولﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا خداوند میرے خلفاء پر رحم فرما۔پوچھا گیا یا رسولﷺ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے میری سنت اور میری حدیث بیان کریں گے پھر میرے بعد لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔

امام خمینیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح اس طرح کی ہے۔اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ یہ جملہ (فیعلمو نھا) کی حدیث میں ہے۔

تو جو لوگ صرف نقل حدیث کرتے ہیں وہ اپنا فتویٰ نہیں دیتے وہ قطعا اس حدیث میں شامل نہیں ہیں۔ حدیث صرف ان فقہا کو شامل ہے جو علوم اسلامی کو وسعت دیتے ہیں احکام اسلامی کو بیان کرتے ہیں تا کہ دوسروں کو تعلیم دیں۔ "یعلمونها الناس" کا یہی مطلب ہے کہ اسلامی احکام لوگوں کو تعلیم دیں اور ہم قائل ہوں کہ جملہ "یعلمونها الناس" حدیث کے ذیل میں نہیں تھا تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ رسول خدا ﷺ کے اس قول:

"اللهم ارحم خلفائی ...الذین یاتون من بعدیروون حدیثی سنتی"

کا کیا مطلب ہے؟ اس صورت میں بھی روایت ان راویوں کو ہرگز شامل نہیں ہے جو فقیہ نہیں ہیں، کیونکہ سنن الٰہی تمام احکام سے عبارت ہے پس جو شخص سنن رسول ﷺ کو عام کرے اس کے لئے تمام احکام الٰہی کا جاننا ضروری ہے وہ صحیح و غیر صحیح کی تشخیص کرسکتا ہو۔ ان کے لیے جو میزان معین کیا گیا ہے۔ اس کو جانتا ہو اور یہ چیز صرف مجتہد وفقیہ ہی کے لیے ممکن ہے جو تمام جوانب وقضایائے احکام کو تولے اور اس میزان کے مطابق جو اسلام وائمہ نے معین کیا ہے اسلام کے واقعی احکام کو حاصل کرے یہ لوگ رسول خدا کے خلیفہ میں اور پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے حق دعا کی ہے۔ ۲۹

"اللهم ارحم خلفائی"

یعنی فقہاء لوگوں میں امام زمان کے نائب وجانشین ہیں۔ اب اگر توقیع کے صادر ہونے کے زمانہ (غیبت صغریٰ) کو مد نظر رکھیں اور اس امر پر غور کریں کہ آپ اس دوران شیعوں کو غیبت کبریٰ کے لیے آمادہ کر رہے تھے۔ حقیقت میں اپنی آخری فرمائشیں اور احکام صادر فرما رہے تھے۔ تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ یہ روایت زمانہ غیبت کے لیے ہے۔ یہ روایت شیعہ فقہاء کو تمام امور من جملہ اسلامی معاشرے کو حکومت میں امام زمانہ کا جانشین قرار دیتی ہے۔ ۳۰

حوالہ جات

۱۔ متقی هندی ،کنز العمال، بیروت: موسسه الرسالة، الطبعة اولی، ج۷،ص۱۰۷

۲۔ سورة الحدید ۲۵:۵۷

۳۔ سورۃالفرقان ۴۴:۲۵

۴۔ سورۃالحجر ۲۹،۲۸:۱۵

۵۔ سورۃالسجدہ ۹:۳۲

۶۔ ہادوی تہرانی مہدی، ولایت و دیانت،قم: انصاریان پبلی کیشنز، ص ۱۹

۷۔ علامہ محمد سید حسین طباطبائی، ہدایت و رہبری،قم: انصاریان پبلی کیشنز، ص ۸

۸۔ سورۃحم السجدۃ ۴۴:۴۱

۹۔ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت دیانت، ص ۶۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۷

۱۱۔ سورۃالاحزاب ۶:۳۳

۱۲۔ منتظری، حسین علی، ولایت فقیہ، ج۱،ص ۳۸

۱۳۔ آیت اللہ سید حسن طاہر خرم آبادی، عوامی حکومت یا ولایت فقیہ،مترجم مولانا روشن علی، لاہور: دارثقافت الاسلامیہ، الطبعۃ الأولی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۸

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ سورۃالمائدہ ۵۶:۵

۱۶۔ امام خمینیؒ روح اللہ، حکومت اسلامی، ص ۳۳

۱۷۔ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت دیانت، ص ۷۱

۱۸۔ ابوالصلاح حلبی، الکافی فی الفقہ، ص ۴۲۳

۱۹۔ نجفی، محمد حسن، جواہر الکلام، ج ۱۴، ص ۱۷۸

۲۰۔ ایضاً، ج۲۱،ص۳۹۵

۲۱۔ شیخ انصاری، مرتضی، کتاب القضاء والشہادات،ص۳۴۳،

۲۲۔ امام خمینی روح اللہ، کتاب البیع ،ج۲،ص۳۸۸

۲۳۔ امام خمینی روح اللہ، حکومت اسلامی،ص۵۱

۲۴۔ ایضاً،ص۵۳

۲۵۔ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت ودیانت،ص۱۵۶

۲۶۔ مصباح یزدی، محمد تقی، حکومت اسلامی ولایت فقیہ،ص۱۵۶

۲۷۔ الحر العاملی، وسائل الشیعہ ،ج۸،اص۶۵

۲۸۔ امام خمینی روح اللہ، حکومت اسلامی،ص۶۲۔۶۶

۲۰۔ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت ودیانت،ص۱۰۰

۳۰۔ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت ودیانت،ص۱۰۴،۱۰۵

فصل سوم

اسماعیلی وزیدی نظریہ امامت

اسماعیلی نظریہ امامت

اسماعیلی مذہب کا تعارف:

فرقہ اسماعیلیہ امامیہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ مختلف اسلامی ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ اسماعیلیہ کسی حد تک جنوب وسطی افریقہ شام و پاکستان، ہندوستان میں زیادہ آباد ہیں۔ فاطمیہ مصر و شام اسماعیلیہ تھے۔ خطوط قرامطہ جو کہ تاریخ اسلامی کے ایک دور میں متعدد ممالک پر قابض ہو گئے تھے اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔1

اسماعیلیہ فرقہ نے اس بات پر یقین رکھا کہ اسماعیل بن جعفر مرے نہیں بلکہ بنو عباس کے خوف سے ان کی موت کا اعلان بطور تقیہ کیا تھا۔ اور امامت ان کی نسل میں ہی باقی ہے اور یوں اسماعیل کے بعد اس کا بیٹا محمد بن اسماعیل ہوا۔ ان لوگوں کو المبارکیہ کہا جاتا تھا۔ اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ اسماعیل بن جعفر یا محمد بن اسماعیل پر توقف کیا جائے۔2

اسماعیلیہ فرقہ میں امامت:

اسماعیلی شیعہ فرقہ کی ایک شاخ ہے اور امام جعفر صادقؒ کے بیٹے امام اسماعیل کی طرف منسوب ہے۔ امام جعفر صادق تک اثناء عشری اور اسماعیل دونوں متحد ہیں۔ اس کے بعد اثناء عشری اور اسماعیلی فرقے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ امام جعفر صادق کے دو صاحبزادے بڑے بیٹے کا نام اسماعیل، چھوٹے کا نام موسیٰ کاظم اسماعیل اپنے باپ امام جعفر صادقؒ کے جانشین تھے لیکن امام اسماعیل کا انتقال امام جعفر صادقؒ کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اہل تشیع کے نزدیک چونکہ امامت من جانب اللہ ہے اس لیے اسماعیلی کا نظریہ ہے کہ ایک مرتبہ اگر کسی امام کی نامزدگی ہو جائے تو اس کے بعد اخراج نہیں ہوتا۔ اس لیے اسماعیلی فرقہ اسماعیلی کو ہی امام مانتے ہیں لیکن اثناء عشری کے نزدیک چونکہ اسماعیل مر گیا۔ اس لیے وہ امام نہیں ہو سکتا۔ اسماعیلی اس بات کے قائل ہیں کہ امام اسماعیل نے وفات نہیں پائی بلکہ وہ روپوش ہو گئے ہیں۔ یہ امام اسماعیل کو زندہ مانتے ہیں اور آغا خان روحانی پیشوا ان کی شاخ کے حاضر امام ہیں۔ اسماعیلی فرقہ اثناء عشری اماموں میں صرف پہلے چھ اماموں کے قائل ہیں۔

شش امامیہ حضرت امام علیؓ، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام باقر، امام جعفر صادق، امام اسماعیل اسماعیلیہ فرقہ کے نزدیک ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ اس لیے اس فرقے کو باطنی شعبہ بھی کہتے ہیں۔

باطنی شعبہ کہتے ہیں کتاب وسنت میں وضو، تیمّم، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دوزخ اور قیامت وغیرہ کی نسبت جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ظاہر پر معمول نہیں سب کے معنی مختلف ہیں۔ جو معنی لغت کے مفہوم میں ہیں وہ شارع کے مراد نہیں۔ مثلاً حج سے

مراد امام کے پاس پہنچنا ہے اور روزہ سے مذہب کا مخفی رکھنا اور نماز سے مراد امام کی فرمانبرداری ہے۔ اسماعیلیہ کا نظریہ ہے کہ امام اسماعیل موت کے بعد دنیا میں لوٹ آئے ہیں۔ اسماعیلیہ کا قول ہے کہ ایک جز والہٰی نے ائمہ میں حلول کیا۔ حضرت ابن ابی طالب مستحق امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار نہیں ہے۔ وہ جب کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو وہ اس سے بے اختیار موجود ہو جاتی ہے جیسے سورج کی شعاع بے اختیار نکلنے لگتی ہے۔ اسماعیلیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ صاحب ارادہ ہے بلکہ جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے۔ وہ اس کی ذات کو لازم ہے جیسے آگ کی گرمی آفتاب کی روشنی اسماعیلیہ کے نزدیک ائمہ میں عصمت کا ہونا شرط ہے۔ یہی نظریہ امامیہ فرقہ کا بھی ہے۔ اسماعیلیہ کا اماموں کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ عالم کسی امام سے خالی نہیں ہوتا نہ ہوگا جو کوئی امام ہوگا اس کا باپ بھی امام رہا ہوگا۔ پھر اس کے باپ اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک جاتا ہے۔ خدا کو امام کے بغیر نہیں پہچانا جا سکتا۔ اسماعیلیہ امام اسماعیل کو اولوالعزم بھی کہتے ہیں۔ اسماعیلیہ عقیدہ کے مطابق سات اشخاص اولوالعزم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن اسماعیل، اسماعیلیہ کو سبیعہ بھی کہتے ہیں اور یہ نام اس فرقے کے عقیدے کی وجہ سے پڑا کیونکہ ان کے نزدیک انبیاء شریعت پہچانے والے صرف سات اشخاص ہیں۔[۳]

اسماعیلی حاضر امام کی تخت نشینی کا دن ہر سال ۱۱ جولائی کو عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ اس موقع پر تمام آغا خانی حسب توفیق دل کھول کر اپنے عطیات جماعت خانے میں جمع کرواتے ہیں۔ اسی دن تمام جماعت خانوں کی طرف سے عمدہ قسم کی شیرینی بھی تقسیم کی جاتی ہے۔[۴]

اسماعیلی امامت کے بارے میں یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر اصحاب تنزیل ہوتے ہیں یعنی ان پر صیغہ آسمانی نازل ہوتا ہے۔ اور امام اصحاب تاویل ہوتے ہیں یعنی ان صحائف کے معانی و مفاہیم کی تاویل کرتے ہیں اور کسی پیغمبر کا زمانہ امام سے خالی نہیں ہوتا۔[۵]

اسماعیلی فرقہ بھی امامت کے وجوب کا قائل ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ انسان کو خدا کی معرفت کی تعلیم دی جائے۔ اسماعیلی امام کو مظہر عالم گمان سمجھتے ہیں اور امام کا مرتبہ نبی سے برتر ہے یہی وجہ ہے کہ خدا کی معرفت امام کے بغیر ممکن نہیں اور امام کا وجود خدا کے وجود کی تجلی ہے۔

زیدی نظریہ امامت

تعارف:

یہ فرقہ زید بن علی جو کہ امام حسینؓ بن علیؓ کے پوتے تھے، سے نسبت رکھتا ہے۔ یہ فرقہ فقہ حنفی کے زیادہ قریب ہے اور ان کے نزدیک زید بن علی ہی اصل خلافت و امامت کے حق دار ہیں۔ زیدیہ فرقہ میں فقہ زیدی پر عمل کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر بیالیس فیصد آبادی اس کی یمن میں موجود ہے۔ زیدیہ فرقہ معتزلہ عقائد سے بھی قریب تر ہے۔ ان کی تعلیمات جو کہ امام زید بن علی نے بیان کی ہیں، ''مجموعہ الفقہ'' کے نام سے جانی جاتی ہے اور زیدی فرقہ اس پر عمل پیرا ہے۔[6]

نظریہ امامت:

زیدیہ کے نزدیک امامت صرف خاتمی خاندان سے ہی منسلک ہے اور امام زید بن علی ہی اصل امامت کے حق دار ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اُمیہ خلافت کے خلاف خروج کیا۔ کیونکہ امام محمد باقر نے اس طرح خروج نہیں کیا۔ زیدیہ فرقہ میں نظریہ امامت کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ امام کو حاکم وقت جو کہ خلاف شریعت کاموں پر عمل پیرا ہو، اس کے خلاف خروج ضروری ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس بات کو جائز قرار دیا ہے۔ زیدیہ کا امامت کے بارے میں یہ بھی نقطۂ نظر ہے کہ امامت باپ سے بیٹے کو منتقل نہیں ہوسکتی۔ امامت امام حسن اور حسین کے خاندان میں سے کسی کو بھی منتقل ہوسکتی ہے۔ زیدیہ کے نزدیک حسن اور حسین بھی اصل امامت کے حقدار ہیں۔ زیدیہ امام کے معصوم ہونے کے قائل نہیں اور نہ ہی امام کی غیبت کبریٰ وصغریٰ کے قائل ہیں۔[7]

بوہری نظریہ امامت:

داؤدی، بوہری کے عقائد بھی اسماعیلی شیعہ سے ملتے جلتے ہیں۔ دنیا میں ایک ملین کے قریب ان کی آبادی ہے۔ یہ دن میں تین وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ مصر میں فاطمی حکومت جب قائم ہوئی تو ان کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ امام جعفر صادقؒ تک یہ امامت کے قائل ہیں اور امام کی عدم موجودگی میں دائی ان کا نائب ہوتا ہے۔ اور دائی کی بات کو ماننا ایسے ہی ہے جیسے امام کی بات کو ماننا ہے۔

یہ بھی امام کے معصوم ہونے کے قائل نہیں ہیں اور ان کے نزدیک بھی ظالم امام کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ المذاہب الاسلامیۃ، مترجم: غلام احمد حریری، فیصل آباد، ملک برادرز پبلشرز، ۱۹۴۲ء، اشاعت اول، ص ۷۸

۲۔ محمد بن عبدالکریم الشہرستانی، کتاب الملل والنحل، مترجم: پروفیسر علی محسن صدیقی، گلشن اقبال، کراچی، ۲۰۰۳ء، اشاعت اول، ص ۴۷

۳۔ نعیم اختر سندھو، مسلم فرقوں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور برائٹ بکس ۲۰۰۹ء، اشاعت اول، ص ۳۹۴

۴۔ اکبر علی غلام حسین، آغا خانی مسلمان کیسے ہوئے؟، کراچی، ادارہ مطبوعات اسماعیلی نماز مرد، ۱۹۹۴ء، اشاعت اول، ص ۳۹۴

۵۔ پروفیسر علی محسن صدیقی، تاریخ اسماعیلیہ، کراچی، فضلی بک سنٹر ۲۰۰۰ء، اشاعت اول، ص ۴۹

۶۔ المذاہب الاسلامیۃ، مترجم: غلام احمد حریری، فیصل آباد، ملک برادرز پبلشرز، ۱۹۴۲ء، اشاعت اول، ص ۷۹

۷۔ محمد بن عبدالکریم الشہرستانی، کتاب الملل والنحل، مترجم: پروفیسر علی محسن صدیقی، گلشن اقبال، کراچی، ۲۰۰۳ء، اشاعت اول، ص ۴۷

باب سوم

امامت کی قانونی تشریحات ونظائر

فصلِ اول

امام وخلیفہ کا طریقۂ انتخاب......تقابلی مطالعہ

فصلِ دوم

امارت واطاعت امیر......تقابلی مطالعہ

فصلِ سوم

مقاصدامامت......تقابلی جائزہ

فصلِ چہارم

فرائض امامت......تقابلی جائزہ

فصلِ اول

امام وخلیفہ کا طریقۂ انتخاب......تقابلی مطالعہ

امام وخلیفہ کے انتخاب کا طریقہ کار......تقابلی مطالعہ

خلافت کی لغوی تحقیق

اہل لغت نے خلافت کا مادہ (خلف) بتایا ہے جو کہ ان کے بقول قدام کی ضد ہے۔ یہ قرآن میں خَلَفُ اور خَلَفَ کی صورت میں آیا ہے۔خلف کا معنی پیچھے رہ جانے اور جانشین ہونے کے ہیں۔اور اسی سے خلافت بمعنی نیابت و جانشینی کے آتا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

و هي تكون اسماً وظرفاً،(فاذا كانت اسماء جرت بوجوه الاعراب،واذا كانت ظرفالم تذل نصبا على حالها)..وقوله: والخلف: الظهر ..والتخلف :التأخر[1]

ترجمہ: گویا یہ لفظ خلف سے ماخوذ ہے۔ جو اسم اور ظرف کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی پیچھے، بعد میں یا تاخیر سے آنے والے کے ہیں۔

اسی سے استخلاف یعنی قائم مقام ہونے ،بعد میں آنے اور کسی کی جگہ لینے کا عمل ترکیب پاتا ہے۔اس عمل سے گزرنے والے کو خلیفہ اور خود اس عمل کو خلافت کہا جاتا ہے۔جس کے معنی امارت کے ہیں۔[2]

القاموس میں فیروز آبادی نے اس سلسلہ میں جو لغوی بحث کی ہے۔اس کا خلاصہ کچھ یوں بنتا ہے:

الخليفة جبل مشرف على اجيار الكبير...والخليفة السطان الأعظم و يؤنث كالتخليف ج خلائف و خلفاء و خلفه خلافة كان خليفة و بقى بعده. [3]

ترجمہ: گویا خلیفہ بڑے پہاڑوں میں سے نمایاں اور ممتاز پہاڑ کو بھی کہتے ہیں۔اور اسی مناسبت سے ریاست کے سب سے بڑے حاکم کا نام خلیفہ ہوتا ہے۔اس لفظ کی جمع خلائف اور خلفاء آتی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ هُوَالَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰئِفَ الْاَرْض ﴾ [4]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا،

علامہ مرتضٰی زبیدی نے بھی خلیفہ اور خلافت کا مادہ خلف قرار دے کر اس کے معانی کی فہرست دی ہے ۔والخلف القرن بعد القرن (ایک زمانہ/طبقہ) کے بعد دوسرا)...الذين ذهبوا من الحى يستقون....الفأس العظيمة (بہت بڑا کلہاڑا) والخلف:المربد أو الذى وراء البيت (اونٹوں وغیرہ کا) باڑہ یعنی گھر کے پیچھے کی عمارت)۔۔۔الظهر بعينيه (بالکل اسی طرح پشت) ليث خلفه اى: بعده (اس کے پیچھے آیا یعنی اس کے بعد واقع

ہوا۔۔۔ان معانی کی روشنی میں انہوں نے خلف کا اسم فائل خلیفہ اور خلیف متعین کیا ہے۔اسی سے مصدر خلافت ہے:

وخلف فی قومه خلافة ،بالکسر،علی الصواب والقیاس یقتضیه، لأنه بمعنی الامارة ۵

اور اپنی قوم میں خلافت سنبھالی۔۔۔یہ کسر کے ساتھ درست ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کا مفہوم امارت یعنی سربراہی کا ہے۔ان تمام مفاہیم کو سامنے رکھ کر امام راغب اصفہانی کے الفاظ میں خلافت کی درج ذیل جامع تعریف کی جاسکتی ہے۔

الخلافة ،النیابة من الغیر امالغیبة المنوب عنه واما لموته وامالعجذه و امالتشریف المستخلف ۶

ترجمہ: خلافت دوسرے کی نیابت کا نام ہے۔گویا یہ جانشینی اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا اس کی موت کے سبب۔۔۔اس کے عجز کی وجہ سے ہو یا نائب کو عزت وشرف دینے کی بنیاد پر ہے۔

گویا خلیفہ،خلف سے ماخوذ ہے جس کے معنی بعد میں آنے ،نمایاں ہونے ،قائم مقام یا نمائندہ ہونے ،سربراہی کرنے ،ذمہ داری ادا کرنے اور معزز ومشرف ہونے والے کے ہیں۔اور خلیفہ کے اس مقام وحیثیت ،ذمہ داری اور حدود کار کا نام خلافت ہے۔جو کہ دنیاوی لحاظ سے اہم ہے۔

خلافت کی اصطلاح عام طور پر مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ کے نزدیک زیادہ مستعمل ہے۔اس لیے اہل سنت کے علماء اعلام نے خلافت کا جو معنی بیان کیا ہے ذیل میں اس کی تفصیل درج ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۲ھ) کے نزدیک لغوی تعریف کچھ اس طرح ہے:

و خلف فلان فلا ناقام بالأ مر عنه إما معه و إما بعده , والخلافة : النیابة عن الغیر إما لغیبة المنوب عنه و إما لموته وإما لعجزه وإمالشریف المستخلف علی هذا الوجه الاخیر استخلف الله الاولیاء فی الارض. ۷

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ فلاں بندہ فلاں کا خلیفہ مقرر ہوا۔یعنی اس کی جانب سے کسی کام کا مسئول بن گیا خواہ وہ مسئول اس کے ساتھ ہو یا بعد میں ہو۔

اور خلافت کا معنی ہے کسی کا نائب ہونا خواہ وہ غائب ہو ,مر چکا ہو ,عاجز ہو یا شرافت کی بناء پر ہو,آخری علت کی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے دوستوں کو خلیفہ مقرر کیا۔خلافت حکمران اور امیر کے معنی میں بھی آتا ہے۔

جیسا کہ ابن منظور افریقی (متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الخلافة ,الإمارة, و هی الخلفی (لغة فی الخلافة) و انه بین الخلافة , والخلیفی و فی حدیث عمرؓ لو لا الخلیفی لأذنت و قال غیره الخلیفة السطان الاعظم. ۸

ترجمہ: یعنی خلافۃ اور خلفی کا معنی امارت ہے۔حضرت عمر کا فرمان ہے کہ اگر حکومت اور

خلافت کی مسئولیت نہ ہوتی تو میں آذان دیتا۔ بعض فرماتے ہیں کہ خلیفہ بڑے حاکم کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

خلیفہ اور خلافت کے اس لغوی معنی کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور مفسرین اہلسنت کی ان آراء کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ (خلیفہ سے مراد کون ہے؟) اور (خلافت کی نوعیت کیا ہے؟)

علامہ ابن جریرؒ الطبری لکھتے ہیں:

الخلیفة ،الفعلیة،من قولک:خلف فلان فلانافی هذا الأمر اذا قام مقامه فیه بعده .۹

اسی طرح خلیفہ کا ایک اور معنی قائم مقام بھی آیا ہے: **هو القائم مقام غیره ۔۱۰**

اسی طرح علامہ زمخشریؒ اور فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں: **من یخلف غیره....ویقوم مقامه ۔۱۱**

علامہ قرطبیؒ کے مطابق:

یکون بمعنی فاعل،ای یخلف من کان قبله من الملائکة فی الارض او من کان قبله من غیر الملائکةعلی ما روی۔ ۱۲

علامہ الشوکانیؒ فرماتے ہیں:

والخلیفة هنا معناه الخالف لمن کان قبله من المائکة .۱۳

ترجمہ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلیفہ کے معنی قائم مقام ہونے والے اور کسی دوسرے کے بعد اس کی جگہ لینے والے کے ہیں۔ اور یہاں اس سے مراد وہ ہستی ہوئی جو زمین پر بسنے والی پہلی مخلوق کی جگہ اس کے بعد لے گی۔

علامہ ابن جریرؒ لکھتے ہیں:

و ذالک الخلیفة هو آدم و من قام مقامه فی طاعة الله والحکم بالعدل بین خلقه . ۱۴

ترجمہ: یعنی یہاں خلیفہ سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ اور ہر وہ شخص کہ جو اللہ کی اطاعت اور مخلوق کے درمیان عدل کی حاکمیت کے لحاظ سے آدم کا قائم مقام ہو۔ علامہ قرطبیؒ کی رائے یہ ہے۔

والمعنی بالخلیفة هناء ...فی قول ابن مسعود، ان عباس و جمیع اهل التاویل...آدم علیه السلام ، وهو خلیفة الله فی امضاء احکامه و وامره لانه اول

رسول الی الارض .۱۵؎

ترجمہ: خلیفہ ہونے کے مصداق آدمؑ ہیں کہ وہ زمین پر اللہ کے پہلے رسول اور اللہ کے احکام و ہدایت کو جاری کرنے کے حوالے سے اس کے نائب ہیں۔اس بات پر ابن عباسؓ ابن مسعودؓ سمیت تمام مفسرین متفق ہیں۔

حضرت علامہ الشوکانیؒ لکھتے ہیں:

قیل هو آدم و قیل کان من له خلافة فی الارض .۱۶؎

ترجمہ: خلیفہ یہاں آدم کو کہا گیا ہے۔اور ہر اس فرد کے لیے جو زمین کی نیابت پر فائز......

علامہ طنطاوی نے اس مفہوم اور اس کے اطلاق میں یوں اضافہ کیا ہے:

وهو آدم ، وهكذا الانبياء فهم خلفاء الله فی سیاسة العباد و هدایتهم لبعد مراتبهم عن الفیض الالٰهی .۱۷؎

ترجمہ: خلیفہ سے مراد آدم ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء اللہ کے نائبین ہیں۔انسانوں کے اجتماعی معاملات اور ان کی ہدایت کے اہتمام میں اپنے اپنے درجے اور باری باری پر جو کہ اللہ کے فیض سے انہیں عطا ہو۔

علامہ آلوسیؒ نے خلیفہ کی جامع تشریح یوں کی ہے:

الخلیفة...من یخلف غیره وینوب عنه والهاء للمبالغة ، ولهذا یطلق علی المذکر و المشهوران المرادبه آدم علیه السلام ...انه خلیفة الله فی ارضه، وكذاكل نبی استخلفهم فی عمارة الارض و سیاسة الناس و تکمیل لنفوسهم و تنفیذا مره.۱۸؎

ترجمہ: مطلب یہ ہوا کہ خلیفہ سے مراد وہ ہستی ہے جو کسی دوسرے کے بعد آئے اس کی جگہ لے،،اس کی ذمہ داریاں ادا کرے یا اس کا نائب بن کر کام کرے۔۔۔(یہاں ۃ مبالغ کی ہے اور مذکر پر دلالت کرتی ہے۔)۔۔۔اور یہ بات معروف و معلوم ہے کہ یہاں آدم علیہ السلام خلیفہ کے مصداق ہیں۔کہ وہ زمین پر اللہ کے نائب ہیں جس طرح سارے انبیاء خلافت سنبھالتے رہے زمین کی آبادکاری،انسانوں کے اجتماعی معاملات کی تہذیب اور رب کائنات کے احکام کی کی تنفیذ کے معاملات میں......

اسلاف کے نزدیک خلافت کی تعریف

علماء کے نزدیک خلافت کے اصطلاحی معنی مختلف کے ہیں اور تمام کا مقصد ایک جیسا ہے

علامہ محمود خالد فرماتے ہیں:

عرفها كثيرمن علماء الشريعة الإسلامية بتعريفات ترجع الى معنى واحد و هو رياسة الحكومة الإسلاميه المصالح الدنيا والدين. [۱۹]

ترجمہ: کہ شریعت اسلامی کے اکثر علماء نے خلافت کے بہت سے معانی ذکر کئے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ تمام دینی و دینوی مصالح کے لیے اسلامی حکومت بنانا۔

بعض مشہور علماء کے نزدیک تعریف کچھ اس طرح ہے:

علامہ ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

الامامةموضوعة الخلافة النبوة فى حراسة الدين و سياسةالدنيا . [۲۰]

ترجمہ: امامت دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نیابت کو کہتے ہیں

علامہ جوینیؒ (متوفی ۴۷۸ھ فرماتے ہیں:

رياسة تامه و زعامة تتعلق بالخاصة والعامة فى مهمات الدين والدنيا. [۲۱]

ترجمہ: یعنی عوام اور خواص کی دنیاوی اور اخروی کاموں کو سرانجام دینے کے لیے قیادت کرنا خلافت ہے

علامہ آمدی رحمہ اللہ (متوفی ۶۳۱ھ) لکھتے ہیں:

الامامة خلافة الشخص من الاشخاص للرسول عليه الصلوة والسلام فى اقامة قوانين الشرح و حفظ الملة على وجهً يجب اتباعه على كافة الامة. [۲۲]

ترجمہ: یعنی شرعی قوانین اور حفاظت ملت کی اقامت میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نیابت ایک شخص کرتا ہو یہ امامت ہے اور اس کی تابعداری واجب ہے۔

علامہ بیضاویؒ (متوفی ۶۸۵ھ فرماتے ہیں:

الامامة خلافة شخص من الاشخاص للر سول عليه الصلوة والسلام فى اقامة القوانين الشرعية وحفظ لملة على وجه يجب اتباعه على كافة الامة [۲۳]

ترجمہ: یعنی شرعی قوانین اور حفاظت ملت کی اقامت میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نیابت ایک شخص کرتا ہو یہ امامت ہے اور اس کی تابعداری واجب ہے۔

قاضی عضدالدین الایجیؒ (متوفی ۷۵۶ھ فرماتے ہیں:

رياسة عامة فى امور الدين والدنيا الشخص من الاشخاص [۲۴]

ترجمہ: ایک شخص کا عمومی ریاست میں دینی اور دنیاوی کام کی حفاظت کرنا خلافت ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

الامامة رياسة فى امر الدين و الدنيا خلافة عن النبى عليه السلام ۲۵

ترجمہ: یعنی دین اور دنیا کے کاموں کو برابر رکھ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نیابت میں عمومی ہے۔

علامہ سعدالدینؒ لکھتے ہیں:

نيابه عن الرسول عليه السلام فى اقامة الدين بحيث يجب على كافة سالامم الاتباى. ۲۶

ترجمہ: یعنی دین کے احکام کو قائم کرنے میں حضور ﷺ کی نیابت کرنا اس طور پر کہ تمام لوگوں پر ان کا اتباع واجب ہو۔

علامہ ابن خلدونؒ (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

خلافة عن صاحب اشرع فى حراسة الدين،وسياسة الدنيابه. ۲۷

ترجمہ: یعنی خلافت تمام لوگوں کی قیادت اور کفالت کو اپنے ذمہ لینا ہے اور شرعی نقطہ نظر سے دینی اور دنیاوی کاموں، مصالح اور ضروریات کو پورا کرنا اور ساتھ ہی اخروی مصالح کی بھی حفاظت کرنا۔

اخروی مصالح اس لئے کہ شارع کے نزدیک دنیا کے احوال اس وقت معتبر ہوں گے جب اس میں آخرت کے مصالح ہوں۔ معلوم ہوا کہ خلافت حقیقت میں دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست میں رسول اللہ (ﷺ) کی نیابت کرنا ہے۔

علامہ جرجانیؒ (متوفی ۶۱۸ھ) فرماتے ہیں:

خليفة:الامام الاعظم القائم بخلافة النبوة فى حراسة الدين،وسياسة الدنيا. ۲۸

ترجمہ: خلیفہ یا امام وہ ہے کہ دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست میں نبی الصوۃ والسلام کی نیابت کرے

علامہ احمد بن عبداللہ القلقشندیؒ (متوفی ۸۲۱ھ) لکھتے ہیں:

الولاية لعامة على كافةالامه،والقيام بامورها،والنهوض با عبائها. ۲۹

ترجمہ: تمام لوگوں کے کاموں کو پورا کرنا اور ان کے مشکلات حل کرنا خلافت عمومی ہے۔

علامہ حافظ ابن ہمام حنفیؒ (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

هى استحقاق تصرف عام على المسلمين. ۳۰

ترجمہ: خلافت ایک وجوبی حق ہے جو کہ ایک شخص کو حاصل ہے اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں پر دینی اور دنیوی کاموں میں تصرف حاصل کرنا ہے۔

امام شمس الدینؒ محمد بن ابی العباس الشافعیؒ فرماتے ہیں:

خلافة الرسول ﷺ فی اقامه الدین و حفظ حوزة الملة بحیث یجب اتباعة علی الامة کافة. ۳۱

ترجمہ: رسول ﷺ کی نیابت میں دین کے احکام قائم کرنا خلافت ہے۔تمام امت پر اس خلیفہ کا اتباع واجب ہے

علامہ محمد نجیب المطعیؒ فرماتے ہیں:

الریاسة العامة فی شؤون الدنیا والدین ۔ ۳۲

ترجمہ: امت کے دینی اور دینوی کاموں میں عمومی ریاست کرنا امامت ہے۔

خلیفہ اور سلطان میں فرق

اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ایک بار حضرت عمر نے سلمان فارسی سے پوچھا کہ میں سلطان ہوں یا خلیفہ تو حضرت سلیمان فارسی نے فرمایا: اگر آپ اسلامی مملوکات واراضی سے ایک درہم کم یا ایک درہم زائد وصول کریں گے اور پھر اسے بے جا تصور کریں گے تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ۔ ۳۳

خلافت امامت اور امارت سے مراد عمومی ریاست ہے۔مذاہبِ اربعہ حنفیؒ، مالکیؒ، شافعیؒ، حنبلیؒ کے نزدیک ذکر شدہ تین الفاظ سے منظور اور ہدف دولت کا ریاست ہے۔جبکہ اہل تشیع کے نزدیک امامت عہدہ الٰہی ہے

علامہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:

و ینبغی أن یعلم أن الخلافة ، والإمامة و إمارة المؤمنین و الملک لا یقصد منها فی نصوص القرآن إلا لریاسة بمعناها العام، ولا یقصدمنها الدلالة علی نظام معیّن من أنظمة الحکم ، فالخلافة، والملک، والإماما مترادفات تدل علی الریاسة العلیا للدوالة، ولا تدل علی أکثر من ذلک ، و سمی داؤد خلیفة و ملکا . ۳۴

ترجمہ: یعنی مناسب ہے کہ جب قرآن پاک کے نصوص میں خلافت، امامت، امارت المسلمین اور ملک کا ذکر ہو تو اس سے مراد قیادت اور ریاست کے عام معنیٰ ہی کو لیا جائے اور کسی خاص نظام پر دلالت

کا ارادہ نہ کیا جائے۔

پس خلافت، ملک اور امامت تینوں مترادف الفاظ ہیں۔ جو بڑی ریاست پر دلالت کرتے ہیں اور داؤد علیہ السلام کو خلیفہ اور امام کہا گیا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ﴾ ترجمہ: اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا [35]

﴿ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ ﴾ ترجمہ: اور دی داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالی نے سلطنت [36]

وسمي إبراهيم السلام عليه إماما و ملكا. ترجمہ اور ہم نے ابراھیم علیہ السلام کا نام امام اور بادشاہ رکھا

﴿ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ﴾ ترجمہ: بے شک میں نے تجھے سب لوگوں کا امام بنایا۔ [37]

﴿ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا ﴾ [38]

ترجمہ: بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت اور عظیم ملک کی بادشاہت عطا کی

جیسا کہ مندرجہ آیتوں میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾ [39]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایات کرتے ہیں

﴿ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ﴾ [40]

ترجمہ: اس نے جب تم میں سے انبیاء بنایا اور تمھیں حکمران عطا فرمایا۔

﴿ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ سْتُضْعِفُوا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ﴾ .[41]

ترجمہ: اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان پر جنہیں کمزور بنایا گیا تھا اور انہیں امام اور وارث بنادیں۔

سربراہِ مملکت کے لقب میں اختلاف سے حکم میں کوئی فرق نہ پڑے گا اس کا نام خلیفہ ہو یا امیر اور کچھ حکم ایک ہی رہے گا اعتبار معنی اور منصب کی حیثیت کا ہے نہ کہ لقب اور لفظ کا۔[42]

حضرت سلمانؓ نے مجلس میں فرمایا:

الخليفة: هو الذى يقضى بكتاب الله و يشفق على الرعية شفقة الرجل على عياله فقال كعب الأخبار صدق . [43]

ترجمہ: خلیفہ وہ انسان ہے جو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرے اور اپنی رعیت پر اپنے بچوں کی طرح شفقت کرے۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے فرمایا سچ کہا۔

اسی طرح ہندوستان کے مشہور سیاسی عالم مولانا محمد اسحٰق صدیقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خلیفہ مسلمانوں کا وہ سربراہ عام ہے جو نائب رسول ﷺ ہونے کی حیثیت سے اسلامی ذرائع سے اسلامی حیات کو رائج وقائم کرے اور ان سب امور کی انجام دہی میں وہ طاقت وقوت سے بھی کام لے سکتا ہو۔

ذیل میں خلیفہ کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے مندرجہ ذیل امور سمجھ میں آتے ہیں۔

(۱) کسی جماعت مسلمین کے وہ سردار خلیفہ نہیں کہے جا سکتے جو صرف بعض قوانین اسلامیہ نافذ کر سکیں۔ بعض کو نہ فانفذ کر سکیں نماز، روزہ کے متعلق تو وہ احکام نافذ کر سکتے ہوں لیکن شرعی حدود قصاص کو جاری نہ کر سکیں۔

(۲) وہ سردار بھی خلیفہ کی تعریف سے خارج ہیں جو ایسا کر تو سکتے ہوں مگر اپنے اختیار سے نہ کریں۔

(۳) وہ اشخاص جو اسلامی قوانین کے نفاذ یا ان کے نفاذ کے موانع دور کرنے کے لیے قوت سے کام نہ لے سکتے ہوں مثلاً جہاد کر سکتے ہوں وہ خلیفہ کے حدود سے خارج ہیں۔

(۴) خلیفہ کے مقرر کئے ہوئے افسر وحکام وغیرہ بھی اس تعریف سے خارج ہیں اس لئے کہ وہ امامت عامہ نہیں رکھتے۔ [۴۴]

علامہ الجرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) امام کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

الذی له الرياسة العامة فی الدين و الدينا جميعا. [۴۵]

ترجمہ: امام وہ شخص ہوتا ہے کہ دینی اور دنیاوی امور میں حکمرانی کا ذمہ دار ہو۔

بادشاہ اور بادشاہت کے درمیان فرق

ابن خلدونؒ (متوفی ص ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

الملک الطبيعی هو حمل الكافة علی مقتضی الغرض و الشهوة، والسياسی هو حمل الكافة علی النظر العقلی فی جلب المصالح الدنيوية، و دفع المضار ، والخلافة هی حمل الكافة علی مقتضی عن فی مصالحهم الأخروية و الدينوية الراجعة إليها. [۴۶]

ترجمہ: بادشاہت طبعی اس کو کہتے ہیں کہ بادشاہ کی طرف تمام لوگ غرض اور شہوت کی ضروریات پر آمادہ ہو جائیں۔ سیاسی اور دینی ملک ہے کہ بادشاہت کی طرف تمام لوگ عقلی نظر کی ضرورت کو مدنظر

رکھ کر طلب منفعت اور دفع مضرت ہوں۔ خلافت اس کو کہتے ہیں کہ خلیفہ شرعی نقطہ نظر سے اخروی اور دینوی مصالح جو اس کی طرف راجع ہوں پر کرے۔

من الفروق فی نوعیة سیاسة الرعیة ، ومن الفروق أیضا الطرق التی یتم الملک أو الخلافة یتم عادة عن الطریق القھر ، والغلبة، والعھد من الأباء للأبناء ونحو ذلک دون الرجوع لأھل الحل ۔۴۷

ترجمہ: فرق رعیت کی سیاست میں نوع کے ہیں اسی طرح اس طریقے کے اعتبار سے بھی فرق ہے جس طرح سے ملک یا خلافت ہے۔ ملک عموماً قہر، غلبہ اور آباء کی طرف بیٹیوں کو بطریقہ نیابت وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے اہل حل وعقد کے بغیر۔

خلیفہ کا طریقہ انتخاب

اہل سنت کے نزدیک اسلام کے سیاسی نظام میں خلیفہ کے تقرر کے لیے کوئی خاص طریقہ وضع نہیں کیا گیا ہے ۔ تاکہ زمانے کے حالات واقعات کے مطابق اس کا تقرر عمل میں لایا جا سکے سیاسی مفکرین نے خلفائے (اربعہ) خلفائے راشدین کے تقرر وانتخاب کو قانونی نظائر کا درجہ دیا ہے۔ اس طرز انتخاب کو درج کیا جات ہے۔

انتخاب اول

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب تھا۔ جو بذریعہ شوریٰ اور بالواسطہ رائے عامہ سے ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں ریاست عامہ کے معتمد نمائندوں کا اجلاس ہوا۔ وہاں بڑی بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملت کی بیعت اجتماعی کا قائد تسلیم کر لیا گیا۔ بالآخر تمام صحابہ کرام ان کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے ۔۴۸

انتخاب دوم

دوسرا انتخاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ اس انتخاب میں تجویز ونامزدگی، شوریٰ اہل حل وعقدہ ومرضی عامہ شامل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں سربراہی کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تجویز کیا۔ آپ نے اہل حل وعقد سے اس بارے میں مشورہ کیا پھر عام لوگوں کی رائے بھی حاصل کی ۔۴۹

بعض علماء کا خیال ہے کہ تقرر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں عام لوگوں سے رائے نہیں لی گئی

ھی۔جیسا کہ ماوردی ؒ بیان کرتے ہیں۔لان بخة عمر رضی الله عنه لا تتوقف علی رضا الصحابه ۔۔۔یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تجویز صحابہ کرام کی رضا پر موقوف نہ تھی۔۵۰

لیکن علامہ سیوطی ؒ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ لوگوں نے بالاتفاق کہا۔

خلیفہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم (ابوبکر صدیق ؓ) ہم بالکل راضی ہیں۔۵۱

انتخاب سوم

یہ انتخاب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا تھا۔اس کے لیے جو قانونی کارروائیاں عمل میں لائی گئیں ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مدبرین حکومت کی مجلس شوریٰ مقرر کی۔جس کے ارکان حضرت عثمان ،حضرت علی رضی اللہ عنہ،حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ،حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ،حضرت طلحہ ؓ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم تھے۔یہ اصحاب ساری امت میں ہر طرح سے معتبر تھے۔اس لیے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتخاب کو ان میں محدود کر دیا۔اور تجویز فرمایا کہ وہ اصحاب اپنے میں سے کسی ایک کو امت کا سربراہ منتخب کرلیں۔مزید یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بھی اس مجلس کے رکن ہونگے۔مگر وہ صرف مشورہ دیں گے۔ان کا نام حکومت کے لیے پیش نہیں کیا جائے گا۔دو حضرات کے لیے رائے برابر ہو تو ان کی رائے فیصلہ کن ہوگی۔پھر بھی فیصلہ نہ ہو سکے تو جس کے حق میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ ہونگے ان کے لیے فیصلہ کر دیا جائے گا۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے مجوزہ شوریٰ کے اراکین سے فرمایا کہ چھ کی تعداد کو اور کم کر دیا جائے۔جو شخص اپنی نسبت دوسرے شخص کو خلافت کے لیے زیادہ اہل سمجھتا ہو۔اس کا نام پیش کر دے۔یہ ایک اچھی تجویز تھی۔اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کا نام پیش کیا۔اور اپنا نام واپس لے لیا۔حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے اپنا نام واپس لے لیا۔اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر اپنا نام واپس لے لیا۔

(۳) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے بھی اپنا نام واپس لے لیا اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی رہ گئے۔پھر سب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کو اختیار دیا کہ وہ ان دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے میں امت کی راہنمائی فرمائیں۔

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے سب سے پہلے حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جداگانہ رائے لی اس کے بعد تین دن تک استصواب رائے عامہ کا طریقہ اختیار کیا گیا۔عورتوں،بچوں اور باہر سے آنے والے مسافروں،یہاں تک

کہ راہ چلتے لوگوں کی بھی آراء حاصل کی گئیں۔اسی طرح ہرممکن کوشش کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے خلافت کی بیعت کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام کا اعلان فرمادیا۔اوراس اعلان پر کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔۵۲

انتخاب چہارم

یہ انتخاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سخت بے چینی اور انتشار کے عالم میں جمہور امت کے قیام امن کی ذمہ داری کو شدت سے محسوس کیا اور ایک فوری فیصلے کے مطابق تمام اہل حل وعقد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا امام منتخب کرلیا۔اور رائے عامہ کی بناء پر بیعت عامہ وقوع پذیر ہوئی۔۵۳

خلافت کی تاریخ عہد بہ عہد

اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو تمام عالم اسلام کا سربراہ ہو،خلافت کا یہ نظام اسلام میں ایک سو چوبیس سال تک رہا ہے،اس کے بعد خلافت ختم ہوگئی اور خلافت کے نام سے بادشاہت آ گئی اور مسلمانوں کی حکومتیں مختلف ریاستوں میں بٹ گئیں پھر تاریخ نے ایسا دور بھی دیکھا کہ مسلمان حکمران ایک دوسرے کے خلاف اپنی دفاعی قوتوں کو صرف کرتے رہے اور کفار کے خلاف جنگ اور جہاد ایک قصہ پارینہ بن گیا۔ہم یہاں اختصار کے ساتھ خلفاء کے عہد کا ایک جائزہ پیش کررہے ہیں:فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق.

۱۔حضرت ابوبکر صدیق بارہ ربیع الاول پیر کے دن ۱۱ھ کو منتخب ہوئے۔اور منگل کی رات بائیس جمادی الاخرۃ ۱۳ھ میں وصال فرمایا،آپ نے حضرت اسامہ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر بھیجا جو رومیوں سے جنگ کرکے کامیاب لوٹا، مسلیمہ کذاب کو قتل کیا۔حضرت علاء بن حضرمی کو بھیج کر بحرین کے مرتدین کی سرکوبی کی ، مانعین زکوۃ سے قتال کیا، حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو بھیج کر عمان کے مرتدوں کی سرکوبی کی،حضرت خالد بن ولیدؓ کو بصرہ بھیجا اور ایلہ شہر فتح کیا، عراق کے مشہور شہر مدائن کسری کو فتح کیا،حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ شام کی طرف لشکر بھیجا۔اوراجنادین فتح ہوا۔

۲۔حضرت عمر فاروقؓ،حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق خلیفہ منتخب ہوئے ،۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو آپ پر حملہ کیا گیا اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ شہید ہوگئے۔آپ کی خلافت میں ۱۴ھ میں دمشق صلح اور جنگ سے فتح ہوا، پھر حمص پر قبضہ کیا۔اسی سال بصرہ اور ایلہ فتح ہوئے۔۱۶ہجری میں اہواز اور مدائن فتح ہوئے ،تکریت اور بیت المقدس فتح ہوا،حلب اورانطاکیہ فتح ہوئے ،جند ہمیشاپورا اور حلوان جنگ سے فتح ہوئے ،۱۹ھ میں قیساریہ پر قبضہ ہوا،۲۰ھ میں مصر جنگ سے فتح ہوا اور تسرہ فتح کیا ۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند فتح ہوئے ،۲۲ھ میں آذربائیجان فتح ہوا اور اس کے بعد دنیور اور ہمدان جنگ

سے صلح ہوا، طرابلس الغرب صلح ہوا، عسکر اور قومس صلح ہوئے اور رے (طہران) صلح ہوا، ۲۳ھ میں کرمان، سجستان اور مکران فتح ہوئے اور بلاد جبل سے اصفہان تک کے علاقے فتح ہوئے۔

۳۔ حضرت عثمان شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید کیے گئے، آپ کے عہد میں ۲۴ء میں مکمل رے (طہران) فتح ہوا، روم کا وسیع علاقہ فتح ہوا، ۲۷ھ میں قبرص فتح ہوا، افریقہ فتح ہوا اور اسی سال اندلس فتح ہوا، ۳۰ھ میں جور، خراسان اور پورا نیشاپور صلح سے فتح ہوئے، ایران کے چند شہر طوس، سرخس، مرد اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔

۴۔ حضرت علی اہل مدینہ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے اور ۲۱ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے، آپ کے عہد میں جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئی۔

۵۔ حضرت حسن بن علی اہل کوفہ کی بیعت سے خلیفہ ہوئے، جمادی الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

۶۔ حضرت حسن سے صلح کے نتیجہ میں حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اور ۲۲ رجب ۶۰ھ کو انتقال ہوا (اصابہ) ان کے عہد میں ۵۱ ہجری میں بلخ فتح ہوا، ۵۳ھ میں جزیرۃ الاوس اور بخارا فتح ہوا۔

۷۔ حضرت معاویہؓ کے ولی عہد مقرر کرنے کی وجہ سے یزید خلیفہ ہوا اور ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہلاک ہوگیا۔ یزید کے عہد میں سانحہ کربلا رونما ہوا، میدان حرہ میں اہل مدینہ سے جنگ کی گئی اور ان کا قتل عام کیا گیا، اور خانہ کعبہ جلایا گیا۔

۸۔ معاویہ بن یزید کا جانشین ہوا اور چالیس دن یا دو ماہ بعد ۶۴ھ میں ہلاک ہوگیا۔

۹۔ یزید کی موت کے بعد حجاز، ایلین، عراق اور خراسان کے مسلمانوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کے ہاتھ پر (۶۴ھ) میں بیعت کر لی۔ اور شام اور مصر کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر مروان بن الحکم نے ان کے خلاف بغاوت کی اور شام اور مصر پر غلبہ حاصل کرلیا، ۶۵ھ میں مروان مر گیا۔ اور اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان ولی عہد ہوا اس نے حجاج بن یوسف سے حضرت ابن الزبیر پر حملہ کرایا۔ اور ۱۷ جمادی الاول ۷۳ھ میں حضرت ابن الزبیر کو شہید کر دیا گیا، اس طرح نو سال کے بعد حضرت ابن الزبیر کی خلافت ختم ہوگئی، اور عبدالملک مروان تمام ممالک اسلامیہ پر غلبہ سے قابض ہوگیا، حضرت ابن الزبیر نے اپنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشاء کے مطابق کعبہ کی تعمیر کی۔

۱۰۔ عبدالملک بن مروان ۷۳ھ میں غلبہ سے خلافت پر قابض ہوا اور اشوال ۸۶ھ میں اس نے وفات پائی، اس کے عہد میں

زیادہ تر خارجیوں سے جنگ ہوتی رہی، ۸۱ھ میں قالیقا فتح ہوا اور ۸۴ھ میں قلعہ بازعیس کی تسخیر ہوئی۔

۱۱۔ ولید بن عبدالملک کو عبدالملک نے اپنی زندگی میں نامزد کر دیا تھا، اس نے ۱۵ جمادی الاخری ۹۹ھ میں وفات پائی۔اس کے عبدالملک نے اپنی زندگی میں نامزد کر دیا تھا، جی نامزد کر دیا تھا، اس نے ۱۵ جمادی الاخری ۹۹ء میں وفات پائی۔اس کے عہد میں بیقند، بخارا، سردانیہ، طمورہ، قیم اور بحیرۃ الفرسان فتح ہوئے۔

۱۲۔سلیمان بن عبدالملک بھی عبدالملک کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا، اس کی خلافت صفر ۹۹ھ تک رہی، اس کے عہد میں جرجان، قلعہ حدید، سردا، شفا، طبرستان اور شہر سفانیہ فتح ہوئے۔

۱۳۔عمر بن عبدالعزیز، سلیمان کی وصیت سے خلیفہ ہوئے، ان کی خلافت ۲۵ھ رجب ۱۰۱ھ تک رہی ان کو خلیفہ راشد قرار دیا گیا، ان کے عہد میں زیادہ تر داخلی اصلاحات ہوئیں۔

۱۴۔یزید بن عبدالملک بن مروان اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلیفہ ہوا، شعبان ۱۰۵ھ میں اس کی وفات ہوگئی۔

۱۵۔ہشام بن عبدالملک اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے ولی عہد کی حیثیت سے خلیفہ ہوا، ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں اس کی وفات ہوگئی، اس کی حکومت کے ساتویں سال روم جنگ و جدال سے فتح ہوا، آٹھویں سال میں خجرہ فتح ہوا اور بارہویں سال میں خرشتہ فتح ہوا۔

۱۶۔ولید بن یزید بن عبدالملک، اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جانشین ہوا، یہ انتہائی بدکار، شرابی اور لوطی تھا، لوگوں نے اس کے فسق و فجور سے تنگ آ کر جمادی الآخری ۱۲۶ھ میں اس کو قتل کر دیا۔

۔علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے لکھا ہے کہ ولید بن یزید بن عبدالملک پر بارہ خلفاء پورے ہوگئے اور اس کے بعد خلافت ختم ہوگئی، کیونکہ ولید بن یزید بن عبدالملک کے بعد سے لے کر اب تک اُمت کسی ایک خلیفہ پر متفق نہیں ہوسکی اس کے بعد صرف خلافت کا نام تھا حقیقت میں ملوکیت اور سلطنت تھی۔[۵۴]

۱۷۔یزید ناقص ابوخالد بن ولید، یہ اپنے عم زاد ولید بن یزید کو قتل کر کے خلافت پر قابض ہوا، یہ قدری تھا اور لوگوں کو قدریت کی طرف دعوت دیتا تھا، خلافت کے چھ ماہ بعد ذوالحجہ ۱۲۶ھ میں فوت ہوگیا۔

۱۸۔ابراہیم بن ولید بن عبدالملک، اس کے ولی عہد ہونے میں اختلاف ہے، اس نے صرف ستر دن حکومت کی، اس کے خلاف مروان بن محمد نے خروج کیا اور یہ اس کے حق میں دستبردار ہوگیا۔

۱۹۔ مروان بن محمد بن مروان بن الحلم الحمار ۱۲۷ھ میں غلبہ سے خلافت پر قابض ہوا، اس کے خلاف عباسیوں نے خروج کیا اور ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا، یہ بنواُمیہ کا آخری خلیفہ تھا۔

۲۰۔ ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم، اس کا لقب سفاح تھا، یہ پہلا عباسی خلیفہ تھا، سفاح کے وفد میں مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا تھا اس لیے سفاح کے قبضہ سے طاہرہ وطبہ سے لے کر سوڈان اور اندلس تک کے تمام علاقے نکل گئے، ان علاقوں کے علاوہ اور بھی کئی شہر اس کے ہاتھ سے جاتے رہے، ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں سفاح فوت ہو گیا۔

۲۱۔ المنو ر ابوجعفر عبداللہ اس کو سفاح نے اپنا ولی عہد بنایا تھا، ۱۴۸ھ تک تمام مقبوضہ مما لک پر اس کا قبضہ ہو گیا، البتہ اندلس پر قبضہ نہیں کر سکا، کیونکہ اندلس میں عبدالرحمٰن بن معاویہ اموی مروانی نے اپنی سلطنت قائم کر لی تھی، اس کے عہد میں خراسان میں بغاوت ہوئی، ذوالحجہ ۱۵۸ھ میں منصور فوت ہو گیا۔

۱۲۴ھ کے بعد تمام عالم اسلام ایک حکمران کے تحت نہیں رہا کیونکہ اندلس میں ایک الگ حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اور عملاً خلافت ختم ہو چکی تھی، کیونکہ اب تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ نہیں تھا۔

۲۲۔ مہدی ابوعبداللہ محمد بن منصور، اس کو منصور نے اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا تھا، اس کے عہد میں روم کے اکثر علاقے فتح ہوئے ۱۶۹ میں مہدی کا انتقال ہو گیا۔

۲۳۔ ابومحمد موسیٰ بن المہدی المعروف الہادی، یہ مہدی کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا، ۱۷۰ھ میں فوت ہو گیا۔

۲۴۔ الرشید ہارون بن مہدی، اس کو مہدی نے ہادی کے بعد نامزد کیا تھا، اس کے عہد میں ۱۷۶ھ میں دبستہ شہر فتح ہوا، ۱۸۱ھ میں صنعاف کا قلعہ فتح ہوا، ۱۸۳ھ میں آرمینیہ میں بغاوت شروع ہوگئی، ۱۹۰ھ میں ہارون نے روم کا شہر ہرقلعہ فتح کیا۔ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گیا۔

۲۵۔ الامین محمد ابوعبداللہ بن رشید، اس کو ہارون نے ولی عہد بنایا تھا، ہارون نے اس کے بعد مامون بن رشید کو ولی عہد بنایا تھا، ۱۹۴ھ میں امین نے مامون کو ولی عہد سے معزول کر دیا، مامون نے امین کے خلاف بغاوت کر کے ۱۹۸ھ میں خلافت پر قبضہ کر لیا، امین قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل تھا، گانے بجانے، شراب نوشی اور اِغلام کا عادی تھا، ۱۹۸ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

۲۶۔ مامون عبداللہ ابوالعباس بن رشید، اس نے غلبہ سے خلافت پر قبضہ کر لیا، ۲۱۱ھ میں اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں، ۲۱۲ھ میں اس نے خلق قرآن کے عقیدے کا اظہار کیا۔ ۲۱۵ھ میں اس نے روم کے بعض شہروں کو فتح کیا، جن علماء نے خلق قرآن کے عقیدہ میں اس کی ہمنوائی نہیں کی، ان کو مروادیا یا سخت آزمائش میں مبتلا کیا، ۱۲ رجب ۲۱۸ھ کو مر گیا۔

۲۷۔ المعتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن الرشید، مامون کے بعد اس کی بیعت کی گئی یہ بھی معتزلی تھا، اس نے بہت سے علماء کو قتل کیا، ۲۲۳ھ میں اس نے روم پر لشکر کشی کی اور عموریہ کو فتح کیا، ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں فوت ہو گیا۔

۲۸۔ الواثق باللہ ہارون، ابوجعفر بن معتصم، اس کو معتصم نے ولی عہد مقرر کیا، یہ بھی خلق قرآن کے عقیدے کا حامل تھا اور اس نے بھی علماء کو آزمائش میں ڈالا، یہ ۲۴ ذوالحجہ ۲۳۲ھ کو فوت ہو گیا۔

۲۹۔ المتوکل علی اللہ جعفر ابو الفضل بن معتصم بن ہارون یہ واثق کی موت کے بعد خلیفہ ہوا، اس نے امام حسین کو قبر کھودادی تھی، یہ ایک عیاش شخص تھا، اس نے پہلے اپنے منتصر کو ولی عہد مقرر کیا بعد میں اس کو بدلنا چاہا منتصر نے سازش کر کے اس کو ۵ شوال ۲۴۷ھ میں قتل کرادیا۔

۳۰۔ محمد ابو جعفر المنتصر باللہ، یہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد غلبہ سے خلیفہ ہوا۔ ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ میں فوت ہو گیا۔

۳۱۔ المستعین باللہ ابو العباس احمد بن معتصم بن رشید، اس کو ترک سرداروں نے مشاورت کے ذریعہ خلافت پر بٹھایا، بعد میں اس کو ترکوں سے مناقشت ہوگئی جس کے نتیجہ میں اس کو ۲۵۲ھ میں خلافت سے دستبردار ہونا پڑا۔ ۳ شوال ۲۵۲ھ میں قتل کردیا گیا۔

۳۲۔ المعتز باللہ محمد ابو عبداللہ بن المتوکل بن المعتصم بن الرشید، اس کو ترکوں نے خلافت پر بٹھایا تھا، ۲۵۵ھ میں یہ ترکوں کے مالی مطالبہ کو پورا نہ کرسکا جس کے نتیجہ میں ترک سرداروں نے اس کو مار پیٹ کر اس سے خلافت سے دستبرداری لکھوالی، شعبان ۲۵۵ھ میں یہ ترکوں کے ظلم سے پیاسا مر گیا۔

۳۳۔ المہتدی باللہ ابو عبداللہ بن واثق بن معتصم بن رشید، اس کو ترکوں نے خلافت پر بٹھایا، اس نے ترکوں سے جنگ کی لیکن اس نے شکست کھائی اسے گرفتار کر کے اور اس کے خصیے دبا کر اس کو رجب ۲۵۶ھ میں مار ڈالا گیا۔

۳۴۔ المعتمد علی اللہ احمد بن متوکل بن معتصم بن رشید، اس کو جیل خانے سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ ۱۲ رجب ۲۷۹ھ میں مر گیا۔

۳۵۔ المعتضد باللہ بن احمد موفق بن معتصم بن رشید، اس کو معتمد نے ولی عہد بنایا تھا، یہ فلسفہ کے خلاف تھا، ۲۲ ربیع الآخر

۲۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔

۳۶۔ المکتفی باللہ علی بن معتضد، اس کو اس کے باپ نے اپنی زندگی میں نامزد کر دیا تھا، ۲۹۱ھ میں روم کا شہر انطاکیہ فتح ہوا، یہ نیک اور عادل خلیفہ تھا، ۲۲ ذوالعقدہ ۲۹۵ھ میں فوت ہوا۔

۳۷۔ المقتدر باللہ جعفر بن المعتضد، اس کو اس کے بھائی نے اپنی بیماری کے ایام میں خلیفہ نامزد کیا تھا، ۳۰۱ھ میں مہدی فاطمی، اسکندریہ اور قیوم پر قابض ہو گیا۔ ۳۱۴ھ سے حاکم خراسان کے ہاتھوں فرغانہ فتح ہوا، ۳۱۴ھ میں سلیطہ پر رومیوں نے قبضہ کر لیا، ۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر قبضہ کر لیا، ۳۱۶ھ میں قرامطہ کی یورش سے بہت سے مقبوضات مقتدر کے ہاتھوں سے نکل گئے، ۳۱۷ھ میں مقتدر بغاوت سے گھبرا کر روپوش ہو گیا لیکن دوبارہ اقتدار پر بحال ہو گیا، ۳۲۰ھ میں مقتدر کی بربریوں سے جنگ ہوئی ایک بربر نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ بدھ کا دن تھا اور شوال کی ۲۷ تاریخ تھی۔

۳۸۔ القاہر باللہ ابو منصور محمد بن المعتضد، اس کو استصواب کے بعد خلیفہ بنایا گیا، یہ رقص و سرود کا رسیا اور عادی شرابی تھا، ۳۳۲ھ میں ابن بویہ نے فارس پر قبضہ کر لیا پھر اس نے مزید شہروں پر قبضہ کیا اور خراسان اور فارس بنو عباس کے قبضہ سے نکل گئے، القاہر انتہائی ظالم اور سفاک تھا، اس کے ظلم اور خونریزی کی بناء پر ۳۲۲ھ میں اس سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا گیا اور انکار پر گرم سلاخوں سے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، ۳۲۳ھ تک یہ قید رہا، پھر اس کو رہائی ملی، مکتفی کے دورِ حکومت میں یہ نظر بند رہا اور جمادی الاول ۳۳۹ میں فوت ہو گیا۔

۳۹۔ الراضی باللہ ابو العباس محمد بن مقتدر بن معتضد، یہ قاہر باللہ کی معزولی کے بعد ۳۲۲ھ میں تخت نشین ہوا، ۳۲۴ھ میں محمد بن واثق نے واسطہ اور اس کے تمام نواحی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کے قبضہ سے تمام ملکی اور مالی اُمور نکل گئے، ۳۲۵ھ میں متعدد شہروں پر خارجیوں کا قبضہ ہو گیا، ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور راضی باللہ کے قبضہ میں بغداد اور نواحی بغداد کے سوا کچھ نہ رہا، اس صورت حال سے اسپین کے بادشاہ امیر عبدالرحمٰن بن محمد اموی نے فائدہ اٹھایا اور اس نے دعویٰ کیا کہ خلافت کا سب سے زیادہ میں حقدار ہوں اس نے امیر المؤمنین ناصر دین اللہ کا لقب اختیار کیا، یہ بلند ہمت مجاہد تھا اندلس کے وسیع ......کو اس نے فتح کیا اور ستر شہروں پر قبضہ کیا، ۳۲۵ھ میں خلافت کے تین دعویدار تھے، اندلس میں عبدالرحمٰن، بغداد میں راضی باللہ اور قیروان میں مہدی، ربیع الثانی ۳۲۹ھ میں راضی باللہ طویل علالت کے بعد مر گیا۔

۴۰۔ المتقی اللہ ابو اسحاق ابراہیم بن المقتدر بن المعتضد، یہ اپنے بھائی راضی کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا، یہ عابد و

زاہد حکمران تھا یہ صرف نام کا بادشاہ تھا تمام امور حکومت ابوعبداللہ احمد بن اللکوی سیکرٹری کے اختیار میں تھے، ۳۳۰ھ میں بغداد میں ایک ہولناک قحط پڑا، ۳۳۳ھ میں اس کو اندھا کر کے اس سے خلافت لے لی گئی۔

۴۱۔ المستکفی باللہ ابوالقاسم عبداللہ بن مکتفی بن معتضد، صفر ۳۳۳ھ میں تخت پر بیٹھا، اس نے ابوبویہ کو معزالدولہ کا خطاب دیا۔ معزالدولہ تمام سلطنت پر قابض ہوگیا، ۳۳۴ھ میں المستکفی کو قید کرادیا، اس کو خلافت سے دستبردار کرایا اوراس کی آنکھیں نکلوالیں، ۳۴۸ھ میں یہ قید خانہ کے اندر مرگیا۔

۴۲۔ المطیع اللہ ابوالقاسم الفضل بن مقتدر، ۳۳۴ھ میں تخت نشین ہوا، یہ بھی اپنے پیشرو کی طرح اختیارات سے کلیتہً محروم تھا، ۳۴۰ھ میں مغرب میں منصوری بادشاہ مرگیا اوراس کا بیٹا سعد حکمران ہوا، اس کا لقب معزالدین اللہ تھا، ۳۲۳ھ میں خراسان کے بادشاہ نے خطبوں میں مطیع اللہ نام پڑھوایا۔ ۳۵۱ میں معزالدولہ نے حضرت امیر معاویہ اور صحابہؓ پر علی الاعلان لعنت کرانی شروع کی، ۳۵۶ھ میں قرامطی دمشق پر قابض ہوگئے، اب شیعوں کی حکومت اقلیم مغرب، مصراور عراق تک پھیل گئی، ربیع الآخر ۳۵۹ھ میں قاہرہ میں جامع ازہر کی بنیاد پڑی جو دوسال میں مکمل ہوئی، ۳۶۲ھ میں المطیع اور معزالدولہ میں اختلاف ہوگیا، معزالدولہ کا ایک غلام مارا گیا اس نے طیش میں آکر بغداد ایک جگہ آگ لگوا دی جس سے سینکڑوں گھر جل گئے، ۳۶۳ میں المطیع پر فالج گرا، معزالدولہ نے حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے الطائع اللہ کے حق میں دستبردار ہوجائے چنانچہ ۲۳ ذوالعقدہ ۳۶۳ھ کو اس حکم کی تعمیل کی گئی اور الطائع اللہ کو خلیفہ بنادیا گیا۔ مطیع اللہ ۳۶۴ میں فوت ہوگیا۔

۴۳۔ الطائع اللہ ابوبکر عبدالکریم بن مطیع، اس کی تخت نشینی کے لیے اس کے باپ کو خلافت سے دستبردار کرایا گیا تھا، ۳۶۵ میں رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے ممالک محروسہ کو اپنی اولاد میں تقسیم کردیا۔ اس نے معزالدولہ کو فارس وکرمان موحد الدولہ کو رے اور اصبہان ورفخر الدولہ کو ہمدان اور دینور دے دیے۔ اسی سال المعزلدین اللہ شاہ مصر کا انتقال ہوگیا اوراس کا بیٹا نزار بادشاہ ہوا، اس کا لقب عزیز تھا۔ ۳۶۶ھ میں المستنصر باللہ الحکم بن ناصرالدین اموی بادشاہ اندلس کا انتقال ہوگیا۔ اوراس کا بیٹا المویدباللہ ہشام تخت نشین ہوا، ۳۶۷ھ میں عزالدولہ اور عضدالدولہ کامیاب ہوا اور الطائع للہ نے اس کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا، ۳۶۸ھ میں طائع کے حکم سے خطبوں میں عض الدولہ کا نام لیا جانے لگا، ۳۷۲ھ میں لطفہ الدولہ کا انتقال ہوگیا، ۳۷۹ھ میں طائع نے ابونصر کو بہاؤالدولہ کا خطاب دیا، ۳۸۱ھ میں بہاؤالدولہ نے الطائع کو گرفتار کرلیا اوراس سے کہا اپنے بیٹے قادر باللہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوجاؤ، ۳۹۳ میں

قادر باللہ فوت ہو گیا۔

۴۴۔ القادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحاق المقتدر، اس کو ۳۸۱ھ میں خلافت پر بٹھایا گیا، ۳۸۷ھ میں سلطان فخر الدولہ کا انتقال ہو گیا، اس کا چار سالہ بیٹا تخت پر بٹھایا گیا، قادر باللہ نے اس کے لیے مجد الدولہ کا لقب تجویز کیا، ۳۹۶ھ میں بغداد میں زبردست شیعہ سنی فساد ہوا، ۴۲۲ھ میں القادر باللہ انتقال کر گیا۔

۴۵۔ القائم باہر اللہ ابو جعفر عبداللہ بن القادر، اسے اس کے باپ القادر باللہ نے اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا تھا، ۴۵۰ھ میں ایک ترک سردار بساسیری کی القائم سے جنگ ہوئی اور بساسیری کامیاب ہوا۔ اس نے القائم کو گرفتار کر کے فانہ بھجوا دیا، ۴۵۱ھ میں القائم رہا ہوا اور بساسیری قتل کر دیا گیا، ۴۶۷ھ میں القائم کا انتقال ہوا، اس نے اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو خلیفہ نامزد کیا۔

۴۶۔ المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن القائم بامر اللہ، یہ بطور ولی عہد خلیفہ ہوا، ۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشفین والی مراکش نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو ممالک اس کے قبضہ میں ہیں ان پر اس کے اقتدار کو تسلیم کر کے اس کو سلطان کا لقب عطا کیا جائے، مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی اور اس کو امیر المسلمین کا لقب عطا فرمایا، ۴۸۱ھ میں ابراہیم بن مسعود بن محمود سبکتگین والی غزنی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا جلال الدین تخت نشین ہوا، ۴۸۵ھ میں ملک شاہ بغداد آیا اور مقتدی سے کہا بغداد خالی کر دو، مقتدی نے دس دن کی مہلت مانگی اور ان دس دنوں میں ملک شاہ کا انتقال ہو گیا اور یہ مقتدی کی کرامت سمجھی گئی، ۴۸۷ھ میں مقتدی کا انتقال ہو گیا۔

۴۷۔ المستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ، یہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا، ۴۹۰ھ میں سلطان الرغون سلجوقی والی ایران قتل کر دیا گیا اور سلطان برکیارق نے اس کے تمام ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا، اسی سال عیسائیوں نے شام کے شہر انیقیہ پر قبضہ کر لیا، ۴۹۲ھ میں قرامطہ پورے اصفہان پر چھا گئے، اور اسی سال عیسائیوں نے ڈیڑھ سال کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا، اور ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ ۴۹۴ھ میں عیسائیوں نے شہر سروج، حیفہ، ارموف اور قیساریہ پر قبضہ کر لیا، ۴۹۵ھ میں المستلی والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو امر باحکام اللہ کا لقب یافتہ تھا، ۵۰۳ میں فرنگیوں نے دو سال کے محاصرے کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا، ۵۰۳ھ میں فرانس کے بادشاہ اور ابن تاشفین والی اندلس میں جنگ چھڑ گئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ۵۱۲ھ میں المستظہر باللہ فوت ہو گیا۔

۴۸۔ المستر شد باللہ ابوالمنصور الفضل بن المستظہر باللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، ۵۲۵ھ میں مسعود نے المستر شد کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور قرامطہ نے المستر شد کو قتل کر دیا۔

۴۹۔ الراشد باللہ ابوجعفر منصور بن مستر شد، یہ المستر شد کے بعد جانشین ہوا، ۵۳۰ھ میں سلطان مسعود کے اشارے سے اس کو معزول کیا گیا اور اس کے چچا محمد مستظہر کو المقتضی لامر اللہ کا خطاب دے کر خلیفہ مان لیا گیا، ۵۳۲ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

۵۰۔ المقتضی لامر اللہ ابوعبداللہ۔ ۵۴۳ھ میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا، نورالدین محمود بن زنگی والی حلب نے ان کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں سے تمام شہر واپس لے لیے، ۵۴۴ھ میں الحافظ لدین اللہ والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا اسماعیل تخت نشین ہوا، ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود کا انتقال ہو گیا، ۵۴۳ھ میں ترکان غز نے سلطان سنجر پر حملہ کر دیا اور تمام ممالک محروسہ اس کے قبضہ سے نکل گئے، ۵۴۹ھ میں والی مصر الظاہر باللہ فوت ہو گیا اور المقتضی نے نور الدین زنگی سے کہا مصر پر قبضہ کر لو اور اس کو الملک العادل کا خطاب دیا۔ نورالدین زنگی اس وقت دمشق کا حکمران تھا، ۵۴۸ھ میں المقتضی کا انتقال ہو گیا۔

۵۱۔ المستنجد باللہ ابوالظفر یوسف بن المقتضی، اس کا المقتضی نے ولی عہد نامزد کیا تھا، ۵۶۴ھ میں فرنگیوں نے مصر پر حملہ کیا اور شہر بلبیس پر قبضہ کر لیا اور قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نورالدین مسلمانوں کی مدد کے لیے آیا اور فرنگی بھاک کھڑے ہوئے، ۸ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں مستنجد کا انتقال ہو گیا۔

۵۲۔ المستضئی بامر اللہ حسن بن المستنجد باللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں مصر میں بنوعبید کی حکومت ختم ہو گئی، اور مصر میں المستضئی کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا، ۵۷۲ھ میں سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو گیا، ۵۷۵ھ میں المستضئی کا انتقال ہو گیا۔

۵۳۔ الناصر الدین اللہ احمد ابوالعباس بن المستضئی بامر اللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، یہ مذہباً شیعہ تھا، الناصر نے ایک بار علامہ ابن جوزی سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون افضل ہے، ابن جوزی نے کہا "من کانت ابنته تحته" اس جملہ کے دو معنی ہیں، جن کی بیٹی آپ کے مقدس تھیں یعنی حضرت ابوبکر اور دوسرا معنی ہے جن کے عقد میں آپ کی صاحبزادی تھی، یعنی حضرت علی ۶۲۲ھ میں الناصر فوت ہو گیا۔

۵۴۔ الظاہر بامر اللہ ابونصر محمد بن الناصر الدین اللہ، اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، اور ۶۲۳ھ میں فوت ہو گیا۔

۵۵۔المستنصر باللہ ابوجعفر منصور بن الظاہر بامر اللہ، الظاہر کے بعد تخت نشین ہوا اور ۶۴۰ھ میں فوت ہو گیا۔

۵۶۔**المستعصم** باللہ ابو احمد عبداللہ بن المستنصر اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، یہ عراق میں عباسیوں کا آخری خلیفہ تھا ۶۵۵ھ میں تاتاریوں نے عباسی سلطنت پر حملے شروع کر دیے، اسی سال ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر دیا، چالیس روز تک تاتاری بغداد میں مسلمانوں کو قتل کرتے رہے، لاکھوں مسلمان قتل کر دیے گئے، **المستعصم** کی لاش کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا، ۶۵۷ھ میں کوئی بھی خلیفۃ المسلمین کے نام سے سلطان نہیں تھا، مصر میں المنصور علی بن معزوالی تھا لیکن یہ کمسن اس کا اتالیق سیف الدین تھا، ۶۵۸ھ میں بھی کوئی خلیفہ نہیں تھا اور تاتاری دمشق تک پہنچ گئے تھے ۶۵۹، میں بھی بغداد کا تخت خلافت سے خالی تھا۔

۶۶۱ھ میں الحاکم بامر اللہ ابوالعباس سلطان بیبرس (ملک الظاہر کی مدد سے مصر میں خلیفہ ہو گیا، ۶۶۳ھ میں سلطان ابوعبداللہ بن الاحمر بادشاہ اندلس کو فرانسیسیوں پر فتح حاصل ہوئی، ۶۷۶ھ میں سلطان بیبرس کا انتقال ہو گیا، ۷۰۱ھ میں الحاکم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا المستکفی باللہ ولی عہد نامزد ہوا، مصر اور شام میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، ۷۲۶ میں المستکفی گرفتار ہونے کے بعد قید میں فوت ہو گیا، اس کے بعد الحاکم بامر اللہ خلیفہ ہوا، اور ۷۵۲ھ میں فوت ہو گیا، پھر المعتضد باللہ خلیفہ ہوا اور ۷۶۳ھ میں فوت ہو گیا اور پھر المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا، ۷۸۵ھ میں المتوکل کو گرفتار کر کے زکریا کی بیعت کی گئی لیکن ۷۹۱ھ میں اس کو معزول کر دیا گیا، اس کے بعد متوکل پھر تخت نشین ہو گیا، ۸۰۸ھ میں المستعین باللہ ابوالفضل کی بیعت کی گئی۔ ۸۱۴ھ میں مستعین کو گرفتار کر کے معزول کر دیا گیا اور اس کا بھائی معتضد باللہ خلیفہ ہو گیا، ۸۴۵ھ میں معتضد فوت ہو گیا، اس کے بعد المستکفی باللہ بطور ولی عہد نامزد ہو گیا، اور ۸۵۴ھ میں فوت ہو گیا، اس کے بعد القائم بامر اللہ کی بیعت کی گئی، ۸۵۹ میں اس کو سلطان نے قید کر لیا اور یہ ۸۶۳ میں قید خانہ میں ہی مر گیا، اس کی معزولی کے بعد المستنجد باللہ خلیفہ ہوا، اور ۸۸۴ میں فوت ہو گیا، اس کے بعد المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا وار ۹۰۳ھ میں فوت ہو گیا یہاں تک کی تفصیل ہم نے علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے حاصل کی ہے، جس کو ہم نے اختصار سے بیان کیا ہے، اب ہم خلافت کے آخری عہد کو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں۔

تیرھویں صدی عیسوی سے مغرب میں بھی سنی خلیفہ نظر آنے لگا: اسلامی دنیا کے مشرقی حصے میں بھی وقتاً فوقتاً بہت سے امیروں نے اس لقب کو اختیار کر لیا تھا، جیسے سلجوقی، تیموری، ترکمان، اُزبک اور عثمانی حکمران (مگر انہیں بھی وہ مرکزی اہمیت

نہ مل سکی۔)

بہت سے خودمختار امیر ایسے تھے جو اپنی رعایا سے عہد وفاداری کے جواز کے لیے اپنے مرتبے کو خلیفہ سے منوا کر اس سے خطاب حاصل کرنا چاہتے تھے۔مثلاً جنوبی ایران میں مظفریہ خاندان کے دو بادشاہ (۱۳۱۳ تا ۱۳۸۴ء) ہندوستان میں محمد بن تغلق (۱۳۲۵ تا ۱۳۵۱ء) اور اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ تا ۱۳۸۸ء) نے بھی یہی کیا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ ترکیہ کے عثمانی سلطان بایزید اول (رن ہاں) نے بھی ۱۳۹۴ء میں قاہرہ کے عباسی خلیفہ سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اسے سلطان کا خطاب باقاعدہ رسمی طور پر عطا کرے (Gesh .D. Osman Reiches: V.Hammat، بار دوم ۱:۱۹۵) مگر اس روایت کے بارے میں شک کیا جاتا ہے کیونکہ چودھویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے اور نہ (رک ہاں) اور فیلیپو پولس وغیرہ کی فتح کے بعد اس کے باپ مراد اول نے اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ المختار (خدا کا منتخب خلیفہ) کہلوانا شروع کر دیا تھا۔ (فریدون ۱:۹۳، ص ۲۲) اور اس کے بعد عثمانی سلاطین نے خلیفہ کا لقب اختیار کر لیا اور ان کی رعایا اور دوسرے ملکوں میں ان کے وقائع نگار یا دوسرے خط و کتابت کرنے والے لوگ ان کے اس دعوے کو تسلیم کر لیتے تھے، اس زمانے تک پہنچتے پہنچتے امام کے لیے قرشی ہونے کی شرط نظر انداز ہو چکی تھی اور قرآن مجید کی آیات مثلاً: **یداؤ دانا جعلنک خلیفة فی الارض** ۔(ہم نے تجھ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) سے جواز حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی ۔اسی طرح دوسری آیتوں (مثلاً **وھو الذی جعلکم خلیف الارض** ۔(الانعام) کا حوالہ بھی اس زمانے کی سیاسی خط و کتابت میں برابر نظر آتا ہے، چانچہ جب سلطان سلیم اول (رک ہاں) جنوری ۱۵۱۷ء میں فاتحانہ قاہرہ میں داخل ہوا اور وہاں کی عباسی خلافت کو ختم کر کے اس خاندان کے آخری نمائندے المتوکل کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا تو اس وقت وہ پہلے ہی سے نہ صرف اپنے آپ کو خلیفہ کہلواتا تھا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کو بھی جو ڈیڑھ سو برس قبل گزرے تھے، خلیفہ کہلوا رہا تھا۔ایک روایت یہ ہے کہ المتوکل نے اپنا منصب سلیم کو منتقل کر دیا تھا جس کا ذکر..................Mouragea D.Ohsson Constantine پیرس ۱۷۸۸۔۱۸۴۴ء ۱:۲۶۹ تا ۲۷۰)۔جن دوسرے ہم عصر مستند مصنفین نے مصر کی فتح کا ذکر کیا ہے، ان میں سے کسی نے منصب خلافت کے اس طرح منتقل کیے جانے کا ذکر نہیں کیا، (تاہم اس انتقال خلافت کا امکان اس لیے ہے کہ المتوکل سلطان سلیم کی زندگی میں قسطنطنیہ میں بہ عزت و احترام رہا)۔سلیم کی وفات کے بعد المتوکل کو مصر واپس جانے کی اجازت مل گئی تھی اور وہ وہاں اپنی وفات (۱۵۴۳ء) تک خلیفہ رہا۔(بہر حال بیسویں صدی کے آغاز تک عثمان سلاطین ہی منصب خلافت پر فائز رہے، اگرچہ صفوی اور دوسرے ایرانی بادشاہوں نے اور ہندوستان کے مغل شہنشاہوں نے یا تو انہیں اپنا ہم

مرتبہ تصور کیا یا حریف خیال کیا۔) اٹھارہویں صدی عیسوی میں مغل سلطنت کے زوال کے بعد اسلامی دنیا میں عثمانی سلاطین بظاہر سب سے بڑے حکمران رہ گئے تھے، مگر ان کی طاقت کو بھی اپنے دراز دست شمالی ہمسائے کی طرف سے خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔ روس سے ان کی جنگ (۱۷۶۷ء-۱۷۷۴ء) کے بعد انہیں بحر اسود دوم کے شمالی ساحل والے علاقوں کو روس کے حوالے اور قریم کے تاتاریوں کی خود مختاری کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس پر کیتھرائن دوم نے عثمانی مملکت کی حدود میں رہنے والے ان عیسائیوں کی سرپستی کا دعویٰ کیا، جو راسخ العقیدہ کلیسا کے پیرو تھے، مگر عثمانی وکلائے مختار نے، جنہوں نے کوچک قینارجہ کا صلح نامہ ۱۷۷۴ء میں مکمل کیا، خلیفہ کے خطاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی قسم کا دعویٰ سلطان کی طرف سے بھی پیش کر دیا (کہ مسلمان جہاں بھی ہیں ان پر سلطان کا مذہبی اقتدار تسلیم کیا جائے۔) چنانچہ صلح نامے میں ایک دفعہ بڑھا دی گئی جس کی رو سے خلیفۃ المسلمین کا مذہبی اقتدار ان تاتاریوں پر تسلیم کر لیا گیا جو دنیوی حیثیت سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں خلیفہ اسی طرح مسلمانوں کا مذہبی پیشوا سمجھا جانے لگا جس طرح کہ پوپ تمام عیسائیوں کا مذہبی پیشوا ہے۔ اور اس کا روحانی اقتدار اس کے سب ہم مذہبوں پر ہے۔ خواہ بطور سلطان ترکیہ وہ اس کی دنیوی حکمرانی اور سیاسی اقتدار کے تابع ہوں یا نہ ہوں۔ عثمانی سلاطین کو خود بھی اپنے اس منصب کا احساس تھا اور سلطان عبدالحمید ثانی (۱۸۷۶ء-۱۹۰۹ء) کے زمانے میں تو انہیں (تمام عالم اسلام کا) خلیفہ تسلیم کیے جانے پر زور دیا گیا اور ان کے عہد میں جو آئین نشر کیا گیا اس میں اس بات کی تائید کی گئی کہ ''اعلیٰ حضرت سلطان خلیفہ کی حیثیت سے اسلام کے محافظ (حامی) اور علمبردار ہیں۔'' سلطان عبدالحمید نے اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے سفیر بھیجے تاکہ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے جملہ مسلمانان عالم کی طرف سے تعظیم و تکریم حاصل کی جائے اور یہ کوشش کسی حد تک بار آور بھی ہوئیں، کیونکہ بعض مفکر اور صاحب نظر مسلمانوں نے (خاص طور سے ان ارباب علم نے جو اسلامی دنیا میں یورپی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے اثر سے پریشان تھے) یہ تسلیم کیا کہ صرف ترکیہ ہی ایک ایسی خود مختار مسلم سلطنت ہے جس کا دنیا میں احترام باقی ہے، مگر سلطان عبدالحمید کو داخلی طور پر اپنے ہی ملک کے اصلاح پسندوں اور تجدد پسندوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور جب ۱۹۰۹ء میں اسے تخت سے اتارا گیا تو ترکیہ کے معاملات ایسی تجدد پسند جماعت کے ہاتھوں میں آ گئے جو حکومت کی دینی اساس ہی کے قائل نہ تھے، نومبر ۱۹۲۲ء میں ترکیہ ایک جمہوریہ بن گیا۔ خلیفہ کا بحیثیت سلطان سارا دنیوی اختیار و اقتدار چھین لیا گیا، مگر اس سے قبل کہ اس امر کا فیصلہ ہوتا کہ اس جمہوریہ میں خلیفہ (یا سلطان) کے منصب کی کیا نوعیت ہوگی، مارچ ۱۹۲۴ء میں اس منصب کو بے ضرورت قرار دے دیا گیا اور خلافت بھی ختم ہوگئی۔[۵۵]

حاصل کلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دین قویم اور صراط مستقیم عطا کیا ہے۔جس نے آپ کی اتباع کی وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے نافرمانی کی وہ ہلاک ہوگیا۔ یہ دین ایسے قوانین پر مشتمل ہے جس پر انسانی معاشرے کی بنیاد ہے آپ ﷺ کے بعد اب لوگوں کو ایسے امام کی ضرورت ہے جو ان کو دین پر آمادہ کرے۔ ہر انسان اپنی حد پر رک جائے۔ یہی امام حفاظت دینی اور سیاست دینوی میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوتا ہے ۵۶

خلافت عربی کا ایک مصدر ہے اس کا مادہ ہے خلف اور اسی سے ہے خلیفہ کے لغوی معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔ ایک شخص کی کسی دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب اور قائم مقام ہو تو یہ خلافت ہوئی اور لغت میں خلیفہ بعد میں آنے والا، قائم مقام ہوگا۔خواہ یہ نیابت سابق کی موت وعزل کی وجہ سے ہوئی یا غیبت کی وجہ سے یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کر دینے کی وجہ سے۔ ۵۷

مکتب آل محمد میں امامت وخلافت ایک ہی معنی میں آیا ہے۔جبکہ مذاہبِ اسلامیہ میں سے مذاہبِ اربعہ کے نزدیک لفظ خلافت، امامت، امارت، حکمرانی کا ایک ہی معنی ہے۔گزشتہ صفحات میں ان تمام باتوں کی وضاحت کر دی گئی ہے ۔مفردات امام راغب میں ہے

الخلافة النيابة عن الغير امام با لغيةالمنوب عنه واما لموته واما تعجزه واما لتشريف المستخلف ۵۸

ترجمہ: یہ لفظ بھی قرآن حکیم کے اختیارات کفویہ میں سے ہے۔یعنی عربی زبان کے ان لفظوں میں سے ہے جن کو لغت کے عام معنی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا مگر قرآن حکیم نے اپنے خاص مصطلحہ شرع معنی کے لیے اختیار کرلیا۔

خلافت مذاہب اربعہ کے نزدیک اکتسابی عہدہ ہے جو کہ افراد کی ووٹنگ کے ذریعہ سے معرض وجود میں آیا ہے اور اسی سے جمہوریت رائج ہوئی ہے۔علامہ حافظ ابوصالح لکھتے ہیں جمہوریت ایک کافرانہ نظام ہے لہذا اسلام میں جمہوریت نہیں۔۵۹

حوالہ جات

۱۔ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ،ج۳،ص۸۲

۲۔ ایضاً

۳۔ الفیروز آبادی، مجددالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت:دارالاحیاء التراث العربی،الطبع الثانیه،ج۳،ص۱۳۷

۴۔ سورة الانعام ٦:١٦٦

۵۔ مرتضی الزبیدی ،تاج العروس،بیروت: ،نشر مکتبة الحیاة،ج۱۲،ص۱۸۴،۱۹۵

۶۔ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد، مفردات القرآن،مترجم حضرت مولانا محمد عبدہ شیخ لاہور: اقبال ٹاؤن،اشاعت سوم ۱۹۸۸ء،ص۱۵۵،۱۵۶

۷۔ ایضاً

۸۔ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ،ج۴،ص۱۸۳

۹۔ ابن جریر طبری، ابو جعفرمحمد بن جریر ،جامع البیا ن تفسیر القرآن ،القاهره،دارلکتب العلمیة ،الطبعة الاولی ،۱۴۲۲ھ،ج۱،ص۱۹۸

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ زمخشری، محمود بن عمر ، تفسیر الکشاف ، مصر : مطبع الاستقامة،الطبعة الثانیة، ۱۹۴۶ء،ج۱،ص۲۹

۱۲۔ ابن عربی محمد بن عبدالله، الاحکام القرآن،بیروت:دارالمعرفت ۱۹۸۵ء،ج۱،ص۲۶۳

۱۳۔ الشوکانی محمد بن علی ،فتح القدیر،مصر:مصطفی البابی ، ۱۳۴۹ھ، ج۱،ص۴۹

۱۴۔ ابن جریر طبری، ابو جعفرمحمد بن جریر ،جامع البیا ن تفسیر القرآن ،القاهره،دارلکتب العلمیة،الطبعة الاولی ،۱۴۲۲ھ،ج۱،ص۲۰۰

۱۵۔ ابن عربی محمد بن عبدالله، الاحکام القرآن،بیروت:دارالمعرفت ۱۹۸۵ء،ج۱،ص۱۶۳

۱۶۔ الشوکانی محمد بن علی ،فتح القدیر،مصر:مصطفی البابی ،۱۳۴۹ھ، ج۱،ص۴۹

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ آلوسی شهاب الدین محمود ، تفسیر روح المعانی،بیروت: دارلفکر،۱۹۹۷ء،ج۱،ص۲۲۰

۱۹۔ محمود خالد ی، معالم الخلافة فی الفکر السیاسی والاسلامی،مصر :مطبعة لمعارف،ج۲۵،ص۶۲

۲۰۔ الماوردی،الاحکام السطانیہ،مترجم سید ابراہیم،کراچی:نفیس اکیڈمی،۱۹۶۳ء،ص۲۵

۲۱۔ علامه جوینی ،غیاث الائمم،بیروت دار صادر،ص۱۵

۲۲۔ علامه آمدی رحمه الله،امامته العظمی،بیروت دارالمشرق،ص۶۹

۲۳۔ حنفی، ابن عابدعلامه، ردالمختار علی الدرالمختار باب الامامة، استنبول: طبع درسعادت ج۲،ص۲۷۷

۲۴۔ قاضی عضد الدینؒ الایجی، شرح المواقف،بیروت دارالتراث العربی،ج۸،ص۳۴۶

۲۵۔ تفتا زانی ،سعد الدین ،شرح المقاصد ،ایران: مطبوعه منشورات الشریف الرضی ، ۱۴۰۹ھ، ج۲،ص۲۷۲

۲۶۔ ایضاً،ج۲،ص۲۷۳

۲۷۔ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسه جمال اللطباعة وانشر،ص۱۹۱

۲۸۔ الجرجانی، السید الشریف علی بن محمد، شرح المواقف، کراچی:قدیمی کتب خانه آرام باغ ،ج۸،ص۳۴۵

۲۹۔ القلقشندی، احمد بن عبدالله،علا مه، معالم الخلافة ،بیروت:مکتبه اسلامیه،ص۲۶

۳۰۔ حافظ ابن همام حنیفی،علامه، مسامرة فی شرح المسایره،مصر:مکتبة الملکیة، ص۱۴۱

۳۱۔ شمس الدینؒ محمد بن ابی العباس الشافعی،امام،نهایةالمحتاج الی شرح المنهاج،بیروت: دارلمعرفت،ج۴،ص۳۸۹

۳۲۔ محمد نجیب،علامه، المطعی ،تکملة شرح مهذب:ج۵،ص۵۱۷

۳۳۔ رحمانی،عبدالرؤف،مولانا،نظام خلافت راشدہ،لاہور: مکتبہ قدسیہ اردو بازار،اشاعت اول،۲۰۰۴ء،ص۴۳

۳۴۔ عبد القادر عودہؒ المال والحکم فی الاسلام،لاھور:مکتبہ دار السلام،ص۱۲۱

۳۵۔ سورۃص ۳۸:۲٦

۳٦۔ سورۃ بقرہ ۲:۲۵۱

۳۷۔ سورۃ بقرہ ۲:۱۲۴

۳۸۔ سورۃ النساء ۴:۵۴

۳۹۔ سورۃ انبیا ۲۱ :۷۳

۴۰۔ سور ۃ المائدہ ۵:۲۰

۴۱۔ سورۃ قصص ۲۸:۵

۴۲۔ محمد اسحٰق صدیقی،اسلام کا سیاسی نظام،لاہور: مکتبہ دارلسلام،۱۹۹۲،ص ۹٦،۲۱۱

۴۳۔ متقی ھندی ،کنزالعمال، بیروت: موسسہ الرسالۃ، الطبعۃ اولی،ج٦،ص۲۵۹

۴۴۔ محمد اسحٰق صدیقی،اسلام کا سیاسی نظام،لاہور: مکتبہ دارلسلام،۱۹۹۲،ص ۹٦۔۹۷

۴۵۔ الجرجانی، السید الشریف علی بن محمد علی السید الزین الحنفی، کتاب التعریفات، کراچی:قدیمی کتب خانہ آرام باغ باب الف ،ص۲۳

۴٦۔ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسہ جمال اللطباعۃ وانشر،ص۱۹۰

۴۷۔ عبداللہ دمیجی الامامۃ العظمی،مصر:مصطفی البابی ، ۱۹۳۹ء،ص۴۰

۴۸۔ ابن کثیر ، ابو الفداء ، عماد الدین اسماعیل ،،الکامل فی التاریخ، بیروت:المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۴ھ ،،ج۲،ص۲۲۴

۴۹۔ ایضاً،ج۲،ص۲۹۲

۵۰۔ الماوردی،الاحکام السلطانیہ،ص:۱۰

۵۱۔ شاہ ولی اللہ دھلوی، ازالۃ الخفاء،لاھور : مکتبہ دار السلام،۱۹۷٦ء،ص ۸۱

۵۲۔ ابن جریر طبری،ابی جعفر محمد علامہ، تاریخ طبری،اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک،لاہور:الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار،۲۰۰۴ء،ج۳،ص۲۹۲،۳۰۲

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ ابن حجر ھیتمی،الصواعق المحرقه ،مطبوعه مصر ،ج۲۰،ص ۲۱

۵۵ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ،مطبوعہ پنجاب دانش گاہ لاہور،۱۳۹۵ء،ج۱۱،ص۹۹۷۔۹۹۶

۵۶۔خضری بک،محمد، کتاب سیرة الخلفاء،ترجمہ اتمام الوفافی سیرۃ الخلفاء،مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی کراچی: قرآن محل مولوی مسافر خانہ،ص۲۷

۵۷۔ ابوالکلام آزاد، مسئلہ خلافت، لاہور: جواد برادرز ذولقرنین چمبیز گیٹ روڈ،ص۵

۵۸۔ دوست محمد شاکر،مولانا، مسندامام اعظم،مترجم مولانا دوست محمد شاکر، لاہور: فرید بک سٹال اردو بازار،اشاعت اول،۲۰۰۲ء،ص۳۷

۵۹۔ حافظ ابوصالح، جمہوریت اسلام کے آئینے میں،مترجم ابوسلمان الفیر وزآبادی،لاہور: مکتبہ العلمیہ ۱۵ایک روڈ،ص۱۷۱

فصل دوم

امارت واطاعت امیر......تقابلی مطالعہ

امارت واطاعت امیر......تقابلی مطالعہ

اولوالامر کے لیے استعمال کی جانیوالی ایک اصطلاح امیر بھی ہے۔ مذاہبِ اسلامیہ میں سے مذاہبِ اربعہ کے نزدیک امارت حکومت ہی کا دوسرا نام ہے۔ گویا امیر سے مراد حکمران ہے حکمران کیلئے امیر کا لفظ آغاز اسلام ہی سے مستعمل ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ کے وصال کے فوراً بعد صحابہ (مہاجرین وانصار) سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور آپ ﷺ کی جانشینی کے دعوے دار بنے۔ انصار مدینہ نے کہا کہ ایک امیر ان سے ہوگا اور ایک امیر ان سے ہوگا۔ امیر منا ومنکم امیر ایک اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا فنحن الا امرا ٥ وانتم الو زراء. ١
ہم امیر ہونگے اور تم وزیر، نبی کریم ﷺ کے ارشادات وفرمودات میں بھی امیر کا لفظ استعمال ہے۔

ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی ٢

ترجمہ۔ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے گویا میری اطاعت کی جس نے میرے امیر کی نا فرمانی کی گویا اس نے میری نا فرمانی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو امیر المومنین کہلوانا پسند فرمایا تھا ٣

بعد کے خلفاء کے لیے بھی امیر کا لفظ استعمال ہوتا رہا ہے لیکن عباسی دور میں جب خلفاء سیاسی لحاظ سے کمزور ہوگئے تو اقتدار کے اصل مالک خود مختار ریاستوں کے حکمران بن گئے۔ ان خود مختار حکومتوں کے فرماں رواوں کو سلاطین یا امیر کہا جانے لگا۔

فقہا نے بھی اپنے سیاسی افکار میں ایسے امراء کا ذکر کیا ہے۔ جو خلیفہ یا سربراہ کے ہوتے ہوئے ظہور پذیر ہوئے اور سربراہ کے زیر اقتدار علاقوں پر اپنی مرضی سے حکومت کرتے رہے۔ ذیل میں الفارابیؒ (م ٣٣٩ھ) اور الماوردیؒ (م ٤٥٠ھ) کے افکار کا ذکر کیا جاتا ہے فارابی سربراہ مملکت کو ''الرئیس الاول'' کہتے ہیں ٤

فارابیؒ کا بیان ہے کہ ''الرئیس الاول'' کے ہوتے ہوئے کوئی شخص قوت کے بل بوتے پر لوگوں پر غلبہ پالیتا ہے اور وہ ان پر حکومت کرنے لگتا ہے۔ وہ اسی ریاست (حکومت) کو مدینۃ التغلب کا نام دیتا ہے۔ اور مفتوح قوم پر فاتح کی اطاعت واجب بتلاتا ہے فارابیؒ ''مدینتہ التغلب'' کے حکمران کی درج ذیل خوبیاں بیان کرتے ہیں

١ وہ بڑا مدبر ہوتا اور وہ صائب الرائے ہوتا ہے۔

٢ وہ اپنے زیر اقتدار لوگوں کی تربیت اس انداز سے کرتا ہے کہ کوئی دوسری قوم ان پر غلبہ نہ پا سکے۔ ٥

ماوردیؒ بھی اپنے سیاسی افکار میں ایسے امراء کا ذکر کرتے ہیں۔ جو خلیفہ کے زیر اقتدار علاقوں پر حکومت کرتے رہے ان کے نزدیک امراء کی دو اقسام ہیں۔

الف۔ امیر بالاستکفاء ب۔ امیر بالاستیلاء

امیر بالا ستکفاء سے مراد ایسا امیر ہے جسے خلیفہ اپنی مرضی سے کسی مخصوص علاقے کا اقتدار سونپ دے۔ ٦

امیر بالاستیلاء سے مراد ایسا امیر ہے جو خود کسی علاقے پر غلبہ حاصل کر لے۔ ٧

اس ظاہر ہوتا ہے کہ امیر بالا ستکفاء تو خلیفہ کا ماتحت ہوتا ہے کیونکہ وہ خلیفہ کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔مگر ماوردی ؒ بالاستیلاء کو بھی خلیفہ کا ماتحت ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔خلیفہ کو اپنی طرف سے امارات کی اجازات دے دینی چاہیے تا کہ وہ خلیفہ کا مخالف نہ ہو اور اس کی حمایت کا دم بھرتا رہے۔ ٨

عباسیوں کی وسیع وعریض سلطنت میں ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ امراء مختلف علاقوں پر حکومت کرتے رہے۔مگر خلیفہ کی روحانی سیادت وقیادت کی وجہ سے وہ القابات وخطابات اسی سے حاصل کرتے تھے۔

اس بارے میں ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کہتے ہیں۔

ایک زمانہ خلیفہ پر وہ گذرا جب فقیروں کی طرح اس کی زندگی بھی صدقات پر قائم تھی۔اس وقت بھی اس کی مذہبی فرماں روائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔مسلمانوں کے بہت سے حکمران اس زبوں حالی میں بھی اس اقتدار کے معترف تھے اور اس سے تفویض (نیابت) کی التجاء کرتے تھے۔کہ ان کے عقیدے میں خلیفہ آنحضرت ﷺ کا جانشین اور مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ تھا۔ ٩

فقہاء مورخین اور سیاسی مفکرین کی آراء

اسلام میں اولی الامر کی امتیازی حیثیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے علماء اہل سنت کے نزدیک بہت سے فقہاء مورخین اور سیاسی مفکرین کے ہاں یہ لفظ مختلف اصطلاحات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

١.... ابن عبدربہ ؒ (م ٣٢٨ھ) اولوالامر کو ''السلطان'' کہتے ہیں ١٠

٢.... ابو النصر فارابی ؒ (م ٣٣٩ھ) اولوالامر کو ''الرئیس الاول'' کے نام سے یاد کرتے ہیں ١١

٣.... المسعودی ؒ (م ٣٤٧ھ) اسے ''امیر المومنین'' کہتے ہیں ١٢

٤.... الجصّاص ؒ (م ٣٧٠ھ) اسے ''السلطان'' کا نام دیتے ہیں ١٣

٥.... ابو الحسن علی الماوردی ؒ (٤٥٠) اسے ''امام'' کا نام دیتے ہیں ١٤

٦.... ابو یعلیٰ ؒ (٤٥٨ھ) بھی اسے ''امام'' کا نام دیتے ہیں ١٥

٧.... نظام الملک طوسی ؒ (م ٤٨٥ھ) اسے ''الملک'' کا نام دیتے ہیں ١٦

۸.... الشهر الستانی (م۵۴۸ھ) سے ''الامام الحق'' کا نام دیتے ہیں ۱۷

۹.... المر غینانی (م۵۹۳) اولوالامر کو ''الامام'' کہتے ہیں ۱۸

۱۰.... ابن رشد (م۵۹۵ھ) اسے ''سلطان الامر'' کہتے ہیں ۱۹

۱۱.... الرازی (م۶۰۶) اسے ''امیر الامراء'' کہتے ہیں ۲۰

۱۲.... ابن جماعۃ (م۷۳۳ھ) اسے ''خلیفہ'' اور ''امام'' کے اسماء سے یاد کرتے ہیں ۲۱

۱۳.... ابن کثیر (م۷۷۴ھ) اسے ''اکبر الامراء'' کہتے ہیں ۲۲

۱۴.... ابن خلدون (م۸۰۸ھ) اسے ''الامام الاکبر'' کا نام دیتے ہیں ۲۳

۱۵.... جلال الدین السیو طی (م۹۱۱ھ) اسے ''خلیفہ'' کہتے ہیں ۲۴

اولی الامر کی اطاعت کا حکم

اولی الامر یا امیر ''امام'' کے عہدہ کی ضرورت واہمیت واطاعت پر بڑا زور دیا گیا ہے اس بارے میں اللہ تعالی ارشاد ہے

﴿ يَآ يُّهَاالَّذِينَ اٰمَنُو آ اَطِيُعُوْ ا اللهَ وَ اَطِيُعُو ا الْرَّسُولَ وَ اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾۲۵

ترجمہ: اے ایمان والو: اللہ، رسول اور اپنے میں سے حاکموں کی اطاعت کرو۔

اطاعت امیر کے بارے میں رسول ﷺ نے مختلف مواقع پر کئی ایک ارشادات فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک کا اس میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عن انس بن مالک رضی الله عنه قال قال رسول الله اسمعوا وا طیعوا وان استعمل علیکم عبدا حبشی کأن راسه زبیبة۔۲۶

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو۔ اگر چہ تم پر حبشی غلام ہی حاکم بنایا جائے جس کا سر چھوٹا ہو۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے ایک سریہ پر بھیجا۔ راستے میں انہیں کسی بات پر غصہ آیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آگ سلگاؤ۔ جب آگ روشن ہوگی تو کہا اس میں گھس جاؤ۔ بعضوں نے کہا ان کی اطاعت کرنی چاہیے اور بعضوں نے کہا یہ حکم شرح کے خلاف ہے۔ اس کا ماننا ضروری نہیں۔ اطاعت امیر یا امام ضروری ہے۔۲۷

البتہ معصیت میں اطاعت واجب نہیں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام معصوم عن الخطا ہوتا ہے تب ہی اس کی

اطاعت واجب ہوسکتی ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما ،قال،قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم السمع و الطاعة علی المرء المسلم فیما احب و کرہ مالم یومر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة .۲۸ے

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمان آدمی پر حاکم کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے چاہے وہ حکم اسے پسند ہو یا ناپسند۔جب تک اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔پس اگر اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو اس پر نہ سننا واجب ہے اور نہ اطاعت کرنا۔

اگر کوئی حکمران اپنے تقرر کے وقت عادل تھا۔مگر بعد میں غیر عادل ہوگیا۔البتہ اسے قوت وغلبہ حاصل رہے تو اس کے غلبہ کی وجہ سے اس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہوگی۔اوراس کی خلاف خروج جائز نہ ہوگا۔اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر ارشادات فرمائے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔

عن ام سلمه ان رسول للہ صلی اللہ علیه وسلم قال ستکون امراء فتعرفون و تنکرون فمن عرف کبرئ و من انکر سلم ولا کن من رضی و تابع قالو ا افلا نقاتلهم،قال ماصلوا.۲۹ے

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہ رسول ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر ہوں،تم ان کے اچھے کام بھی دیکھوگے۔اور برے کام بھی۔پھر جو کوئی بڑے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بچ گیا۔لیکن جو راضی ہوا۔برے کام سے اور اس کی پیروی کی (وہ تباہ ہوگیا) صحابہ نے عرض کیا۔کیا ہم ایسے امراء سے لڑائی کریں یا نہ کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں:جب تک وہ نماز پڑھا کریں۔

حضرت عبادۃ بن صامت ؓ فرماتے ہیں:

عن عبادة بن الصامت قال دعاناالنبی صلی اللہ علیه وسلم فبا یعنا فقال فیما اخذعلینا یایعنا علی السمع والطاعة و فی منشانا ومکرهنا و عسرنا و یسرنا واثرة علینا وان لاتنازع الامر اهلهالا ان ترو ا کفر الواحا عند کم من اللہ فیه برهان ۳۰ے

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔آپ ﷺ نے جن باتوں کی ہم سے بیعت، وہ یہ

ہیں کہ ہم بیعت کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم اپنی خوشی سے اپنی ناپسند سے، تنگدستی میں، خوشحالی میں اور اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی صورت میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور حکومت کے لیے حاکموں سے نزاع نہیں کریں گے۔ مگر اعلانیہ کفر پر جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

عن المقداد بن الاسود قال ایّم اللہ لقدسمعة رسول اللہ ان السعیدلمن جنب الفتن ،ان السعید ،لمن جنب الفتن ،ان السیعد لمن جنب الفتن و لمن ابتلی فصبر فواھا.۳۱

ترجمہ۔ حضرت مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے الگ رہا، نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے الگ رہا، نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے الگ رہا اور جو پھنس جائے اور صبر کرے تو اس کی اچھائی کے کیا کہنے۔

۴۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے:

عن الحذیفہ بن الیمان قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان للہ خلیفة فی الارض فضرب ظھرک و اخذمالک فاطعه والا مت وانت عاض بجذل شجرة .۳۲

ترجمہ: حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے حاکموں میں بہتر وہ حاکم ہیں۔ جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ جن کے لیے تم دعا کرو اور وہ تمھارے لیے دعا کریں۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم ان سے تلوار سے مقابلہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں۔ البتہ جب تم اپنے حاکموں کی ایسی بات دیکھو جسے تم برا سمجھتے ہو تو اس عمل کو برا خیال کرو لیکن اطاعت سے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

۲۔ عبداللہ بن مسعود رضی عنہ فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال انکم سترون بعدی اثرة و امورا تنکرونھا قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ ، قال ادوالیھم

حقھم و سلو ا اللہ حقکم. ۳۳؎

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب حق تلفیاں بھی ہونگی اور ایسی باتیں جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ایسے حالات میں ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم وہ حق ادا کرو جو تمھارے ذمے ہے۔ اور جو تمھارے حق ہیں اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فتنوں کے زمانے میں اگر ملک میں کوئی خلیفہ ہو پس وہ اللہ تعالی کے قوانین نافذ کرتا ہو تو اس کی اطاعت کرو خواہ وہ تیری پیٹھ کو توڑ دے اور تیرا مال چھین لے اور اگر خلیفہ نہ ہو تو جنگل میں کسی درخت کی جڑ چبا کر مر جا۔ حکمران اگر چہ سخت ناپسندیدہ ہو تو تب بھی اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا۔

اطاعت امیر اور صحابہ کرام

صحابہ کرام کے عمل سے بھی اطاعت امیر کے نظام ملتے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

(۱)۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ خلافت میں جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے شام کے علاقے میں غلبہ حاصل کرلیا تو کئی صحابہ نے ان کی اطاعت بیعت کی۔ ۳۴؎

(۲)۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ) کی شہادت کے بعد اس وقت تک موجود صحابہ کرام نے عبدالمالک بن مروان کی اطاعت بیعت کرلی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس لکھ بھیجا۔

میں اللہ کے بندے امیر المومنین عبدالمالک کے لیے جس قدر ہو سکے گا۔ اللہ کے حکم اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق اس کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔ ۳۵؎

علماء کی آراء

نبی کریم ﷺ کے فرمودات اور عملِ صحابہ کرام کے حوالے سے فقہا کرام نے بھی اطاعت امیر کے لیے مسلمانوں کی مزید راہنمائی کی ہے ان کے چند اقوال ذیل میں پیش پیش کیے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ابوزہرہ آئمہ کے مسالک کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام وقت اور خلیفہ قائم، خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا نیکو کار اور پرہیزگار، اس کی اطاعت واجب

ہے وہ جب مسند خلافت پر اس طرح متمکن ہوا کہ لوگ اس کی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں یا بزورِ شمشیر وہ خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگے ہوں۔ تو کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ آئمہ اور خلفاء پر طعن کرے۔ یا اس بارے میں جھگڑا کرے، ان کی خلافت میں صدقات کا پیش کرنا جائز اور نافذ ہے۔ ان کے یا ان کے نامزد کیے ہوئے شخص کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ خلیفہ متغلب کی اطاعت کرنے لگیں۔ اور اس سے راضی ہوں تو امام حمد بن حنبل اس خلافت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس معاملے میں ان کا مسلک وہی تھا جو ان کے شیخ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور امامت کے بارے میں وہ جس مسلک پر قائم تھے۔[۳۶]

فقیہہ السرخسی کا بیان ہے:

جب مسلمانوں میں فتنہ ظاہر ہو تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس فتنہ سے الگ رہے اور گھر بیٹھا رہے۔ یہ رائے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص فتنہ سے بھاگا اللہ تعالیٰ نے اسے آگ سے بچالیا۔[۳۷]

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

حکمران جب صاحب قوت ہو اور اسے اقتدار سے ہٹانا کسی فتنہ کے بغیر ممکن نہ ہو اور اسے اقتدار سے علیحدہ کرنے پر ایسا فساد عظیم پیدا ہوتا ہو۔ جو اس کے قائم رہنے سے بڑا ہو تو یہ جائز نہیں کہ چھوٹے مفسدہ کو چھوڑ کر بڑے مفسدہ کو اختیار کیا جائے۔[۳۸]

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

یجب طاعة الامام فی امر و نهیه مالم یؤ مر بمحرم۔[۳۹]

ترجمہ امام کی اطاعت امر و نہی میں واجب ہے جب تک حرام امور کا حکم نہ دیا جائے

اولی الامر کی اقسام

سیاسی مفکرین نے تکوینی حوالے سے اولی الامر کی اقسام کا ذکر بھی کیا ہے جن میں سے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں حکمرانی خلافت حکومت کی طرف منتقل ہوگئی۔ خلیفہ کا انتخاب جمہوری کی بجائے موروثی ہوگیا۔ جس کی بناء پر حکمران اپنی شخصی خامیوں کے باوجود برسر اقتدار رہے۔ اور اضطراری طور پر انہیں بھی خلیفہ یا امیر المومنین تسلیم کیا جاتا رہا۔ اس حوالے سے حکمرانوں کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

امام بالحق

امام بالحق: یہ ایسا حکمران ہوتا ہے۔ جو مسلمانوں کا پسندیدہ ہو اور لوگوں کی رائے سے منتخب ہوا ہو یا امیر سابق نے اسے اہل الرائے حضرات کے مشورے سے نامزد کیا ہو۔ اور وہ کتاب وسنت کے مطابق حکمران کے فرائض سرانجام دے۔

امام بالفعل: یہ ایسا حکمران ہوتا ہے۔ جو لوگوں کی رائے سے منتخب نہ ہوا ہو اور نہ ہی اسے سابق امام نے لوگوں کے مشورے سے نامزد کیا ہو بلکہ وہ قوت کے بل بوتے پر لوگوں کا حکمران بن گیا ہو۔

شاہ اسمعیلؒ نے امام اور امامت کی وضاحت کے لیے امام کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔۔۔ امام حقیقی ۲۔۔۔ امام حکمی

شاہ اسماعیل، امام بالحق کو امام حقیقی کا نام دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا سربراہ مملکت ہے جو شریعت اسلامیہ پر پوری طرح عمل پیرا ہو۔

شاہ صاحب کہتے ہیں:

امام حقیقی کی ذات بابرکات میں نبوت تامہ کی صفت رکھی گئی ہے وہ اپنے ہوائے نفس کو پس پشت ڈالتے ہوئے محض رضائے ربانی کو قبلہ ہمت بناتا ہے۔ اور اپنے لذائذ کے استفادہ سے بالکل پاک اور اپنے مولا کی رضا طلب کرنے میں چست وچالاک ہوتا ہے۔[۴۰]

امام حکمی

یہ ایک ایسا حکمران ہوتا ہے جو دین کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی طالب ہو۔

شاہ اسماعیلؒ نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

امام حکمی کئی ایک مقتضیات نفسانیہ سے مبرا نہیں رہ سکتا ہے۔ اور نہ ہی علائق ماسوائے اللہ سے بری ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مال ومنال، جاہ جلال کے حصول، اخوان اقران، فضیلت وابصار و بلدان پر تسلط کی آرزو دوستوں اور قرابت داروں کی پاسداری، مخالفین واعداء کی بدخواہی اور لذات جسمانیہ اور مرغوبات نفسانیہ کے حصول کا خیال اس کے دل میں رہتا ہے۔

بلکہ امور مذکورہ کو ہر ممکن حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور سیاست کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے۔[۴۱]

امارت واطاعت امیر......تقابلی مطالعہ

خلاصہ بحث

حکمران کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نابالغ بچہ اپنی جسمانی اور ذہنی کمزوریوں کی وجہ سے امورمملکت اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا ہے۔ پھر کسی بچے کے لیے عوام الناس کے مفاد کو خطرے میں ڈالنا غیر مستحسن بھی ہے۔ ۴۱

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ ﴾ ترجمہ تم اپنے اموال بے وقوفوں کومت دو ۴۲

ظاہر ہے جب مال غیر عاقل کے سپر دنہیں کیا جاسکتا ہے تو امور مملکت بھی ایسے شخص کے سپرد کیسے کیے جاسکتے ہیں؟ اولی الامر کی عقل کے بارے میں فقہاء نے مختلف معیار متعین کیے ہیں مثلا فارابی رئیس اول کو سب سے زیادہ عاقل اور فلسفی دیکھنا چاہتے ہیں۔ ۴۳

ماوردیؒ اور ابن خلدونؒ کے مطابق امام یا خلیفہ کو اجتہاد کے درجے کا عالم ہونا چاہیے۔ ۴۴

امام غزالیؒ اولی الامر کے لیے متقی ہونا کافی خیال کرتے ہیں۔ ۴۵

طوسی بادشاہ کے لیے علم کا صرف ذوق رکھنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ ۴۶

حکمران کا جسمانی طور پر درست اور سالم ہونا بھی ضروری ہے۔ وگرنہ وہ کئی ایک امور مملکت سرانجام دینے سے قاصر ہوگا۔ ۴۷

ماوردی اور ابن خلدون نے اولی الامر کی جسمانی صحت وسالمیت تفصیلاً بیان کی ہے۔

قوت اور قدرت حکومت کے لیے بالعموم ضروری ہیں جبکہ اولی الامر کے لیے تو بالخصوص ضروری ہیں۔ وہ اتنا شجاع ہو کہ اسلامی نظام کی حفاظت کر سکے اور اپنے احکام جاری کر سکے۔ دائمی مریض، کمزور اور بزدل شخص نہ تو ملک میں امن وامان قائم رکھ سکتا ہے اور نہ ہی ملک کا دفاع کر سکتا ہے۔ لہذا حکمران کا شجاع ہونا ایک لازمی شرط ہے۔ ۴۸

اولی الامر اہل الرائے اور معاملہ فہم ہونا بھی ضروری ہے۔ بے خبر اور ہر معاملے میں متردد شخص منصب حکمرانی کا اہل نہیں ہوسکتا۔ اس بارے میں فارابی کا خیال ہے۔ الرئیس الاول اعلیٰ قسم کا مدبر ہو، سب سے زیادہ کریم اور سب سے زیادہ نکتہ سنج ہو۔ ۴۹

حوالہ جات

۱۔ البخاری،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری، کتاب المناقب ،باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بیروت: دارلاحیاء التراث العربی،۱۹۹۱ء،ج۸،ص۱۱۲

۲۔ القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الصلوٰۃ،باب وجوب طاعۃ الامر ء ، بیروت: دارلفکر، ۱۹۸۱ء ،ج۲،ص۱۲۴

۳۔ السیوطی،جلال الدین، تاریخ الخلفاء، بیروت: دارالمعرفت،الطبعۃ الثانیۃ،۱۴۲۰ھ،ص،۱۳۸

۴۔ پروفیسر خورشید احمد، مسلمانوں کے سیاسی افکار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۹۹ء،ص۴۹

۵۔ ایضاً ص۶۴

۶۔ الماوردی، الاحکام السطانیہ، مترجم سید ابراہیم ،کراچی: نفیس اکیڈمی،۱۹۶۳ء،ص۳۱

۷۔ الماوردی، الاحکام السطانیہ، ص۳۳

۸۔ ایضاً،ص۳۴

۹۔ حسن ابراهیم، النظم الاسلامیہ، بیروت: دارلاحیاء التراث العربی،۱۹۶۴،ص۹۳

۱۰۔ ابن عبدربہ،العقد الفرید،الریاض،دارالسلام للنشر والتوزیع،۱۹۹۹،ج۱،ص۲۵

۱۱۔ ابوالنصر الفارابی،السیاسیات المدنیہ،القاہرۃ،دارالتراث الاسلامیہ،ص۹۳

۱۲۔ المسعودی،مروج الذہب،مصر: البابی حلبی،۱۳۴۶ھ،ج۲،ص۳۱۳

۱۳۔ الجصاص،احمد بن علی،الاحکام القرآن، مصر :المطبعۃ المصر ۱۳۴۷ج:۲ص۱۹۳

۱۴۔ الماوردی،الاحکام السطانیہ،ص۶

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ الطّوسی،نظام الملک، سیر الملوک، پیرس،۱۸۹۰،ص۱۷

۱۷۔ شہرستانی،ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر،الملل و النحل، پشاور: مکتبہ حقانیہ،ج۱،ص۲۱

۱۸۔ المرغینانی، برہان الدین، الہدایۃ، بیروت: دارلفکر،ج۲،ص۳۱۹

۱۹۔ ابن رشد ،بدایۃالمجتہدو لنہایۃ المقتصد،مصر :البابی حلبی، ص۲۹۷

۲۰۔ الرازی،امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین،التفسیر الکبیر، بیروت: دارالکتب العلمیہ ،

۱۹۹۰ء،ج۱۰،ص۲۹۷

۲۱۔ ابن جماعۃ، تحریر الاحکام، حیدر آباد، دارلکتب العربی، ۱۳۷۶ھ،ص۳۵۶

۲۲۔ ابن کثیر، ابوالفداء، عمادالدین اسماعیل، البدایۃ والنہایۃ، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۲۴ھ، ج۱۲،ص۱۰

۲۳۔ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون، بیروت لبنان: موسسه جمال اللطباعة و انشر، ص۲۱۹

۲۴۔ السیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، بیروت: دار المعرفت، الطبعۃ لثانیۃ، ۱۴۲۰ھ، ص۱۳۸

۲۵۔ سورۃ النساء ۴:۵۹

۲۶ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب المسمع و الطاعة، بیروت: دارلاحیاء التراث العربی، ۱۹۹۱ء، ج۷،ص۱۱۲

۲۷۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، ج۲،ص۱۲۴

۲۸۔ البخاری، الجامع الصحیح کتاب الاحکام، باب المسمع و الطاعة، ج۷،ص۱۱۲

۲۹۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، باب و جوب انکار علی الامراء، ج۲،ص۱۲۴

۳۰۔ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، کتاب الفتن، بیروت: رقم ۲۲۳۰، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ ج۴،ص۵۰۵

۳۱۔ ابو داؤد، سلمان بن اشعث سبحتانی، سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب فی النهی عن السعی فی الفتنة، مصر: مکتبه مصریه، الطبعة الاولی، ۱۴۰۱ھ، ح۴۲۸۳، ص۱۰۷

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، کتاب الفتن، بیروت: رقم ۲۲۳۰، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ ج۴،ص۵۰۶

۳۴۔ ابن کثیر، الکامل فی تاریخ، ج۳،ص۶۲۳

۳۵۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس، ج۴،ص۵۰

۳۶۔ ابوزہرہ محمد، حیات امام احمد بن حنبل، مترجم رئیس احمد جعفری، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ص۲۴۶

۳۷۔ السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد، المبسوط، حیدر آباد: مطبع دارلکتب العربی، ۱۳۷۴ھ، ج۱،ص۸۵

۳۸۔ ابن تیمیہ، احمد تقی الدین، منہاج السنۃ النبویہ، لبنان، ۱۹۶۲ء، ج۲،ص۸۵

۳۹۔ آلوسی شهاب الدین محمود، تفسیر روح المعانی، ملتان: مکتبه امدادیه، ۱۹۹۷ء، ج۵،ص۲۲

۴۰۔ شاہ اسماعیل شہید، منصب امامت، مترجم حلیم محمد حسین علوی، لاہور: ملی دارلکتب یوسف مارکیٹ، اشاعت سوم، ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۷

۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ سورۃ النساء ۴: ۵

۴۳۔ ابوالنصر الفارابی، السیاسیات المدنیہ، ص ۴۶

۴۴۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۶

۴۵۔ امام غزالیؒ، احیاء العلوم: ج ۲، ص ۳۶۲

۴۶۔ الطّوسی، نظام الملک، سیر الملوک، پیرس، ۱۸۹۰، ص ۱۷

۴۷۔ **ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۹۳**

۴۸۔ ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، ص ۷

۴۹۔ ابوالنصر الفارابی، السیاسیات المدنیہ، ص ۴۹

فصلِ سوم

مقاصد امامت......تقابلی جائزہ

مقاصد امامت......تقابلی جائزہ

ہر ریاست خواہ دینی ہو یا لا دین، کے کچھ مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست کی تشکیل وتعمیر ہوتی ہے۔ یکے بعد دیگر ے آنے والی ہر حکومت پر ان مقاصد کے پیش نظر ریاستی امور کو سرانجام دینا ضروری ہوتا ہے۔اگر کوئی حکومت ان مقاصد سے انحراف کرے تو وہ حکمرانی کی اہل نہیں ہے بلکہ اس مقتدر طبقہ کو اقتدار سے علیحدہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ تا کہ مقاصد ریاست میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔اسلامی نظام جو کہ دین دنیا کا جامع ہے اس نے خلافت کے کچھ مقاصد متعین کیے ہیں جن سے انحراف کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔اسلام میں نظام حکومت متعین مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔اقتدار و حکومت بذات خود مقصود نہیں ہے۔لیکن چونکہ یہ مقاصد غلبہ واقتدار کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے ہیں لہذا اسلام نے ان کے حصول کے لیے غلبہ واقتدار کو لازم قرار دیا ہے۔مقاصد خلافت کیا ہیں (حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس کا خلاصہ یوں پیش کرتے ہیں:

''خلافت بمعنی جانشینی است وآں درعرف شرع راجع است بتصدی اقامت امور کہ پیغمبر ﷺ برائے اقامت آں مبعوث بود۔''[1]

ترجمہ:''یعنی خلافت کے معنی جانشینی ہے اور عرف شریعت میں ان امور کے قائم کرنے کی کوشش کرنا جن کے قائم کرنے کے لیے پیغمبر ﷺ مبعوث ہوئے۔''

مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام جو احکامات الٰہیہ لائے اور ان کو عملاً نافذ بھی کیا، خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے ان کو نافذ کرنا، یہی نظام خلافت کا اصل مقصد ہے۔

قرآن وسنت میں خلافت کے مقاصد کے بارے میں وضاخت کی گئی ہے، لہذا اب ہم تفصیلاً قرآن وسنت اور اقوال فقہا سے اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اقامت دین

اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی (تمکین فی الارض) کو اقامت دین کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِO[1]

ترجمہ:''یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں بااختیار کر دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں اور بھلے کام کرنے کا حکم دیں اور برے کام کرنے سے لوگوں کو روکیں اور ہر کام کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فیصیر معنی الایة ان اللہ تعالیٰ وصف المهاجرین بانه ان مکنهم من الارض والمطاهم السلطنته فانهم اتوبالامور الاربعته وهی اقامة الصلوة وایتاء الذکوة والامربالمعروف و النهی عن المنکر"۲

ترجمہ: "آیت کے معنی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مہاجرین کو اس بات سے موصوف کیا ہے کہ اگر انہیں زمین میں طاقت وقوت اور اقتدار دیا جائے تو وہ چار امور یعنی نماز، زکوۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قائم کریں گے۔"

قاضی ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"والاشک ان اللہ تعالیٰ نصر الخلفاء الراشدین وا نجز و عدحتی سلطهم علی صنادید العرب واکاسرةالعجم و قیاصرتهم واورث المسلمین علی عهدهم ارض الکفار ودیارهم وامولهم". ۳

ترجمہ: "اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کی نصرت کی اور اپنا وعدہ پورا کر دکھایا حتی کہ انہیں عرب کے عجم کے مسلط کیا اور ان کے زمانے میں مسلمانوں کو کفار کی زمین، گھروں اور ان کے مال ودولت کا وارث بنایا۔"

حضرت شاہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"باز معنی ان مکنہم تعلیق یک جزء نفسی خلافت است بجزودیگر زیرا کہ خلافت شرعی تمکین فی الارض است با قامت دین اینجا افادہ فی فرمایا کہ اگر تمکین این جماعہ فی الارض مستحق شود البتہ آں تمکین مقترن خواہد بود با اقامت دین وہمیں است معنے خلافت راشدہ۔"۴

ترجمہ: "(ان مکنهم) میں (بطور شرط واجزا) حقیقت کے ایک جز (یعنی اقامت دین) کو دوسرے جز (یعنی تمکین) پر معلق کیا ہے۔ کیونکہ خلافت شرعی اس تمکین فی الارض کا نام ہے جو اقامت دین کے ساتھ ہو مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو اگر زمین میں تمکین ملے تو ضرور وہ تمکین اقامت دین کے ساتھ ہوگی اور خلافت راشدہ کے یہی معنی ہیں۔"

امام الحرمین خلیفہ کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالقول الکلی ان الغرض استبقاء قواعد الاسلام طوعا او کرها والمقصدالدین."۵

ترجمہ: "کلی بات یہ ہے کہ غرض طوعاً یا کرھاً قواعد اسلام کی بقاء ہے اور مقصد دین کا قیام ہے۔"

قوانین شریعت کا نفاذ

اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان اور پہلے نبی کو خلیفہ بنا کر بھیجا، تاکہ وہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ان کی طرف سے انسانی فلاح و بہبود پر مبنی قوانین کا اجرا کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔[6]

ترجمہ: ''یقیناً میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔''

امام ابن جوزیؒ (انی جاعل فی الارض خلیفتہ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وفی معنی خلافۃابن آدم قولان احدھما انہ خلیفتہ عن اللہ تعالیٰ فی اقامتہ شرعہ دلائل توحیدہ وحکم خلقہ و ھذاقول ابن مسعود ومجاھد.''[7]

ترجمہ: ''انسان کی خلافت کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کے قائم کرنے،توحید کے دلائل قائم کرنے اور مخلوق میں حکومت کرنے (احکام نافذ کرنے) میں اس کا خلیفہ ہے،اور یہ ابن مسعود اور مجاہد کا قوم ہے۔''

امام البغویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''والصیح انہ خلیفۃ اللہ فی ارضہ لا قامتہ احکامہ و تنفید قضایاہ.''[8]

ترجمہ: ''صحیح قول یہ ہے کہ آدم (انسان) ہے زمین میں اس کے احکام قائم کرنے اور اس کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے۔''

علامہ آلوسیؒ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ومعنی کونہ خلیفۃانہ خلیفۃاللہ فی ارضہ وکذاکل نبی استخلفھم فی عمارۃالارض وسیاسۃالناس و تکمیل نفوسھم و تنفیذامرہ فیھم .''[9]

ترجمہ: ''اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے اور اسی طرح اللہ نے ہر نبی کو خلیفہ بنایا زمین کی آبادی،لوگوں کے سیاسی امور کی انجام دہی،ان کے نفوس کی تکمیل اور ان کے اندر اپنے احکام کو نافذ کرنے کے لیے۔''

مندرجہ بالا تفسیر سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو خلافت ارضی سے اس لیے نوازا تا کہ وہ احکام وقوانین الٰہی کا نفاذ اور انسانی نفوس کی اصلاح کا کام سرانجام دیں۔

مسلمانوں کے لیے ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جو احکامات کو نافذ کرے،حدود قائم کرے،افواج کو (جہاد کے لیے) تیار کرے،ان کی شادی کرائے اور مسلمانوں میں فیٔ (مال غنیمت) تقسیم کرے۔

حاکم جن اموار میں رعیت کی خبر گیری کرے،ان سب میں خبر گیری کے زیادہ حقدار اموار وہ ہیں جو اللہ نے ان پر فرض کیے ہیں یعنی ان کے دینی فرائض کے متعلق جن کی ہدایت اللہ نے ان کو کی ہے اور ہم پر فرض ہے کہ ہم تم کو اس چیز کا حکم دیں جس کا حکم اللہ نے تم کر دیا ہے۔یعنی اس کی عبادت کا اور تم کو اس چیز سے منع کریں۔جس سے اللہ نے تمہیں منع کیا ہے۔یعنی اس کی نافرمانی اور یہ کہ اللہ کا حکم قریب وبعید سب لوگوں پر یکساں جاری کریں۔

غلبۂ اسلام

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور دین اسلام قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو دینی و دنیوی کامرانی کے لیے ایک کامل و مکمل ضابطہ حیات ہے۔ دین اسلام کے آنے سے تمام آسمانی مذاہب منسوخ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح انسانی فکر پر مبنی افکار و نظریات اور نظام ہائے ریاست کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اب تو صرف اسلامی نظام خلافت ہی قابل عمل ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کا آخری راستہ ہے لہٰذا دیگر تمام ادیان، مذاہب اور نظاموں کو ختم کر کے اسلامی نظام کا نفاذ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین اسلام کے تمام ادیان پر نظریاتی و سیاسی غلبے کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔ ارشاد بانی ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ؀ [10]

ترجمہ: ''وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تا کہ وہ اس دنیا کو تمام ادیان باطلہ پر غالب رکھے اگر چہ مشرک کتنا ہی برا مانیں۔''

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے یہ مقصود ہے کہ تمام دینوں پر غالب کر دیا جائے۔ پس اس آیت میں اگر سمجھنے کی کوئی چیز ہے تو یہ ہے کہ غالب کر دینے سے مراد ہے؟ غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دلیل میں غالب کیا جائے یعنی دین حق کی حقانیت پر اور دوسرے دینوں کے بطلان پر ایسی دلیل قائم کی جائے جس کا ردنہ ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ تیغ و سناں کے ذریعے سے غالب کیا جائے۔ یعنی دین حق کی شوکت و سطوت کے سامنے تمام مذاہب کو سرنگوں کر دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں قسم کا غلبہ مراد ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''وقال النبی ﷺ ......ولیتمن لله هذا الامر حتے یدخل فی کل بیت من مدر او بر بعزعزیز اوذل ذلیل الفاظهم شتے والمعنی المشرک واحد دین حق همان است که ممکن شدو همان است که تمام شدو همان است که شرقاوغربا ردبیوت و بر و مدر در آمد''[11]

ترجمہ: ''یعنی اور نبی ﷺ نے فرمایا......اللہ تعالیٰ اس امر (اسلام) کو ضرور پورا کرے گا یہاں تک کہ یہ (دین اسلام) ہر گھر میں داخل ہو جائے گا یہاں تک کہ خواہ وہ گھر مٹی کا بنا ہوا ہو یا بالوں کا (یعنی شہر اور دیہات کے سب گھروں میں)

صاحب عزت کی عزت کے ساتھ (کہ وہ بخوشی قبول کر کے اپنی عزت باقی رکھے) یا کسی ذلیل ہونے والے کی ذلت کے ساتھ (کہ وہ مغلوب اسلام ہو کر ذلت سے زندگی بسر کرے) احادیث کے الفاظ مختلف ہیں مفہوم مشترک سب کا ایک ہے۔ دین حق وہی ہے ''جو ممکن (یعنی طاقتور ہوا اور وہی ہے جو'پورا'' ہوا اور وہی ہے جو مشرق سے مغرب تک بالوں اور مٹی کے بنے گھروں میں داخل ہوا۔''

امت محمدﷺ سے پہلے امتوں کو بھی خلافت سے نوازا گیا اسی طرح اس آخری امت کو بھی خلافت ارضی عطا کی گئی ہے

۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [12]

ترجمہ: ''تم میں سے سب جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں اس طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو حکمران بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو خدا نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اس دین کو ان کے لیے مستحکم کر دے گا اور اس وقت دشمن کا جو خوف ان کو لاحق ہے ان کے اس خوف کو مبدل بہ امن کر دے گا۔''

''یعنی(ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم)اور (یعبدونی لا یشرکون نی شیاً)''
میں خلیفہ بنانے کی علت غائیہ کا بیان ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے (ایک دوسرے موقع پر) فرمایا ہے۔(ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ) گویا فرماتا ہے کہ(ان موعودین کے) خلیفہ بنانے سے مقصد یہ ہے کہ دین پسندیدہ تمکین پائے اور کلمہ الٰہی کی بلندی ظاہر ہو جائے اور دین حق کا غلبہ تمام دینوں پر ثابت ہو جائے۔''

اُمت کی سیاست

امت کی سیاست یعنی اس کے دینی اور دنیاوی اموار کا نظم ونسق بھی مقاصد خلافت میں شامل ہے جسے سنت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''وقال رسول اللہ ﷺ ان نبی اسرئیل کا نت تسو سھم الا نبیا ء کلمامات نبی قام نبی واتہ لیس نبی بعدی قال رجل فما یکون بعدک یا رسول اللہ ؟قال تکون

خلفاء وتكثر قال فما تا مر اوفو بيعته الا ول فالاول فادواليهم الذى لهم فان الله سا ئلهم الذى لكم .‘‘[۱۳]

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی انتقال کرتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ کے بعد کون ہوگا فرمایا میرے خلفاء ہوں گے کثیر تعداد میں ۔عرض آپ ان کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا جو پہلے خلیفہ ہو جائے اس کی بیعت کو پورا کرنا پھر اس کے بعد جو پہلے خلیفہ ہو جوان کا حق (اطاعت) ہے انہیں ادا کرنا اس لیے اللہ ان سے تمہارے حق کے بارے میں خود پوچھے گا۔‘‘

سیاست انبیاء کی قضاحت ہو چکی ہے کہ انبیاء کی حکمرانی کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ،احکام الٰہی کا نفاذ اور عدل کا قیام ہے۔خاتم الانبیاء ﷺ کی خلافت کے مقاصد بھی یہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم انصاریؓ گورنر یمن کے نام مکتوب گرامی میں ریاست سے متعلق اہم امور اور حاکم کی تمام اہم ذمہ داریوں کو بیان کر کے مقاصد خلافت کو واضح کر دیا ہے:

بسم الله الر حمن الرحيم

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد النبی کی جانب سے یہ تحریر عمرو بن حزم انصاریؓ کو دی جاتی ہے جو ان کو یمن بھیجتے ہوئے لکھی گئی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ‘‘[۱۴]

(اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو) میں ان کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے ہیں،اس لیے کہ:

’’فان الله مع الذين اتقو و الذين هم محسنون‘‘

(اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں اور نیکی کو اختیار کرتے ہیں) میں نے عمرو بن حزمؓ کو ہدایت کی ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو مطابق اس کے حق کو وصول کریں۔لوگوں کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں اور ان کو نیک کاموں کا حکم دیں قرآن مجید کی تعلیم ،دین کے ارکان سمجھائیں ،قرآن شریف کو صرف وہ شخص ہاتھ لگائے جو پاک ہو لوگوں کو برائیوں سے روکا جائے اور انہیں ان کے حقوق وفرائض سے آگاہ کیا جائے ،نیکی کا حکم دینے میں لوگوں کے ساتھ نرمی کی جائے ،مگر جو ظلم اور زیادتی کا مرتکب ہو اس پر سختی کرنے میں تامل نہ کیا جائے ،کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم پسند نہیں کرتا ،اس نے ظلم سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔خدا ظالموں پر لعنت بھیجتا ہے۔

لوگوں کو جنت میں جانے والے اعمال اور طریقہ بتلائے جائیں اور ان کاموں سے ان کو متنبہ کیا جائے جو انسان کو دوزخ میں پہنچا دینے والے ہیں۔سب لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے تا کہ وہ دین کے ارکان کو اچھی طرح سمجھ لیں۔حج کے ارکان بھی تفصیل کے ساتھ بتلائے جائیں اور فرض وسنت کو واضح طور پر بیان کیا جائے حج اور عمرے کے متعلق اللہ نے جو احکام دیے ہیں ان لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

لوگوں کو ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے روکا جائے جس میں بدن ڈھکا ہوا نہ ہو اور نماز میں شرمناک مقامات کے کھل جانے کا اندیشہ ہو، وضو کے احکام پوری تشریح کے ساتھ بتائے جائیں، مقررہ اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ رکوع کو پوری طرح ادا کیا جائے اور نماز میں دل میں رقت ہونی چاہیے، فجر کی نماز علی الاصباح پڑھی جائے...... جمعہ کی نماز کے لیے حکم دیا جاتا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو فوراً تیزی کے ساتھ نماز کے لیے چل دینا چاہیے اور جمعہ کی نماز کو جانے سے پہلے غسل کر لینا چاہیے۔مال غنیمت میں اللہ کا خمس (پانچواں حصہ) ادا کیا جائے۔ہر مسلمان سے زمین کی پیداوار پر بقدر عشر (دسواں) حصہ لگان وصول کیا جائے، یہ مقدار عشر اس زمین پر ہے جو بارش یا چشمے سے سیراب ہوتی ہو جو ڈول سے سیراب کی جائے اور پر نصف عشر لیا جائے۔مویشیوں میں دس اونٹوں پر دو بکریاں لی جائیں اور بیس اونٹوں پر چار بکریاں، چالیس گایوں پر ایک جائے اور تیس گایوں پر ایک بچھڑا، چالیس بکریوں پر ایک بکری۔یہ مقدار اللہ کی جانب سے مسلمان پر زکوۃ کے لیے فرض کی گئی ہے، جو اس سے زیادہ دے گا وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

جنگ خدائے واحد کے لیے کی جائے اور جو خدا کے بجائے محض قبیلے اور خاندان کے نام پر لوگوں کو جنگ کی دعوت دے۔ایسے فساد برپا کرنے والے کو ختم کر دینا چاہیے۔جنگ کے لیے دعوت صرف خدائے واحد کے لیے ہے۔جو یہود یا عیسائی اپنی خوشی اور خلوص دل سے مسلمان ہو جائے اور اللہ کے دین کو قبول کرے وہ مسلمان ہے اس کے حقوق اور فرائض وہی ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور جو شخص اپنے یہودی یا عیسائی مذہب پر قائم رہے اسے ہرگز مذاہب بدلنے کے لیے کسی طرح مجبور نہ کیا جائے۔البتہ ان کے ہر بالغ شخص پر ایک دینار جزیہ مقرر کیا جائے، جو سالانہ نقد یا جنس کی صورت میں وصول کیا جائے، اس قیمت کا کپڑا بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔جو اس رقم کے دینے سے انکار کرے اسے اللہ کے رسول ﷺ کا اور تمام مسلمانوں کا دشمن سمجھا جائے۔محمد رسول اللہ (ﷺ) مندرجہ بالا مکتوب گرامی میں آپ ﷺ نے تمام اہم امور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ،قرآنی تعلیمات کی اشاعت، عدل وانصاف ،عبادت وارکان اسلام کا قیام، نظام زکوۃ اور خارجی جہاد (نظام جہاد) وغیرہ کو بیان فرما دیا ہے جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ انہی امور کا قیام اسلامی ریاست کا مقصد ہے۔

امت کی اجتماعیت کا قیام

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں خلیفہ بنانے کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔

"قد استخلف اللہ علیکم خلیفہ لیجمع بہ الفتکم و یقیم بہ کلمتکم"۔ ۱۵

ترجمہ: اللہ نے تم پر خلیفہ بنایا ہے تا کہ اس کے ذریعے تمہارا اتحاد ہے اور تمہارا کلمہ (مرکزیت) قائم رہے۔"

نظام عبادات کا قیام:

انسان کی تخلیق کا اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ اس لیے عبادات کے با قاعدہ نظام کی تشکیل خلافت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو آئمہ ھدیٰ بنایا ہے تا کہ وہ اس کے احکامات کے مطابق عبادات پر عمل درآمد کرائیں۔

"وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ٥" ۱۶

یعنی ہم نے انہیں سردار (حکمران) بنایا ہے کہ اچھے کاموں اور فرمانبرداری والے اعمال میں ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ بامرنا کا معنی کہ جو وحی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے احکامات ہم نے نازل کیے، گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ہماری کتاب کے ساتھ راہنمائی کرتے ہیں۔

نظام احتساب کا قیام:

جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے وہ زمین میں اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

"اما الحسبة فهی وظیفة من باب الامر بالمعروف والنهی عن المنكر الذی هو فرض علی القائم امور المسلمین یعین لذلک من یراه اهلاله فیتعین فرضة علیه ویتخذ الاعوان علیٰ ذلک ویبحث عن المنكرات ویعزرویودب علیٰ قدرها." ۱۷

نظام جہاد کا قیام:

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"قال علیؓ الامام انما جعل لیقیم للناس الصلوٰۃ ویاخذصدقاتهم ویقیم حدود

یمضیٰ احکامهم ویجاهدعدوهم وهذه کلها عقود والا یخاطب بها من لم یبلغ او من لایعقل" [۱۸]

ترجمہ: یعنی حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ امام (خلیفہ) اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ وہ نظام صلوٰۃ کو قائم کرے۔ صدقات وصول کرے، حدود قائم کرے، احکام کا نفاذ کرے، دشمنوں (کفار) سے جہاد کرے، یہ تمام امور عقود (معاملات) ہیں اور ان کا مخاطب نابالغ وغیرہ عاقل نہیں ہے۔

نظام اقتصاد کا قیام:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم انصاریؓ گورنر یمن کے نام مکتوب گرامی میں ریاست سے متعلق اہم امور اور حاکم کی تمام اہم ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے نظام اقتصاد کو اس طرح بیان کیا ہے:

مقاصد خلافت اقوال فقہاء کی روشنی میں:

الف۔ امام الحرمینؒ کے نزدیک مقاصد خلافت درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حفظ الحوازۃ۔ مرکز اسلام کی حفاظت۔

۲۔ رعایۃ الرعیۃ، رعیت کی نگرانی۔

۳۔ اقامت دعوت دلائل اور تلوار کے ساتھ۔

۴۔ خوف اور ظلم کو روکنا۔

۵۔ ظالموں سے مظلوموں کو انصاف دلانا اور حقوق چھیننے والوں سے حقوق لے کر مستحقین کو دینا۔ [۱۹]

آگے چل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فخلفه ابوبکر الصدیقؓ لیدعو الی اللّٰه دعاه ویقرر من مصالح الدنیا ومراشدها وینتحی فی استصلاح العباد انتهاه." [۲۰]

خلاصہ بحث

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہوئے تاکہ لوگوں کو کامل طریقہ سے اللہ کی طرف بلائیں اور دنیوی مصالح اور مراشد (سیدھے راستے) کو برقرار رکھیں اور لوگوں کی اصلاح میں بھرپور کوشش کریں۔

ب:۔امام ماوردی نے الاحکام السلطانیہ کے خطبہ میں مقاصد خلافت کو یوں بیان کیا ہے:۔

"امابعد فان اللّٰہ جلت قدرته ندب للامة زعیماخلیف به النبوة وحاط به الملي وفوض الیه السیاسة لیصدر التدبیر عن دین مشروع وتجتمع الکلمة علی رای متبوع فکانت الامامة اصلاعلیه استقرت قواعد الملة وانتظمت به مصالح الامة حتی استثبتت بها الامور العامة وصدرت عنها الولایات الخاصةo"[۲۱]

ترجمہ:اما بعد!اللہ کی قدرت بڑی ہے،اس نے اُمت (محمدیہ) کے لیے اپنا سردار کا ہونا مندوب کیا ہے جو نبوت کا جانشین ہے،ملت،سیاست اس کے سپرد کی ہے تاکہ شریعت کی تدبیر ہو،ایک ہی رائے پر اتفاق ہو،پس امامت ایسی بنیاد ہے جس پر ملت کے قواعد کا استقرار اور اسی سے اُمت کے مصالح کا نظم قائم ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے عمومی اُمور اور اسی سے ولایت خلاصہ کا صدور ہوتا ہے۔

امام ابن حزم لکھتے ہیں:

"ان الامة واجب علیها النقیاد لامام عادل یقیم فیهم احکام اللّٰہ ویسوسهم باحکام الشریعة التی اتی بها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلمo"[۲۲]

ترجمہ:یعنی اُمت پر عادل خلیفہ کی فرمانبرداری لازم ہے جو ان میں احکام الٰہی کو قائم کرتا ہے اور احکام شریعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں،ان کے نفاذ کا انتظام کرتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کے لیے مبعوث ہوئے تو مخلوق کے ساتھ معاملات وتصرفات فرمائے اور ان اُمور کے لیے نائبین مقرر کیے۔ان معاملات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد اقامت دین ہے اور باقی تمام اُمور اس کے تحت ہیں۔

۱۔ علوم دینیہ کی اشاعت جیسے قرآن وسنت کی تعلیم اور وعظ ونصیحت کرنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَo"[۲۳]

۲۔ اقامت ارکان اسلام یعنی جمعہ،عیدین،پنج وقتی جماعت کی امامت خود کرنا اور دوسرے مقامات پر امام مقرر کرنا۔زکوٰۃ

کی وصولی اور مصارف میں خرچ کرنا، ہلال رمضان و ہلال عید کی رؤیت پر شہادت سننا اور روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا حکم دینا۔ حج کا انتظام اور اس کی امارات خود کرنا یا نائب مقرر کرنا۔

۳۔ جہاد اور متعلقات جہاد کا قیام۔

۴۔ مقدمات کا فیصلہ کرنا، قاضیوں کا تقرر اور اقامتِ حدود

۵۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا۔ [۲۴]

د۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ مقاصد خلافت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:۔

''باید دانست کہ سیاست دریں مقام عبارت است از ترتیب بندگان الٰہی بر قانون اصلاح معاش و معاد بطریق امامت وحکومت'' [۲۵]

ترجمہ: سیاست سے مراد بندگان الٰہی کی اصلاح معاش و معاد کے قوانین کے مطابق، امامت وحکومت کے طریق سے ترتیب دینا ہے۔

حوالہ جات

۱.سورة الحج ۲۲: ۴۱

۲.زاد المسیر ،ج: ۱،ص ۵۲،۵۱

۳.التفسیر المظهری، ج:۶،ص: ۳۳۱

۴. شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام،۱۹۷۶ء، ج: ۱،ص: ۸۴

۵.ایضاً

۶.سورة البقرة ۲: ۳۰

۷.اصول الدین ،ص ۲۷۱

۸.البغوی،ابو حمد الحسین بن مسعود،تفسیر البغوی،بیروت:دارلکتب العلمیة،۱۴۰۲ھ، ج: ۱،ص ۶۰

۹.ابن عربی محمد بن عبداللہ، الجامع الاحکام القرآن ،بیروت:دارالمعرفت ۱۹۸۵،ج:۱۱،ص:۲۱۳

۱۰.سورة الفتح ۴۸:۲۸

۱۱. شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام،۱۹۷۶ء، ج: ۱،ص: ۸۹

۱۲.سورة النور ۲۴:۵۵

۱۳.الصحیح البخاری کتاب الانبیاء،باب ماذکر عن بنی اسرائیل.

۱۴.سورة المائده:۵: ۱

۱۵.مکتوبات نبوی،ص: ۱۰۴

۱۶.سورة الانبیاء ۲۱:۷۳

۱۷.المحلی لابن حزم، ج: ۱،ص:۴۵. ۴۶

۱۸. شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام،۱۹۷۶ء، ج:۴،ص: ۱۴۸

۱۹ ۔ایضاً

٢٠. ابن تیمیه دنیوی ، الامامة والسیاسة خطبه ابی بکرؓ ،مصر المکتبة التجارة الطبعة الثانیة ، ١٣٤٧ھ،ص: ١٦

٢١۔ایضاً

٢٢. المحلی لابن حزم، ج: ١،ص: ٤٥. ٤٦

٢٣. سورة الجمعه:٢:٥٢

٢٤. ،شاه اسماعیل شهید ، منصب امامت مترجم حکیم محمدحسین علوی،لاهور کلی دارالکتب یوسف مارکیٹ، اشاعت سوم،١٩٩٤ء،ص: ٣٠،

٢٥۔ایضاً

فصلِ چہارم

فرائض امامت......تقابلی جائزہ

فرائض امامت......تقابلی جائزہ

منصب امامت ایک بہت بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔نظام خلافت میں جہاں خلیفہ کو حقوق اور اختیارات دیے گئے ہیں، وہاں خلافت کے مقاصد کے حصول کے لیے اس پر بڑی ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔خلیفہ کے فرائض کے ضمن میں سب سے بہتر تقسیم امام الحرمینؒ نے کی ہے۔ہم اسی ترتیب کے مطابق فرائض کو بیان کریں گے۔خلیفہ کے فرائض میں سے کچھ کا تعلق دین اور کچھ کا دنیا سے ہے۔

دینی اُمور:

ان امور کو دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ وہ جن کا تعلق اصل دین سے ہے۔

۲۔ وہ جن کا تعلق فروع دین سے ہے۔

اصل دین:

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:۔

ا۔ دین کی حفاظت اہل اسلام کے حوالہ سے

ب۔ کفار کو اسلام کی دعوت

محکمہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قیام:

دین کی حفاظت:

اسلام کے سیاسی نظام میں محکمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو حسبہ بھی کہتے ہیں۔امام ماوردیؒ اس کی مندرجہ ذیل تعریف کرتے ہیں:۔

"الحسبة هی امر بالمعروف اذا ظهر ترکه ، ونهی عن المنکر اذا اظهر فعله."[1]

ترجمہ:""یعنی حسبہ سے مراد یہ ہے کہ جب معروف کو ترک کیا جائے تو اس کا امر کیا جائے اور جب منکرات ہونے لگیں تو اس سے نہی کی جائے۔""

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کامل واکمل دین کو لائے ہیں۔اس کو اس کی اصل شکل وصورت میں باقی رکھنا، لوگوں کے شکوک وشبہات کو ختم کرنا اور اگر کوئی شخص ارتداد اختیار کرے تو اسلامی اصولوں کے مطابق اس کے خلاف کاروائی

کرنا۔خلیفہ پر لازم ہے کہ ماہر علماء وفقہاء کے ذریعے مرتد کے اعتراضات اور شبہات کو ختم کرائے اگر اس کے باوجود توبہ نہیں کرتا تو اس کو قتل کرادے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارتداد سے متعلق فرمایا:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ " [۲]

ترجمہ:"اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ مسلمانوں پر مہربان ہوں گے، کافروں پر تیز ہوں گے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے سے کچھ عرصہ قبل مختلف قبائل میں ارتداد شروع ہوا اور آپ کے بعد تو یہ فتنہ بہت زور وشور سے پھیلنے لگا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمت وبصیرت اور جامع حکمت عملی کے ساتھ اس کو ختم کیا۔اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:۔

"وشرح تدبیرے کہ خدائے تعالیٰ رائے ایں حادثہ مقرر فرمودآنست کہ داعیہ قتال درخاطر صدیق اکبر باہتمام فروریخت وآں سر قول آنحضرت بود ﷺ دریں فتنہ العصمة فیها السیف ۔[۳]

"اس ارتداد کے حادثہ میں جو تدبیر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی، اس کی شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں جہاد کا داعیہ بڑے اہتمام سے ڈال دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کہ" فتنے میں بچنے کی صورت تلوار اٹھانا ہے" کا یہی مطلب ہے۔(کہ مرتدین سے جہاد کیا جائے۔)"

امام ابن تیمیہؒ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض کفایہ قرار دیتے ہیں:۔

"وكذلک الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لايجب على كل احد بعينه بل هو على الكفاية كما دل عليه القرآن." [۴]

"اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر ایک پر فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے جیسا کہ قرآن اس پر دلالت کرتا ہے۔"

ب۔ مکمل دین پر عمل کرائے اور بدعات کا سدباب کرے تاکہ دین کامل میں من گھڑت چیزوں کا دخول نہ ہو۔اگر اہل بدعت اس سے باز نہ آئیں تو قانون کے مطابق ان کے خلاف ضروری کاروائی کرے تاکہ بدعات کا دروازہ مستقل بند ہو جائے اور انہیں دوبارہ سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''واجب است بر خلیفہ نگاہ دانش دین محمدی ﷺ......کہ قتل کند مرتدین و زنا دقہ راوزجر نماید مبتدعہ ار۔''[۵]

نظام دعوت کا قیام:

کفار کو دعوت اسلام:

کفار کو اسلام کی دعوت دو طریقوں سے دی جاتی ہے:۔

۱۔ دلائل کے ذریعے

۲۔ تلوار کے ذریعے

دعوت اسلام بذریعہ دلائل:

خلیفہ کو چاہیے کہ کفار تک دعوت پہنچانے اور حجت قائم کرنے کے لیے زمانے کے ماہر علماء وفقہاء کو بھیجے تا کہ وہ احسن طریقے سے دعوت دین پہنچاسکیں۔

دعوت بذریعہ جہاد:

''اگر امام کو یہ بات پہنچے کہ کفار کے کچھ گروہ کو کوئی رہنمائی کرنے والا آدمی مل جائے تو وہ قبول حق (اسلام) کی طرف آ جائیں گے تو اسے چاہیے کہ علماء مسلمین میں ایک باصلاحیت شخص کو اس طرف بھیجے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے لیے ذہین، ذی استعداد، صاحب تقویٰ وہدایت اور ادیب کو منتخب کرے۔''

اگر بذریعہ دلائل و براہین کفار دین اسلام کو قبول نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں تو ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا تا کہ دین حق قبول کرنے میں جو رکاوٹ ہے یعنی امراء اور مقتدر طبقہ، اس کو ختم کر دیا جائے اور دعوت اسلام بالکل عام ہو جائے جو قبول کرنا چاہیے۔مشرف بہ سلام ہو جائے۔ جہاد کے ذریعہ کفار کو دعوت اسلام، اسلامی سیاسی نظام کا (خلافت) کا اہم فریضہ ہے جس کے متعلق کتاب وسنت اور کتب فقہ میں احکامات موجود ہیں۔

نظام عبادات کا قیام:

فروع دین:

فروع سے وہ امور مراد ہیں جن کا تعلق عبادات بدینہ جن کا بندوں کو مکلّف بنایا گیا ہے۔ جب انہیں ان کے ارکان

شرائط میں خلیفہ کی نگرانی کا کوئی تعلق نہیں ہے اور مقررہ اوقات میں ادا کیا جارہا ہو تو اسلام کے ظاہری شعار میں خلیفہ کی نگرانی کا تعلق ہے۔ یہ شعار دو قسم کے ہیں:

ا۔ وہ جن میں عظیم اجماع ہوتا ہے جیسے جمعہ، عیدین اور حج۔

ب۔ وہ جن میں اجتماع نہیں ہوتا جیسے اذان اور نماز پنجگانہ (صلوٰۃ خمسہ) کی جماعت۔ پہلی قسم کے اجتماعات میں خلیفہ کی بذات خود شرکت لازمی ہے۔ اگر خود حاضر نہ ہو سکے تو اپنا نائب مقرر کرے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحج مقرر کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''دیگر اقامت ارکان اسلام تودن از جمع و جماعات وزکوٰۃ......وامیر الحج معین نماید''۔[۶]

''(خلیفہ کا واجب ہے) اسلام کے ارکان یعنی جمعہ، جماعت، زکوٰۃ، حج اور روزے کا اس طرح قائم کرنا کہ اپنے مقام (دارالخلافہ) میں بذات خود انہیں قائم کرے اور دور کے علاقوں میں مسجدوں کے امام، صدقہ وصول کرنے والے مقرر کرے اور امیر الحج مقرر کرے۔''

دوسری قسم کے ظاہر شعار کو لوگ ترک کر دیں تو خلیفہ ان کو اس کے قائم کرنے کا حکم دے گا۔ مثلاً اذان ترک کر دی جائے تو امام اہل علاقہ کو زجر کر سکتا ہے اگر ان سے قتال کی نوبت آجائے تو وہ بھی کر سکتا ہے۔ جس کی کتب فقہ میں تصیل موجود ہے۔ باقی وہ عبادات بدینہ جو ظاہری شعار نہیں ہیں ان کا خلیفہ کے فرائض سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر فرض نماز ترک کر دیتا ہے اور اس کو قضا بھی نہیں کرتا ہے تو خلیفہ مروج کے مطابق اس کو سزا دے گا۔

نظام تعلیم کا قیام:

دینی علوم کی اشاعت اور ان کی احیاء بھی امام کا اہم فریضہ ہے۔ کیونکہ دین کا بقا و قیام دینی علوم کے بقا و قیام پر موقوف ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''واحیاء علوم دین کفار بنفس خود قدرے کہ تیسر شود......وعبدمن معقد را بہ بصرہ فرستاد۔''[۷]

''امام پر یہ فریضہ ہے کہ وہ جس قدر ہو سکے بذات خود علوم دینیہ کو زندہ رکھے اور ہر شہر میں مدرسین مقرر کرے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ علوم دین کی تعلیم کے لیے کوفہ میں مقرر کیا۔ معقل بن یسارؓ اور عبداللہ بن معقل کو بصرہ میں بھیجا۔

دیناوی اُمور:

خلیفہ سے متعلق دنیاوی اُمور کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ غیر حاصل کو حاصل کرنا۔

۲۔ حاصل شدہ چیز کی حفاظت کرنا۔

نظام جہاد کا قیام:

پہلی قسم (غیر حاصل کو حاصل کرنا) سے مراد ہے اسلامی ریاست کی وسیع اور پوری دنیا میں نظام خلافت کے قیام اور دعوت اسلام کے لیے کوشش کرنا اور یہ امام کے اہم فرائض میں سے ہے کہ اسلامی ریاست کے پھیلاؤ کے لیے ہر ممکن کوشش کرے، اس کا طریق جہاد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دین اسلام کو لے کر مبعوث ہوئے اس کو کفار تک پہنچانے کے دو طریقے ہیں:۔

الف:۔ دعوت دلائل براہین کے ساتھ:۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کفار کو دین اسلام سے متعلق جو شکوک وشبہات ہیں، ان کا ازالہ کیا جائے۔ دین اسلام کی سچائی اور حقانیت کے دلائل پیش کیے جائیں اور ہر ممکن طریقہ سے انہیں دین اسلام کی طرف راغب کیا جائے تا کہ وہ اسے قبول کرلیں، ورنہ ان پر حجت قائم ہو جائے۔

ب:۔ دلائل و براہین کے ذریعے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے اور اعراض و انکار کرتے ہیں تو پھر ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ جہاد کے ذریعے یا تو جزیہ دینا قبول کریں گے اور اسلامی ریاست کے ماتحت آ جائیں گے یا پھر جنگ کریں گے۔

علامہ قلقشندیؒ فرماتے ہیں:

"جهاد الكفرة المعاندين الاسلام حتىٰ يسلموا ويدخلوا فى ذمه المسلمين قياماً بحق اللّٰه تعالىٰ فى ظهور دينه على الدين كله."[۸]

اسلام کے دشمن کفار سے جہاد کرنا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دے کر مسلمانوں کے ذمی بن جائیں، اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے حق کو قائم کرنا ہے۔

لشکر اسلام کو فتح حاصل ہونے کی صورت میں ان پر اسلامی نظام کا نفاذ کیا جائے گا تا کہ وہ اسلامی نظام کی برکات و کامیابی کو دیکھ کر اور مجاہدین اسلام کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر قبولیت اسلام کی طرف راغب ہوں۔

اسلامی ریاست کی رو سے اور کفار کو دعوت دینے کے لیے جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ امام پر سال میں ایک دفعہ دارالحرب کے خلاف پیش قدمی (اقدامی جہاد) کرنا فرض ہے۔

"وهذا عندى ذهول عن التحصيل فيجب ادامة الدعوة القهريه فيهم على حسب الامكان ولايتخصص ذلک بامد معلوم فى الزمان فان اتفق جهاد فى جهة ثم

صادف الامام من اهل تلک الناحیة غرة والتمکّن من فرصة وتیسرالهاض عسکر الیهم تعین علی الامام ان یعفل ذلک.“[9]

یعنی میرے نزدیک یہ مقص (دکے) حاصل کرنے میں غفلت ہے۔ پس حسب امکان ان (کفار) میں دعوت بالسیف کا ہمیشہ جاری رکھنا واجب ہے اور یہ کسی متعین زمانہ (مثلاً ایک سال) کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر کسی علاقہ میں جہاد کا اتفاق ہوجائے پھر امام اس علاقہ والوں پر غارت کا ارادہ کرے، اس کو فرصت بھی ملے، لشکرکشی بھی میسر (آسان) ہوتو امام پر جہاد کرنا فرض عین ہوجاتا ہے۔

فرائض کفایہ میں یہ سے کچھ فرائض ایسے ہیں جن کا قائم کرنا فریضہ نہیں ہے بلکہ تمام لوگوں کا فریضہ ہے کہ وہ اسے قائم کریں اور اس سے غافل نہ ہوں جیسے نماز جنازہ لیکن جہاد ایسا فرض کفایہ ہے جس کی ادائیگی خلیفہ کا فریضہ ہے اور اس پر بمنزلہ فرض عین کے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پوری اُمت نے بیعت کرکے اپنے اجتماعی اُمور اس کے سپرد کردیے ہیں اور اس نے ان ذمہ داریوں کو قبول کرلیا ہے۔ لہٰذا خلیفہ پوری اُمت کی نیابت کررہا ہے۔ جہاد تمام لوگوں پر تو فرض کفایہ ہے، لیکن چونکہ وہ اس کی ذمہ داری خلیفہ کو تفویض کرچکے ہیں اس لیے خلیفہ پر بمنزلہ فرض عین کے ہوجاتا ہے۔

”یجاهد فی سبیل اللّٰه حق جهاد موقنا فیسعیٰ فی اعلاء کلمة اللّٰه العلیا متقنا، یتولیٰ امر الجهاد والمجاهدین بنفسه ولا یرضی ان یذلهم احد من خواصه لانهم خواص حضرة اللّٰه العلیا باعو النفس والمال من اللّٰه بفردوسه الاعلیٰ فغیر خلیفة اللّٰه لایعرف قدرهم بان یعفو ذنبهم ویقبل عذرهم.“[10]

(خلیفہ) اللہ تعالیٰ کے راستے میں پورے یقین کے ساتھ کما حقہ جہاد کرے، اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کوشش کرے۔ جہاد اور مجاہدین کی بذاتِ خود ذمہ داری اٹھائے اور اس کے خواص میں سے کوئی ان (مجاہدین) کو ذلیل نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار کے خواص ہیں، اللہ تعالیٰ کو جنت الفردوس کے بدلے اپنی جانیں اور مال فروخت کرچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کے سوا کوئی دوسرا ان کی قدر نہیں پہچان سکتا۔

جہاد مقاصد خلافت میں سے اہم مقصد ہے جیسا کہ ہم مقاصد خلافت میں مفصل ذکر کرچکے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

”وآں مطلب اعظم اسب از مطالب خلافت۔“[11]

یعنی مقاصد خلافت میں سے اعلیٰ ترین مقصد جہاد ہے۔

آج اُمت مسلمہ جن مصائب و آلام میں مبتلا ہے، ہر جگہ مغلوب ہے، ہر خطہ میں ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی ہے، اور خود

داخلی طور پر اختلاف وانتشار کا شکار ہے،اس کا اہم سبب یہ ہے کہ خلافت کے انہدام کے بعد نظام جہاد معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ کفار تک دعوت اسلام پہنچانے اور اسلامی ریاست کو وسعت دینے کا واحد ذریعہ یہی ہے۔آج اُمت مسلمہ اس اہم فریضہ کو فراموش کر چکی ہے۔جس کی وجہ سے وہ ذلت ومسکنت کی زندگی گزار رہی ہے۔غیروں کی نظریاتی، سیاسی،عسکری اور اقتصادی غلامی کا طریق گلے میں ڈالا ہوا ہے۔عالم کفر نے اس کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔اس کے پاؤں میں ضمود اور مایوسی کی بیڑیاں ڈالی ہوئی ہیں اور بے حس وحرکت حیات مستعار کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہی ہے۔کاش مقصد سے بے خبر منزل سے نا آشنا اور قائد کارواں سے محروم اُمت مسلمہ کو کوئی راہنما و رہبر مل جائے اور اس بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلے۔

حاصل شدہ کی حفاظت:

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ کفار سے مرکز اسلام واسلامی سرحدات کی حفاظت

۲۔ داخلی استحکام وامن امان

وزارت جن کا قیام:

مرکز اسلام کا تحفظ:

دارالاسلام کی حفاظت کے اہم فرائض میں سے ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ چھاؤنیاں بنائی جائیں۔افواج کی تعداد بڑھائی جائے۔جدید سے جدید اسلحہ تیار کیا جائے۔اسلحہ تیار کرنے والی فیکٹریاں بنائی جائیں۔جدید ٹیکنالوجی کے تحقیقی مراکز قائم کیے جائیں۔سائنس کو ترقی دی جائے۔سائنسدانوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کی ہر طرح سے معاونت کی جائے۔مواصلات جاسوسی کا جال پھیلایا جائے تاکہ دشمن کی چالوں سے آگاہی رہے اور اس کی ہر سازش کو ناکام بنایا جاسکے۔حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:۔

''ونگاہ دار بلاد اسلام را از شرِ کفار وقطاع طریق......واخذ جزیہ وخراج وقسمت آن نیز بر غزاۃ بعمل آرد۔''[۱۲]

ترجمہ:(خلیفہ پر واجب ہے کہ) بلاد اسلامیہ کو کافروں،ڈاکوؤں اور غاصبوں سے محفوظ رکھے،فوجوں اور دفاعی جہاد کرے،لشکروں کو ترتیب دے،مجاہدین کے لیے تنخواہیں مقرر کرے،جزیہ اور خراج وصول کرکے غازیوں میں تقسیم کرے۔

داخلی استحکام وامن وامان:

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ وہ اُمور جو کلیات کا درجہ رکھتے ہیں۔

۲۔ وہ اُمور جو جزئیات کا درجہ رکھتے ہیں۔

وزارت داخلہ کا قیام:

پہلی قسم یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے شہروں میں مکمل امن وامان قائم کیا جائے۔ چوری، ڈاکہ، لوٹ مار، بدامنی، انتشار اور قتل وغارت کا خاتمہ کیا جائے۔ شہری نظم وضبط کو مضبوط کیا جائے۔ مفسدین اور اہل شر پر قابو پایا جائے۔ اس کے لیے محکمہ پولیس کا قیام ضروری ہے۔

دوسری قسم یعنی جزئی اُمور کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو کا ذکر کیا جائے گا۔

عدالتی نظام کا قیام:

پہلی قسم یہ ہے کہ تنازعات اور خصومات کے فیصلے کیے جائیں۔ جن کے لیے عدالتوں کا قیام ضروری ہے۔ جدید دور میں عدلیہ کو ریاست کا اہم ستون شمار کیا جاتا ہے۔ ملک میں امن وامان کے استحکام، عوام کو عدل وانصاف کی فراہمی اور ریاستی اُمور کو بہتر طور پر انجام دینے کے لیے نظام عدالت کا قیام انتہائی ناگزیر ہے، کیونکہ ہم عدل وانصاف کی فراہمی نظام خلافت کے مقصد میں سے اہم مقصد ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ خلیفہ کی ذمہ داریوں سے متعلق لکھتے ہیں:۔

''وفیصل کند میاں اہل خصوصیت یعنی قضا کند در دعاوی ونصب قضاۃ نماید برائے آں۔''[۱۳]

ترجمہ: (خلیفہ پر واجب ہے کہ) اہل خصومت کے درمیان تصفیہ کرے یعنی دعووں کا فیصلہ کرے اور اس کام کے لیے قاضیوں کو مقرر کرے۔

قاضی ابویعلیٰ لکھتے ہیں:

''الثانی تنفیذ الاحکام بین المتشاجرین وقطع الخصوم بینهم حتیٰ تظهر الصفة فلایتعدی ظالم و لایضعف مظلوم.''[۱۴]

(خلیفہ کی) دوسری ذمہ داری تنازع کرنے والوں میں احکامات کا نفاذ اور ان کے تنازعات کا فیصلہ کرنا ہے تاکہ انصاف کا اظہار ہو نہ ظالم حد سے تجاوز کرے اور نہ مظلوم کمزور ہو۔

بیت المال کا قیام:

دوسری قوم عوام کی فلاح و بہبود سے متعلق ہے جس کے لیے بیت المال کا قیام ضروری ہے۔ یہ تفصیل طلب موضوع ہے۔ کتب فقہ میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ اس میں دو طرح کے لوگ شامل ہیں، ایک یہ کہ جو لاوارث، یتیم یا پاگل و مجنوں ہیں جن کو کوئی سنبھالنے والا نہیں ہے تو حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کے قیام و طعام کا معقول بندوبست کرے اور ان سے متعلقہ اداروں کا قیام عمل میں لائے۔ اسی طرح دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو محتاج ہیں اور معاشی وسائل سے محروم ہیں۔ ان کو بیت المال سے وظائف دینا یا روزگار فراہم کرنا یا قرض دینا حکومت کا فریضہ ہے۔

قاضی ابویعلیٰ لکھتے ہیں:۔

"الثامن تقدير لعطاء ومايسحق فی بيت المال من غير سرف ولا تقصير فيه ودفعه فی وقت لا تقديم فيه ولاتاخير." [۱۵]

ترجمہ: (خلیفہ کی) آٹھویں ذمہ داری لوگوں کو وظائف دینا اور بیت المال سے جو ان کا حق بنتا ہے، بغیر کسی اسراف اور کمی کے اور یہ بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے وقت پر ادا کر دینا۔

بیت المال کے مصارف کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ مراجعت کر کے دیکھی جا سکتی ہے۔

کفالت عامہ:

کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ دارالاسلام اور اسلامی ریاست کی حدود کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ اہتمام اس درجہ تک ہونا چاہیے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے محروم نہ رہے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور علاج شامل ہیں۔

رعایا کی خیر خواہی سے مراد اس کی ضروریات زندگی کی تکمیل کا انتظام و اہتمام ہے جو ایک اسلامی ریاست کے سربراہ پر شریعت نے لازمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسی خیر خواہی کی بابت ایک اور روایت میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"جو امیر مسلمانوں کے اُمور کا نگران ہو اور پھر ان کی بھلائی اور بہتری کے لیے سعی و کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے، وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" [۱۶]

ایک سربراہ ریاست کے لیے ضروری، بنیادی ضروریات کی تکمیل کرنا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ افراد مملکت کی دوسری ضروریات کی تکمیل بھی ضروری ہے۔ چنانچہ جو فتوحات کے بعد کافی مال بیت المال میں جمع ہونے لگا تو سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ جو لوگ مقروض ہوں اور وہ وفات پا جائیں، ان کے قرضے اسلامی ریاست کے خزانے سے ادا کیے جائیں۔

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت واضح طور پر فرمایا:

''متوفی جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو ذمہ داریاں (یعنی قرض وغیرہ) چھوڑ کر مرے وہ اللہ کے ذمہ، اور کبھی یہ فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ہیں۔ امام ابوعبیدؒ فرماتے ہیں کہ ''اس سے مراد ہمارے نزدیک وہ تمام افراد ہیں جن کی کفالت متوفی کے ذمہ ہو اور بچے بھی اس میں شامل ہیں۔'' [۱۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہیں ہدایات نے آپ ﷺ کے بعد آنے والے سربراہان مملکت کو اس بارے میں ہوشیار اور خبردار کر دیا اور وہ اس بات کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ ان کی سلطنت کی حدود ثغور میں نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام ہوتا رہے چنانچہ سیدنا عمرؓ کا مشہور جملہ ہے کہ:

''اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی (ایک روایت میں اونٹ کا لفظ ہے) بے سہارا ہونے کی وجہ سے مر جائے تو مجھے گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس بارے میں مجھ سے ضرور باز پُرس کریں گے۔'' [۱۸]

عام رمادہ میں سیدنا عمرؓ کی حالت دیدنی تھی۔ آپ نے قحط زدہ لوگوں کی امداد کے لیے اس زمانہ میں وہ کچھ کیا جو کسی اور بادشاہ سے ممکن نہ تھا، آپ نے مصر، شام اور دوسرے علاقوں سے غلہ، آٹا، چربی اور تیل وغیرہ اشیائے ضرورت منگوائیں اور ہزاروں کی تعداد میں مویشی اور اونٹ سے منگوا کر ذبح کیے۔ آپ نے دن رات انتظامات کی نگرانی کی اور کام کرتے کرتے آپ کی حالت ایسی ہوگئی آپ کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ بعد میں لوگ یہ کہہ اٹھے۔

''اگر اللہ تعالیٰ عام الرمادہ میں قحط دور نہ کر دیتا تو ہمیں خطرہ تھا عمرؓ مسلمانوں کے اس مسئلہ کی فکر کرتے کرتے اس دنیا سے انتقال ہی نہ کر جائیں۔''

یہ تو سیدنا عمر بن خطابؓ کی کفالت عامہ کے بارے میں اپنی ذمہ داری کا احساس تھا لیکن تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ کفالت عامہ کی اس ذمہ داری کو ہر نیک دل سربراہ ریاست نے محسوس کیا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کو کفالت عامہ کی اس گراں بار ذمہ داری کا خیال کر کے اکثر و بیشتر روتے رہتے تھے کہ کہیں قیامت کے روز عدالت خداوندی کٹہرے میں

نہ کھڑے ہونا پڑے۔ چنانچہ آپ کی اہلیہ محترمہ فاطمہؒ کہتی ہیں کہ میں ایک آپ کے کمرہ میں لئی۔ آپ جائے نماز پر تھے اور آنسوؤں آپ کی ریش مبارک تر تھی۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی نئی بات ہوگئی ہے؟ فرمایا:

''میں نے پوری اُمت محمدیہ کی ذمہ داری لے لی ہے، لہٰذا میں بھوکے فقیروں، بے سہارا مریضوں، مجاہدین، مظلوم اور ستم رسیدہ افراد، غریب الدیار قیدیوں، بہت بوڑھے افراد اور ان لوگوں کے بارے میں غور و فکر کر رہا تھا میں متفکر تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ عنقریب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مجھ سے ان کے بارے میں پوچھے گا اور اللہ کے حضور میرے مقابلہ میں ان لوگوں کے وکیل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ جرح میں میری بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکے گی تو میں اپنی جان پر ترس کھا کر رونے لگا۔''[19]

خلاصہ بحث

کفالت عامہ کی طرح ملک کی معاشی تعمیر وترقی بھی اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔کسی ملک کی معاشی ترقی اس ملک کی فوجی طاقت اور دفاعی قوت کی بنیاد بھی ہے اوراس کے سیاسی استحکام کی لازمی شرط بھی۔اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں اسلامی ریاست کی فوجی طاقت اور دفاعی قوت کے استحکام پر بہت زور دیا گیاہے۔ چنانچہ مسلمانوں کوحکم دیا گیاہے:

"وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ o"[۲۰]

ترجمہ:اوراپنے دشمنوں کے لیےجتنی طاقت تم میں سے ممکن ہو سکے تیار رکھواور پلے ہوئے گھوڑوں سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ میں فوجی تیاریوں،گھوڑسواری،اسلحہ کی فراہمی اورگھوڑوں کی فراہمی پر صحابہ کرام کو برابر ترغیب دیتے رہتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعدسیدنا ابوبکرصدیقؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں کفالت عامہ کے ساتھ ساتھ ملک کی معاشی تعمیر وترقی اور ملک کے لیےفوجی طاقت اوردفاعی قوت کے استحکام کے لیے وہی کچھ کیا جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔آج کی فوجی تیاریاں اوردفاعی قوت کے ذرائع اس زمانہ سے بہت مختلف ہیں۔آج اسی حکم اورارشادخداوندی کا منشاء یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے معیار کےمطابق فوجی تیاریاں کی جائیں اوردفاعی قوت پیدا کی جائے۔

ایک اسلامی ریاست کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیاہے کہ وہ ملک کی تعمیر وترقی کا پورا اہتمام کرے، چنانچہ قرآنی آیت:"هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا"[۲۱]کی تفسیر میں امام جصاص نےلکھاہے کہ:

"تمہیں جوحسب ضرورت اس کے آباد کرنے کا حکم دیا گیاہے،یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ زمین کوزراعت،باغبانی اورتعمیر مکانات کے لیےدرست کرنا واجب ہے۔"[۲۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث قدسی منقول ہے کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:۔

"عمر وابلا دی فعاش فيها عبادی"[۲۳]

ترجمہ:انہوں نے میرے ملکوں کوآباد کیا توان میں میرے بندوں نے زندگی بسر کی۔"

شہروں میں تعمیری اور ترقیاتی کاموں کے فروغ کے لیے آپ نے موجودہ زمانہ کے پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (P.W.D) کی طرح ایک محکمہ بنایا۔ اس محکمہ کو آج کل عرب دنیا میں ''نظارت نافعہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے اس محکمہ کے زیر اہتمام تمام اسلامی مملکت میں مختلف سرکاری عمارتیں بنوائیں، سڑکیں بھی تعمیر کرائیں اور مختلف شہروں میں نہریں بھی کھدوائیں۔ زراعت کی ترقی کی طرف بھی انہوں نے خاص دھیان دیا۔ چنانچہ ملک میں جو نہریں کھدوائیں، ان میں چند ایک حسب ذیل ہیں:۔

۱۔نہر ابی موسیٰ ۲۔نہر سعد ۳۔نہر معقل ۴۔نہر امیر المؤمنین

نہر امیر المؤمنین تمام نہروں سے بڑی تھی۔ اس نہر کے ذریعے دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملا دیا گیا تھا۔ یہ نہر قریباً ۶۹ میل لمبی تھی اور نہایت گہری تھی جس سے جہازوں کی آمد و رفت آسانی سے ہو جاتی۔ اتنی لمبی نہر صرف چھ ماہ میں کھودی گئی اور پہلے ہی سال (۲۰) بڑے بڑے جہاز جن میں ساٹھ ہزار اروب غلہ بھرا ہوا تھا، اس نہر کے ذریعہ جدہ کی بندرگاہ پر آئے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ لائے گئے۔

ایک اسلامی ریاست کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے افراد کی پیداواری جدوجہد کی ہمت افزائی تاکہ وہ بھی ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ یہ نہیں کہ صرف زبانی وعدوں پر لوگوں کو ٹالا جائے۔ سربراہ مملکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ملک کی معاشی ترقی کے لیے مفید اقدام کرے اور سرکاری خزانہ کو رعایا کے لیے فائدہ مند بنائے۔

اپنی رعایا کے لیے وسائل زندگی میں فراوانی چاہنا بھی ایک سربراہ ریاست کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ فرماتے تھے کہ ''میں حکومت کے عہدے ان لوگوں کے سپرد نہیں کروں گا۔ جو اس کے اہل نہ ہوں بلکہ یہ ان لوگوں کے سپرد کروں گا جو مسلمانوں کے لیے بہم پہنچا چاہتے ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ الماوردی الاحکام السلطانیہ، مترجم سید ابراہیم کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۴۳ء، ص:۲۴۰

۲۔ سورۃ المائدہ ۵:۵۴

۳۔، شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، بیروت للطباعۃ والنشر و التوزیع الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۴ء، ج: ۱، ص ۱۲۶

۴۔ ابن تیمیہ، مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۲۸، ص: ۱۲۶

۵۔ شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، بیروت للطباعۃ والنشر و التوزیع الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۴ء، ج: ۱، ص ۲۹

۶۔ شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، بیروت للطباعۃ والنشر و التوزیع الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۴ء، ج: ۱، ص ۲۹

۷۔ ایضاً

۸. القلقشندی، احمد بن عبداللہ، علامہ، معالم الخلافۃ، بیروت: مکتبہ اسلامیہ، ج: ۱

۹۔ ایضاً، ص ۴۵

۱۰. القلقشندی، احمد بن عبداللہ، علامہ، معالم الخلافۃ، بیروت: مکتبہ اسلامیہ، ج: ۵، ص ۲۵۵

۱۱. شاہ ولی اللہؒ، ازالۃ الخفاء، بیروت للطباعۃ والنشر و التوزیع الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۴ء، ج: ۱، ص ۲۹.۳۰

۱۲. ایضاً

۱۳. ایضاً

۱۴. قاضی ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ، ۱۹۹۴ء، ص: ۲۷

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ مسند ابی عوانہ، ج ۱، ۳۲

۱۷. کتاب الاموال،ص:۲۳۷

۱۸. ابن الجوزی ،ابو الفرج ،عبد الرحمن بن علی بن محمد ،سیرۃ عمر بن خطاب ،مصر: للطباعۃ والنشر والتوزیع ،۱۹۸۸ء، ص: ۱۶۱

۱۹. ابن اثیر علی،کامل ابن اثیر،دمشق: المکتبۃ الاسلامیۃ،ص:۸۷

۲۰۔ سورۃ الانفال۸:۶۵

۲۱۔ سورۃ ہود۱۱:۶۱

۲۲. الجصاص،احمد بن علی،الاحکام القرآن، مصر: المطبعۃ المصر ۱۳۴۷،ج:۳،ص۱۶۵

۲۳۔ السرخسی ،ابوبکر محمد بن احمد،المبسوط ،حیدر آباد: مطبع دارلکتب العربی،۱۳۷۴ھ،ج۱۵،ص۳۳

باب چہارم

امامت کا دائرہ کار

فصل اول

حقوق واختیاراتِ امامت......تقابلی مطالعہ

فصل دوم

شرائطِ امامت......تقابلی جائزہ

فصل سوم

صفاتِ امامت......تقابلی جائزہ

فصل چہارم

اسلام کا طرزِ حکومت اوراس کی خصوصیات

فصل پنجم

احتسابِ امامت......تقابلی مطالعہ

فصل اول

حقوق واختیاراتِ امامت ......تقابلی مطالعہ

حقوق واختیارات امامت......تقابلی مطالعہ

اسلام نے نظام ریاست کو چلانے اور ملکی امور کو سرانجام دینے کے لیے خلیفہ کو کچھ حقوق اور کچھ اختیارات دیے ہیں جن کو استعمال کرتے ہوئے وہ اپنے فرائض منصبی سے بہتر طور پر عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

حقوق:

خلیفہ کے پانچ حقوق ہیں:

(۱)اطاعت (۲)تعاون (۳)مناصحت (۴)حق المال (۵)حاکمیت الی الصلاحیۃ۔

الطلاعۃ:

خلیفہ کے انتخاب کے بعد اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا عوام کی اولین ذمہ داری ہے جس کے بغیر ریاستی استحکام حاصل ہوسکتا ہے اور نہ خلیفہ مقاصد خلافت کو حاصل کرسکتا ہے۔ اس لیے رعایا پر خلیفہ کی اطاعت فرض ہے۔اس کی مفصل بحث تو ''باب اطاعت الخلیفۃ'' میں آئے گی۔ یہاں اجمالاً کچھ دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

ازروئے قرآن

" يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ"[1]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اور اپنے فرمانرواؤں کے حکم پر چلو۔''

ازروئے سنت:

من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصیٰ امیری فقد عصانی[2]

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ،جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ،جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

آثار صحابہ کرامؓ:

حضرت الفاروقؓ نے فرمایا:

''لا اسلام بلاجماعة و لا جماعة بلاامیر و لا امیر بلاطاعة.''[۳]

''اسلام بغیر جماعت کے نہیں، جماعت بغیر امیر کے نہیں اور امیر بغیر اطاعت کے نہیں۔''

خلیفہ کی اطاعت مطلق نہیں ہے، بلکہ معروف میں ہے۔

''لاطاعة فی معصیة اللّٰہ انما الطاعة فی المعروف''[۴]

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے احکامات) میں اطاعت (لازم) نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے۔''

اگر خلیفہ معروف کا حکم نہیں کرتا ہے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''السمع و الطاعة علی المر المسلم فیما احب و کرہ مالم یؤ مر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلاسمع و لاطاعة۔[۵]

''مسلمان پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے پسندیدگی اور ناپسندیدگی میں جب تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ جب معصیت کا حکم دیا جائے تو سمع و طاعت نہ کی جائے گی۔''

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ خلیفہ کی اطاعت سے متعلق لکھتے ہیں:

''مسئلہ در بیاں آنچہ بر رعیت واجبت از اطاعت خلیفہ لازم است بر مسلمین ہر چہ امر فرمایا ید خلیفہ از مصالح اسلام و از آنچہ مخالف شرع نباشد''[۶]

''مسئلہ اس بیان میں کہ رعایا پر خلیفہ کی اطاعت لازم ہے، مصالح اسلام کے متعلق خلیفہ جو کچھ حکم کرے اور (وہ حکم) جو شریعت کے مخالف نہ ہو (اس کی تعمیل) مسلمانوں پر لازم ہے۔''

تعاون:

خلیفہ کا دوسرا حق یہ ہے کہ خیر کے کاموں میں اس کی معاونت کی جائے کیونکہ رعایا جب تک حکومت کی اعانت نہ کرے اس وقت تک حکومت اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ ذمہ داریاں خواہ جہاد ہو یا باغیوں سے قتال، امن وامان ہو یا معاشی استحکام غرض ہر اعتبار سے خلیفہ کو عوامی تعاون کی ضرورت ہے۔

دلائل از روئے قرآن:

'' تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ''[۷]

ترجمہ: ''ایک دوسرے سے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں رعایت کرو اور گناہ اور زیادتی میں اعانت نہ کرو۔''

امام ابواللیث سمرقندی لکھتے ہیں:

"یعنی تعاون علی امر اللّٰہ واعملو ا بہ وروی ابن عباس البرما امر اللّٰہ تعالیٰ بہ یعنی تحاثوا علی امر اللّٰہ واعلموا بہ وانتھوا عمانھی اللّٰہ تعالیٰ وامتنعوا عنہ." [8]

''یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور اس پر عمل کرو، ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نیکی وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ حکم دیں یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرو، جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اس سے رک جاؤ اور باز آ جاؤ۔''

قاضی ابویعلی لکھتے ہیں:

"واذ قام الامام بحقوق الامۃ وجب لہ علیھم حقان الطاعۃ والنصرۃ مالم یوجد من جھتہ مایخرج بہ عن الامامۃ."[9]

''جب امام امت کے حقوق کو انجام دے تو امت پر اس کے دو حق واجب ہو جاتے ہیں، اطاعت اور نصرت جب تک ایسی چیز نہ پائی جائے جو اسے امامت سے خارج کر دے۔''

اقوال فقہاء:

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"ان کان الامام مثل عمر بن عبدالعزیز وجب علی الناس الذب عنہ والقتال معہ واماغیرہ."[10]

''اگر امام وخلیفہ عمر بن عبدالعزیز جیسا ہو تو لوگوں پر اس کا دفاع اور اس کے ساتھ مل کر قتال کرنا واجب ہے، اگر اس جیسا نہ ہو تو لازم نہیں ہے۔''

خلیفہ کی اطاعت مطلق نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ بالا قرآن وسنت سے واضح ہو گیا ہے بلکہ یہ اعانت خیر میں ہے۔ علامہ قلقشندیؒ لکھتے ہیں:

"الثانی المعاضدۃ والمناصرۃ فی امور الدین وجھاد العدوقال تعالیٰ ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی﴾ ولا اعلیٰ من معاونۃ الامام علی اقامۃ الدین ونصرتہ"[11]

''(خلیفہ کا) دوسرا (حق) دینی امور اور جہاد میں اس کی اعانت کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔'' امام کی سب سے بڑی اعانت دین کی اقامت اور اس کی نصرت (کے کاموں)

میں ہے۔''

ظلم وشر میں خلیفہ کی اعانت ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ اسے ظلم وشر سے باز رکھنا ضروری ہے۔خیر کی مختلف صورتیں ہیں جن میں خلیفہ کی اعانت لازم ہے۔اسی طرح شر کی بھی کئی اقسام ہیں جن میں خلیفہ کی اعانت حرام ہے۔

مناصحت:

خلیفہ رعایا کی طرح انسان ہے اور اس میں انسانی کمزوریوں کا پایا جانا ناگزیر ہے۔خطا ونسیان اور سستی وکاہلی کا اس سے صدور ہوسکتا ہے۔اس لیے شریعت نے خلیفہ کو تذکیر ونصیحت کو جائز قرار دیا ہے۔یہ اُمت پر خلیفہ کا حق ہے کہ وہ اسے نصیحت کرتے رہیں۔

دلائل:

"عن تميم الداری ان النبی ﷺ قال الدين النصيحة قلنا لمن قال لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم۔[12]

"تمیم داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دین نصیحت (خیر خواہی) ہے،ہم نے عرض کیا کہ کس کے لیے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے،اس کے رسول ﷺ کے لیے،مسلمانوں کے امام اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"واماالنصيحة لأمة المسلمين فمعاونتهم على الحق وطاعتهم فيه وامرهم به وتنبيههم وتذكير هم برفق ولطف واعلامهم بما غفلوا عنه اولم يبلغ من حقوق المسلمين وترک الخروج عليهم وتالف قلوب الناس لطاعتهم ......وهذا كلّه على ان المراد بائمة المسلمين الخلفاء وغيرهم ممن يقوم بامور المسلمين من اصحاب الولايات وهذا هو المشهور."[13]

"ائمہ مسلمین کے لیے خیر خواہی ان کے حق میں اعانت اور اس میں ان کی اطاعت کرنا،اس کا انہیں حکم کرنا،انہیں نرمی اور مہربانی سے تنبیہہ اور نصیحت کرنا،انہیں وہ امور بتانا جن سے وہ غافل ہیں یا مسلمانوں کے جن حقوق کا انہیں علم نہیں ہوا، ان کے خلاف خروج نہ کرنا،لوگوں کے دلوں کو ان کی اطاعت کی طرف مائل کرنا، یہ تمام امور اس بناء پر ہیں کہ ائمہ سے مراد خلفاء یا وہ لوگ مراد ہیں جو مسلمانوں کے امور کے ذمہ دار ہیں،مشہور قول یہی ہے۔''

جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ سے بیت لیتے تو اس میں بھی النصیحۃ کا ذکر فرماتے۔

”بایعت النبی ﷺ علی النصح لکل مسلم.“[۱۴]

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے کی بیعت کی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنے کو جہاد اعظم قرار دیا ہے۔

”عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال ان من اعظم الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جابر.“[۱۵]

”ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد سلطان جابر کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنا ہے۔“

”خیر الشھداء حمزۃ بن عبدالمطلب ورجل قام الٰی رجل فامرہ ونہاۃ فی ذات اللّٰہ فقتلہ علی ذٰلک.“[۱۶]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء میں سے سب سے بہتر حمزہؓ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ آدمی جو کسی کو اللہ تعالیٰ کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور وہ اسے قتل کر دے۔“

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مشہور خطبہ میں فرمایا:

”ایھاالناس انما متبع ولست بمبتدع فان احسنت فاعینونی وان زغت فقوّمونی.“[۱۷]

”اے لوگو! میں اتباع کرنے والا ہوں نہ کہ کوئی بات گھڑنے والا، اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرو، اگر میں راہ راست سے ہٹ جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔“

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

”احب الناس الی من رفع الی عیوبی.“[۱۸]

”مجھے لوگوں میں سے وہ آدمی زیادہ محبوب ہے جو مجھے میرے عیوب بتائے۔“

اسلامی سیاسی نظام کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، جن میں حاکم وقت کے سامنے کلمہ حق کہا گیا۔ اسے اس کی غلطیوں پر متنبہ کیا گیا۔ علماء و فقہاء نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وقت کے حکام کو منکرات سے روکا۔ انہیں غیر اسلامی امور کے اجراء سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجہ میں انہیں سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ کال کوٹھڑیوں میں ڈالا

گیا۔ پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا، لیکن علماء نے ہر دور میں اس فریضہ کو ادا کیا۔

حق المال:

خلیفہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے لیے بیت المال سے خرچ لے سکتا ہے، کیونکہ خلیفہ پر بہت بھاری ذمہ داریاں ہیں، جن سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مکمل فراغت اور یکسوئی ناگزیر ہے۔ اگر خلیفہ وقت اپنے معاش کے لیے کوئی ام کرے گا تو خلافتی امور کو کامل طریقہ سے سرانجام دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے شریعت نے خلیفہ کے لیے بیت المال سے خرچ لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ یہی حکم ان تمام لوگوں کا ہے جو حکومتی وانتظامی امور کو سرانجام دیتے ہیں۔

دلائل:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے خود عاملین کے لیے وظیفہ مقرر فرمایا:

”ان عبداللّٰہ بن عمر قال سمعت عمر یقول کان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یعطی العطاء فاقول اعطہ افقر الیہ منی حتی اعطانی مرۃ مالاًفقلت اعطہ من ھو افقر الیہ منی فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم خذہ فتمو لہ وتصدق بہ فما جاء ک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولاسائل فخذہ“[۱۹]

”عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے (عامل کا) معاوضہ عطا کیا تو میں نے عرض کیا کہ مجھ سے زیادہ محتاج آدمی کو دے دیجیے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے کچھ مال عطا کیا تو میں نے عرض کیا جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہے اسے عطا کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا اس کو لے اور صدقہ کر دے۔ تمہارے پاس اس میں سے جو مال آئے اور تم اس کی طمع کرتے ہو اور نہ سوال تو اس کو لے لو۔“

۲۔ ابن سعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”لمااستخلف ابو بکر رضی اللّٰہ عنہ اصبح غادیاً الی السوق وعلیٰ رقبتہ اثواب یتجر بھا فلقیہ عمر بن الخطاب وابوعبیدۃ بن الجراح فقال لہ این ترید یا خلیفۃ رسول اللّٰہ قال السوق قال تصنع ماذا وقد ولیت امر المسلمین؟ قال من این اطعم عیالی؟ قال لہ، انطلق حتیٰ نفرض لک شیاً فانطلق معھما.“[۲۰]

”حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو صبح کے وقت بازار جا رہے تھے، ان کی گردن پر کپڑے تھے جن کی تجارت کرتے تھے۔ انہیں عمر بن الخطاب اور ابوعبیدہ بن جراح ملے اور ان سے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ کے خلیفہ! کہاں کا ارادہ ہے؟

بتایا کہ بازار کی طرف عرض کیا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ تو مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار بن چکے ہیں۔ فرمایا کہ میں اپنے خاندان کو کہاں سے کھلاؤں؟ انہوں نے کہا کہ آؤ چلیں ہم آپ کے لیے کچھ (وظیفہ) مقرر کرتے ہیں وہ ان کے ساتھ چلے گئے۔''

۳۔ابن سعد حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ولما ولی عمر بن الخطاب امر المسلمین بعد ابی بکر مکث زماناً لایأکل من بیت المال شیأً حتی دخلت علیه فی ذٰلک خصاصة وارسل الیٰ اصحاب رسول اللّٰه ﷺ فاستشار هم فی ذٰلک فقال قد شغلت نفسی فی هذا الأمر فمایصلح لی فیه فقال عثمان بن عفان کل واطعم قال وقال ذلک سوید بن زید بن عمرو بن نفیل و قال عمر لعلی ماتقول انت فی ذٰلک؟ قال غداءً وعشاءً فاخذعمر بذلک.''[۲۱]

''جب ابوبکرؓ کے بعد عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنے تو ایک زمانہ تک بیت المال سے کچھ نہ لیا یہاں تک کہ انہیں تنگی آئی تو انہوں نے صحابہ کرامؓ کو بلا کر ان سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ میں نے اپنے آپ کو امور خلافت میں مصروف کر دیا ہے تو میرے لیے کیا بہتر ہے، عثمان بن عفانؓ نے کہا کہ آپ کھائیے اور (خاندان والوں کو) کھلائیے۔(سوید بن زید بن عمرو بن نفیل نے یہی کہا ہے) عمر نے علی سے فرمایا کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ عرض کیا کہ دوپہر اور رات کا کھانا تو عمرؓ نے اس کو اختیار کیا۔''

۴۔امام احمد حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں:

''قال یا ابن زریر انی سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول لایحل لخلیفة من مال الاقصعتان قصعة یأکلها هو واهله وقصعة یضعها بین الناس.[۲۲]

''فرمایا اے ابن زریر! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے لیے بیت المال میں سے صرف دو پیالے حلال ہیں ایک کو وہ خود اور اس کے خاندان والے کھائیں اور دوسرا (بطور اقرباء پروری ومہمانداری) لوگوں کو پیش کرے۔''

۲۔ابن سعد حضرت عمر فاروقؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

''انی انزلت نفسی من مال اللّٰه منزلة مال الیتیم ان استغنیت استعففت وان

افقرت اکلت بالمعروف. ''[۲۳]

''میں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مال (بیت المال) کے حوالے سے یتیم کے مال کی طرح قرار دیا ہے کہ اگر میں استغنا کروں گا تو بچ جاؤں گا، اگر محتاج ہوں گا تو معروف طریقے سے اس سے کھاؤں گا۔''

مندرجہ بالا احادیث اور آثار صحابہ سے درج ذیل امور کا ثبوت ملتا ہے:

۱ خلیفہ اپنے اہل وعیال کے لیے بیت المال سے خرچ لے سکتا ہے۔

۲ یہ خرچ بقدر ضرورت لے سکتا ہے۔

۳۔خرچ لینے میں محتاط رہے جیسے یتیم کے مال میں احتیاط کی جاتی ہے۔

۴۔بیت المال کو امانت سمجھے اسے اپنی ذاتی ملکیت ہرگز تصور نہ کرے۔

حق الحکومۃ:

خلیفہ کا پانچواں حق یہ ہے کہ جب تک وہ حکومت کرنے کا اہل ہے تب تک وہ حکمران رہے گا۔اس کی حاکمیت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے یعنی جب تک وہ زندہ اور اہل ہے حکمران رہے گا۔ چند برس بعد اسے دوبارہ منتخب کرنے یا کسی دوسرے آدمی کو منتخب کرنا جائز نہ ہوگا۔خلیفہ کا یہ حق عقل ونقل سے ثابت ہے۔قرن اول میں ہر خلیفہ تا حیات حکمران رہا۔اس دوران اس کا دوبارہ انتخاب ہوا اور نہ اس کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو منتخب کیا گیا۔صحابہ کرامؓ، تابع عظام اور ان کے بعد ہر زمانہ میں اسی پر عمل رہا۔

اختیارات

شریعت نے حقوق کے ساتھ کچھ اختیارات بھی خلیفہ کو تفویض کیے ہیں، جن کے اختیارات کی تین اقسام ہیں:

۱۔تنفیذی اختیارات

۲۔تشریعی اختیارات

۳۔عدالتی اختیارات

تنفیذی اختیارات

خلیفہ کے تنفیذی اختیارات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔رعایا کے ہر فرد پر خلیفہ کے ہر اس حکم کی اطاعت واجب لازم ہے

جو خلاف شریعت نہ ہو۔ اس کی نا فرمانی دینی وروحانی جرم ہے۔ خلیفہ کے وسیع تنفیذی اختیارات کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ضوابط بنانے کا اختیار:

شرعی قوانین کو نافذ کرنے کے لیے خلیفہ کو قواعد وضوابط بنانے کا اختیار ہے۔

ماتحت حکام کی کارروائی کی منظوری ونامنظوری اور حکم دینے کا اختیار:

خلیفہ اپنے ماتحت حکام (وزراء، امراء) کی کاروائیوں کو منظور یا نا منظور کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ ان حکام کی کاروائیوں کو خلیفہ کے پاس فیصلہ کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ ان کے اجراء یا منسوخ کرنے کا مختار ہے۔

ماتحت حکام حکم کا اختیار:

خلیفہ اپنے ماتحت وزراء وامرا کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینے کا اختیار رکھتا۔

احتساب ومواخذہ کا اختیار:

ماتحت حکام اور عوام میں سے کوئی فرد قانون کی خلاف ورزی کرے تو خلیفہ اس کے احتساب ومواخذہ اور قانون شریعت کے مطابق سزا جاری کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

جنگ وصلح کا اختیار:

خلیفہ چونکہ افواج کا سپہ سالار اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس لیے اسے جنگ اور صلح کرنے کا اختیار حاصل ہے یعنی وہ اپنی رائے سے جہاد کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر صلح کرنے کا موقع آ جائے تو جنگ روک کر صلح بھی کرسکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں رعایا پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت مجاہد، حسن اور ضحاک سے روایت کرتے ہیں:

"الامام مخير فى المحارب"[۲۴]

"امام کو جنگ کے معاملات میں اختیار حاصل ہے۔"

اسی طرح حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے:

"عن سيدبن المسيب فى المحارب: اذا رفع الى الامام يضع به مايشاء"[۲۵]

"سعید بن المسیب سے جنگ کے بارے میں مروی ہے کہ جب معاملہ اس (خلیفہ) کے سامنے پیش ہو تو وہ جو چاہے

کرسکتا ہے۔''

مشاورت کا اختیار:

خلیفہ مشاورت کرنے اور اسے رد کرنے کا مختار رہے۔یعنی خلیفہ اپنے ماتحت اور عام مسلمان سے مشورہ طلب کرسکتا ہے۔اس صورت میں جن لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا ہے، ان پر لازم ہے کہ وہ خلیفہ کو مشورہ دیں۔اسی طرح خلیفہ تنفیذی اختیارات میں اہل رائے کے مشورے کو رد کرنے اور اپنی رائے پر عمل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔جب وہ یہ سمجھے کہ میری رائے ہی دی گئی تمام آراء سے بہتر ہے۔مندرجہ بالا اختیارات کے ثبوت کے لیے صرف ایک آیت کا پیش کردینا کافی ہے۔

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُم''۲٦؎

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں۔

اس کے علاوہ سنت وآثار صحابہ سے بھی ان اختیارات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر محض اپنی رائے کے مطابق صلح فرمائی اور صحابہؓ نے اس کو قبول کرلیا۔قریش مکہ کی طرف سے سہیل نمائندہ بن کر آئے انہوں نے صلح کے لیے یہ شرط پیش کی کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس کیا جائے گا اور اگر کوئی مدینہ سے مکہ آئے گا تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔صحابہ کے لیے یہ شرط قبول کرنا انتہائی مشکل تھا لیکن سہیل نے اصرار کیا۔امام بخاری روایت کرتے ہیں:

''ابی سهيل ان يقاضی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآله وسلم الاعلی ذلک فكره المؤمنون ذلک وامتعضوا فتكلموا فيه فلما أبی يقاضی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآله وسلم الاعلی ذلک كاتبه رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآله وسلم.''۲۷؎

''سہیل نے انکار کردیا کہ وہ صرف اسی (شرط) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کرے گا۔مومنوں نے اسے ناپسند کیا اور ناگوار محسوس کیا اور اس بارے میں بات چیت کی۔جب سہیل اسی شرط پر صلح کرنے پر ڈٹ گئے تو آپ نے اسے (منظور کر کے معاہدہ میں) لکھوادیا۔''

۲۔رسول اللہ ﷺ کے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنائے گئے تو ارتداد پھیل چکا تھا۔ان کے خلاف جہاد کا فیصلہ آپ نے اکیلے کیا، سب کی رائے اس کے خلاف تھی۔امام بخاری روایت کرتے ہیں:

”قال عمر یا بابکر کیف تقاتل الناس وقد قال النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم امرت اقاتل الناس حتیٰ یقولوا الا إلاإلااللّٰه.“

”عمرؓ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے قتال کرنا چاہ رہے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے۔“

وللامام حقان فی مقابل قیامه بواجباته، أحدهماحق علی الناس، والثانی حق له فی مال المسلمین

حق الإمام علی الناس:

وحق الامام علی الناس هو حق السمع والطاعة، ولکن هذالحق لیس حقا مطلقا وانما هو مقید بقوله تعالیٰ 'یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُم فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا(النساء: ۵۹)فالطاعة واجبة الأولی الأمر فی حدود ماأبزل اللّٰه بدلیل أن مایتناز ع فیه یرد الی اللّٰه ورسوله، فمن أمرمنهم بما یتفق مع ماأنزل اللّٰه فطاعته واجبة ومن أمربخلاف ماء به الرسول فلا سمع له ولاطاعة.

وقدبین الرسول صلی اللّٰه علیه وآله وسلم حدود طاعة الناس الأولی الأمر فقال ولا طاعة المخلوق فی معصیة الخالق“ قال ”انما الطاعة فی المعروف“ وقال ”السمع والطاعة علی المرء فیما أحب وکره إلا أن یؤمر بمعصیة فلاسمع ولاطاعة“ وقال إنه سبیل أمرکم من بعد رجال یطفئون السنة ویحدثون بدعة، ویؤخرون الصلاة عن مواقیتها، قال ابن مسعود یارسول اللّٰه کیف بی إذا أدرکتهم قال: لیس بابن أم عبدطاعة لمن عصی اللّٰه......قالها ثلاث مرات“

رؤی أن یفرض للامام فی بیت مال المسلمین مایقوم بعیشه وعیش أهله الذین یعولهم فضلاً عمایصیبه کفردمن الأموال العامة التی تقسم بین الجمیع کنصیبه فی الفی وحقه من العطاء“

لعل من أهم صفات الرئیس أن یکون زهدا فی الریاسة غیر راغب فیها لأن الامام مسلما روی فی عن أبی موسیٰ دخلت علی النبی ؐ أنا ورجلان من نبی عمی فقال أحد الرجلین یارسول اللّٰه أمرنا علی بعض ما ولاک اللّٰه وقال الآخر مثل

ذلک فقال إنا واللّٰہ لانولی علی ھذا العمل أحد سالہ ولا أحد حرص علیہ ۲۸

وھذا المعیاد ضروری ومھم حدا لأن النبیؐ قال عبدالرحمن بن سمرۃ الاتسأل الامارۃ فاند إن أوتیتھا عن مسئالہ وکلت الیھا وان اوتیتھامن غیر مسألہ اعنت علیھا۔۲۹

خلیفہ کا انتخاب

صاحب الرائے اور اہل حل وعقد پر مشتمل شوریٰ کے ذریعے خلیفہ مقرر کرنا۔خلیفہ اگر صاحب الرائے اور اہل حل وعقد پر مشتمل شوریٰ منتخب کرے تو یہ سب سے بہترین صورت ہے۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ یہی ہے۔حضرت عمرؓ کا ارشاد بھی ہے۔

لا خلافۃ عن المشورۃ ۳۰ مشورہ کے بغیر خلافت نہیں۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی اس کی مزید وضاحت یوں کرتے ہیں۔

الامرۃ ماأوتمر فیھل۔۳۱

امارت وہ ہے جسے قائم کرنے میں مشورہ کیا گیا ہو۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے اس منصب کو شوریٰ کے سپرد کردیا۔اگرچہ اول الذکر دونوں ہستیاں استخلاف یعنی کسی ایک کو اپنی ہی زندگی میں خلیفہ مقرر کرجانے کی طرف مائل تھیں جیسے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے بعد خلافت کا اہل سمجھنے کے باوجود یہ معاملہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ ۳۲

امامت تین میں سے کسی ایک طریقہ سے قائم ہوجاتی ہے۔اہل حل وعقد کسی کو امام منتخب کریں۔وراثت ولی عہد بنانا، اہل حل وعقد کے بغیر زبردستی امام بن جانا نظریہ ضرورت کے تحت جائز ہے۔۳۳

خلیفہ کے فرائض:

اسلام نے خلیفہ یا حاکم کے یہ فرائض مقرر کیے ہیں کہ وہ کوئی کام ایسا نہ کرے جس میں قومی مفاد مضمر نہ ہو یا قومی خرابی کو دور نہ کیا گیا ہو۔وہ فلاح عام کے کاموں کا نگران ہے اور اللہ کے حدود واحکام نافذ کرنے کی ذمہ داری بھی اسی کے سپرد ہے۔اگر وہ راہ راست سے بھٹک جائے تو وہ معزول ہونے کا مستحق ہے۔اور پھر ایسا حاکم مقرر کیا جائے جس میں صحیح فرائض کو ادا کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت موجود ہو۔۳۴

خلیفہ کے واجبات اور حقوق میں مندرجہ ذیل خصوصیات شامل ہیں:۔

"الاول: حراسة الدين، والثاني: سياسة الدنيا وبينت ان حراسة الدين يعنى حفظه من التعريف وتبيانه للناس و تنفيذ احكامه والوقوف عند حدوده والدأب على ايجادالحلول الشرعية لكل ماينزل بالمسلمين من معضلات وابتلات ولكن على شريطة الايكون شئى من هذالحلول والفتاوى تينا قض مع أى نص قطعى من نصوص الكتاب والسنة وان سياسة الدنيا، تعنى تحقيق كل مافيه خير و مصلحة للأمة كحفظ الحدود، والمداد الحبيوش،وضمان العريات،وتأمين وسائل العيش واقامة فرض العمل للقادرين وحديد العون للعزة والمستضعفين والاستعانة بالاكفاء وتقليد النصحاء والاعتماد على الاضاء فى ادارة شوؤن الدولة، واستفال ثروات البلاد وانشاء المؤسات العامة كالمدارس والمشتفيات ودودالعجزة والاقيام.

وتصنيع البلاد وتشجيع الزارعة وتعبيدالطرق،وتطوير وسائل المواصلات، والاتصالات والاعلام وباالعملة فواجبات الخلافة اللتى يلتزم الخليفة أورئيس الدولة.[۳۵]

اقامة الحدود الشرعية والقصاص تأمين السبل، تأمين الضعفاء من الأقوياد جهادالكفرو البغى اقامة شائر الاسلام والقيام من رعايا هم بواجباته.[۳٦]

خلیفہ کے حقوق:

امام ماوردی اور ابویعلی نے لکھا ہے کہ "جو حکمران رعایا کے ان حقوق کا خیال رکھتا ہو، جن کا ذکر ابھی گزرا تو عوام پر اس کے دو حق واجب ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اطاعت کی جائے اور دوسرا یہ کہ اس کی مدد کی جائے جب تک کہ اس کی حالت میں تبدیلی نہ آئی ہو۔[۳۷]

بدرین ابن جماعۃ نے اپنی کتب "تحریر الاحکام فی تدبیر الاسلام" میں لکھا ہے کہ خلیفہ کے اُمت پر دس حقوق ہیں جن کا ادا کرنا واجب ہے۔

۱۔ خلیفہ کی ظاہر اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں خیر خواہی کرنا۔ ۲۔ اس کی مدد کرنا۔ ۳۔ دل وجان سے اس کی تابعداری کرنا۔ ۴۔ اس کا احترام کرنا۔ ۵۔ سچی بات سمجھنا اور غلطیوں پر متنبہ کرنا۔ ٦۔ اس کو سازشیوں سے باخبر رکھنا۔ ۷۔ اس کو حکام اور عمال کے طرز عمل سے باخبر رکھنا۔ ۸۔ عوامی بہبود کے کاموں میں اس کی مدد کرنا۔ ۹۔ لوگوں کو اس کی امداد اور اس سے محبت کرنے پر آمادہ کرنا۔ ۱۰۔ زبان، مال اور عمل سے اس کا دفاع کرنا۔[۳۸]

خلیفہ کے اختیارات:

خلیفہ کے اختیارات تین قسم کے ہوتے ہیں:

ا۔انتظامی اختیارات

امیرالمؤمنین کے انتظامی اختیارات کا دائرہ بہت وسیع ہے وہ ہر محکمہ کا افسر اعلیٰ ہے، وہ پوری فوج کو برخاست کرسکتا ہے، بڑے سے بڑے حاکم کو معزول کرسکتا ہے،اس کی نافرمانی، سیاسی جرم ہونے کے علاوہ دینی وروحانی جرم بھی ہے،جس کی سزا آخرت میں بھگتنی پڑے گی لیکن خلیفہ کے ان وسیع اختیارات کے باوجوداس کے لیےضروری ہے کہ اس کا کوئی حکم یا فیصلہ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو۔

چنانچہ خلیفہ کو جوانتظامی اختیارات حاصل ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

ا۔ضوابط بنانے کا اختیار۔

۲۔ماتحتوں کی کاروائی کی منظوری ونامنظوری اورانہیں حکم دینے کا اختیار۔

۳۔نصب وعزل کا اختیار۔

۴۔احتساب ومواخذہ کا اختیار۔

۵۔جنگ اورصلح کا اختیار۔

۶۔مشورہ لینےاوراسے ردکرنے کا اختیار۔

۷۔استصواب اورتفتیش کا اختیار۔

۲۔قانونی اختیارات:

ا۔خلیفہ کو مجلس تشریعی میں اپنی جانب سے کوئی بھی مسودہ پیش کرنے کا اختیار ہے کہ جس پر ایوان غور کرکے اس کے متعلق اپنی رائے دے۔

۲۔ہنگامی قانون سازی کا اختیار۔

۳۔عمومی اورخصوصی نگرانی۔

۴۔بین الاقوامی مسائل میں حکمت عملی وضع کرنا۔

۳۔عدالتی اختیارات:

ا۔اعلیٰ عدالتوں میں قاضی القضاۃ کا تقرر۔

۲۔خلیفہ کی عدالت سب سے بڑی عدالت ہے اسے ہر مقدمہ کی اپیل اور سماعت دونوں کا اختیار ہے۔

۳۔عدالتی ضوابط کا اختیار۔

۴۔فوری انصاف کی فراہمی۔

خلیفہ کے اختیارات

اختیارات معروف کاموں میں اطاعت:

خلیفہ ہر محکمہ کا حکم اعلیٰ ہے۔اس وجہ سے ہر فرد پر معروف کاموں میں اس کی اطاعت واجب ہے۔

قواعد وضوابط بنانے کا اختیار:

قوانین شرعیہ کی تنفیذ کے لیے قواعد بنانے کا اختیار ہے۔

حکام کے نصب وعزل کا اختیار:

حکومت کے حکام کے نصب وعزل کا اس کو اختیار حاصل ہے۔

احتساب ومواخذہ کا اختیار:

خلیفہ سلطنت کے ہر فرد سے اس کی کسی قانون شکنی پر مواخذہ کر سکتا ہے اور اسے سزا دے سکتا ہے۔

جنگ وصلح کا اختیار:

خلیفہ کو ملکی حالات کے مطابق جنگ اور صلح دونوں کا اختیار حاصل ہے۔

حکام کی کاروائیوں کی تفتیش کا اختیار:

خلیفہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر حاکم کی غیر اسلامی کارروائی کی تفتیش کرے اور ان کو سزا دے۔

خلیفہ کی انتظامی مجلس شوریٰ:

خلیفہ کے لیے ملکی امور چلانے کے لیے ایک ایسی مجلس ہوگی۔جس کے ارکان کا انتخاب خلیفہ خود کر سکتا ہے تا کہ وہ تنفیذی اختیارات کے استعمال کے سلسلہ میں مشورہ دے۔مجلس کی رکنیت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

ا۔مسلمان ہونا: (غیر مسلم رعایا میں سے بھی صاحب رائے سے مشورہ لیا جاسکتا ہے) ۲۔عالم دین ہونا۔۳۔عادل ہونا۔۴۔ مشورہ دینے کا اہل ہونا،۵۔ملکی حالات سے باخبر ہونا۔

اختیارات تشریعی:

خلیفہ کو اصحاب الرائے کے مشورہ کے ساتھ ضمنی قوانین وضع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے: وَاَمرھم شوریٰ بینھم تو ان سے کاموں میں مشورہ لے۔

امیر کا حق تنسیخ:

ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مجلس تشریعی کے متفقہ یا کثرت رائے سے پاس شدہ مسودہ قانون کو خلیفہ مسترد کرسکتا ہے یا کہ نہیں۔

اگر مجلس تشریعی ایک قانون متفقہ یا کثرت رائے سے پاس کر لیتی ہے۔ جو کسی نص تصریح کے خلاف ہو۔تو خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس قانون کو مسترد کر دے۔ مثلاً رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد اکثر جید صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف سردست جہاد نہ کریں۔لیکن حضرت ابوبکر b نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

لیکن کسی نص صریح کے خلاف فیصلہ نہ ہو تو خلیفہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کثرت رائے سے پاس شدہ قانون کو مسترد کر دے۔اگر امیر ایسا لیگل فریم ورک (ضابطہ قوانین) جاری کردے جو آئین کے صریحاً خلاف ہو تو مجلس شوریٰ اس ضابطہ کو رد کرسکتی ہے اس کے ساتھ حاکم کا محاسبہ بھی کرسکتی ہے کیونکہ اسلام آئین شکنی کو اجازت نہیں دیتا۔

عادلانہ اختیارات:

عدالتوں کے لیے ضوابط مقرر کرنے کا اختیار خلیفہ کو ہے۔لیکن خلیفہ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ عدالت کی آزادی میں دخل اندازی کرے۔خلیفہ نہ عدالت کو کسی فیصلہ کا حکم دے سکتا ہے اور نہ مرضی کا فیصلہ لکھنے پر مجبور کرسکتا ہے۔اگر کوئی حاکم عدالت کے فیصلہ میں دخل اندازی کرتا ہے یا اس کو اپنی مرضی کا فیصلہ لکھنے پر مجبور کرتا ہے تو منصف کا یہ فرض ہے کہ وہ مجلس شوریٰ کو مطلع کردے اور مجلس شوریٰ اس کا محاسبہ کرے یا منصف احتجاجاً مسند انصاف سے الگ ہو جائے۔اسی میں کسی ملک کی ترقی اور استحکام کا راز مضمر ہے۔

حقوق واختیارات امامت......تجزیاتی مطالعہ

خلاصہ بحث

اسلام کو کلی طور پر اختیارات نہیں دیتا کہ وہ جس طرح چاہے کرے بلکہ اس پر کچھ پابندیاں بھی عائد کرتا ہے۔

امیر کو یہ اختیار نہیں کہ شریعت کے کسی حکم کو بدل ڈالے اور نہ اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مفاد عامہ کے خلاف کوئی قانون نافذ کر دے۔خلیفہ عوام کے سامنے اپنے فعل کا جواب دہ ہے۔عوام اس سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس نے یہ کام کیوں کیا۔یہ حکم کیوں دیا۔

خلیفہ کی معزولی:

خلیفہ کو حسب ذیل صورتوں میں منصب خلافت سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ خلیفہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے۔

۲۔ پاگل ہو جائے۔

۳۔ دشمن کے ہاتھ اسیر ہو جائے اور رہائی کی امید نہ رہے۔

۴۔ ایسا مرض لاحق ہو جائے جس وجہ سے سلطنت کے فرائض سرانجام نہ دے سکتا ہو۔

۵۔ فسق وفجور میں مبتلا ہو جائے۔

۶۔ قانون کی بالا دستی کو تسلیم نہ کرے۔

۷۔ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی امور کی حفاظت نہ کرے۔یا بیرونی حکومتوں کا آلہ کار بن جائے اور ملکی مفاد کو چھوڑ کر بیرونی حکومتوں کے مفاد کی پاسداری کرے۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں۔

''اگر مسلمانوں کے کام درست طریقہ پر انجام نہ پائیں اور دین کے معاملات میں خرابی کی صورت نظر آئے تو امت امام کو عہدہ سے علیحدہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔اجتماعی نظم کے لیے امام کا تقرر بھی امت کے حق میں ہے اور معزول کرنا بھی۔'' ۳۹

۸۔ اگر امام ارباب حل وعقد کے مشورہ کے بغیر حکومت کا نظام چلانا چاہے تو اس کو معزول کر دینا چاہیے۔ابن عطیہ لکھتا

ہے۔

''اگر صدر حکومت ماہرین علم وفن اور امت کے دین دار افراد کا مشورہ طلب کیے بغیر اپنی رائے سے کام کرتا ہے تو اس کو عہدہ سے معزول کر دینا چاہیے۔اس پر تمام علماء قانون متفق ہیں۔''[40]

رسول کریمؐ کی احادیث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ خلیفہ کی اطاعت اسی وقت تک ضروری ہے۔ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ **لاطاعة فی معصیةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ** [41] امیر کی معصیت میں کوئی فرمانبرداری نہیں ہے۔ فرمانبرداری صرف معروف ہے۔

حضرت ابوبکر جب خلیفہ منتخب ہوئے تو مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کے سامنے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا: یَـایُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا مُتَّبِعٌ وَلَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ فَاِن! اَنَا اَحْسَنْتُ فَاعُیْنُونی وَاِنْ اَنَا زِغْتُ فَقَوِّمُونِی [42] اے لوگو! میں اسلام کے احکام کی پیروی کرنے والا ہوں اور کسی بدعت کا موجد نہیں ہوں۔اگر میں نیکی کا راستہ اختیار کروں تو میری مدد کرو اگر کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ صحابہ کرام نے فرمایا ہم آپ کو نیزوں کی آنیوں سے درست کر دیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ النساء۴:۵۹

۲۔ القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح،باب وجوب انکار علی الامراء، ج۲،ص۱۲۴

۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام،۱۹۷۶ء، ج۱،ص۲۲۰

۴۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب الاحکام،باب المسمع والطاعة، ج۷،ص۱۱۴

۵۔ ایضاً

۶۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام،۱۹۷۶ء، ج۱،ص۲۲۱

۷۔ سورۃ المائدہ۵:۲

۸۔ ابواللیث سمرقندی، بحر العلوم،ص۲۵

۹. قاضی ابویعلیٰ ،الاحکام السلطانیہ، قاھرہ ،۱۹۹۴ء ،ج ۱، ۲۲

۱۰۔ القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مہ، معالم الخلافة ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ، ج ۱ ،ص ۲۲

۱۱۔ النووی،ابوزکریا، محیی الدین، بن شرف، شرح صحیح مسلم کتاب الایمان ، باب ان الدین النصیححة،ج۲، ص۲۲۵

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح، ج۲،ص۱۲۴

۱۵۔ النیشاپوری ،محمد ابن محمد الحاکم، مستدرک الحاکم ، دار المعرفة ،بیروت: ۱۴۰۶ھ

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام،۱۹۷۶ء، ج۲،ص۱۵۲

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ البخاری،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری، کتاب الاحکام،باب رزق الحاکم بیروت: دارالفکر،الطبعة الاولی،۱۴۰۱ھ ،ج۷،ص۱۱۴

۲۰۔ ابن سعد محمد ،طبقات ابن سعد ،بیروت: دارلفکر ، الطبعة الثانیة،۱۹۹۴ء،ج۱،ص۲۲۶

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ البخاری،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری، کتاب المغازی،باب غزوۃ الحدیبیہ، بیروت: دارالفکر،الطبعۃ الاولی،۱۴۰۱ھ ،ج۴،ص۲۳۵

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ سورۃ النساء۴:۵۹

۲۷۔ البخاری،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری، کتاب الاحکام،باب محاسبۃ الامام، بیروت: دارالفکر،الطبعۃ الاولی،۱۴۰۱ھ ،ج۴،ص۲۳۵

۲۸۔ البخاری کتاب الاحکام باب مایکرہ من العرص علی الامارۃ، ح ۶۷۳۰،ص ۱۱۰

۲۹۔ البخاری، کتاب الاحکام باب من سأل الامارۃ کل الیھا ح،۶۷۲۷،ص ۱۱۱

۳۰۔ ابن ابی شیبہ مصنف ابن ابی شیبہ ،مصر،دارالکتب العربیہ،الطبۃ الاولیٰ ۱۴۰۱ھ،ج۳،ص۱۳۹

۳۱۔ ابن سعد محمد ،طبقات ابن سعد ،بیروت: دارلفکر، ا لطبعۃ الثانیۃ،۱۹۹۴ء،۴،ص۱۱۳

۳۲۔ ابوالمعادالقرنی، حقیقت جمہوریت المواحدین اسلامی لائبریری،ص۵۱

۳۳۔ وھبۃ الزحیلی فقہ اسلامی دلائل وسائل مترجم محمد طفیل ہاشمی اسلام آباد،ادارہ تحقیقات اسلامی، ج۲،ص۴۸۶

۳۴۔ حسین احمد الخطیب ،فقہ الاسلام ،مترجم سید رشید احمد، کراچی نفیس اکیڈمی، طبع الاول ۱۹۶۱ء،ص۴۷۶

۳۵۔ رشدی علیان الدکتور، الاسلام و الخلافۃ بغداد مطبۃ دارالسلام الطمۃ الاولیٰ ۱۹۷۴ء،ص۶۸

۳۶۔ محمد بن صالح العثمیس التعلیق، علی رسالۃ، رفع الاساطین فی حکم الاتصال باالسلاطین الریاض: الملکۃ العربیۃ السعودیۃ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۳۰،ص ۲۵

۳۷۔ الماوردی، الاحکام السطانیہ ،مترجم سید ابراہیم، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۳ء،ص۱۷

۳۸۔ گوہر رحمٰن، اسلامی سیاستؑ، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز،ص۳۷۱

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ الشوکانی محمد بن علی ،فتح القدیر ،مصر :مصطفی البابی ، ۱۳۴۹ھ، ص ۳۶۰.

۴۱۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب الاحکام،باب المسمع و الطاعۃ، ج۷،ص۱۱۴

۴۲۔ غلام رسول، پروفیسر، اسلام کا سیاسی نظام تعارفی وتقابلی مطالعہ ، لاہور: علم وعرفان پبلشرز،ص۵۳

فصل دوم

شرائطِ امامت......تقابلی جائزہ

شرائطِ امامت ......تقابلی جائزہ

مذاہب اسلامیہ میں پہلی متفقہ شرط یہ ہے کہ خلیفہ وامام مسلمان ہو۔کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کا خلیفہ وامام مقرر نہیں کیا جا سکتا۔اسلام میں کسی کافر کو حکمران بنانے اور اسے اقتدار سپرد کرنے کی واضح ممانعت کی گئی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور شریعت کی بالادستی خلافت کے بنیادی اصول ہیں۔کافر نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔اسی طرح قوانین شریعت کو بھی بطور قانون ریاست کے تسلیم نہیں کرتا ہے،لہٰذا وہ منصب امامت وخلافت کا ہرگز اہل نہیں ہے۔

خلیفہ مسلمان ہو:

علامہ قلقشندیؒ لکھتے ہیں:

فلاتنعقد امامة الكافر على اى انواع الكفر اصلياً كان اومرتداً لان المقصود من الامام مراعاة امور المسلمين والقيام بنصرة الدين ومن لايكون مسلمالا يراعى مصلحه الاسلام والمسلمين.[۱]

ترجمہ:''کافر کی امامت منعقد نہ ہوگی چاہے کافر کی کوئی بھی قسم ہو،کفر اصلی ہو یا مرتد ہو گیا ہو اس لیے کہ امام کا مقصود مسلمانوں کے (اجتماعی) امور کی دیکھ بھال اور دین کی نصرت انجام دینا ہے،غیر مسلم اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کا لحاظ نہیں کر سکتا۔''

دلائل: کفار اور منافقین کی طاعت کرنے سے منع کیا گیا ہے،چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo[۲]

ترجمہ:''اے ﷺ اللہ سے ڈرتے رہیے اور کفار ومنافقین کا کہنا مانئے،اللہ صاحب علم وحکمت والا ہے۔''

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ان الاية نزلت فى نقص العهد دعة......ودل (انااللہ كان عيلهما حكيما) على انه كان يميل اليهم استد عاءً لهم الى الاسلام اى لو علم الله عزوجل ان مليك اليهم فيه منفعة لما نهاك عنه لانه حكيم ثم قيل الخطاب له ولا مته.''[۳]

ترجمہ:''یہ آیت (کفار سے) معاہدہ اور صلح ختم کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا قول (ان اللہ کان علیما حکیما) اس بات پر دلیل ہے کہ آپ ﷺ کفار کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے ان کی طرف میلان رکھتے تھے۔یعنی

اگر اللہ تعالی آپ ﷺ کے میلان میں کوئی نفع (فائدہ) دیکھتے تو آپ اس سے نہ روکتے، اس لیے کہ وہ صاحب حکمت ہے۔ بعض کے نزدیک خطاب آپ ﷺ اور امت دونوں کو ہے یعنی اگر آپ ﷺ کے میلان میں کوئی فائدہ ہوتا کہ وہ کفار اسلام قبول کرلیں گے، تو اللہ تعالی آپ ﷺ کو نہ روکتے۔''

معلوم ہوا کہ ان کی طرف مائل ہونے کا فائدہ نہیں ہے اس لیے ان کفار کی اطاعت نہ کی جائے۔ خطاب آپ کو بھی ہے اور اس کے ساتھ تا قیامت آنے والی امت کو بھی ہے کہ وہ کفار و منافقین کی بات ہرگز نہ مانیں اور ان کے ساتھ معاہدہ و صلح نہ کریں (جو معاہدہ یا صلح خلاف شریعت ہو) چہ جائیکہ ان کو اپنا حکمران بنائیں۔ کافروں کی باتیں اور ان کی آراء قبول کرنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے تو ان کو اپنا حاکم کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

ارشاد ربانی ہے:

''وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا''[۴]

ترجمہ: ''اللہ تعالی کافروں کو مومنین کے مقابلہ میں برتری کی ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔''

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ان اللہ سبحانہ لا یجعل للکافرین علی مو منین سبیلا شرعافان و جد فبخلاف الشرع.''[۵]

ترجمہ: ''اللہ تبارک وتعالی نے کافروں کے لیے مومنوں کے اوپر شرعی طور پر کوئی برتری نہیں دی۔ اگر ایسا (وقوع یزید) ہو تو وہ خلاف شریعت ہے۔''

امام نوویؒ کافر کی امامت کے انعقاد سے متعلق لکھتے ہیں:

''الا ما مۃ لاتنعقد لکافر.''[۶]

ترجمہ: ''کافر کی امات منعقد نہیں ہوتی۔''

''الا سلام یعلو لا یعلی علیه.''

ترجمہ: ''دین اسلام کو رفعت و بلندی حاصل ہے، اس پر (کسی دین کو) رفعت حاصل نہیں ہے۔''

دوسری شرط: مرد

دوسری شرط یہ ہے کہ خلیفہ مرد ہو۔ عورت منصب خلافت کی اہل نہیں ہے کیونکہ امور ریاست کی انجام دہی کے لیے مطلوبہ صفات مرد میں بنسبت عورت کے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ عورت فطرتاً علم، عقل اور جسمانی طور پر کمزور واقعہ ہوئی ہے اس لیے اسلام نے اس کی طاقت کے مطابق اس پر ذمہ داریاں عائد کی ہیں اور امور ریاست کے انتظام کا بہت بڑا بوجھ اس پر

نہیں ڈالا ہے۔

علامہ قلقشندی لکھتے ہیں:

"الاول الذ کو رۃ فلا تنعقد امامۃ المراۃ."[7]

ترجمہ:"پہلی شرط مرد ہونا ہے،عورت کی امامت منعقد نہیں ہوتی۔"

دلائل از روئے قرآن:

ا۔اللہ نے مرد کو عورت پر حاکم و نگران مقرر کیا ہے۔

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ"[8]

ترجمہ:"مرد عورتوں پر کارفرما و حکمران ہیں اس بنا پر کہ اللہ تعالی نے ان میں بعض کو بعض پر بزرگی اور برتری عطا فرمائی ہے اور نیز اس بنا پر کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔"

"یعنی امراء علیھا ان تطیعه فیما امر ھا الله به من طا عته."[9]

ترجمہ:"یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں کہ اللہ نے (عورتوں) کو جن امور کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔اس کی فرمانبرداری کریں۔"

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ای لان الرجال افضل من النساء والرجال خیر من المراۃ ولھذا کانت النبوۃ مخصصۃ بالرجال و کذلک الاعظم."[10]

ترجمہ:"یعنی اس لیے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں اور مرد عورت سے بہتر ہے،اس لیے نبوت مردوں کے ساتھ خاص ہے،اس طرح بادشاہت بھی (مردوں کے ساتھ خاص ہے)۔"

ابواللیث سمرقندیؒ لکھتے ہیں:

"ان لرجال لھم فضیلۃ فی زیادۃ العقل و التدبیر فجعل لھم حق القیام علیھم بمالھم من زیا دۃ عقل لیس ذلک للنساء."[11]

ترجمہ:"مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے عقل اور تدبیر (حسن انتظام) ان میں زیادہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر نگرانی کا حق دیا گیا ہے،کیونکہ انہیں عورتوں کی بنسبت زیادہ عقل حاصل ہے۔"

ب۔اللہ تعالی نے تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام مرد بھیجے ہیں کسی عورت کو نبی یا رسول نہیں بنایا گیا ہے۔

"وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی" [۱۲]

ترجمہ: "اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستیوں کے رہنے والوں میں سے جس قدر پیغمبر بھیجے وہ سب ہی مرد ہی ہو تے تھے۔"

امام ابن جوزی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وقال الحسن لكم يبعث الله نبيا من اهل البادية والا من الجن والا من النساء." [۱۳]

ترجمہ: "حسن کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی دیہاتی، جن اور عورتوں میں سے نبی مبعوث نہیں کیا۔"

از روئے سنت:

رسول اللہ ﷺ نے عورت کی سربراہی کو "حکمرانی" اقوام کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لن يفلح قوم ولوامرهم امراة." [۱۴]

ترجمہ: "جس قوم نے عورت کو اپنا حکمران بنایا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگی۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری ایام مبارکہ میں نماز کی امامت کے لیے حضرت ابو بکر الصدیق کو مقرر فرمایا جو کہ امامت صغریٰ ہے اور کسی عورت کو مقرر نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے امامت صغری پر امامت کبری (خلافت) کو قیاس کرتے ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ پس عورت اگر امامت صغری کی اہل نہیں تو امامت کبریٰ خلافت وامامت کی بطریق اولیٰ اہل نہ ہوگی۔

خلفائے راشدین کا طرز عمل:

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو ولی عہد بنایا اور حضرت عمرؓ نے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ بنائی اور اس میں کسی عورت کو شامل نہیں کیا۔

اجماع:

تمام آئمہ اس بات پر متفق ہیں کہ خلیفہ مرد ہے۔ عورت خلافت کی اہلیت نہیں رکھتی ہے۔ جیسا کہ شرح الفقہ الاکبر کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

عورت عقل و دین میں ناقص (کمزور) ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس شرط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زیرا کہ امرۃ ناقص العقل والدین است دور جنگ و پیکار بیکار قابل حضور محافل ومجالس نے پیش از روئے کار ہائے مطلوب نہ برآید۔''[15]

ترجمہ:''اس لیے عورت عقل دین میں ناقص (کمزور) ہوتے ہے اور میدان جنگ کے لیے بیکار ہوتی ہے اور محفلوں و مجالس میں جانے کے قابل نہیں ہوتی۔لہٰذا اس لیے خلافت وامامت کی ذمہ داریاں پوری نہیں کرسکتیں۔''

فقہی احکام کے لحاظ سے دیکھا جائے تو درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

۱۔شہادت (گواہی) میں دوعورتیں ایک مرد کی قائم مقام ہوتی ہیں۔

۲۔میراث میں عورت کا مرد کا نصف ملتا ہے۔

۳۔جمعہ،عیدین،اذان،خطبہ،جماعت وغیرہ اس پر واجب نہیں ہیں۔

۴ نکاح کی ملکیت اور طلاق کا اختیار عورت کو حاصل نہیں ہے۔

عقلی دلائل

ا۔اللہ تعالی نے مردوں کو عقل،علم،حلم،فہم،قوت،نظریہ،قوت عملیہ،قوت جسمانیہ جیسی صفات عورتوں کی بنسبت زیادہ عطا کی ہیں۔

ب۔جسمانی قوت میں عورتیں مردوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اور ظاہر ہے کہ کمزور ناتواں کو طاقتور اور توانا پر نہ حکومت کا حق ہے اور نہ وہ کرسکتا ہے۔

ج۔امور ریاست کا انتظام اور ریاست وحکومت کی بقاء کے اقدامات مرد ہی بہتر طریقے پر سرانجام دے سکتے ہیں۔

د۔تمام خلفائے اسلام مرد ہیں اور ہر دور میں مرد ہی والی اور امراء بنائے گئے اور کسی عورت کو ریاستی امور سپرد نہیں کیے گئے۔

س۔تمام ادیان واقوام کا اس پر اتفاق ہے کہ حکمرانی کا اہل مرد ہے اور عورت اس عظیم منصب کی اہلیت نہیں رکھتی ہے۔

تیسری اور چوتھی شرط:عاقل وبالغ:

تیسری اور چوتھی شرط یہ ہے کہ خلیفہ وامام عاقل و بالغ ہو۔ فاتر العقل، پاگل اور نابالغ بچہ حکمرانی جیسی اہم ذمہ داری کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے۔ مجنون و نابالغ بچہ اپنے ذاتی امور کو سرانجام نہیں دے سکتا تو پوری امت کے اجتماعی امور کا اہل کس طرح ہوسکتا ہے؟

دلائل از روئے قرآن:

مجنون بالغ و نابالغ بچے اپنے ذاتی معاملات میں تصرف کرنے سے شرعاً روک دیے گئے ہیں:

" وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا."[16]

ترجمہ: ''اور سرپرستو! تم اپنے مال جن مالوں کو اللہ تعالی نے تم سب لوگوں کے گزارے کا سبب بنایا ہے بے وقوف اور ناسمجھ یتیموں کے سپرد نہ کرو۔ البتہ ان مالوں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں قول معروف کہتے رہو۔''

مندرجہ بالا آیات نقل کرنے کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''چوں بر مال خود قادر بناشد برااموال ورقاب مسلمین البتہ تسلط ایشاں صحیح نباشد۔''[17]

ترجمہ: ''جب یہ لوگ اپنے مال پر (تصرف کی) قدرت نہیں رکھتے تو مسلمانوں کے جال و مال پر بدرجہ اولی ان کا تسلط صحیح نہ ہوگا۔''

بیوقوف، کمزور (بچہ) اور جاہل معاملات خود سے نہیں کرتے بلکہ ان کا ولی ان کی طرف سے یہ امور سرانجام دیتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِؕ [18]

ترجمہ: ''پھر اگر وہ مدیون (مقروض) کم عقل یا کمزور ہو یا دستاویز بتانے اور لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس مدیون کا مختار کار انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔''

مجنون اور نابالغ بچہ عقل، علم قوت عمل اور جسم میں کمزور ہوتے ہیں جبکہ امور ریاست کی انجام دہی کے لیے اعلیٰ درجے کی ذہانت، علم میں پختگی اور مضبوط قوائے عملی وجسمانی ناگزیر ہیں پس ناقص صفات کا حامل شخص امامت وخلافت جیسی اہم ذمہ داری کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''وزاں جملہ آن ست کہ عاقل وبالغ باشد زیرا کہ مجنوب وسفیر وصبی تجورند اذ تصرفات جزئیہ خویش۔''[۱۹]

ترجمہ: ''منصب خلافت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ خلیفہ عاقل، بالغ ہو کیونکہ مجنون، بیوقوف اور نابالغ بچے اپنے (ذاتی) معاملات میں تصریف کرنے سے شرعی طور پر روک دیے گئے ہیں۔''

مجنون ونابالغ بچہ خود دوسروں کے ماتحت اور نگرانی میں ہوتا ہے۔ ذاتی طور پر ماتحت رہنے والا شخص پوری اُمت کا حاکم ونگران کیونکر بن سکتا ہے۔

شریعت نے مجنون اور بچے کو ذاتی وانفرادی طور پر مکلّف نہیں بنایا ہے تو اسے پوری اُمت کے اجتماعی معاملات کا مکلّف کس طرح بنایا جاسکتا ہے؟

تاریخی طور پر بیشتر اقوام اور ملتیں اس بات پر متفق ہیں کہ مجنون و بچہ منصب حکومت کا اہل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ریاستی اُمور کی انجام دہی سے قاصر ہیں اور نظام حکومت کی بھاری ذمہ داری کو وہ نہیں سنبھال سکتے۔

ریاستوں کی تاریخ سے ثابت ہے کہ مجنون و بچہ کو حکمران نہیں بنایا جاتا ہے اور بنانے کی صورت میں ریاستیں بربادی کا شکار ہوئی ہیں۔

پانچویں شرط: متکلم، سمیع وبصیر:

پانچویں شرط ہے کہ خلیفہ متکلم، سمیع وبصیر (بولنے، سننے اور دیکھنے کی صفات کے ساتھ موصوف) ہو۔ گونگا، بہرہ اور اندھا منصب خلافت وامامت کا اہل نہیں ہے۔ گونگا، بہرہ اور اندھا اپنے ذاتی امور بھی انجام نہیں دے سکتے۔ اُمت کے اجتماعی اُمور سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

دلائل:

اللہ تعالیٰ نے کفار سے بسبب ان کے کفر کے، نور قلب ونظر چھین لیا اور ان کو گمراہی کی تاریکیوں میں دھکیل دیا گیا ہے اور ان کو کفر وشرک اور گمراہی کو اندھے بہرے اور گونگے پن سے تشبیہ دی ہے۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ o صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ o[۲۰]

ترجمہ: ''اللہ نے ان کی روشنی زائل کردی اور ان کو سخت اندھیروں میں اس طرح چھوڑ دیا کہ وہ کچھ دیکھتے وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں سو وہ واپس نہیں ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے کفار اور مسلمانوں کا موازنہ اس طرح کیا ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَo[21]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھی اور مددگار ہے جو اہل ایمان ہیں ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ منکر ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں جو ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ سب لوگ اہل دوزخ ہیں اور وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گونگا، بہرہ، اندھا ہونا گمراہی کی علامت ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ پاک عموماً اپنے برگزیدہ بندوں کو ظاہری و باطنی عیوب سے محفوظ رکھتے اور انہیں بصیرت کے ساتھ بصارت بھی عنایت کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں کلام و سماع یعنی بولنے اور سننے کی صفات بھی عطا کرتے ہیں، لہٰذا پوری اُمت پر حاکمیت کا بام منصب خلافت و امامت بھی ان عیوب ظاہری سے پاک ہوتا کہ عوام اس کی امامت پر معترض نہ ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''منجملہ شرائط خلافت و امامت کے یہ ہے کہ خلیفہ متکلم، سمیع اور بصیر ہو، کیونکہ خلیفہ پر لازم ہے کہ ایسا صاف حکم دے کہ اس کا مقصد سمجھنے میں اشتباہ نہ ہو۔ نیز ضروری ہے کہ مدعی و مدعیٰ علیہ مقر و مقرلہ اور شاہد و مشہود علیہ کو پہچانے اور ان کے بیان کو سنے۔ اسی طرح اس پر شہروں میں قاضیوں اور حکام (نائبین) کا تقرر اور افواج کو میدان جنگ (جہاد) میں رہنمائی کرنا لازم ہے اور یہ تمام اُمور اعضاء مذکورہ کی سلامتی کے بغیر انجام نہیں پاتے۔''[22]

فقہی احکام کے لحاظ سے درج ذیل اُمور ملاحظہ ہوں:

۱۔ اگر اندھا، گونگا، بہرہ قاضی نہیں بن سکتا جیسا کہ آئمہ کا متفقہ اصول ہے تو خلافت و امامت جو اس سے بڑا منصب ہے، اس کا بطریق اولیٰ اہل نہ ہوگا۔

۲۔ خطبہ جمعہ و عیدین و خطبہ یوم عرفہ خلیفۃ المسلمین بذات خود دیتا ہے۔ (عذر کی بنا پر نائب بھی دے سکتا ہے) اسی طرح مجالس حکومت) مجلس شوریٰ و مجلس عمومی وغیرہ) اور عوام سے خطاب یا کوئی حکم نامہ سنانا لازمی امور ہیں۔ جن کے لیے متکلم ہونا ناگزیر ہے۔

۳۔ اس کے علاوہ یہ کہ اندھا، گونگا اور بہرہ اگر اپنے انفرادی امور کو بذات خود انجام نہیں دے سکتا تو اجتماعی اُمور کو کیونکر سرانجام دے سکتا ہے۔

۴۔ دوسروں کا محتاج پوری اُمت کی نگہبانی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

چھٹی شرط: حر (آزاد)

چھٹی شرط یہ ہے کہ خلیفہ آزاد (شہری) ہو۔ کسی غلام کو خلیفہ نہیں بنایا جاسکتا۔

دلائل:

وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ ۝ [۲۳]

ترجمہ: ''اورتم اپنے مردوں میں سے دو مشاہدوں کو گواہ کرلیا کرو۔''

امام ابواللیث ثمرقندی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی من اهل دنیکم من الاحرار البالغین.'' [۲۴]

ترجمہ: ''یعنی تم اپنے اہلِ دین میں سے آزاد اور بالغ (مردوں کو گواہ بناؤ)۔''

آئمہ کا اجماع ہے کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

''وقال مالک وابو حنیفة الشافعي وجمهور العلماء لاتجوز شهادة العبد.'' [۲۵]

ترجمہ: ''امام مالک، امام ابوحنیفہ، شافعی اور جمہور علماء کا کہنا ہے کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔''

جب غلام کی شہادت قبول نہیں ہے تو اسے منصب خلافت بھی سپرد نہیں کیا جاسکتا۔

غلام قاضی نہیں بن سکتا اور اس کا اہل نہیں ہے تو منصب پر پابندی ہوتی ہے۔ علامہ قلقشندیؒ لکھتے ہیں:

''فلاتنعقد امامة من فيه رق في الجملة سواء القن والمبعض والمكاتب والمدبر والمعلق عتقه بصغة لأن الرقيض محجور للسد فاموره تصدر عن رائى غيره فكيف يصلح لولاية امور الامة؟'' [۲۶]

ترجمہ: ''فی الجملہ غلام کی امامت منعقد نہیں ہوتی چاہے کامل غلام ہو یا جزوی، مکاتب ہو یا مدبر یا اس کی آزادی کسی صفت کے ساتھ معلق ہو، اس لیے کہ غلام پر آقا کی طرف سے (معاملات کرنے پر) رکاوٹ ہوتی ہو۔ اس کے اُمور دوسرے (آقا) کی رائے سے انجام پاتے ہیں پس وہ اُمت کے اُمور کی ولایت کا کس طرح اہل ہوسکتا ہے؟''

غلام اپنے آقا کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے۔ اس سے ریاستی امور کی انجام دہی نہیں ہوسکتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''ازاں جملہ آسنت کہ حربا شدزیدا کہ عبدقابل شهدات در خصومات نیسب وبنظر مردم حقیر ومهمام و واجب است بروے مشغول بودن بخدمت سید

خود.''[۲۷]

ترجمہ:''(منصب خلافت کی) ایک شرط یہ ہے کہ (خلیفہ) آزاد ہو (نہ کہ غلام) کیونکہ غلام مقدمات میں گواہی دینے کے قابل نہیں ہے اور تمام لوگوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور اس پر اپنے آقا کی خدمت میں مشغول رہنا واجب ہے۔''

غلام اپنے آقا کا محکوم ہوتا ہے۔ محکوم پوری اُمت پر حاکمیت کا اہل نہیں ہوتا۔

ساتویں شرط: عادل

ساتویں شرط یہ ہے کہ خلیفہ عادل ہو یعنی کبائر سے بچنے والا اور صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔ فاسق منصب خلافت کا اہل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فاسق کو منصب خلافت کے لیے نااہل قرار دیا ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ٥[۲۸]

ترجمہ:''میں نے تمہیں لوگوں میں پیشوا بنایا ہے۔ عرض کیا اور میری اولاد کو بھی۔ فرمایا کہ ظالموں کے لیے میرا کوئی عہد نہیں۔''

ابوبکر الجصاص حنفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''فلایجوز الظالم نبیا و الاخلیفة النبی و الاقاضیا و لا من یلزم الناس قبول قوله فی امور الدین من صفت و شاهد او مخبر من النبی ﷺ خبر فقد افادت الایة ان شرط جمیع من کان فی محل الاتمام به فی امر الدین العدالة و الصلاح.''[۲۹]

ترجمہ:''یہی جائز نہیں کہ ظالم، نبی یا نبی کا خلیفہ یا قاضی ہو اور نہ یہ کہ وہ ایسے مرتبہ پر ہو کہ لوگوں کو اُمور دین (دینی معاملات) اس میں کسی بات کا قبول کرنا لازمی ہو جیسے مفتی، گواہ یا راوی۔ اس آیت سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ ہر وہ منصب جس میں دینی معاملہ میں کسی شخص کی اقتداء کی جائے، اس کی شرط عدالت (عادل ہونا) اور صلاح (نیک ہونا) ہے۔''

اور وہ مزید لکھتے ہیں:

''فثبت دلالة هذه الایة بطلان امامة الفاسق و انه لایکون خلیفة''[۳۰]

ترجمہ:''اس آیت سے دلالۃ ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور یہ کہ وہ خلیفہ نہیں بن سکتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے عادل لوگوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ٥[۳۱]

ترجمہ: ''اگر دو مرد نہ ہو تو تمہارے پسندیدہ لوگوں میں سے ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مرضی وبدن مسفر است بعدالت ومروت ''۳۲

ترجمہ: ''گواہ کے پسندیدہ ہونے کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ عادل اور صاحب مروت ہو۔''

جب گواہ کے لیے عادل ہونا شرط ہے تو امامت جو کہ عظیم منصب ہے اس کے لیے عادل ہونا بطریق اولیٰ شرط ہوگا۔ اسی طرح قاضی اور راوی حدیث کے لیے عادل ہونا شرط ہے، تو خلیفہ کے لیے عادل ہونا بطریق اولیٰ شرط ہوگا۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''وازاں جملہ آنست کہ عادل باشند یعنی مجتنب از کبائر غیر مصر بر صغائر۔''۳۳

ترجمہ: ''جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ عادل سے کبیرہ گناہوں سے بچنے والا اور صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔''

امام قرطبی لکھتے ہیں:

''لانہ لاخلاف بنی الامۃ انہ لایجوزان تعقدالامامۃ لفاسق.''۳۴

ترجمہ: ''خلیفہ کے لیے گیارھویں شرط یہ ہے کہ وہ عدل (عادل) ہو، اس لیے کہ اُمت میں اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فاسق کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔''

جو شخص نفسانی خواہشات پر کنٹرول نہیں کرسکتا اور اپنی ذات میں عادل نہیں تو پوری اُمت کے اجتماعی اُمور میں وہ تقویٰ وطہارت اور عدل وانصاف سے کیسے کام لے گا؟ لہٰذا منصب خلافت اس کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔ عادل سے مراد جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''وازاں جملہ آنست کہ عادل باشند یعنی مجتنب از کبائر غیر مصر بر صغائر۔''۳۵

ترجمہ: ''(منصب خلافت وامامت کے لیے) منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ عادل ہو یا کبائر سے بچنے والا اور صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔''

عادل سے مراد کبریٰ گناہوں سے بچنے والا اور صغائر پر اصرار نہ کرنے والا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی عبارت سے واضح ہوگیا۔ خلیفہ کے رتبہ ولایت شرط نہیں ہے جیسا کہ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

''مراتب ولایت کا ثبوت سرے سے امام کی شرائط میں سے نہیں ہے۔''۳۶

آٹھویں شرط: صاحب الرأی:

آٹھویں شرط یہ ہے کہ خلیفہ حکمرانی کی اہلیت رکھتا ہو اور حاکمانہ فطرت کا مالک ہو، انتظامی اُمور میں مہارت رکھتا ہو۔ داخلہ و خارجہ اُمور سے کماحقہ واقف ہوتا کہ اُمورِ ریاست کو بہتر طور پر انجام دے سکے۔

علامہ قلقشندیؒ لکھتے ہیں:

"فلا تنعقد امامة ضعيف الراى لان الحوادث التى يكون فى دارالاسلام ترفع اليه وايتبين له طريق المصلحه الااذاكان ذاراى صحيح وتدبير سائغ." ۳۷

ترجمہ: "کمزور رائے رکھنے والے کی امامت منعقد نہ ہوگی کیونکہ دارالاسلام میں پیش آنے والے معاملات اس کو پیش کیے جائیں گے اور درست رائے رکھنے والے اور اچھی تدبیر کرنے کے اہل کے علاوہ کے لیے ان میں صحیح راستہ واضح نہ ہوگا۔"

امام قرطبی شرائط خلافت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الثالث ان يكون ذاخبرة رائى حصيف بامرالحرب وتدبير الجيوش وسدالشغور وحماية البيضة وردع الامة والا نتقام من الظالم ولاخذ للمظوم." ۳۸

ترجمہ: "تیسری شرط یہ ہے کہ (خلیفہ) باخبر ہو اور عسکری اُمور، افواج کا نظم وضبط، سرحدات کی نگرانی، مرکز (اسلام) کی حفاظت، اُمت سے (دشمن) کو دور رکھنے، ظالم سے انتقال اور مظلوم کے لیے اس سے مواخذہ کرنے میں پختہ رائے رکھتا ہو۔"

ملاعلی القاری شرح الفقہ الاکبر میں اختلافی شرائط بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وبشترط ان يكون من اهل الولاية المطلقة الكاملة بان يكون مسلماحراذكرا عاقلابالغاسائسابقوة رايه ورويته تنفيذالاحكام وحفظ حدود الاسلام وانصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم. "۳۹

ترجمہ: "(امام کے لیے) شرط یہ ہے کہ ولایت مطلقہ کا معاملہ اہم ہو، اس طرح کہ مسلمان آزاد، مرد، عاقل، بالغ ہو۔ اپنی رائے اور فکر کی مضبوطی اور قوت وشوکت کی مدد سے منتظم ہو۔ اپنے علم، عدل، کفایت اور شجاعت سے احکام کے نفاذ، اسلام کی سرحدوں کی حفاظت اور مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو۔"

نویں شرط: شجاع

نویں شرط یہ ہے کہ خلیفہ شجاع یعنی بہادر و دلیر ہو۔ کسی بزدل کو مسند خلافت پر نہیں بٹھایا جا سکتا۔ مسلمان فطری طور پر

بہادر و دلیر ہوتے ہیں تو خلیفہ کو بہت زیادہ بہادر و نڈر رہونا چاہیے۔

"وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ o"[۴۰]

ترجمہ: "اور علم اور جسم میں ان کو زیادتی دی ہے۔"

دسویں شرط: مجتہد

دسویں شرط یہ ہے کہ خلیفہ مجتہد ہو۔ یعنی قوانین شریعت کا ماہر ہو۔ نظام خلافت جو کہ دین و دنیا کا جامع ہے اس کا سربراہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو دینی و دنیاوی علوم میں مہارت رکھتا ہو۔

دلائل:

اللہ تعالیٰ نے عالم و جاہل کو برابر نہیں قرار دیا۔

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ o"[۴۱]

ترجمہ: "آپ کہہ دیجیے کہ کیا علم رکھنے والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو حکمرانی کا اہل قرار دیا ہے جو علم میں پختہ اور حس میں قوی ہو۔

"وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ o"[۴۲]

ترجمہ: "اور اسے (طالوت کو) علم اور جسامت میں زیادتی دی ہے۔"

عدل و انصاف کا قیام بھی خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے اسے مجتہد ہونا چاہیے تا کہ انصاف کا قیام ممکن ہو سکے۔

امام شاہ ولی اللہؒ شرط اجتہاد کے متعلق لکھتے ہیں:

"ازاں جملہ آنست کہ مجتہد باشد خلافت متضمن است قضاء و احیاء علوم دین و امر معروف و نہی منکر را داین ہمی بدون مجتہد صورت نہ گیرد۔"[۴۳]

ترجمہ: "منجملہ شروط خلافت کی ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ مجتہد ہو کیونکہ خلافت عہدہ قضاء، علوم دینیہ کے احیاء اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو متضمن ہے اور یہ تمام امور غیر مجتہد سے صورت پذیر نہیں ہو سکتے۔"

امام الحرمینؒ شرط اجتہاد کی درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں:

"والدليل عليه ان امور معظم اصول الدين تتعلق بالائمة فاما يختص بالولاة وذوی الامر فلاشک فی ارتباط بالامام واماعداه من احكام الشرع فقد يتعلق به من جهة انتدابه للامر بالمعروف والنهی عن المنكر فلولم يكن الامام مستقلابعلم الشريعة لاحتاج لمراجعة العلماء فی تفاصيل الوقائع وذالک يشتت رائيه ويخرجه عن

تربة الاستقلال۔[۴۴]

ترجمہ: ''دلیل (شرط اجتہاد) کی یہ ہے کہ اصول دین کے بڑے بڑے امور کا تعلق آئمہ کے ساتھ ہے اور جو امور والیوں اور اوالامر (حکمرانوں) کے ساتھ خاص ہیں بلاشبہ امام سے مربوط ہیں، پس اگر امام علم شریعت میں استقلال نہ رکھتا ہوگا تو واقعات کی تفاصیل میں علماء سے رجوع کا محتاج ہوگا اور یہ بات اس کی رائے کو متفرق کر دے گی اور اس کو رتبہ استقلال سے نکال دے گی۔''

اگر مجتہد ہوگا تو مقدمات کے فیصلوں کے بارے میں دوسروں کا محتاج نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ امام قرطبیؒ خلیفہ کے لیے قضا واجتہاد کی صلاحیت کو لازمی قرار دیتے ہیں:

''والثانی ان یکون ممن یصلح ان یکون قاضیا من قضاة المسلمین مجتهداً یحتاج الی غیره فی الاستفتاء فی الحوادث''[۴۵]

ترجمہ: ''دوسری شرط یہ ہے کہ (خلیفہ وامام) مسلمانوں کا قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، مجتہد ہو اور واقعات کے استفتاء میں غیر کا محتاج نہ ہو۔''

شرط اجتہاد افضلیت کی شرط ہے:

اجتہاد کی شرط انعقاد کے لیے نہیں ہے بلکہ افضلیت کی شرط ہے اور اس کا ثبوت اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ بنائی اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی حالانکہ وہ تمام حضرات علم میں برابری نہ رکھتے تھے، بلکہ بعض حضرات مثلاً حضرت علیؓ کے علمی مقام ومرتبہ کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ کے ارشادات موجود ہیں۔

شرط قریشیت:

گزشتہ مباحث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ یہ انتخاب خلیفہ کے لیے متعدد شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بیان کی جاتی ہے کہ خلیفہ خاندان قریش میں سے ہونا چاہیے، لیکن یہ شرط اختلافی ہے۔

علامہ آمدی لکھتے ہیں:

''قال الآمدی امام لشروط المختلف فیها فهی ستة الاول القریشیة۔''[۴۶]

ترجمہ: ''آمدی فرماتے ہیں کہ جن شروط میں (فقہاء میں) اختلاف ہے وہ چھ ہیں، جن میں پہلی شرط قریشی ہونے کی ہے۔''

امام قرطبی لکھتے ہیں:

''الاول ان یکون من صمیم قریش لقوله ﷺ الائمة من قریش وقد اختلف فی هذا.''[۴۷]

ترجمہ: ''یعنی (خلافت) کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ خلیفہ اصل قریش میں سے ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''امام قریش سے ہوں گے اور اس (شرط) میں اختلاف ہے۔''

ایک عرصہ تک یعنی جب تک خلافت خاندان عباسیہ میں رہی فقہاء کرام کی رائے یہ رہی ہے کہ خلیفہ کو باقی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے ساتھ ساتھ قریشی بھی ہونا چاہیے جیسا کہ قاضی عیاض، امام نوویؒ، علامہ سیوطی وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے لیکن خلافت بنوعباس میں نہ رہی علماء نے اس شرط کی نفی کی اور اسے لازمی قرار نہیں دیا جیسا کہ اشاعرہ کے امام الآئمہ قاضی ابوبکر باقلانی کے نزدیک قریشیت کی شرط ضروری نہیں (جیسا کہ ابن خلدون نے ان کا مسلک نقل کیا) اور علامہ ابن خلدون نے بھی اس شرط کی نفی کی ہے۔

منصب امامت کی چار شرطیں ہیں۔

﴿ یَآ یُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوااللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُم ﴾ [48]

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں

علامہ ابن خلدون شرائطِ امام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''امامت ایک اہم ترین منصب ہے''

و أما شروط هذا المنصب فهى اربعةالعلم و العدالة او الكفاية و سلامة الحواس و الاعضاء مما يوخر فى الرأى و العمل و اختلف فى شرط خامس هو النسب القريشى. [49]

ترجمہ: منصب امامت کی چار شرائط ہیں علم، عدالت، کفایت، سلامت الاعضاء (جسمانی نقائص نہ ہوں) اور وہ پانچویں شرط یہ ہے کہ امام قریشی النسب ہونا چاہیے۔

شرائط امام علمائے علم کلام کی نظر میں

علماء علم کلام کی نظر میں امام کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ ہر وہ شخص لوگوں لے لئے رہبر اور امام بن سکتا ہے جس میں مندرجہ ذیک شرائط موجود ہوں۔ وہ شرائط جو اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک مورد اتفاق ہیں۔

۱ علم، اجتہاد
۲ شجاعت و بہادری
۳ اسلام: یعنی رہبر یا امام مسلمان ہو
۴ آزادی یعنی رہبر یا امام کسی کا غلام نہ ہو
۵ مرد ہو
۶ عاقل ہو

۷۔ سیاست ۸۔ عدالت یعنی رہبر اور امام عادل ہو ظالم نہ ہو

وہ شرائط جو موردِ اختلاف فریقین ہیں۔

۱۔ قریشی ہو: یعنی رہبر اور امام قریش قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو۔

۲۔ افضل ہو: یعنی رہبر اور امام ہر لحاظ سے دوسروں سے افضل ہو۔[50]

بعض علماء مثل ابوالحسن اشعریؒ کہتا ہے کم فضیلت والے امام کو فضیلت والے امام پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ بہت ساری روایات دلالت کرتی ہیں کہ افضل کو مقدم کرنا واجب ہے۔

علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں:

لا ینعزل الامام بالفسق والجور لانه ظهر الفسق واشتر الجور من الائمه والامراء بعد یقیمون الجمع ولاعیاد بانهم .[51]

یعنی امام تباہ کاری اور فسق کی وجہ سے عزل نہیں ہوسکتا۔

قوم کے امام ان میں سے جو افضل ہیں تمہارے امام ہیں اور تمہیں نجات دلانے والے ہیں ان کی طرف دیکھو کہ تم کن سے نجات حاصل کررہے ہو۔

روایت دیگر دوسری روایت میں ہے جو شخص کسی آدمی کی تقلید کرتا ہے۔ وہ خطا کرے تو اس کی خطا میں بھی شریک ہوتا ہے۔ ان میں سے کون افضل جس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی مومنین سے خیانت کی۔

امام کی اطاعت واجب ہے

امام کی اطاعت واجب ہے۔ قرآن وسنت کی روح سے مذاہب اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے۔ لیکن اہل تشیع کے نزدیک اطاعت صرف معصوم امام کی ممکن ہے۔ جبکہ مذاہب اربعہ کے نزدیک معصیت کی صورت میں بھی اطاعت امام ضروری ہے۔

اطاعت امام کو ضروری قرار دیتے ہوئے رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی هریره رضی الله عنه عن النبی من اطاعنی فقد اطا ع اللهو من یعصنی فقد عصی الله و من یطع الأمیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی.[52]

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جو کوئی اطاعت کرے حاکم یا امام کی جس کو میں نے مقرر کیا۔ اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امام کی نافرمانی

کی اس نے میری نافرمانی کی۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن ابی الزناد بھذا الاسناد ولم یذکر و من یعص الامیر فقد عصانی. ۵۳

ترجمہ: ابی الزنادؓ سے اسی سند سے روایت ہے جس نے امیر یعنی امام کی نافرمانی کی۔ گویا کہ اس نے میری نافرمانی کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن یحیی بن حسین قال سمعت حدثنی تحدث انها سمعت النبی یخطب فی حجةالوداع وھو یقول ولوا استعمل علیکم عبد یقود کم بکتاب الله فاسمعوله و اطیعو. ۵۴

ترجمہ: یحییٰ بن حسینؓ سے روایت ہے انھوں نے سنا اپنی دادی سے وہ حدیث بیان کرتی ہیں انھوں نے سنا رسول اللہؐ سے آپ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ حجۃ الوداع میں آپؐ فرماتے تھے اگر تمھارے اوپر ایک غلام کو بھی حاکم مقرر کر دیا جائے۔ جو حکومت کرے کتاب اللہ کے مطابق تو اس کی اطاعت کرو اور حکم مانو۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا یحی عن عبدالله قال حد ثنی نافع عن ابن عمر رضی الله عن النبی وحدثنی محمد بن الصباح عن اسماعیل بن زکریا عن عبید الله عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنها عن النبی قال السمع والطاعةحق مالم یؤمربالمعصیة فاذا امیر بمعصیة فلا سمع و لا اطاعة ۵۵

ترجمہ: مسدّد بن میسرید نے بیان کیا کہ یحییٰ قطان نے اور انھوں نے عبیداللہ عمریؒ سے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے انھوں نے آنخضرتؐ سے دوسری سند اور مجھ سے محمد بن صباحؒ نے بیان کیا اور اسماعیل بن ذکریا عبداللہ بن نافع اور ابن عمر سے کہا کہ آنخضرتؐ نے فرمایا: بادشاہ یا حاکم کی بات سننا اور حکم ماننا ضروری ہے واجب ہے جب تک خلاف شرع نہ ہو اور شرع کے خلاف ہو تو پھر اسکی بات نہ مانی جائے۔

اس حدیث مبارکہ کی رو سے امام کی اطاعت ہر صورت ضروری ہے۔

امام کا تقرر مسلمانوں پر واجب ہے

مسلمانان اہل سنت کے عقیدہ میں مکلّف لوگوں پر اپنا امیر مقرر کرنا واجب ہے۔اس سلسلہ میں قرآنی ارشادات اوراحادیث نبویﷺ میں تصریحات موجود ہیں

ارشادرب العالمین ہے:

﴿ يَآ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوااللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [56]

ترجمہ: اے ایمان والواطاعت کرواللہ کی اوراطاعت کرورسول کی اوراس کی جوتم میں صاحب امر ہے۔

صحیح مسلم میں ہے رسول اکرمﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں پانچ باتوں کاحکم دیتاہوں جماعتی زندگی کا احکام اسلام سننے کا۔(احکام اسلام کی) اطاعت کا'ہجرت کا' جہاد فی سبیل اللہ کا

ترمذی میں ہے: علیکم الجماعه و ایا کم

ترجمہ: جماعت کومضبوط پکڑے رہواورانتشار سے پوری طرح بچتے رہو۔

جوکوئی مسلمانوں کےامیر سے کنارہ کشی اختیار کرئے گا۔وہ مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہے گا۔اوراسی حال میں مرجائے گا۔تواس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

اہل سنت کے نزدیک تقرر امام کے دلائل

علامہ سعدالدین تفتازانی کے مطابق تقرر امامت کی چند شرائط یہ ہیں:

(۱) علماء وروساء میں سے ارباب حل وعقد کسی شخص کوامام منتخب کرلیں اس میں عدد کی شرط نہیں اور نہ ہر شرط ہے کہ تمام شہروں کے لوگ اس کی امامت پراتفاق کریں۔

(۲) کسی شخص کواپنا ولی عہد اور خلیفہ نامزد کردے۔اگر وہ کسی کام کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنادے اور وہ اپنے متفقہ طور پرکسی شخص کوخلیفہ مقرر کرلیں تو یہ بھی صحیح ہے۔اگر امام خلافت سے دستبردار ہوجائے تو یہ اس کی مدت کے قائم مقام ہے۔پھرامامت ولی عہد کی طرف منتقل ہوجائے گی۔

(۳) کوئی شخص غلبہ اور طاقت سے حکومت پر قبضہ کرلے۔جبکہ وہ بیعت لینے اورخلافت کی تمام شرائط کا

جامع ہو۔ وہ لوگوں کو اپنی طاقت سے مقہور کرے تو اس کی خلافت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر وہ شخص فاسق یا جاہل ہو تو قول کے مطابق پھر بھی اس کی امامت منعقد ہو جائے گی۔ مگر یہ کہ وہ اپنے افعال سے معصیت کرے۔ ۵۷

امام عادل ہو یا ظالم جب تک وہ احکام شرع کی مخالفت نہ کرے اس کی اطاعت واجب ہے ایک وقت میں دو اماموں کا تقرر جائز نہیں ہے۔ اگر ایک شخص طاقت اور غلبہ سے امام بنا پھر دوسرے شخص نے طاقت اور غلبہ اس کو معزول کر دیا تو اب یہ امام ہو جائیگا۔ کسی شخص کو بغیر کسی وجہ سبب کے امامت سے معزول کرنا جائز نہیں اور اگر اس کو معزول کریں تو یہ عزل نافذ نہیں ہوگا اگر حکومت چلانے سے عاجز ہوئے تو پھر معزول ہو جائے گا۔ فسق اور بے ہوش ہونے سے امام معزول نہیں ہوتا۔ جنون، اندھا ہونے، بہرہ اور گونگا ہونے اور جس مرض سے وہ تمام علوم بھول جائے ان عوارض سے وہ معزول ہو جائے گا۔ ۵۸

(۱) امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع ہے حتیٰ کہ صحابہ کرام نے اس معاملہ کو نبی کریم ﷺ کی تدفین پر مقدم رکھا۔ اور ثقیفہ بنی ساعدہ میں اجلاس طلب کر کے اپنا نمائندہ چن لیا۔

(۲) حدود کا قیام، احکام شرع کا نفاذ اور مسلمانوں کے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا واجب ہے اور یہ امور امام پر موقوف ہیں۔

(۳) عدل وانصاف کا قیام، ظلم وجور کا سدباب اور معاش ومعاد کی اصلاح واجب ہے۔ اور یہ امور امام پر موقوف ہیں۔

(۴) کتاب وسنت سے امام کی اطاعت واجب ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام کو مقرر کرنا واجب ہو اس کی دلیل يَآ اَيُّهَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُم ۔۔۔ اولی الامر منکم سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ۵۹

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

من مات ولیس فی عنقه ببیعة مات میتة جاهلیة. ۶۰

ترجمہ: جو شخص کسی امام کی بیعت کیے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

محمد بشیر جمعہ شرائط امام کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام کے لیے ضروری ہے علم اہلیت اجتہاد صحت وحواس ونطق، عقل ونطق، عقل وفراست، شجاعت اور دلیری، عمدہ یادداشت، حقائق کی تہہ تک جلد پہنچنے کی صلاحیت، مافی الضمیر کی ادائیگی، سچائی سے محبت، طاقت، بے خوفی امام کے لیے لازمی شرائط ہیں۔ ۶۱

علامہ خضری بک کے نزدیک جو اس منصب کو حاصل کرے اس کے لیے ان چاروں شروط کا جامع ہونا ضروری ہے۔

اول۔علم اس لیے کہ وہ احکام خداوندی کو نافذ کرنیوالا ہے اور بغیر علم ان کی تقلید ممکن نہیں۔**دوم۔ عدالت** اس لیے کہ امامت ایک دینی علامت ہے تمام احکام جن میں عدالت شرط ہے ان میں نظر رکھتا ہے۔**سوم۔کفایت** اقامت حدود پر جری اور جنگوں میں صاحب بصیرت اور ان میں پوری طرح تیار لوگوں کو جنگوں پر آمادہ کرے۔چہارم۔**عقلمندی** کے طریقے سے واقف ہو سیاست پر پوری طرح قوی ہوتا کہ اس کی طرف سے عمادیت دین جہاد دشمن اقامت احکام اور تدبیر مصالح سپرد کیے گئے ہیں آسان ہو جائیں۔کہ وہ سلیم الاعضاء ہوا سے بچپن میں قید بھی نہ ہو۔[۶۲]

مولانا ظفیر الدین مصباحی ندوی شرائط امام کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ فیشرط ان یکون الامام عادلا . امام عادل ہو۔۲۔اپنی خواہشات نفسانی پر حاکم ہو۔۳۔شجاعت۔۴۔کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کرے۔۵۔مہربان ہو۔۶۔تاریخ اور فلسفہ سے آگاہ ہو۔۷۔امام عہدہ امامت سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔۸۔امام کو تمام لوگوں کی نسبت قوی تر لائق تر اور سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔[۶۳]

تقرر امام کے بارے میں اہل تشیع کے دلائل

شرائط میں سے تقرر امام ایک اہم شرط ہے۔اس کے بارے میں مکتب امامیہ کا نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے۔

شیعہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ مانتے ہیں،امامیہ و اثناء عشری،جعفری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو قائم حضرت مہدی عجل اللہ تک ۱۲ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علیؑ کو امام اور خلیفۃ الرسولؐ مانتے ہیں۔حضرت امام حسنؑ ان کے بعد حضرت امام حسینؑ،حضرت زین العابدینؑ،حضرت امام محمد باقرؑ،حضرت امام جعفر صادقؑ،حضرت امام موسی کاظمؑ،حضرت امام علی رضاؑ ،حضرت امام محمد تقی،حضرت امام علی نقی،حضرت امام حسن عسکریؑ اور محمد مہدیؑ کو امام منتظر مانتے ہیں۔اور وہ پردۂ غیبت میں ہیں اور قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دنیا میں دین حق کا پرچم بلند فرمائیں گے۔[۶۴]

اہل تشیع کے نزدیک امامت اصولِ دین میں داخل ہے۔امامت ان عام مصالح میں شامل نہیں جن کا انتظام عوام کی فلاح و بہبود پر ہو عوام کے انتخاب سے مقرر کیا جائے۔نبی کے لیے امام کے تقرر کو چھوڑنا جائز نہیں بلکہ اس کا مقرر کرنا ضروری ہے اور نہ امت کے انتخاب پر چھوڑ دینا روا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی وہ امام ہیں جن کو رحمت عالم ﷺ نے مقرر فرمایا۔ [۶۵]

عالم امت

امامت کی شرائط میں سے ایک اہم شرط امام کا عالم ہونا ہے۔

بشسأن أن اعمال العباد غبير محجوبةعن الامام فربّما بدت هذه من الواضحات التى تؤسس لها المقدمات السابقة إن واحدة من اهم مسؤوليات الامام هى إيصال المستحقيقن إلى المطلوب بمعنى ان الانسان المومن يحتاج فى سيرة التكاملى نحوسبحانه إلى دليل و مرشد

ترجمہ: امام کی شان میں سے ہے کہ وہ بندوں کے اعمال کے بارے میں وضاحت کرے اور مستحق لوگوں کو ان کا حق دلائے اور تمام انسان امام کی سیرۃ کاملہ کے پیروکار ہوتے ہیں۔اور اس کی دلیل کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

خرم مراد سیلمان نے فرہنگ مہدویت میں امام کی شرائط کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

از شرئط امام ، عصمت، علم غیب، زیرک تر وشجاع تربودن نیست هم چنین لازم نیست که ازفصوص قبیله بن هاشم باشد۔

ترجمہ: امام کی شرائط میں سے معصوم ہونا،علم غیب کا جاننا، ہوشیار اور تمام لوگوں سے شجاع ہونا نہیں ہے اور ایسے ہی یہ ضروری نہیں کہ امام قبیلہ بنی ھاشم سے ہی ہو۔[۵۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسمعوا واطیعوا وان امر علیکم عبد حبشی کان راسه زبیبه. (بخاری و مسلم عن انسؓ)

''سنو اور اطاعت کرو، اگر چہ تم پر ایک حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جو گھنگریالے بالوں والا ہو۔''

امیدوار امیر کے لیے مسلمان اور مسلمانوں میں سے نہایت پرہیز گار ہونے کی شرط کے علاوہ......جس کا مطلب بظاہر یہ ہوا کہ اسے بالغ، دانش منداور کردار میں بلند ہونا چاہیے......شریعت نے اس منصب کے لیے اور کوئی شرط نہیں لگائی۔نہ انتخاب کا کوئی خاص طریقہ تجویز کیا، نہ انتخاب کرنے والوں کی کوئی حد مقرر کی۔لہٰذا یہ تمام تفصیلات ملت کو وقت کے تقاضوں اور اپنے بہترین مفاد کے پیش نظر تجویز کرنی چاہییں۔امیر کی معیاد امارت کے مسئلے پر بھی اسی اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مقصد کے لیے چند سال کی مدت مقرر کر دی جائے (اور اس کے دوبارہ انتخاب کا حق بھی باقی رکھا جائے) یا امیر کا منصب اس وقت تک قائم رکھا جائے، جب تک امیر عمر کی ایک مقررہ حد پر نہ پہنچ جائے، بشرطیکہ وہ اپنے فرائض ووفاداری اور مستعدی سے انجام دیتا رہے۔تیسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس عہدہ کو تا حیات اسی کے قبضے میں رہنے دیا جائے، مگر یہ شرط ہر حال میں قائم رہے گی کہ امیر اسی وقت منصب سے دست بردار ہو جائے گا، جب واضع ہو جائے کہ وہ وفاداری سے فرائض انجام نہیں دے رہا یا خرابی صحت اور دماغی کمزوری کے باعث مستعدی قائم نہیں رکھ سکتا۔

منصب امیر کی معیاد کے متعلق اس وسعت کو اس لچک اور لوچ کی ایک اور مثال سمجھنا چاہیے، جو قرآن وسنت کے سیادی قانون میں مضمر ہے۔ [۱]

فالامامة: منصب أيا كان، كامام الفقها، وامام المحدثين، وامام أهل مسجد، وأمام البلد، وأمام الجند و نحو ذلك

عرفنا أن الامامة هى القيادة والرئاسة، ولإمام هو كل من ائتم به قوم واتبعوه فى أقواله وأفعاله، و لكن العلماء عند تعرضهم لتعريف الأمامة فى الاصطلاح عرفوها تعريف الامامة العظمىٰ أو الكبرىٰ، وهى الرئاسة العليا للبلد، اذ فرقوا بين الامامة المطلقة و هى العظمىٰ، و بين الامامة الصغرىٰ، وهى أمامة الصلاة، حتىٰ منع كثير من الفقهاء اطلاق اسم الامامة علىٰ غير الرئاسة العليا للبلد. واذا أريد بها غير الأمامة العظمىٰ فلابد من إضافة و تقييد كأمامة الصلاة، أو الأمامة الصغرىٰ، أو فلان أمام فى الحديث، أو أمام فى الفقه. ونحو ذلك. [۲]

شرط اول:

امیر مملکت مسلمان ہو کیونکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق نظام حکومت چلانے کے لیے وہی شخص مستحق ہو سکتا ہے جو رسول کریمؐ پر ایمان رکھتا ہو اور یہ ناممکن ہے کہ آنحضرتؐ کا منکر آپ کا خلیفہ بنے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ یَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُولَ وَاُولُوا الامرِ مِنْكُمْ ۔[۳] اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی تابعداری کرو اور رسول کی اپنے میں سے صاحب امر کی تابعداری کرو۔

اس آیت کریمہ میں منکم کا لفظ اس بات پر صریح النص ہے۔ مسلمانوں کا خلیفہ انھی میں سے ہوگا۔ وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى المومنين سبيلاً اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مسلمانوں پر فوقیت رکھنے کو ہرگز روا نہیں رکھے گا۔

تمام امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر خلیفہ مرتد ہو جائے تو اس کا عزل اور اس سے قتال وجدال مسلمانوں پر واجب ہے۔ جو شخص ابتدا ہی سے کافر ہو وہ مسلمانوں کا خلیفہ کیسے بن سکتا ہے۔

شرط دوم:

خلفیہ کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ ہو اس لیے شرعاً مجنوں اور نابالغ کے کسی تصرف پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

شرط سوم

جسمانی نقص نہ ہو۔

خلیفہ جسمانی نقص نہ رکھتا ہو۔جس وجہ سے وہ فرائض منصبی اچھی طرح سرانجام نہ دے سکے۔اگر وہ دوران خلافت کسی جسمانی نقص میں مبتلا ہو جاتا ہے۔مثلاً پاگل ہو جائے۔مفلوج ہو جائے۔اندھا ہو جائے وغیرہ۔تو پھر بھی اس کو مسند خلافت سے معزول کر دیا جائے گا۔قرآن مجید میں آتا ہے۔ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰہُ عَلَیۡکُمۡ وَ زَادَہٗ بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ یقیناً اللہ نے تمہارے مقابلہ میں اس کو چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی ہے۔۴؎

یہ آیت اس بات پر اشارۃ النص ہے۔خلیفہ کے لیے حواس اور اعضا کی سلامتی ضروری ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ نقص سے ایک تو کارکردگی پر اثر پڑتا ہے۔دوم دوسروں کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

شرط چہارم: کفالت

کفایت سے مراد سیاست حاضرہ اور زمانہ کے جدید تقاضوں کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ارشاد الٰہی ہے۔ وَ اٰتَیۡنٰـــــہُ الۡحِکۡمَۃَ وَ فَصۡلَ الۡخِطَابِ ۵؎۔یعنی ہم نے داؤد علیہ السلام کو حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی۔

سورۃ بقرہ آیت ۲۴۷ سے جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔خلیفہ کے اندر معاملہ فہمی ژوف نگاہی اور مسائل کے حل کرنے کا ملکہ ہونا چاہیے۔

شرط پنجم: علوم دینیہ کا ماہر

خلیفہ کے لیے علوم دینیہ کا ماہر ہونا ضروری ہے تا کہ کلیات شرعیہ کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کر سکے اور لاعلمی کی بنا پر حدود شروع سے تجاوز نہ کرے۔

شرط ششم:

تقویٰ، عدل اور امانت

امیر متقی عادل اور امین ہونا چاہیے۔قرآن مجید میں آتا ہے. اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۔اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور محترم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ.۶؎

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے اہل کے سپرد کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''امانات'' سے مراد حکومت کی باگ ڈور ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کیجیے۔ میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔۷۷

شرط ہفتم

شجاعت۔ خلیفہ کا شجاع ہونا ایک ناگزیر شرط ہے تاکہ دشمن کے حملے کے وقت جہاد کا جوش پیدا کر سکے۔

مسلمانوں کے کام میں جو شرائط ہیں ان میں سے کچھ تو فقہاء کے ہاں متفق علیہ اور کچھ مختلف فیہ ہیں۔ الاسلام یہ شرط فقہاء کے ہاں متفق علیہ ہے۔ جائز نہیں ہے کہ کوئی کافر اسلامی ریاست کا سربراہ ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کی املامت کا تقاضا ہے کہ کافر اسلام کی اشاعت وحمایت کرے۔ نیز امت کے مفادات کا تحفظ کرے۔۷۸

امام کے لیے ضروری ہے کہ اس میں عدالت تمام شرطوں کے ساتھ پائی جائے۔۷۹

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی شوریٰ کے ذریعہ سے منتخب ہو۔۸۰

علامہ ابن عابدین الشامی لکھتے ہیں:

''ریاسة عامة فی الدین و الدنیا خلافة، عن النبیؐ''۸۱

خلافت وعمومی وہ عمومی ریاست ہے جو دینی اور دنیاوی امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں کام کرتی ہے۔

خلافت وہ عمومی ریاست ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں اقامت دین کا کام کرتی ہو۔

مسلمانوں کی اصطلاح میں خلافت اور اس کا مترادف امامت ہے خلافت ایک ریاست عامہ ہے۔ جس کا حاصل امور دین و دنیا میں آنحضرت ﷺ کے نائب کے طور پر کام کرتا ہے۔ امامت کا مطلب کسی شخص کا قوانین شرعی کو قائم کرنے اور حدود کی ملت کی حفاظت کرنے کے لیے آنحضرتؐ کا ایسے طریقے سے خلیفہ ہونا ہے کہ تمام اُمت اس کی اطاعت کرے۔۸۲

اللہ تعالیٰ کا ہر نبی مبلغ اسلام کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کا حکمران وہ امامت کی حیثیت سے شریعت اسلامی کو نافذ کرتا ہے۔ سلسلہ نبوت کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسلمانوں کے امام اور حکمران ہیں۔ پیغمبر کی حیثیت

سے آپ کے ہر فرمان، عمل اور فیصلہ کے پیچھے اللہ کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی اتھارٹی کارفرما ہے۔۸۳

الامام هو رئيس الدولة الاسلامية هوبذلک يقابل روساء الدول فی النظم العصرية من ملک أورئيس جمهورية أو مجلس سيادة أونحو ذلک مماتنص عليه الدساتير۔۸۴

پروفیسر نعیم احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ منصب امامت کی چار شرائط ہیں۔۱۔علم،۲۔عدالت،۳۔کفایت،۴۔حواس اور اعضاء کی سلامتی جو رائے اور عمل میں اثر انداز ہو۔۸۵

پروفیسر چوہدری غلام رسول نے شرائط امامت وخلافت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امامت کے اہل افراد کے لیے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔(۱) امیر ملک مسلمان ہوا۔(۲) عاقل و بالغ ہو۔۳۔ضروری جسمانی نقص نہ ہو۔

شیخ ناصر محمد الاصبح لکھتے ہیں:

”والشروط والواجب تواضر ها الامام ثلاثة أيكون قريشا . أن يكون صحيح البدن هوما ضبط بشروط ولاية القضاء۔۸۶

قاضی ابویعلی الاحکام السلطانیہ لکھتے ہیں:

”شروط الامامة العظمی اولاسلامة الحواس (السمع والبصير والنطق) ثانياً سلامة الاعضاء ثالثا الشرط الازمة النسب أن يكون الامام قريشی النسب و هذا الشرط اختلف العلماء فيه علی قولين أساسين بعد أن كان الصحابة رضی اللّٰه عنهم قد اتفقوا علی اشراطه ذهب الجمهورإلی أنه يجب أن يكون الامام قريشاً هو مذهب الحنفية والمالكية والشافية والعنابلة والظاهرية وغيرهم حتی نقل الاجماع علی ذلک.“۸۷

حاصل کلام

مذاہب اسلامیہ میں امام کو کن شرائط امام کا حامل ہونا چاہیے تقابلی جائزہ تحریر کیا جاتا ہے۔امامت عہدہ الٰہی ہے اور اصول دین میں سے ہے۔اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ امام فاسق و فاجر ہو تب بھی عہدہ امامت سے ہٹایا نہیں جا سکتا ہے جبکہ اہل تشیع کے نزدیک امام دین کا محافظ ہوتا ہے۔اور تمام تر افراد میں سے بہادر ہوتا ہے۔امام معصوم ہوتا ہے۔

اہل سنت معتقد ہیں کہ امام کا انتخاب کرنا اور معین کرنا لوگوں پر موقوف ہے اور امام کا انتخاب شوریٰ کے ذریعے سے ہوتا ہے جیسا کے سقیفہ بنی سادہ میں ہوا۔جبکہ اہل تشیع واقعہ خم غدیر کی رو سے بحثیت نص امامت میں نصی دلیل کے تابع ہیں۔لہٰذا جو شخص بھی لوگوں کی طرف سے منتخب ہو اور منتخب ہونے کے بعد اس کی شرائط بھی لوگ منتخب کریں تا کہ ان خاص قواعد و شرائط کے مطابق امام کا انتخاب ہو سکے۔جبکہ اہل تشیع معتقد ہیں امام کا انتخاب کرنا اور شخص معین کرنا خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لیے مکتب امامیہ آئمہ معصومینؑ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں۔اس بارے میں ان کی اپنی ذاتی رائے اور نظریہ نہیں رکھتے۔ اسی وجہ سے بحث امامت اور اس کی شرائط ان کے نزدیک مورد بحث نہیں ہے۔خدا کی طرف سے امام کی شرائط بھی مختص ہیں۔[۸۸]

مسلمانوں کی اصطلاح میں خلافت اور اس کا مترادف امامت ہے خلافت ایک ریاست عامہ ہے۔جس کا حاصل امور دین و دنیا میں آنحضرتﷺ کے نائب کے طور پر کام کرتا ہے۔امامت کا مطلب کسی شخص کا قوانین شرعی کو قائم کرنے اور حدود کی ملت کی حفاظت کرنے کے لیے آنحضرتؐ کا ایسے طریقے سے خلیفہ ہونا ہے کہ تمام اُمت اس کی اطاعت کرے۔

حوالہ جات

١. القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مہ، مآثر الانافة فی معالم الخلافة ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ ج ١، ص ٣٦

٢. سورة الاحزاب٣٣: ١

٣. الجصاص،احمد بن علی،الاحکام القرآن، مصر:المطبعة المصر ١٣٤٧ ، ج٧،ص١٠٨

٤. النساء٤: ١٤١

٥. الجصاص،احمد بن علی،الجامع الاحکام القرآن، مصر:المطبعة المصر ١٣٤٧، ج٥، ص ٣٥٩

٦. شرح النووی، للصحیح المسلم کتب الامارة باب الاستخلاف.

٧. القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مہ، مآثر الانافة فی معالم الخلافة ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ ج ١،ص ٣١

٨. سورة النساء٤: ٣٤

٩۔ ابن جریر طبری، ابو جعفرمحمد بن جریر ،جامع البیا ن تفسیر القرآن ،القاهره،دارلکتب العلمیة ،الطبعة الاولی ،١٤٢٢ھ ،ج٥،ص٥٧

١٠ حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر،تفسیر ابن کثیر،مترجم:مولانا محمد جون گڑھی،لاہور مکتبہ قدوسیہ ٢٠٠٤ء،اشاعت اول،ج٢،ص٣٦١

١١. بحر العلوم، ج٢،ص ٣٥١

١٢. سورة یوسف ١٢: ١٠٩

١٣. زادالمیسر، ج٤،ص ٢٢٨

١٤. صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسریٰ وقیصر.

١٥. شاہ ولی اللّٰہ دهلوی،ازالة الخفاء،مکتبہ دار السلام ، ج ١،ص ١٩

١٦. سورة النساء٤: ٥

١٧. شاہ ولی اللّٰہ دهلوی،ازالة الخفاء،مکتبہ دار السلام، ج ١،ص ١٩

١٨. سورة البقرة٢: ٢٨٢

١٩. شاہ ولی اللّٰہ دهلوی،ازالة الخفاء،مکتبہ دار السلام، ج ١،ص ١٨

٢٠. سورة البقرة٢: ١٧۔١٨

٢١. سورة البقرة٢: ٢٥٧

۲۲. شاہ ولی اللہ دھلوی،ازالۃالخفاء،مکتبہ دارالسلام، ج ۱،ص ۱۹ . ۲۰

۲۳. سورۃ البقرۃ۲:۲۸۲

۲۴. بحرالعلوم، ج ۱،ص۲۳۷

۲۵. القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مہ، مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ ج ۱،ص ۳۵

۲۶. ایضاً

۲۷. شاہ ولی اللہ دھلوی،ازالۃالخفاء،مکتبہ دارالسلام ، ج ۱،ص ۱۹

۲۸. سورۃ البقرۃ۲:۱۲۴

۲۹. الجصاص،احمد بن علی،الجامع الاحکام القرآن، مصر:المطبعۃ المصر ۱۳۴۷ ، ج ۱،ص ۶۹

۳۰. ایضاً، ج ۱،ص ۷۰

۳۱. سورۃ البقرۃ۲:۲۸۲

۳۲. شاہ ولی اللہ دھلوی،ازالۃالخفاء،مکتبہ دارالسلام، ج ۱،ص ۲۰

۳۳. ایضاً

۳۴. القرطبی، شمس الدین محمدبن احمد،الجامع الاحکام القرآن، دارالکتب العربیۃ، مصر،۱۹۶۷ء، ج ۱،ص ۲۵۷

۳۵. شاہ ولی اللہ دھلوی،ازالۃالخفاء،مکتبہ دارالسلام، ج ۱،ص ۲۰

۳۶۔ تاریخ دعوت وعزیمت، ج۶،ص۵۵۰

۳۷. القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مہ، مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ ج ۱،ص ۳۷

۳۸. غیاثی،ص ۸۹

۳۹. الجصاص،احمد بن علی،الجامع الاحکام القرآن، مصر:المطبعۃ المصر ۱۳۴۷، ج ۱،ص ۲۵۷

۴۰. شرح الفقہ الاکبر،ص ۱۴۸

۴۱. سورۃالزمر ۳۹:۹

۴۲. سورۃ البقرۃ۲:۲۴۷

۴۳. شاہ ولی اللہ دھلوی،ازالۃالخفاء،مکتبہ دارالسلام، ج ۱،ص ۲۰

۴۴. ایضاً

۴۵. غیاثی،ص ۸۴

۴۶. الجصاص،احمد بن علی،الجامع الاحکام القرآن، مصر:المطبعة المصر ۱۳۴۷، ج ۱،ص ۳۵۷

۴۷. اکمال اکمال العلم، ج ۶،ص ۴۹۰

۴۸. الجصاص،احمد بن علی،الجامع الاحکام القرآن، مصر:المطبعة المصر ۱۳۴۷، ج ۱،ص ۳۵۷

۴۹۔ ابن خلدون،عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمہ وتاریخ، بیروت: دارالفکر،۱۹۸۸ء ج ۱ص ۱۶۱

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ تفتازانی،سعدالدین، شرح المقاصد، ج ۵،ص ۲۹۱

۵۲۔ القشیری،مسلم بن حجاج ،صیحح مسلم شریف ،مترجم مولانا وحید الزمان،کتاب الامارة، باب وجوب اطاعة الامیر،لاهور: ناشر خالد احسان پبلشرز ۲۰۰۴ء،ج۵،ح۴۷۴۷،ص۱۱۴

۵۳۔ ایضاً،ح ۴۴۴۸

۵۴۔ ایضاً،ح ۴۴۴۱

۵۵۔ ایضاً،ج ۵،ح ۴۴۵۷

۵۶۔ سورةالنساء ۵۹:۴

۵۷۔ البخاری،ابو عبدالله، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری شریف، مترجم علامه وحید الزمان ،لاهور:مکتبه رحمانیه اقراء سنٹر اردو بازار، باب السمع وطاعة للامام،ج۳،ح۲۱۰

۵۸۔ ابن خلدون،عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون،حصہ اول،فصل ۲۷،ص ۳۲۴

۵۹۔ سورة النساء ۵۹:۴

۶۰۔ القشیری،مسلم بن حجاج ،صیحح مسلم شریف ، کراچی:مطبوعہ نور محمد اصح المطابع،۱۳۷۵ھ، ج ۲،ص ۱۲۸

۶۱۔ ایضاً،ج ۵،ص ۳۴۔۲۳۳

۶۲۔ خضری بک،محمد، کتاب سیرۃ الخلفاء،ترجمہ اتمام الوفافی سیرۃ الخلفاء،مترجم ساجدالرحمٰن کاندھلوی،کراچی: قرآن محل مولوی مسافر خانہ،ص ۱۷

۶۳۔ ندوی،ظفرالدین،مصباحی،مولانا،اسلام کا نظام امن،کراچی: سعید کمپنی ادب منزل باھو،۱۹۹۱ء،ص ۹۷

۶۴۔ محمد تجانی سماوی،ڈاکٹر،اہل الذکر،مترجم نثاراحمد زین پوری،ایران: انتشارات انصاریان،اشاعت پنجم،۱۳۳۵ھ، ص ۱۱۲

۶۹۔ مجلسی، محمد باقر، علامہ، حق الیقین، تہران: مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، ۱۳۵۷ھ، ج۱، ص۲۷۹

۷۰۔ باقلانی، ابوبکر، التمہید، ص۱۸۱

۷۱۔ علامہ محمد اسعد، اسلام میں ریاست اور حکومت کے بنیادی اصول: مترجم ایم اے گل لاہور آگہی پبلی کیشنز۔ ص۱۰۴

۷۲۔ (۱) الدکتور صبحی الصالح: النظم الاسلامیة، بیروت، دار العلم للملایین، طبعة ثانیة ۱۳۸۸ھ، ص ۲۹۱

(۲) علی منصور: نظم الحکم و الادارة فی الشریعة الاسلامیة، مطبعة مصر، طبعة أولیٰ ۱۳۸۴ھ، ص ۲۱۶

۷۳۔ سورۃ النساء۴:۵۹

۷۴۔ سورۃ البقرۃ ۲:۲۴۷

۷۵۔ سورۃ ص ۳۸:۲۰

۷۶۔ سورۃ النساء۴:۵۸

۷۷۔ سورۃ یوسف۱۲:۵۵

۷۸۔ ڈاکٹر سعود سلمان، اسلام کا سیاسی نظام، مترجم خدا بخش کلیار، لاہور نشریات اُردو بازار، اشاعت اول، ۲۰۰۱ء، ص۸۳

۷۹۔ علامہ رشید رضا، الخلافة او لاخامسة العظمی کا اُردو ترجمہ محمد سعید، کراچی، مطبع سعیدی، ص ۴۰

۸۰۔ جاوید احمد، اسلام کا سیاسی نظام، لاہور، المطبعة العربیة، ص ۳۸

۸۱۔ ابن عابدین الشامی، الفتاویٰ الشامیۃ، کوئٹہ مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۲ء، باب الامامۃ ج۱ ص۵۱۱

۸۲۔ شیخ علی عبدالرزاق، اسلام اور اصول حکومت مترجم راجہ فخر ماجد، لاہور اظہر سنز ۱۹۹۵ء، اشاعت اول، ص۲۶

۸۳۔ طالب حسین سیال، مسلمانوں کا نظام شوریٰ، راولپنڈی بک سنز، ص۴۳

۸۴۔ وصفی مصطفیٰ کمال الدکتور، النظم الاسلامیہ، القاہرہ مکتبۃ وھبۃ، ص۲۳۳

۸۵۔ نعیم احمد صدیقی، اسلام کا نظام سیاست و عمرانیات لاہور، علمی کتب خانہ، ص۲۷

۸۶۔ شیخ ناصر محمد الاصبح، النظم الاسلامیة و الدشوریة، القاهرة مکتبه وهبة، ص ۳۳۸

۸۷۔ قاضی ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ، ۱۹۹۴ء، ص۲۱

۸۸۔ علی حید رنقوی، ادیان عالم میں فرقہ ہائے اسلام کا تقابلی جائزہ، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر، ۱۹۷۲ء، ص۱۰۵

فصل سوم

صفاتِ امامت......تقابلی جائزہ

صفات امامت......تقابلی جائزہ

مذاہب اسلامیہ میں صفات امامت میں تطبیق کے امکانات کیا ہیں اس فصل میں تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے۔

والخلافة النيابة عن الخير اما لغيبة المنوب عنه واماالموته واما لعجزه واما تشريف المستخلف وعلى هٰذا الوجه الاخير استخلف اللّٰه اوليأئه فى الارض، وهوالذى جعلكم خلائف الارض و قال ياداؤد انا جعلناک خليفة فى الارض...... وجعلكم خلفاء من بعد قوم نوحٍ[1]

خلافت کا معنی ہے کسی شخص کا قائم مقام ہونا اور اس کی چار قسمیں ہیں (۱) اصل شخص کے غائب ہونے کی وجہ سے دوسرا اس کا قائم مقام ہو۔ (۲)۔اصل شخص کی موت کے بعد دوسرا شخص اس کا قائم مقام ہو۔ (۳)۔اصل شخص کے عاجز ہونے کی وجہ سے دوسرا اس کے قائم مقام ہو۔ (۴) دوسرے شخص کو اپنی نیابت سے مشرف کرنے کے لیے اس کو اپنا قائم مقام بنایا جائے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کو زمین پر اسی آخری وجہ سے خلیفہ بنایا ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس ذات نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، نیز فرمایا: اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور فرمایا ہم نے تم کو قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

علمهم فوق علم أهل زمانهم ، فى قوله تعالى : ﴿ اَفَمَنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى فَمَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴾[2]

ترجمہ: تو پھر جو حق کی راہ دکھاتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود اپنی راہ نہیں پہچانتا جب تک کہ اس کی رہنمائی نہ کی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

﴿ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ﴾[3]

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جسے حکمت دی جائے گویا اسے خیر کثیر دیا گیا ہے۔

و قوله فى طالوت :﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِى الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ وَاللّٰهُ يُؤۡتِىۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾[4]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے تمھارے حق میں اسے منتخب کیا ہے۔اور اسے علم اور جسمانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی

بادشاہی جسے چاہے عنائت کرتا ہے۔

محافظ شریعت ہونا

امامت کی صفات میں سے ایک اہم ترین صفت محافظ شریعت ہونا ہے۔شریعت کی کما حقہ حفاظت کرنا یہ رسول مقبولؐ کے نائب و جانشین اور آپ کے خلیفہ کی شان ہے۔جو لوگوں کا ہادی پیشوا اور رہبر ہوتا ہے۔جس کا تا قیامت ہر زمانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔شریعت اسلام کے تمام رموز او قاف سے واقف ہو،رسول خدا کے بعد حکومت الٰہیہ کا سہرا خلیفہ رسولؐ ہی کے سر پر ہے جو کہ اسلامی سلطنت کا مالک ہوتا ہے اور ہر شخص پر اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔

رحلت ہادیء کائنات جناب رسالت مآبؐ کے بعد دین اسلام کی حفاظت کے لیے ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو قرآن و حدیث کا مکمل علم رکھتا ہو۔قرآن و حکمت کی تعلیم محافظِ دین کے فرائض میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں رسول اکرمﷺ کی ذات بابرکات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [5]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا مومنین پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے نفوس میں سے یعنی انسانوں میں سے ایک برگزیدہ انسان کو منتخب کر کے ان میں ہی رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔جو ان کے سامنے آیات الٰہیہ کو پیش کرتا ہے اور ان کے نفوس کا تذکرہ کرتا ہے۔ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [6]

ترجمہ جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم انسانوں میں سے جو تمھارے اوپر میری آیات پیش کرتا ہے۔اور تمھارا تذکیہ کرتا ہے اور تمہیں قرآن و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اور تمہیں بعض ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [۷]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کی نوع انسان کے افراد میں سے ہی ہے وہ ان پر اللہ تعالی کی آیات پیش کرتا ہے اور ان کو پاکیزہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور ان کو قرآن وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾ [۸]

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہماری اس ذریت کی مسلم جماعت میں سے ایک رسول مبعوث فرمانا جو ان پر تیری آیات پیش کرے گا اور ان کو کتابِ قرآن کی حکمت کی تعلیم دے گا۔اور ان کو پاکیزہ کرنے کی کوشش کرے بے شک تو غلبہ رکھنے والا صاحب حکمت ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ بے شک قرآن پاک اور حکمت کی تعلیم دینا آپ ﷺ کے فرائض میں سے ہوگا۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ﴾ [۹]

ترجمہ: اور ہم نے تیری طرف ذکر کو یعنی قرآن کریم کو اس لیے نازل کیا۔تو لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کرے جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ دین کا محافظ کے مل کے لیے شریعت کا پوری طرح پابند ہونا ضروری ہوتا ہے۔ وہ دینِ اسلام اور شریعت مصطفویہ ﷺ کا ادراق رکھنے والا ہو کہ اس سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی ہو جس کے لحاظ سے اسے فاسق اور گنہگار قرار دیا۔[۱۰]

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴾ [۱۱]

ترجمہ: یہ عہدہ (امامت) ظالمین کے لیے نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ امام کے بارے فرماتے ہیں:

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ﴾ [12]

ترجمہ: ہم نے انہیں پیشواء بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔ہم نے انہیں اچھے کام کرنے کی وحی کی ہے۔

اشجاع الناس

امام کی صفات میں سے ایک اہم ترین صفت اشجاع الناس ہونا ہے۔روایت میں ہے۔حضرت امام جعفر صادقؓ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضروری ہے کہ امام تمام لوگوں میں سے شجاع ترین ہو۔[13]

ایک اور حدیث میں ملتا ہے کہ امام بزدل نہ ہو بلکہ مسئلہ موت اور شہادت کو دل سے قبول کرنے والا ہو۔[14]

امام کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے

امام کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے۔جیسا کہ امام حسینؓ اس کو ضروری سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والعمری ماالامام الالحاکم باالکتاب [15]

ترجمہ: مجھے اپنی جان کی قسم ہے کوئی شخص امام نہیں ہوسکتا مگر وہ جو کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے۔

اور مزید اس وقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

ألدائن بدین الحق الجابس نفسه علی ذلک۔[16]

ترجمہ: امام کو چاہیے کہ دین حق اس کا مقصد ہو اور اپنی خواہشات پر کنٹرول رکھے۔

مہربان اور سیاست دان ہو

امام کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ نرم خو ہو اور سیاسی امور کا بھی ماہر ہو۔

امام امت کے لیے ایک سایہ دار درخت کی مانند ہے اور برسنے والے بادل کی طرح مہربان ہوتا ہے،نرمی اور شفقت امام کی صفات میں سے اہم ترین صفت ہے۔

حضرت رضا رحمہ اللہ امام کی وفات کے بارے میں ایسے فرماتے ہیں:

أشفق علیهم من آباء هم و امّهاتهم [۱۷]

ترجمہ: امام لوگوں پر ان کے ماں باپ کی نسبت زیادہ مہربان ہوتا ہے۔

اور اپنی تدبیر سے معاشرے کی رہنمائی کرتا ہے۔سنگین الٰہی مسئولیت کی انجام دہی میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے لہٰذا فرمایا۔

عالم باالسیاسیة و قائم بالریاسة و یکلم الناس بکل لسان و لغة [۱۸]

ترجمہ: امام سیاست کا عالم ہوتا ہے، ریاست کو قائم کرنے والا ہوتا ہے اور امام زبان اور لغت کو بھی جانتا ہو۔[۱۹]

زہدوسادگی

امام کی صفات میں سے ایک زھد اور دنیا سے بے رغبتی ہے۔

و اللہ ماکانت لی فی الخلاقة راغبة۔ [۲۰]

ترجمہ: خدا کی قسم میں خلافت میں کوئی رغبت نہیں رکھتا اپنے ٹانکوں کے ذریعے سے مرمت شدہ لباس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

و اللہ لقدر رقعت مدرعتی هذه حتی استحیت من راقعها. [۲۱]

ترجمہ: خدا کی قسم اس قدر اس لباس کو ٹانکے لگوا چکا ہوں کہ اب ٹانکے لگانے والے شرم محسوس کرتے ہیں ان کے پاس پھر اس کام کے لیے جاؤں۔

قال رسول اللہ ﷺ لا یجدالرجل حلاوة الایمان حتی لا یبالی من أکل الد نیا۔ [۲۲]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا انسان اس وقت تک ایمان کی مٹھاس کو نہیں پا سکتا جب تک کہ دنیا سے بے رغبت نہ ہو جائے۔

حق کو پہچاننا اور حق پر چلنا

امام کی اہم ترین صفت یہ ہے کہ وہ حق کو پہچانتا بھی ہو اور امت کو بھی حق کی راہ پر چلنے کی ہدایت کرے۔

جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ما شککت فی الحق مزرأیته [۲۳]

ترجمہ: کہ جس وقت سے مجھے حق کی پہچان ہوئی اس وقت سے اب تک میرے اندر شک وتردید کی راہ پیدا نہیں ہوئی۔

اسی طرح فرماتے ہیں:

ولا ضل لی و لا ضللت [۲۴]

ترجمہ: نہ میں خود گمراہ ہوا نہ کوئی میرے ذریعے سے ہوا۔

حق کی راہ میں ڈٹ جانا

امام کی صفات میں سے ایک صفت حق کی راہ میں ڈٹ جانا بھی ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

و انی لمن قوم لا تاخذ هم فی الله لو مة لائم [۲۵]

ترجمہ: میں ایسی قوم سے ہوں ہرگز سرزنش کرنے والوں کی ملامت مجھ پر اثر نہیں کرتی۔

کسی بھی طرح کی کوئی مشکل ہو مصائب کو برداشت کرنا منصب امامت کی عام صفت ہے۔تاریخ اسلام میں ایک ایسی بہت سی ہستیاں موجود ہیں جنھوں نے حق کی راہ میں ڈٹ کر دشمنانِ اسلام کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔آپ تاریخ اسلام کے ایک عظیم سپہ سالار ہیں جن کی دشمن بھی تعریف کرتے تھے۔جنھوں نے حق کی راہ میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اسلام کا پرچم سربلند کیا۔

عدل وانصاف

عدل وانصاف امامت کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے۔حقیقی امامت کے نظریہ کو اُجاگر کرنے کے لیے امام حسینؓ خلیفہ یا حاکم عادل کے معیار کو یوں بیان کرتے ہیں۔

’’امامت کا حقدار وہ ہے جو کتاب خدا پر عمل کرئے عدل انصاف کرنے والا ،حق کا پابند اور جو اپنی ذات کو حق تعالیٰ کے لیے وقف کرئے۔کتاب خدا پر عمل کرنے والا حاکم عادل کبھی ناحق حکم نہیں دیتا۔امام کی عدالت ہی معاشرے کو عدل وانصاف پر قائم کرسکتی ہے‘‘۔[۲۶]

عدل کے متعلق حضرت کے چند اقوال نقل کئے جا رہے ہیں جو عبدالواحد الآمدی التمیمی نے اپنی کتاب غرر الحکم ودررالکلم میں تحریر کئے ہیں۔

العدل حیاۃ الاحکام — عدل احکام کی زندگی ہے۔ [۲۷]

العدل حیاۃ — عدل زندگی ہے۔[۲۸]

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے قول حیی الارض بعد موتھا کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

" لیس یحیھا بالقطر ولکن یبعث اللہ فیحیون العدل فتحی الارض لأحیا العدل ، و لاقامۃ الحد اللہ انفع فی الارض من القطر اربعین صاحبا" [۲۹]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ زمین کو (صرف) بارش کے قطروں سے زندہ نہیں کرے گا۔ (زمین کو زندہ کرنے کے لیے) لوگوں کو مبعوث کرے گا۔ جو عدل کو زندہ کریں گے۔ پھر زمین زندہ ہو جائے گی۔ عدل کے زندہ ہونے سے اور حدود اللہ کے قیام سے زمین سے فائدہ حاصل کیا جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کا صحیح طور سے اگر وہ اقتدار کی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے عدل کا مدعی ہے۔لیکن ان میں سے کون سچا ہے؟ اس کا معیار کیا ہے؟ کون عدل پسندی کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جس کی بات حجت ہو۔ اصولاً عدل کا سرچشمہ کیا ہے؟ عدل کی نمود انسان کی باطن سے ہے یا اس کے وجود کے باہر سے؟

ان تمام سوالوں کا صرف ایک ہی جواب ہے وہ یہ ہے کہ عدل انسان کے باطن سے نمود حاصل کرتا ہے اس کا سرچشمہ صرف ایمان ہے۔اور دوسری شاخیں اسی سرچشمہ سے نکلی ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت علیؑ ایک خطبہ میں مومن کی صفات بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا ہے :

﴿ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ ﴾ [۳۰]

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ ہی اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

اب اللہ کے علاوہ کسی اور کو کما حقہ علم نہیں کہ رسالت کا حق دار کون ہے۔ ہر نبی اور امام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت کا استحاق عطا کیا ہے انبیا کرامؑ اپنے جانشین کے لیے دعا مانگتے جو قبول ہوتی اس لیے امامت عہدہ منصوص من اللہ ہوتا ہے۔[۳۱]

امام علی رضا صفات امام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"Imam Ali Raza A.S tells us that he has to be the most knowledge among people, the most

wise the most pious the most courageous, the most generous, and the best in worshipping the God."

صفات امام کا تذکرہ سورہ الفرقان کی آیات ۶۳ تا ۷۲ میں کیا گیا ہے۔

ذیل میں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ مومن کامل ہو۔ ۲۔ تمام اعمال صالح پر عامل ہو۔

۳۔ ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ دین الٰہی کا پابند ہو۔

۴۔ دین کی جڑیں جنگی معاملات اور سخت ترین حالات میں مضبوط کرے۔

۵۔ احکام شریعت کو نافذ کرے۔ ۶۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

۷۔ امام اللہ کے غلام ہوں۔ ۸۔ چال منکرانہ نہ ہو۔

۹۔ اسراف وتبذیر سے کام لے ۱۰۔ نفسانی خواہش کا اتباع نہ کرے۔

۱۱۔ منافق اور غیر مسلم کی رائے پر عمل نہ کرے۔

۱۲۔ لغویات سے پرہیز کرے۔

۱۳۔ عمل صالح کا پابند ہو۔ ریاست اسلامیہ کے حکمران میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔

اہل سنت کے مشہور عالم دین علامہ غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) صفات امام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک خلیفہ (امام) کے لیے ان صفات کا ہونا ضروری ہے

أن علماء الإسلام حصر و اصفات الإمامة فی عشر صفات هی ست منها خليفة لا تكسب و أربع منها لكتسب أويفيد الإكتساب فيها مزيدا. فأما الست الخليفة و لا شک فی حضورها و لا تتصور المجاهدة فی وجودها وهی علی النحو التالی.

ترجمہ: علمائے اسلام نے امامت کی صفات کو دس میں منحصر کیا ہے جن میں سے چھ خلقی ہیں جس کا کسب نہیں ہوسکتا اور چار کسبی ہیں جن کا کسب ہوسکتا ہے یا کسب سے بڑھ سکتی ہیں۔

وہ چھ صفات جو خلقی ہیں اور ان کے حضور اور وجود میں کوئی شک نہیں ان کے وجود سے انکار کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں

البلوغ: **فلا تنعقد الإمامة لصبی لم يبلغ.**

ترجمہ: پہلی صفت بلوغت ہے لہٰذا نابالغ کی امامت درست نہیں۔

العقل: **ولا تنعقد لمجنون فإن التكليف ملاک الأمر و عصامه ولا تكليف علی صبی و مجنون.**

دوسری صفت عقل ہے لہذا مجنون کی امامت درست نہیں، اس لئے حکم کی بنیاد مکلّف پر ہے اور نابالغ اور مجنون مکلّف نہیں۔

الحریةفلا تنعقد الإمامة لرقیق فإن منصب الإمامة یستدعی استغراق الأوقات فی مهمات الخلق لکیف ینتدب هو فی حق نفسه الجود لما لک یتصرف تحت تدبیره و تسخیره .

ترجمہ: تیسری صفت آزادی ہے لہٰذا غلام کی امامت درست نہیں کیونکہ منصب امامت کا تقاضا ہے کہ امام اپنے تمام اوقات کو عوام کی خدمت میں لگائے لہٰذا ایسا کوئی شخص کیسے امام بن سکتا ہے جو خود اپنے حق میں گم شدہ اور مالک کی تدبیر وتابعداری میں تصرف کرتا ہو۔

الذکورية.فلا تنعقد الإمامة لإمرة وإن اتصفت یجمع صفات الکمال و خصال الإستقال و کیف تترشح إمرأة لمنصب الإمامة و لیس لها منصب القضاء ولا منصب الشهادة فی أکثر الحکومات.

ترجمہ: چوتھی صفت یہ ہے کہ مرد ہو، عورت کی سربراہی صحیح نہیں اگرچہ وہ سربراہی کی تمام صفات کمال سے آراستہ ہو استقلال کی ساری صفات اس میں موجود ہوں۔عورت کیسے امامت کی اہل ہوسکتی ہے؟ جب کہ اکثر فیصلوں میں وہ قاضیہ نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس کی گواہی اکیلے مقبول ہے۔[۳۲]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(لن یفلح و قوم و لو أمرهم إمرأة) [۳۳]

ترجمہ: وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جو اپنے معاملات عورت کے سپرد کرے۔

هذا یدل علی أن الولایة للرجل لیس لنساء فیها مدخل بالإجماع۔[۳۴]

ترجمہ: اسی حدیث میں دلیل ہے کہ ان حکام کی اطاعت واجب ہے کہ غلبے کے ساتھ حاکم بن گئے ہو بدون اجماع یا استخلاف سے۔

اسی طرح اسی حدیث کے تذکرے کے بعد علامہ ابن عربی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذا نص فی أن المرأة لا تکون خلیفة ولا خلاف فیه۔ [۳۵]

ترجمہ: یہ حدیث شریف اس کے بارے میں صریح ہے کہ عورت حاکم نہیں بن سکتی اور اسی بات سے کوئی مخالف نہیں ہے۔(اسی پر اجماع امت ہے)

امام فخر الاسلام بزدویؒ لکھتے ہیں:

ومن أنكر الإجماع فقد ابطل الدين كله لأن مدار أصول الدين كلها و مرجعها إلى إجماع المسلمين۔ [۳۶]

ترجمہ: جو اجماع سے منکر ہیں درحقیقت مکمل دین سے منکر ہیں کیونکہ دین کے تمام اصولوں کے دارومدار مسلمانوں کے اجماع پر ہے۔

نسب قريش لا بدمنه لقوله عليه الصلوة والسلام : الأئمة من قريش

ترجمہ: پانچویں صفت یہ ہے کہ قریش سے ہو کیونکہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ امام قریش سے ہونگے۔

شاہ ولی اللہ متوفی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

اما آنکه قریشت خلافت اختیاریه است و لیس الکلام فی الخلافة الضروریة. [۳۷]

قریشی ہونا اس وقت شرط ہے کہ اہل حل وعقد کی طرف سے اپنے اختیار کے ساتھ خلیفہ کا چناؤ ہو سکتا ہو۔ اور ہماری بحث اسی خلافت کے متعلق نہیں ہے کہ وہ ضرورت کے بنیاد پر قائم کر دیا گیا ہو۔(کوئی شخص خود بخود خلیفہ بن گیا ہو)

سلامة حاسة السمع و البصر إذلا يتمكن الأعمى والأصم من تدبير نفسه فكيف يتقلد عهدة العالم و لذلک لم يستصلحا لمنصب القضاء و هذا يتبين لنا أن هذه الصفات الست غريز لا يمكن إكتسابها. [۳۸]

چھٹی صفت یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے کی قوت صحیح ہو کیونکہ اندھا اور بہرا اپنی تدبیر پر قادر نہیں تو پورے عالم کی ذمہ داری کیسے اٹھا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اندھے اور بہرے قضاء کے منصب کے اہل نہیں۔

کسبی صفات

خلفیہ اور اسلامی حکومت کے سربراہ کی بعض صفات کسبی ہیں۔

امام غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

أما الصفات المكتسبة فهي النجده : المقصود بالنجدة هو ظهور الشوكة ، وو فور العدة ، والا ستظهار بالجنود م و عقد الألوية و البنود ، والاستمكان بتضافر الأشياع ، والإبتاع من قمع البغاة والطغاة ، و مجاهدةالفكر و العتاة ، وتطفئة ثائرة الفتن ، و حسم مواد المحن قبل أن يستظهر شرورها ، ويبشر ضررها۔ [۳۹]

ترجمہ: صفات کسبی یہ ہیں کہ وہ بہادر ہو اور بہادری سے مقصود یہ ہے کہ جنگ میں بہادری دکھائے ،قوت ظاہر کرے، مخالفین کے ساتھ مقابلہ کرے اور جہاد کے اسباب برابر کرے ، جہادی امراء کو بھیجتے وقت پرچم دے ، سرکشوں اور باغیوں کو اپنے معاونین کی مدد سے قابو کرے۔

سرکشوں کے ساتھ مجاہدہ کرے، فتنوں کی تیزی اور اسباب کو ختم کرے اس سے پہلے کہ ان فتنوں کی تیزی ظاہر ہو اور ان کے نقصانات پھیلیں۔

الکفایة: تقوم هذه الصفة عند الغزالیؒ علی رکنین هما الفکر و التدبیر ، ثم الاستضاء ة واستطلا ع رأی و هی المشاورة۔ [۴۰]

ترجمہ: دوسری صفت کفایت ہے۔امام غزالیؒ کے نزدیک دو ارکان پر قائم ہے۔ ایک فکر اور تدبیر اور دوسرے اس فکر اور تدبیر کو روشن کرنا، رائے لینا جو اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ سے عبارت ہے۔

الرکن الأول : فالفکر و التدبیر شروطهما الفطنة و الذکاء۔ [۴۱]

ترجمہ: پہلا رکن فکر اور تدبیر ہے جس کے لئے مہارت، ہوشیاری اور ذہانت صفت ہیں۔

الرکن الثانی : و هو الاستضاء ة بخاطر ذوی البصائر ، ااستطلا ع رأی أولی التجارب علی طریق لمشاورة، و بمجموع هذین الأمرین یفهم مطلوب الکفایة فإن مقصودها إقامة تناظم الأمور الدینیة و الدنیویة ولا یستدل علی کفایة الملوک شیء سوی انتظام التدبیر ، وحسن الرأی فی إختیار المشیر والوزیر. [۴۲]

ترجمہ: دوسرا رکن مشورہ کے طریقے سے تجربہ کار لوگوں کی رائے لینا اور اہل بصیرت کی فکر ونظر سے روشنی حاصل کرنا ہے۔ان دونوں کے مجموعے سے مطلوبہ

کفایت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ کفایت سے مقصود دینی اور دنیوی امور کا انتظام ہے بادشاہوں کی کفایت اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ اپنے لیے اچھے مشیر اور وزیر کا انتخاب کرے۔

الورع هو الأساس والأصل و عليه يدور الأمر كله ، ولا يغنى فيه ورع الغير ، و هو رأس المال ، و مصدر جملة الخصال ولو اختل هذا لم يبق معتصم فى تحقيق الإمامة. ۴۳

ترجمہ: تیسری صفت ورع اور تقویٰ ہے۔ یہ اصل اور اساس ہے اور اسی پر سب امور کا دارومدار ہے۔ اس میں دوسرے کا تقویٰ کام نہیں آتا یہ ورع اور تقویٰ راس المال ہے اور تمام خصلتوں کا مصدر اور اساس ہے۔ اگر اس میں خلل اور نقصان ہو تو امامت کی تحقیق میں کوئی دوسرا مرجع باقی نہیں رہتا۔

العلم يقول لغزالیؒ : أن العلمآ ء قد اتفق رايهم على أن الإمامة لا تنعقد إلا عن نال رتبة الإجتهادوالفتوىٰ فى عللوم الشرع۔ ۴۴

ترجمہ: چوتھی صفت علم ہے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ امامت کا انعقاد اسی کے لئے صحیح ہے۔ جو درجہ اجتہاد پر فائز ہو اور علوم شرعیہ میں فتویٰ دے سکے۔

البتہ یہ شرط ہر زمانے کے لیے نہیں ہے۔ اگر کسی زمانے میں اسی صفت سے موصوف کوئی شخص ناپید ہوتا تو پھر غیر مجتہد اشخاص کا انتخاب صحیح ہے۔

علامہ شاطبیؒ (متوفی ۷۹۰ھ) میں لکھتے ہیں:

أن العلمآ ء نقلو الأتفاق على أن الإمامةالكبرى لا تنعقد إلا لمن نال مرتبة الإجتهاد والفتوىٰ فى علوم الشرع . و هذا صحيح على الجملة ولكن إذا فرض خلو الزمان عن مجتهد يظهر بين الناس وافتقروا إلى إمام يقدمونه لجريان الأكام و تسكين الثائرين والحياطة على دمء المسلمين وأموالهم فلا بد من إقامة الأمثل ممن ليس بمجتهد لأن يترك الناس فوضى و هو عين الفساد والهرج ، و إما أن قدموه فيزول الفسادبتة و لا يبقى إلا فوت الإجتهاد والتقليد كاف بحسبه. ۴۵

ترجمہ: علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بڑی امامت اور خلافت کا انعقاد اسی کے لئے صحیح ہے۔ وہ مرتبہ اجتہاد تک پہنچ گیا ہو۔ اور علوم شرعیہ میں فتاویٰ دے سکتا

ہو۔ان کا یہ قول فی الجملہ صحیح ہے۔لیکن جب ایسا وقت فرض کر دیا جائے کہ مجتہد شخص نا پید ہو (جیسا کہ موجودہ وقت) اور عوام امام کے انتخاب کا محتاج ہو کہ احکام الٰہیہ نافذ کرے کہ مفسدوں کا فساد ختم کرے۔مسلمانوں کے خون اور مال کا تحفظ کرے تو اسی صورت میں یہ لازمی ہے کہ غیر مجتہدین میں سے ایسے شخص کا انتخاب کر دیا جائے دوسروں کی نسبت اس کی استعدادی قابلیت زیادہ ہو مذکورہ شخص کا انتخاب اسی لیے ضروری ہے کہ ہمیں دو قسم کی صورتوں کا سامنا ہے یا تو لوگوں کو بغیر کسی لیڈر کے چھوڑا جائے کیونکہ یہ خود ایک فتنہ وفساد ہے یا غیر مجتہد شخص کو امام کی صفت سے منتخب کر دیا کسی بالآخر فساد کا ازالہ ہو اور صرف کی کا نقصان در پیش ہوگا۔اور اسی مرتبے میں تقلید پر اکتفا کر دیا جاتا ہے۔

ابونصر فارابی صفات امام کے بارے میں لکھتے ہیں:

معیاری ریاست میں امت مسلمہ کے سربراہ کو ''رئیس الاول'' کا نام دیا جاتا ہے۔جو کہ ایک نہایت طاقتور اور فاضل شخص ہو۔اس میں قیادت قوت اور اعلیٰ ذہن ہو۔اوصاف کے اعتبار سے سب سے آگے ہو اس سے عادلانہ نظام قائم ہوگا۔

نظام الملک طوسی کے نزدیک بادشاہ امام مامور من اللہ ہوتا ہے۔اور عوام کو اسے معزول کرنے کا اختیار نہیں ہوتا اگر حاکم مبرا ہے تو عوام کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اس کے لیے سزا ہے اور یقیناً رعایا کے اعمال درست نہیں اور اگر حاکم نیک ہو تو رعایا کو اسے خدا کی طرف سے نیک اعمال کی جزا سمجھنا چاہیے۔[۴۶]

امام کے لیے ایک اہم صفت عقل ہے۔بلوغ کسی انسان کے مکلّف ہونے کے لیے یہ دونوں باتیں بنیادی ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾ [۴۷]

ترجمہ: اللہ تعالی نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی کوئی سبیل نہیں رکھی

شریعت کے احکام کا علم، پرہیز گاری، انصاف پروری ہونا ضروری ہیں۔[۴۸]

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک امام (خلیفہ) کی صفات یہ ہیں

۱۔ خلیفہ مہاجرین اول میں سے ہو۔ ۲۔ بہشت کی بشارت پا چکا ہو۔

۳۔ ولی عہد کا سا برتاؤ کیا ہو۔ ۴۔ وہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے کوشاں رہا ہو۔

۴۔ رسول اللہ سے کیے ہوئے خدا کے وعدے اس کے ہاتھ پر پورے ہوں۔

۶۔ اس کا قول دین میں محبت ہو، تمام امت سے افضل ہو۔[۴۹]

امام مسلمانوں کی ڈھال

امام کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ امام مسلمانوں کی ڈھال ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن ابی هريره رضى الله عنه النبی ﷺ قال انما الامام جنةيقاتل من ورائه و يتقى به فان امر باالتقوى الله عزوجل و عدل كان له بذلک اجرا وان بامر بغيره كان عليه منه ۔[۵۰]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: امام ڈھال ہے اس کے پیچھے مسلمان لڑتے ہیں۔ اس کی وجہ سے لوگ بچتے ہیں تکلیف سے پھر وہ حکم کرنے ڈرنے اور انصاف کرئے تو اس کو ثواب حاصل ہوگا جو اس کے خلاف حکم دے اس پر وبال ہوگا۔

امام عالم ہو

امام غزالیؒ نے امام کے اوصاف تقریباً وہی بتائے ہیں جو کہ علامہ ماوردی نے بتائے ہیں۔ امام کی صفات میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ امام عالم دین ہوتا کہ وہ اجتہاد کرئے اور مشکل سے مشکل معاملات اور مقدمات کا فیصلہ کر سکے۔ امام یا خلیفہ کے لیے دربار میں شجاع ہونا ضروری ہے اس صفت کا مالک کوئی دوسرا ہو تو پھر خلیفہ کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ہے۔ خلیفہ میں نظم و نسق چلانے کی صلاحیت ضروری ہے۔ اگر ماہر اور تجربہ کار افراد موجود ہوں تو پھر یہ صفت خلیفہ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ لیکن امام غزالیؒ اجتہاد کو بھی ہر کام کے لیے ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ دینی مسائل میں علماء سے مدد لے سکتا ہے۔ امام اور خلیفہ میں خوف خدا کا ہونا ضروری ہے امام حالات سے مکمل واقفیت اور رعایا سے بے پناہ محبت رکھتا ہو۔[۵۱]

حاصل بحث

صفات امامت......تقابلی جائزہ

مذاہبِ اسلامیہ میں صفات امام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ امام محافظ شریعت اور پیغمبر اکرم ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔اور امام میں ایسی صفات کا ہونا ضروری ہے جن کا تذکرہ مختصراً کیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ احکامات شریعت کی وضاحت بیان کرے۔اس لیے امام کو تمام دینی و دنیاوی علوم پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے۔اس فصل میں صفات امام کو تقابلی انداز میں ہی تحریر کیا گیا ہے۔اہل تشیع کے نزدیک جن صفات کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور مذاہب اربعہ کا صفات امام کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے اسے بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔امام چونکہ دین کا رہنما ہے اس لیے ابدی صفات کا حامل ہے امامت عہدہ الٰہی ہے اس لیے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ منتخب کرے اس کی صفات بھی اتنی بلند پایہ ہونا ضروری ہیں۔

مذاہب اسلامیہ میں امام کی جن صفات پر تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔اور جن صفات پر اختلاف ہے اس کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔امام اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا امین ہے اور گناہوں سے نجات دلانے والا ہے۔ایک شفیق باپ کی طرح ہے۔اس لیے ملت اسلامیہ کے لیے امام کی اطاعت واجب ہے۔امام مخلوق خدا کے لیے حجت کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی موجودگی ہر زمانے میں ضروری ہے۔

امام محافظ شریعت ہے۔اس لیے امام کو پورے اسلام کا علم کامل ہو،قرآن کا بھی عالم ہو اور حدیث رسول کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہو۔اور شریعت طاہرہ اسلام کے تمام رموز اسرار سے آشنا ہو۔نائب رسول وہی کام سرانجام دے گا جو پیغمبر اکرم ﷺ نے سرانجام دیے۔مذاہب اسلامیہ میں امام کے بارے میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے ان کا تذکرہ تقابلی انداز میں کیا گیا ہے۔ذیل میں اس کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اہلِ سنت کی نظر میں امام کی پیروی ہر صورت میں شرط ہے خواہ وہ عادل ہو یا ظالم البتہ یہ کہ وہ احکام شرع کی مخالفت نہ کرے۔امامت اصول دین میں سے ہے اور نص کی رو سے عہدہ الٰہی ہے۔اسلام نے امام کو قوم کا خدمت گار قرار دیا ہے۔صرف ریاستی اور ملکی سطح پر بلکہ ہر سطح پر امام کا یہی منصب ہے۔[54]

امن وامان کا قیام

شر پسندوں کا قلع قمع ,افواج کا تقرر معاشرے کی بہبود کے لیے اقدامات ,اقتصادیات پر نظر ,معاشی برائیوں کا

خاتمہ ,علوم فنون کی ترویج بھی امام کی صفات کا حصہ ہیں ۔مکتب امامیہ کے نزدیک مندرجہ ذیل صفات ہیں:

۱۔ امام شریعت اور سیاسی امور اور مصلحت سے اچھی طرح آ گاہ ہو۔

۲۔ امام بہادر تر افراد میں سے ہوتا ہے تا کہ جنگ ومشکلات میں ثابت قدم رہے۔

۳۔ گناہوں سے پاک ہو یعنی معصوم ہو۔

۴۔ عوام الناس سے افضل ہو۔

کم فضیلت والے کو زیادہ فضیلت والے پر ترجیح دینا عقلی اور شرعی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔امام کی صفات میں یہ شامل نہیں کہ وہ فاسق اور فاجر ہو چونکہ وہ سید المرسلین کا قائم مقام ہے۔

سید مرتضیٰ عسکری لکھتے ہیں: امام معصوم کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔اہل تشیع کے نزدیک ایک صفت زیادہ ہے کہ امام معصوم ہو۔تمام لوگوں سے فاضل اعلیٰ اور دین میں حجیت ہو,شریعت کی حفاظت کرنے والا ہو، واجبات کو ادا کرنے والا محرمات سے اجتناب کرنے والا ہو,سب لوگوں سے زیادہ جاننے والا دین کا رہنما ہو۔۵۵

نبی ﷺ کے جانشین کے لیے ضروری ہے کہ تمام امور میں امت اسلامیہ کی سربراہی کے لیے استعداد کا حامل ہو جہاں وہ علوم قرآنیہ,معالم دینیہ وسنن نبویہ کا عالم ہو وہاں سیاست ملکیہ وصولت سلطانیہ جیسی اہم صفات رکھتا ہو۔امام کی صفات میں یہ بھی ہے علم اتنا ہونا چاہیے کہ حلال اور حرام کی پہچان کر سکے۔اور اسی طرح باقی احکام کی بھی عدالت اتنی ہونی چاہیے کہ کم از کم اس کی شفاعت قبول کی جاسکے,سیاسی قیادت کرسکتا ہو,کہ امام قریشی ہو۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: الائمة من قریش.۵۶

امام کی اہم ترین صفت یہ بھی ہے کہ کائنات میں سب سے شجاع ترین انسان ہوتا ہے۔حق کی طرف ہدایت کرنے والا ہو۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اَفَمَنۡ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی ۚ فَمَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴾۵۷

ترجمہ: جو حق کی راہ دکھاتا ہے وہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے مگر جو خود ہی رہنمائی نہ پائے۔اس کی رہنمائی کی جائے یعنی جو ہادی ہو اس کی پیروی کی جائے۔اور محتاج ہدایت ہو وہ عہدہ امامت کے لیے کیسے فائز ہوسکتا ہے

پس امام اوصاف باطنیہ وکمالات ظاہریہ سے آراستہ ہو اور دینی قیادت کے لیے اپنے پورے اہل زمان سے افضل ہو۔تا کہ اس کی اطاعت،اطاعت خدا اور سول قرار دی جا سکے۔۵۸

اسلام میں دنیاوی مفادات کو دینی مفادات سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے اسلام میں خلافت سے مراد بھی ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست دونوں کو مدنظر رکھا جائے اور انہیں شرعی اصولوں اور قوانین کے مطابق چلایا جائے۔چنانچہ جو شخص ان شرعی اصولوں اور قوانین کے مطابق دین کی حفاظت کے ساتھ دنیاوی سیاست کا تحفظ کرے گا اس میں ایسے اوصاف کا ہونا ضروری ہے جو اہم کام کی انجام دہی میں اس کے لیے مددگار ثابت ہوں۔قرآن کی مختلف آیات میں خلیفہ کے اوصاف پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے لیے حضور اکرمؐ کی احادیث سے بھی ان صفات کا پتہ چلتا ہے جن کا خلیفہ میں ہونا نہایت اہم اور ضروری ہے۔[۵۹]

خلیفہ کا مسلمان ہونا۔عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کی اہم ترین شرط مسلمان ہونا ہے۔

خلیفہ کے لیے علم،عدالت،کفایت اور ان اعضاء اور حواس کی صحت وسلامتی ضروری خیال کی جاتی ہے جس کا اثر رائے وعمل پر پڑتا ہے۔خلیفہ میں اتنی علمی استعداد لازمی ہونا چاہیے کہ وہ نئے نئے مسائل کا اپنی اجتہادی قابلیت سے فیصلہ کرسکے۔[۶۰]

ڈاکٹر مصطفیٰ کمال وصفی لکھتے ہیں:

"فقال الماوردی انه یختص بعشرة أمور هی حفظ الدین والردعلی المتبدعین وذوی الشهبتة،تنفیذ الاحکام بین المخاصمین و قطع النزاع بینهم (القضاء) واقامة الحدود وحماية البلاد والدفاع عنها، وتهينهاوعمارةالشغور والعصون والجهاد الماندین وحیاته والفی والصرف من بیت المال علی أوجه الاستحقاق وتعین الولاة ونحوهم۔[۶۱]

صفات خلیفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے صدیق اکبرؓ نے آخری بیان فرمایا ہے امر خلافت کا بوجھ وہی اٹھا سکتا ہے جو تم میں زیادہ طاقتور ہو اور اپنے نفس پر قابو پانے والا ہو۔سختی کے موقع پر خوب سخت اور نرمی کے موقع پر خوب نرم ہو اور شوریٰ والے اہل الرائے کی رائے کو خوب جانتا ہو لایعنی میں مشغول نہ ہوتا ہو،علم سیکھنے سے شرماتا نہ ہو۔اچانک پیش آجانے والے کام سے گھبراتا نہ ہو۔حال کے سنبھالنے میں خوب مضبوط ہو اور غصہ میں آکر کمی زادتی کرکے مال میں خیانت بالکل نہ کرے۔ اطاعت خداوندی سے ہروقت آراستہ ہو۔[۶۲]

اسلام اور سیاست اور دینی احکام کو نافذ کرنے والا سمجھا جائے گا۔

"ان طاعة ولی الامر واجبة إذا لم یأمر بمعصیة وأو لوالامر هم أهل الحل

العقد القادرون على امستناط والاجتهاد۔[٦٣]

ان اتصال العلماء بالحكام ينقسم إلى ثلاثة اقسام

القسم الاول: أن يكون اتصالة لهم للأمر بالمعروف والنهى عن المنكروالاستعانة بهم على تنفذأمراللّٰه عزوجل و شريعة سواء كان قاضياأومفتياأوامر بالمعروف ام ناهياعن المنكر والثانى. من يعنتهم على ظلمهم ويشى باالناس إليهم ويقول هؤلاء فعلوا هولاء تركو و ربما يكون كاذباوهذالاشک أنه مشارک لهم فى الظلم بل قديكون أظلم حيث يدلهم على مالا حقيقة له

والثالث:أن يكون موقفه لاهذا ولاهذا يذهب الى الحكام ليتزلف إليهم ويدخل السرور والانس عليهم والتحدث بما لاحاجة أحيانا۔[٦٤]

حوالہ جات

۱۔ اصفہانی حسین بن محمد راغب، علامہ، المفردات، مطبوعۃ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ، ص ۱۵۶

۲۔ سورۃ یونس ۱۰:۳۵

۳۔ سورۃالبقرہ ۲:۲۶۹

۴۔ سورۃالبقرہ ۲:۲۴۷

۵۔ سورۃ آل عمران ۳:۱۴۴

۶۔ سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱

۷۔ سورۃ الجمعۃ ۶۲:۲

۸۔ سورۃ البقرۃ ۲:۱۲۹

۹۔ سورۃ النحل ۱۶:۴۴

۱۰۔ گروہ طلاب المصنفین ، اسلامی تعلیمات، اسلام آباد: جامعہ الکوثر المصطفی بین الاقوامی مرکز، ترجمہ واشاعت، اشاعت اول، ۱۴۳۳ھ، ص ۲۲۱

۱۱۔ سورۃالبقرہ ۲:۱۲۴

۱۲۔ سورۃالانبیاء ۲۱:۷۳

۱۳۔ مجلسی، محمد باقر علامہ، بحارالانوار، مترجم آغا موسیٰ الحسینی الجزائری، کراچی: محفوظ بک ایجنسی، باب ۳، اشاعت سوئم ۱۹۸۰، ج ۲۵ ص ۱۶۵

۱۴۔ ایضاً، ج ۲۵ ص ۱۷۲

۱۵۔ مجلسی، محمد باقر علامہ، بحارالانوار، مترجم آغا موسیٰ الحسینی الجزائری، کراچی: محفوظ بک ایجنسی، باب ۳، اشاعت سوئم ۱۹۸۰، ج ۴۴ ص ۳۴۴

۱۶۔ مجلسی، محمد باقر علامہ، بحارالانوار، مترجم آغا موسیٰ الحسینی الجزائری، کراچی: محفوظ بک ایجنسی، باب ۳، اشاعت سوئم ۱۹۸۰، ج ۴۴ ص ۳۴۴

۱۷۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، دار الکتاب الاسلامیہ، تہران: ۱۳۶۵ھ، ج ۱ ص ۲۰۱

۱۸۔ ایضا

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ علامہ سید الشریف الرضی، (الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب) نہج البلاغہ، مترجم علامہ سید ذیشان حیدر جوادی، قم: ناشر انصاریان پبلی کیشنز، طبع اول، ۱۹۹۹ء، خطبہ ۲۰۵

۲۱۔ علامہ سید الشریف الرضی، الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب، نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰

۲۲۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، دار الکتاب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵ھ، ج۲، ص ۱۲۸

۲۳۔ علامہ سید الشریف الرضی، الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب، نہج البلاغہ، ص ۱۸۴

۲۴۔ علامہ سید الشریف الرضی، الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب، نہج البلاغہ، ص ۱۸۵

۲۵۔ علامہ سید الشریف الرضی، الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب، نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲

۲۶۔ ابن جریر طبری، ابی جعفر محمد علامہ، تاریخ طبری، اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، ۲۰۰۴ء، ج ۴، ص ۵۴۱

۲۷۔ آمدی، عبدالواحد، غرر الحکم ودرر الکلم، قم: ناشر مکتبۃ الاعلام الاسلامی، ۱۳۶۶ھ، ج ۱، قول ۱۷۰۲، ص ۴۴۶

۲۸۔ آمدی، عبدالواحد، غرر الحکم ودرر الکلم، قم: ناشر مکتبۃ الاعلام الاسلامی، ۱۳۶۶ھ، ج ۱، قول ۹، ص ۱۱

۲۹۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج ۷، ص ۱۷۴

۳۰۔ سورۃ الانعام ۶: ۱۲۴

۳۱ نقوی گلاب علی شاہ، سید، علامہ، حکومت اسلامی قرآن وعقل سلیم کی روشنی میں، ملتان، مکتبہ قاسمیہ، اشاعت اول، ص ۶۳

۳۲۔ امام غزالی، نشاۃ الفکر السیاسی، ص ۲۸۵

۳۳۔ امام حاکم، مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۱۹

۳۴۔ عارضۃ الحوزی، شرح الترمذی، ج ۹، ص ۱۱۹

۳۵۔ ابن عربی محمد بن عبداللہ، الاحکام القرآن، بیروت: دار المعرفت ۱۹۸۵، ج ۲، ص ۱۴۵۷

۳۶۔ فخر الاسلام بزدوی، اصول بزدوی، ص ۲۴۷

۳۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۶ء، ج ا، ص ۴۰۹

۳۸۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، فصائح الباطنیۃ، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۷ء، ص ۸۰۔۸۱

۳۹۔ امام غزالی، نشاۃ الفکر السیاسی، ص ۲۸۳

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، فصائح الباطنیۃ، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۷ء، ص ۱۸۵۔۱۸۷

۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ امام غزالی، نشاۃ الفکر السیاسی، ص ۲۸۵

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ علامہ شاطبی، الاعتصام، ج ۲، ص ۳۶۲

۴۶۔ صلاح الدین ناسک، افکار سیاسی مشرق و مغرب، لاہور: عزیز پبلی کیشنز، ۱۹۷۵ء، ص ۴۷۴

۴۷۔ سورۃ النساء ۴:۱۴۱

۴۸۔ محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر، انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت علی، لاہور: ادارہ مصارف اسلامی منصورہ، ج ۷، ص ۱۲۸

۴۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۶ء، ص ۸۵

۵۰۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامر و فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة، ج ۵، ح ۴۷۷۱

۵۱۔ رشید احمد، پروفیسر، مسلمانوں کے سیاسی افکار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع چہارم، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴۸

۵۴۔ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، سیاسی مسئلہ اور اس کا حل، لاہور: منہاج القران پبلی کیشنز ماڈل ٹاؤن، ۲۰۰۰ء، ص ۱۲

۵۵۔ سید مرتضی عسکری، علامہ، مکتب امامت و خلافت، ص ۱۲۲

۵۶۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الاحکام باب الامراء من قریش، ج ۳، ص ۵۲

۵۷۔ سورۃ یونس ۱۰:۳۵

۵۸۔ عطا محمد نقوی، امامت کا شعوری مطالعہ، لاہور: ہولی پرنٹنگ پریس، اشاعت اول، ۲۰۰۷، ص ۳۷

۵۹۔ ڈاکٹر سنبل انصار، مسلمانوں کے سیاسی ادارے کراچی، دارالاشاعت ۲۰۰۵ء، اشاعت اول، ص ۶۳

۶۰۔ حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر، مسلمانوں کا نظم مملکت کراچی، دارالاشاعت، ص ۲۴

۶۱۔ مصطفی کمال وصفی الدکتور النظم الاسلامیة الدستوریة والدولیة والارادیة والاقتصادیة والاجتماعیة القاهرہ: مکتبة وهیة، ص ۲۳۸

۶۲۔ الماوردی، الاحکام السطانیه، مترجم سید ابراهیم، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۳ء، ص ۹۵

۶۳۔ ضو مفتاح عمق السلطة التشریعة، نظام الحکم الاسلامی والنظم المعاصرة القاهرة دار الهدیٰ للطباعة والنشر والتوزیع الطبعة الاولیٰ ص ۲۴

۶۴۔ محمد بن صالح العثمین، رفع الاساطین فی الحکم الاتصال بالسلاطین السعودیة: المملکة العربیة الطبعة الاولیٰ ۱۴۳۰، ص ۱۸

فصل چہارم

اسلام کا طرزِ حکومت اور اس کی خصوصیات

اسلام کا طرزِ حکومت اور اس کی خصوصیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور دین اسلام قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی دینی و دنیوی کامرانی کے لیے ایک کامل و مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ دین اسلام کے آنے سے تمام آسانی مذاہب منسوخ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح انسانی فکر پر مبنی افکار و نظریات اور نظامہائے ریاست کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اب تو صرف اسلامی نظام خلافت ہی قابل عمل ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کا آخری راستہ ہے، لہٰذا دیگر تمام ادیان، مذاہب اور نظاموں کو ختم کر کے اسلامی نظام کا نفاذ ناگزیر ہے، یہی وجہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کے تمام ادیان پر نظریاتی و سیاسی غلبے کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

(هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۝)[1]

''وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اس دنیا کو تمام ادیان باطلہ پر غالب رکھے اگرچہ مشرک کتنا ہی برا مانیں۔''

''آنحضرتؐ کی بعثت سے مقصود یہ ہے کہ تمام دنیوی پر غالب کر دیا جائے۔ پس اس آیت میں اگر سمجھنے کی کوئی چیز ہے تو یہ ہے کہ غالب کر دینے سے کیا مراد ہے؟ غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دلیل میں غالب کیا جائے یعنی دینِ حق کی حقانیت پر اور دوسرے دینوں کے بطلان پر ایسی دلیل میں غالب کیا جائے جس کا رد نہ ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ تیغ و سناں کے ذریعے سے غالب کیا جائے۔ یعنی دینِ برحق کی شوکت وسطوت کے سامنے تمام مذاہب کو سرنگوں کر دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں قسم کا غلبہ مراد ہے۔''

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

''وقال النبی......ولیتمن اللہ ھٰذا الامر حتیٰ یُدخُلَ فی کل بیتٍ من مدرٍ او وَبرٍ بعُزٌ عزیز اوذلّ ذلیل الفاظھم شتّٰی والمعنیٰ المشترک واحد دین حق همان است که ممکن شدو همان است که تمام شد وهمان است که شرقاً و غرباً دربیوت وَبَر ومَدَر درآمد.''[2]

''یعنی اور نبیؐ نے فرمایا......اللہ تعالیٰ اس امر (اسلام) کو ضرور پورا کرے گا یہاں تک کہ یہ (دین اسلام) ہر گھر میں داخل ہو جائے گا یہاں تک کہ خواہ وہ گھر مٹی کا بنا ہوا ہو یا بالوں (یعنی شہر اور دیہات کے گھروں میں) صاحب عزت کی عزت کے ساتھ (کہ وہ بخوشی قبول کر کے اپنی عزت باقی رکھے) یا کسی ذلیل ہونے والے کی ذلت کے ساتھ (کہ وہ

مغلوب اسلام ہو کر ذلت سے زندگی بسر کرے) احادیث کے الفاظ مختلف ہیں مفہوم مشترک سب کا ایک ہے۔ دین حق وہی ہے "جو ممکن (یعنی طاقتور) ہوا اور وہی ہے جو "پورا" ہوا اور وہی ہے جس مشرق سے مغرب تک بالوں اور مٹی کے بنے ہوئے گھروں میں داخل ہوا۔"

امت محمدیہؐ سے پہلی امتوں کو بھی خلافت سے نوازا گیا اسی طرح اس آخری امت کو بھی خلافت ارضی عطا کی گئی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝[۳]

"تم میں سے سب جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں اس طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو حکمران بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو خدا نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اس دین کو ان کے لیے مستحکم کردے گا اور اس وقت دشمن کا جو خوف ان کو لاحق ہے ان کے اس خوف کو مبدل بہ امن کردے گا۔"

حضرت شاہ صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کلمه (وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذی ارتضیٰ لَهُمْ) وَ کلمه(يَعْبُدُوْنَنِیْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا)بیان علت غائیه استخلاف است کما قال عزمن قائلٍ (ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التورٰتِه وَمَثَلُهُمْ فی الْاِنجیلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ) گویامی فرماید که استخلاف برائے آں مطلوب شد که دین مرتضٰے ممکن شود واعلائے کلمة الله بظهور رسدو ظهور دین حق برجمیع ادیان متحقق گردو."[۴]

"یعنی (لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذی ارتضیٰ لَهُم) اور (يَعْبُدُوْنَنِیْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا) میں خلیفہ بنانے کی علت غائیہ کا بیان ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے (ایک دوسرے موقع پر) فرمایا ہے۔ (ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فی التورٰتِه وَمَثَلُهُمْ فی الْاِنجیلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ) الایۃ۔ گویا فرماتا ہے کہ (ان موعودین کے) خلیفہ بنانے سے مقصد یہ ہے کہ دین پسندیدہ تمکین پائے اور کلمہ الٰہی کی بلندی ظاہر ہوجائے اور دین حق کا غلبہ تمام دینوں پر ثابت ہو جائے۔"

امت کی سیاست یعنی اس کے دینی اور دنیاوی امور کا نظم ونسق بھی مقاصدِ خلافت میں شامل جسے سنت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اِسْرَائیل کَانَت تَسُوسُھُم الانْبیاء کُلَّـما مَاتَ نبیٌ قَامَ نبیٌ وَاِنَّہُ لَیْسَ نبیٌ قَالَ رَجُلٌ فمایکونُ بعدک یارَسُولَ اللہِ؟ قَالَ تکُونُ خُلَفَاء وَتکْثرُ قال فما تامر ناقال اوفوا بیعۃ الاول فالا ولِ فادوا اِلَیْھُم فانَّ اللہ سائلُھم الذی لکم.“

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی انتقال کرتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد کون ہوگا فرمایا میرے بعد خلفاء ہوں گے کثیر تعداد میں۔عرض کیا آپ ان کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا جو پہلے خلیفہ ہو جائے اس کی بیعت کو پورا کرنا پھر اس کے بعد جو پہلے خلیفہ ہو جوان کا حق (اطاعت) ہے انہیں ادا کرنا اس لیے کہ اللہ ان سے تمھارے حق کے بارے میں خود پوچھے گا۔“

سیاست انبیاء کی وضاحت ہو چکی ہے کہ انبیاء کی حکمرانی کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ،احکامِ الٰہی کا نفاذ اور عدل کا قیام ہے۔خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے مقاصد بھی یہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم انصاریؓ گورنر یمن کے نام مکتوب گرامی میں ریاست سے متعلق اہم امور اور حاکم کی تمام اہم ذمہ داریوں کو بیان کر کے مقاصد خلافت کو واضح کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد النبی کی جانب سے یہ تحریر عمرو بن حزم انصاریؓ کو دی جاتی ہے جو ان کو یمن بھیجتے ہوئے لکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد ہے:

یآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوا بِالْعُقُوْدِ.[۵]

اے ایمان والو! اپنے عہدہ پیمان کو پورا کرو!) میں ان کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے ہیں، اس لیے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ.[۶]

اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور نیکی کو اختیار کرتے ہیں۔میں نے عمرو بن حزمؓ کو ہدایت کی کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کے حق کو وصول کریں، لوگوں کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں اور ان کو نیک کاموں کا حکم دیں۔ قرآن مجید کی تعلیم دین کے ارکان سمجھائیں، قرآن شریف کو صرف وہ شخص ہاتھ لگائے جو پاک ہو لوگوں کو برائیوں سے روکا جائے اور انھیں ان کے حقوق وفرائض سے آگاہ کیا جائے، نیکی کا حکم دینے میں لوگوں کے ساتھ نرمی کی جائے، مگر جو ظلم اور زیادتی کا مرتکب ہو اس پر سختی کرنے میں تامل نہ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کو پسند نہیں کرتا، اس نے ظلم سے سختی کے ساتھ منع

کیا ہے، خدا ظالموں پر لعنت بھیجتا ہے۔

لوگوں کو جنت میں لے جانے والے اعمال اور طریقہ بتلائے جائیں اور ان کاموں سے ان کو متنبہ کیا جائے جو انسان کو دوزخ میں پہنچا دینے والے ہیں۔ سب لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے تاکہ وہ دین کے ارکان کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ حج کے ارکان بھی تفصیل کے ساتھ بتلائے جائیں اور فرض وسنت کو واضح طور پر بیان کیا جائے حج اور عمرے کے متعلق اللہ نے احکام دیے ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

لوگوں کو ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے روکا جائے جس میں بدن ڈھکا ہوا نہ ہو اور نماز میں شرمناک مقامات کے کھل جانے کا اندیشہ ہو، وضو کے احکام پوری تشریح کے ساتھ بتائے جائیں، مقررہ اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ رکوع کو پوری طرح ادا کیا جائے اور نماز میں دل رقت ہونی چاہیے، فجر کی نماز علی الصباح پڑھی جائے...... جمعہ کی نماز کے لیے حکم دیا جاتا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو فوراً تیزی کے ساتھ نماز کے لیے چل دینا چاہیے اور جمعہ کی نماز کو جانے سے پہلے غسل کو لینا چاہیے۔ مالِ غنیمت میں سے اللہ کا خمس (پانچواں حصہ) ادا کیا جائے، ہر مسلمان سے زمین کی پیداوار پر بقدر عشر (دسواں حصہ) لگان وصول کیا جائے۔

اولی الامر کے اوصاف کا معاملہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ سورۃ النساء کی اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے جس میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَاo [ے]

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اہل لوگوں کے سپرد کرو۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تمھیں مشورہ دیتا ہے یا یہ کہ امانتوں کو اہل لوگوں کے سپرد کرو تو اچھا ہے بلکہ فرمایا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت کو اس کے اہل کے سپرد کرو۔ غور کیا جائے تو یہ اللہ کی خصوصی رحمت ہے اور تنہا یہی وہ اصول ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو کرپشن اور بے ایمانی کی جڑ کٹ جائے۔ اس لیے کہ تمام فساد کی جڑ نا اہل حکمران ہوا کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

صِنفـانِ من امتی اذا صَلَحَا صَلَحتِ الامَّةِ وَاِذا فسدت فسدت الامة السلطنُ و العلماء.

میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں کہ سدھر جائیں تو ساری امت سدھر جائے اور بگڑ جائیں تو ساری امت بگڑ جائے۔

حکمران اور علماء۔

یہی وہ طبقہ اولی الامر ہے کہ اگر خراب ہو جائے تو پھر ظلم اور فساد کو روکنے والا کوئی نہیں۔ چنانچہ اہل ایمان کے لیے یہ بات بہ منزل فریضہ ہے کہ وہ اپنے میں سے ان لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اولی الامر کے مناصب کے لیے نکالیں۔ جو اس عظیم الشان ذمہ داری کے اہل ہوں۔

ایک حکمران، وزیر اور شوریٰ کے رکن کی سب سے پہلی صفت یہ ہوگی کہ وہ مسلمان ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُول واولی الامر منکم○[8]

اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اولی الامر (امیر) کی اطاعت کرو۔''

اسلام کے طرزِ حکومت کی خصوصیات:

یعنی ایک ہی آیت میں اللہ اس کے رسولؐ اور امیر کی اطاعت کا حکم ہے چنانچہ یہاں سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ اس امیر کا مسلمان ہونا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع اور فرمانبردار ہونا لازمی ہے لیکن یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا اسلامی ریاست کی شوریٰ میں غیر مسلم افراد اپنے مذاہب اور اقلیتوں کی نمائندگی کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس معاملے میں میثاق مدینہ سے ہمیں یہ نظیر ملتی ہے کہ غیر مسلم افراد اپنے شخص قوانین اور مذہبی معاملات میں آزاد ہیں اور جب ان کے مسائل کے بارے میں قوانین بنائے جا رہے ہوں تو ان سے مشورہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ جن معاملات کا تعلق خاص ملت اسلامیہ سے ہو ان میں نہ ان سے مشورہ جائز ہے نہ ہی انہیں ووٹ کا حق دیا جا سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کا امیر لازماً مرد ہی ہوگا۔ عورت اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآء○[9]

مرد عورتوں پر قوام ہیں۔

اسی طرح نبیؐ نے فرمایا:

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس کی حکومت عورت کے ہاتھ میں ہو (بخاری)

اس سلسلے کی مزید بحث ان شاء اللہ خواتین کے باب میں آئے گی۔

جسمانی طور پر صحت مند ہو۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًاo[10]

اور اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے ہستی کا سہارا بنایا ہے نادان ان لوگوں کے حوالے نہ کرو۔

اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِo[11]

نبی نے کہا کہ اللہ نے حکمرانی کے لیے اس کو (یعنی طالوت کو) تم پر ترجیح دی ہے اور اس کو علم اور جسم میں فراوانی عطا کی ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى o[12]

اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کر کے (دارالاسلام) نہ آئے تمھارا ان کی ولایت میں کوئی حصہ نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

عمر کی حد متعین تو نہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے سربراہ کی عمر ۴۹ سال سے زیادہ ہو۔ اس لیے کہ اس عمر میں نبی ﷺ کو نبوت ملی اور یہی وہ عمر ہے جب انسان کی سوچ میں پختگی آتی ہے۔ طبیعت میں ٹھہراؤ آتا ہے اور جنسی جذبے میں قدرے ٹھنڈک پڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ البتہ عمر کی یہ حد سربراہ مملکت کی ہے۔ شوریٰ کی رکنیت کے لیے ۲۵ سال عمر کافی ہے یہی سن رشد ہے۔

نبیؐ کی واضح احادیث موجود ہیں کہ جو شخص منصب کی تمنا کرے اسے نہ دیا جائے کیونکہ وہ نااہل ہے۔

بخاری میں معاویہ کی روایت ہے:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان هذا الا مرفى قريش لا يعاديهم احد لا كبه الله فى النار على وجهه ما اقاموا الدين

میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ہمارا یہ اقتدار قریش میں رہے گا۔ اور اس معاملے میں جو شخص بھی ان کی مخالفت کرے گا اسے اللہ اوندھے منہ آگ میں ڈال دے گا۔ جب تک وہ دین پر قائم رہیں۔

طبرانی میں ہے:

قدمو قريشا و لا تقدموهاo

اس معاملے میں قریش کو آگے کرو اور ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔

درج بالا احادیث کی بنیاد پر جمہور اہل سنت والجماعت خلافت کے لیے قریشی ہونے کی شرط کو لازمی قرار دیتے ہیں۔

البتہ اس حکم کی علت کے تعین میں علما کا اختلاف واقع ہوا ہے۔ کچھ لوگ تو اس علت نسل اور نسب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جو

بھی قریشی نسل ہو اور دین پر قائم ہو وہ خلافت کا زیادہ حق دار ٹھہرے گا۔ اس کے برعکس کچھ علماء اس کی علت قریش کا اثر و رسوخ اور مقام بتاتے ہیں۔ چنانچہ اس کی رو سے اگر کوئی گروہ قریش نہ بھی ہو لیکن اس کا مقام قریش ہی جیسا ہو تو اس کا فرد خلیفہ خلیفہ بن سکتا ہے یہ رائے متقدمین میں ابن خلدون اور جدید مفکرین میں جاوید غامدی صاحب کی ہے۔

علت کے تعین سے خاص احکام کی عمومیت شریعت میں معروف ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں شراب کے لیے خمر کا لفظ استعمال ہوا جو اصلاً صرف انگور کی شراب کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن فقہاء نے اس کا حکم ہر اس نشہ پر لگایا ہے جو انگور کی شراب جیسی تاثیر رکھے یعنی قلب و ذہن کو ماؤف کر دے۔ یہاں بھی اگر قریشیت کی یہ علت متعین کر دی جائے کہ ''اثر و رسوخ اور پوزیشن'' تو اس کو ہر اس گروہ پر جس میں یہ تین خصوصیات ہوں چسپاں کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ شہرت: قریش پورے عرب میں مشہور و معروف تھے۔ کعبۃ اللہ کے متولی اور مجاور ہونے کی وجہ سے ان کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔

۲۔ اعتماد: عرب میں قریش پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ قرض، لین دین، تجارت میں ان کے لیے قریش ہونا بڑی ضمانت تھی۔ لہٰذا عربوں کی اکثریت ان کے تابع تھی۔

۳۔ قیادت کی صلاحیت: قریش کے اندر قیادت کی فطری صلاحیت موجود تھی۔

آج چودہ صدیوں بعد اگر غور کیا جائے اور خصوصاً اسلام کو آفاقی دین تسلیم کیا جائے تو یہ دوسری رائے زیادہ صائب اور قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ یعنی قریشیت کی بنیاد نسل اور نسب پر نہیں بلکہ اثر و رسوخ اور مقام پر ہے۔ چنانچہ آج وہی گروہ قریش کا نمائندہ ہے جو مشہور و معروف ہو جائے جسے عوام کا اعتماد اور اکثریت حاصل ہو اور جن میں قیادت کی صلاحیتیں موجود ہوں۔ خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ خالص قریشی النسب فرد جو تمام خوبیوں کے متصف بھی ہو نہ مل سکے اور جس کا ملنا بھی دشوار ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسلامی ریاست کے اولین اور مبارک ترین دور سے لے کر اورنگزیب عالمگیر کی مسلم ملوکیت تک سیاسی نظام نے بہت ہچکولے کھائے۔ خلافت رخصت ہوئی۔ ملوکیت نے ڈیرے ڈالے، کشت و خون ہوا، سر کٹے، گردنیں خم ہوئیں، لیکن اس سب شر و فساد کے دوران ایک شعبہ ایسا بھی تھا جس نے حتی الامکان اپنا دامن داغدار ہونے سے بچائے رکھا۔ اپنا وقار اور اپنی عزت برقرار رکھی۔ یہ شعبہ قضاء تھا جسے آج کی زبان میں عدلیہ کہا جاتا ہے۔

اسلامی ریاست میں عدلیہ بھی اس ہی منبع قانون کے تابع ہے جس کے تابع پوری اسلامی ریاست اور اس کے دیگر اعضاء ہیں۔ وہ منبع اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے۔ حاکمیت اور اقتدار اللہ کے لیے ہے حکم اُسی کی صفت ہے، قانون ساز ذات

صرف اور صرف وہی ہے۔

اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَo [۱۳]

پھر کیا لوگ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں۔ یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔

''چنانچہ عدلیہ کا کام ہے کہ حدود اللہ کے مطابق اور نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں انسانوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرے۔ مظلومین کی دادرسی کرے اور ظالم کا ہاتھ روک کر اسے قرار واقعی سزا دے۔

اس مرحلے پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون لوگ ہوں گے جنہیں اسلامی ریاست کے عہدہ قضاء پر بٹھایا جائے۔ ان کے اوصاف پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو سب سے پہلے ضرورت تو علم ہے۔ یہ مقام صرف ان صاحبان علم کا ہے جنہوں نے اپنی عمر کا ایک حصہ قرآن وسنت کی تعلیم وتدریس میں صرف کیا ہو۔ اور نہ صرف قرآن وحدیث پر ان کی گہری نگاہ ہو بلکہ دیگر علوم عقلیہ اور نقلیہ پر بھی نگاہ رکھتے ہوں، رائج الوقت قوانین سے بھی واقف ہوں اور جرم وسزا، تفتیش وتجسس کے مراحل سے بھی آگاہ ہوں۔ معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ تقویٰ، صبر اور حکمت جیسی صفات جلیلہ سے متصف ہوں۔ ان کی شہرت اچھی ہو۔ لوگ ان کے بارے میں کلمہ خیر کہتے ہوں۔ عوام کو ان سے انصاف کی توقع ہو۔ ایسے ہی لوگ اس قابل ہیں کہ انھیں عہدہ قضاء پر فائز کیا جائے۔ پھر جب وہ اس منصب پر فائز کر دیے جائیں تو پھر انھیں معزول کرنا امیر کے اختیار میں نہیں ہاں البتہ شوریٰ اپنی اکثریت سے ایسا کرسکتی ہے۔ رہے یہ سوالات کہ عدلیہ کی تنظیم کیسے ہو مختلف مدارج کی کتنی عدالتیں ہوں۔ کن جرائم کی بنیاد پر ان کی تقسیم ہو۔ تو یہ خالص انتظامی مسائل ہیں جن کے بارے میں شوریٰ وقت اور حالات کے مطابق فیصلہ دے سکتی ہے۔ صرف دو شرائط ایسی ہیں جو اس باب میں اسلام عائد کرتا ہے۔

ایک یہ کہ فیصلہ خالصتاً قرآن وسنت کی روشنی میں عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہو۔ دوم یہ کہ انصاف کے راستے میں رکاوٹ نہ ہو اور نہ ہی یہ سلسلہ غیر ضروری طویل ہو۔ ایک عام مسلمان شہری کی پہنچ اعلیٰ سے اعلیٰ عدالت تک ہو اور جب وہ عدالت سے رجوع کرے تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے تاخیر نہ ہونے پائے۔''

اسلام کا طرزِ حکومت......تقابلی مطالعہ

خلاصہ بحث

اسلام کے نظام زندگی میں حاکم وقت کے لیے کن باتوں کا ہونا ضروری ہے۔مفکرین اسلام نے اس سلسلے میں کیا ضروری شرائط بیان کی ہیں۔ان کا تقابلی جائزہ قابل ذکر ہے۔

اولی الامر سے مراد سلاطین وامراء بھی ہیں۔امام رازی فرماتے ہیں کہ مصداق **اولی الامر اهل الحل والعقدمن الامة وذالک یوجب القطح بان الاجماع الامة حجة** ٥ [۱۴]

یعنی اولی الامر سے مراد اہل حل وعقد ہیں اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔

امام ابن کثیر مجاہد، عطاء، حسن بصری ابوالعالیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

الله اعلم انها عامة فی کل اولی الامر من الامراء والعلماء. [۱۵]

اولی الامر سے مراد اہل فقہ والدین یعنی علماء مراد ہیں۔

ماوردی سلاطین کو امیر کا نام دیتے ہیں ان کے نزدیک امام دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔امیر بالاستکفاء ۲۔امیر بالاستیلاء

الماوردی کے نزدیک جو امارت امام کی مرضی کے بغیر بزور حاصل کر لی گئی ہو وہ امارت الاستیلاء ہے۔الماوردی لکھتے ہیں:

اما امارة الاستیلاء اللتی تعقدعن اضطرار فهی ان یستولی الامر باالقوةعلی بلاد یقلد الخلیفة امارتها ویفوض الیه تدبیرها و سیاستها۔ [۱۶]

یعنی کسی علاقہ پر کسی شخص نے قبضہ کر کے اپنی امارت قائم کر لی ہو اور مجبوراً امام کو اس کی امارت تسلیم کرنی پڑی ہو اور اس نے امیر کو انتظامی وسیاسی اختیارات تفویض کر دیے ہوں۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس امیر کی اطاعت ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو محدود مشروط ہوگی۔ بالکل اس خلیفہ کی طرح جس کی اطاعت کو اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ آیا اس کے فرائض اور امیر بالاستکفاء کے فرائض میں فرق ہوگا۔

اس سلسلے میں بھی الماوردی لکھتے ہیں:

" فیکون الامیر باستلائه مستبدابالسیاسة والتدبیر والخلیفة باذنه تنفذ الاحکام الدین."

یعنی اس صورت میں یہ امیر مستقل حکمران تصور ہوگا۔

اصل الامامة عند الماوردی سبعة

١. العدالة ٢. العلم ٣. سلامة الحواس ٤. سلامة الاعضاء

٥. الرائی المفض الی سیاسة الرعیة وتدبیر السیاسة۔[172]

ابن ضرحون کہتے ہیں کہ اسلامی حاکم کی سب سے بڑی شرط العدالة ہے۔

حوالہ جات

۱۔سورۃ الصّف ۶۱:۹

۲۔شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۶ء، ج ۱، ص ۵۱۔۵۲

۳۔سورۃ النور ۲۴:۵۵

۴۔شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۶ء، ج ۱، ص ۸۴

۵۔سورۃ المائدہ ۵:۱

۶۔سورۃ النحل ۱۶:۱۲۸

۷۔سورۃ النساء ۴:۵۸

۸۔سورۃ النساء ۴:۵۹

۹۔سورۃ النساء، ۴:۳۴

۱۰۔سورۃ النساء ۴:۵

۱۱۔سورۃ البقرۃ ۲:۲۴۷

۱۲۔سورۃ الانفال ۸:۲۷

۱۳۔سورۃ المائدہ ۵:۵۰

۱۴۔الرازی محمد بن ضیاء الدین، التفسیر الکبیر بیروت دار الاحیاء التراث العربی ۱۴۱۵ھ، ج ۵، ص ۱۱۶

۱۵۔ابن کثیر اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، ج ۲، ص ۵۱۸

۱۶۔الماوردی ابوالحسن، علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی، لاہور اُردو بازار، مکتبہ رحمانیہ، ص ۵۴

۱۷. الدکتور حسن کو ناکاتا، النظریۃ السیاسۃ عند ابن تیمیہ الریاض: مرکز الدراسات و الاعلام اطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵، ص ۲۴

فصل پنجم

احتسابِ امامت......تقابلی مطالعہ

احتسابِ امامت......تقابلی مطالعہ

اسلامی ریاست میں خلیفہ کے تقرر کا مقصد یہ ہے کہ وہ اُمت کے دینی و دنیاوی اُمور کا اہتمام و انصرام اور نگرانی کرے اور نظام خلافت کے مقاصد کے حصول کے لیے اور اس حوالے سے اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انتہائی کوشش کرے۔ اگر خلیفہ اپنے فرائض ادا نہیں کرتا یا سستی کرتا ہے تو اُمت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ خلیفہ اور اس کے نائبین کا احتساب کرے۔ اُمت کے لیے احتساب کا حق قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

بعض اُمور میں آمر و مامور (حاکم ورعیت) کے درمیان اختلاف و نزاع ہوسکتا ہے جس کے لیے قرآن وسنت کی طرف مراجعت لازم ہے۔ حاکم اگر قرآن وسنت کے خلاف کوئی حکم جاری کرتا ہے تو اُمت قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا احتساب کرسکتی ہے۔ منکر پر نکیر کرنا ہر مسلمان پر حسب استطاعت فرض ہے۔ چاہے منکر کا تعلق افراد سے ہو یا جماعت، تنظیمات، معاشرے یا ریاست یعنی حاکم سے ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من رأی منکر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان."[1]

"تم میں سے جو کوئی منکر کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے تبدیل (ختم) کردے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اور یہ ایمان کا انتہائی کمزور درجہ ہے۔"

حدیث میں مذکور تغییر منکر میں ریاست (حاکم) کا منکر بھی شامل ہے۔ کیونکہ حاکم کا منکر اس قاعدہ کے عموم میں داخل ہے۔ بلکہ حاکم کا منکر، منکر اعظم ہے، جس کو ختم کرنا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ اس کا جاری کردہ منکر پورے معاشرے میں جاری ہو جاتا ہے اور پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ امر بالمعروف والنہی عن المنکر ایک عظیم کام اور آخری اُمت کی صفات میں سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾[2]

ترجمہ: "تم بہترین اُمت ہو، لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، معروف کا حکم دیتے ہو، منکر کو روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

امام احمدؒ حضرت جابرؓ سے بیعت عقبہ ثانیہ کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں آیا ہے:

”فقلنا یارسول اللّٰہ علام نبایعک قال تبایعونی علی السمع والطاعة فی النشاط والکسل والنفقة فی العسر والیسر وعلی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وان تقولوا فی اللّٰہ لا تخافوا فی اللّٰہ.“ ۳

”ہم نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہم آپ کی کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا کہ تازگی اور سستی میں سننے اور اطاعت کرنے، تنگدستی اور فراخی میں خرچ کرنے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے، اللہ تعالیٰ کے لیے حق کہنے اور اس میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنے پر میری بیعت کرو۔“

۳۔

اسی طرح حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

”بایعنا رسول اللّٰہ ﷺ علی السمع والطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرة علینا وان لاننازع الامر اهله الاان تروا کفراً بواحاً عندکم من اللّٰہ فیه برهان وعلیٰ ان نقول بالحق اینما کنا لانخاف فی اللّٰہ لومة لائم.“ ۴

”ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی اور آسائش، پسندیدگی اور ناپسندیدگی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیے جانے کے باوجود سننے اور اطاعت کرنے پر اور اس بات پر بیعت کی کہ ہم اولوالامر سے تنازع نہ کریں گے مگر یہ کہ (آپ نے فرمایا) کہ تم ان میں کفر بواح دیکھو جس کے بارے میں تمہارے اللہ کی جانب سے واضح دلیل موجود ہو اور اس بات پر بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق کہیں گے اور اس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔“

امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی فرضیت:

قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اُمت مسلمہ پر فرض ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ۵

”اور تم میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہونی چاہیے کہ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا کرے اور نیک باتیں کرے اور بری باتوں سے منع کیا کرے اور یہی فلاح بھی پانے والے ہیں۔“

امام ابوبکر الجصاصؒ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”قدحوت هذه الآیة معنیین احدهما وجوب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

والآخرانه فرض علی الکفایة."[6]

"یہ آیت دو معنوں پر مشتمل ہے۔ایک یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔دوسرا یہ کہ یہ فرض کفایہ ہے۔"

نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فهذاالذی ونظائرها مقتضیة لایجاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر."[7]

"یہ اور اس جیسی دوسری آیات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کا تقاضا کرتی ہیں۔"

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فانه یدل علیٰ ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فرض علی الکفایة."[8]

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔"

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:۔

"﴿ولتکن﴾امر و ظاهر الامر الایجاب."[9]

"ولتکن میں امر (حکم) ہے اور امر کا ظاہر معنی وجوب ہے۔"

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض ہے اور فرضیت سے مراد کفایہ ہے، جیسا کہ امام قرطبی کے قول سے ظاہر ہے۔

فرضیت کے مکلّف:

امام قرطبی مندرجہ بالا آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

"ومعناه ان الآمرین یجب ان یکونوا علماء ولیس کل الناس علماء."[10]

"اس کا معنی یہ ہے کہ امر کرنے والوں کے لیے اہل علم ہونا لازم ہے اور سب لوگ علماء نہیں ہوتے ہیں۔"

امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں:

"ویجوز ان یکون امرمنهم فرقة لان الدعاة ینبغی ان یکونوا علماء بمایدعون الیه ولیس الخلق کلهم علماء والعلم ینوب بعض الناس فیه عن بعض کالجهاد."[11]

"کسی ایک جماعت کا امر کرنا جائز ہے، اس لیے کہ داعیوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ جس چیز کی دعوت دے رہے ہوں اس کا علم رکھتے ہوں۔سب لوگ عالم نہیں ہوتے اور علم میں جہاد کی طرح کچھ لوگ دوسروں کی نیابت کرتے ہیں۔"

بعض حضرات نے یہ شرط عائد کی ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والا خود معروف پر عامل اور منکرات

کا تارک ہو بھی وہ اس فریضہ کو سرانجام دینے کا اہل ہے۔امام ابوبکر الجصاصؒ نے اس کا رد کیا ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والی جماعت:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے،لیکن اس فریضہ کو مؤثر اور منظّم انداز میں سرانجام دینے کے لیے ایک جماعت کا ہونا ضروری ہے۔امام ابن کثیرؒ سورۃ آل عمران کی مندرجہ بالا آیت ﴿ ولتكن منكم اُمة ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والمقصود من هذه الاية ان تكون فرقة من الامة متصدية لهذا الشان وان كان ذلك واجباً على كل فرد من الامة بحسبه." [۱۲]

''یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اُمت کا ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اس کام کو سرانجام دے اگرچہ یہ اُمت کے ہر فرد پر اس کی استطاعت کے مطابق واجب ہے۔''

کن اُمور میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم ہے؟

اگر خلیفہ یا اس کے نائبین معروف کو ترک کردیں یا منکر کو جاری کریں تو ان کا احتساب کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح خلیفہ اگر اپنے فرائض (جن کا بیان ''باب فرائض خلافت'' میں گزر چکا ہے) ادا نہیں کرتا یا سستی اور کاہلی کرتا ہے یعنی اسلامی ریاست کے مقاصد (جیسا کہ ''باب مقاصد خلافت'' بیان کیے جا چکے ہیں) کے حصول کی سعی نہیں کرتا یا غفلت برتتا ہے تو تب بھی اس کا احتساب کیا جاسکتا ہے۔یہ احتساب اس کی اطاعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اطاعت مشروط ہے مطلق نہیں ہے۔

حکام کا محاسبہ (احتساب)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فرضیت ثابت ہو چکی ہے۔یہ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے جس میں حکام (خلیفہ اور امراء) کا احتساب بھی شامل ہے۔اسلامی نظام خلافت میں اسے بڑی اہمیت دی گئی ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے افضل جہاد قرار دیا ہے۔

"عن ابی سعيد الخدری رضی الله تعالىٰ عن النبی صلى الله عليه وسلم قال افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جابر او امير جائر." [۱۳]

''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل جہاد جائر بادشاہ یا جائر امیر کے

سامنے انصاف کا کلمہ کہنا ہے۔"

"عن تمیم الداری رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال الدین النصیحه قلنا لمن؟ قال للّٰہ ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم." [14]

"تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین نصیحت وخیر خواہی ہے (صحابہ فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا کس کے لیے؟ فرمایا کہ اللہ، اس کے رسول، مسلمانوں کے امام (خلفاء) اور عام مسلمانوں کے لیے (دین خیر خواہی ہے)"

حکمرانوں کے احتساب کے جواز کا انکار کرنے والوں کے بارے میں امام ابوبکر الجصاصؒ لکھتے ہیں:۔

"وزعموا مع زیث ان السلطان لاینکر علیه اظلم والالجورو قتل النفس الی حرم اللّٰہ وانما ینکر علی غیر السلطان بالقول و بالیدبغیر سلاح فصاروا شراعلی الامة من اعدائها المخالفین لها." [15]

"ان کی یہ خام خیالی ہے کہ بادشاہ پر اس کے ظلم و جور اور ناحق قتل کرنے پر نکیر نہیں کی جائے گی۔ بادشاہ کے علاوہ دوسروں پر بغیر اسلحہ کے صرف زبان یا ہاتھ سے نکیر کی جائے گی۔ (ایسا خیال رکھنے والے لوگ) اُمت کے دشمنوں اور مخالفین سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہیں۔"

اُمت حکام کے احتساب کی ذمہ دار ہے:

اسلام نے شرعی اصولوں اور اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کرنے والے حاکم کے لیے محض وعید و تہدید نہیں کی ہے بلکہ اُمت کو اس پر نگران مقرر کیا ہے اور اس کے احتساب کی ذمہ داری عائد کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اُمت میں چار قسم کے لوگ حاکم کے احتساب کا حق رکھتے ہیں:۔

ا۔ مجلس شوریٰ:

سب سے پہلی ذمہ داری مجلس شوریٰ کی ہے کہ وہ حاکم وخلیفہ کے افعال و تصرفات کی نگرانی کرے اور خلاف شرع امور پر اس کا احتساب کرے۔ اگر خلیفہ کا انتخاب شوریٰ کے ذریعے ہوا ہے تو شرعی اصولوں کے مطابق مجلس شوریٰ اس کے عزل کا بھی حق رکھتی ہے۔

۲۔ عدلیہ:

اگر عدالت میں خلیفہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا ہے تو قاضی بھی خلیفہ کا احتساب کر سکتا ہے اور اسے اپنی عدالت میں جواب طلبی کے لیے حاضر کر سکتا ہے۔

۳۔عوام الناس:

اُمت مسلمہ کا ہر فرد خلیفہ کے احتساب کا حق رکھتا ہے بلکہ اس کی ذمہ داری ہے جیسا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی آیات واحادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔

جہاں ہر فرد احتساب کا ذمہ دار ہے وہاں یہ بھی لازم ہے کہ مؤثر احتساب کے لیے ایک جماعت ماقبل میں بیان ہو چکا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والی جماعت کا وجود ضروری ہے۔ یوں تو ہر فرد اس جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، لیکن جماعت علماء کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جماعتِ علماء ہی معروف ومنکر، خلیفہ کی ذمہ داریوں، احتساب اور عزل وخروج کے احکام سے بخوبی واقف ہوتی ہے۔

احتساب کی اقسام:

عزل الامام:

خلیفہ اگر اسلامی احکام کی مخالفت اور ان سے انحراف کرے تو اس کی مخالفت (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کی جائے گی۔ وہ جس درجہ کے احکام کی مخالفت کرے گا اسی درجہ کے لحاظ سے اس کی مخالفت جائز یا واجب ہوگی۔ خلیفہ کی مخالفت اور معزولی کی چار اقسام ہیں:۔

۱۔عذر ۲۔ظلم ۳۔ارتداد ۴۔فسق

پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں:۔

احتساب امامت......تقابلی مطالعہ

خلاصہ بحث

عذر اختیاری یعنی خلیفہ اپنے آپ کو بغیر کسی سبب کے معزول کر دے یعنی استعفیٰ پیش کر دے۔اس صورت میں خلیفہ معزول ہو جائے گا یعنی اس کا استعفیٰ قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"وامّا خلعه بنفسه بلاسبب ففيه خلاف."[١٦]

''یعنی خلیفہ کے اپنے آپ کو بغیر سبب کے معزول کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔''

پہلا قول یہ ہے کہ وہ معزول نہ ہوگا کیونکہ اسے معزول کرنے کا حق اُمت (اہل الحل والعقد) کو ہے نہ کہ خلیفہ کو، جس طرح کہ اسے خلیفہ مقرر کرنے کا حق اُمت کو حاصل ہے۔امام قلقشندیؒ اس قول کو اصح قرار دیتے ہیں:۔

"اصحهاانه لايعزل لان الحق فی ذالک للمسلمين لاله."[١٧]

''یعنی اصح قول یہ ہے کہ خلیفہ معزول نہ ہوگا کیونکہ عزل کا حق مسلمانوں کو حاصل ہے نہ کہ خلیفہ کو۔''

مندرجہ بالا رائے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رعایا سے فرمایا:

"اقيلونی فانی لست بخير کم."[١٨]

''یعنی تم مجھے معزول کر دو (عہدے سے ہٹا دو) کیونکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔''

امام الحرمینؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مندرجہ بالا قول سے استدعا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومارُوی انّ ابابکر رضی اللّٰه عنه قال اقيلونی فانی لست بخير کم دليل علیٰ انّ الامام ليس له ان يستقل بنفسه انفرادو استبداداً."[١٩]

''حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول کہ ''تم مجھے معزول کر دو کیونکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں'' اس بات کی دلیل ہے کہ امام بذاتِ خود انفرادی یا استبدادی طور پر مستقل حیثیت نہیں رکھتا۔''

ب۔عذر غیر اختیاری:

یعنی امام و خلیفہ کو کوئی اضطراری عذر پیش آ جائے مثلاً کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے جو خلافت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مانع ہو جیسے مجنوں یا اندھا، بہرا، گونگا ہو جانا یا کفار کے ہاتھ قید ہو گیا کہ ایک زمانہ تک رہائی کی اُمید نہ ہو یا کام کرنے کی صلاحیت نہ ہو یا نہیں رہی، یا رعایا پر قابو نہیں پا سکتا اور ان پر قوانین ریاست پر عمل پیرا ہونے کے لیے دباؤ نہیں ڈال سکتا تو اس

صورت میں وہ معزول ہو جائے گا، کیونکہ جن مقاصد کے لیے اسے اس عظیم منصب پر فائز کیا گیا تھا جب وہ حاصل نہیں ہو رہے تو اس کے اس منصب پر قائم رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی شرح مقاصد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ینحل عقد الامام لما یزول به مقصود الامامة کالردة والجنون المطبق وصیروته اسیراً لایرجی خلاصه وکذا بالمرض الذی ینسیه المعلوم و بالمعمی والصم الخرس وکذا خلعه نفسه لعجزه عن القیام بمصالح المسلمین وان لم یکن ظاهراً بل استشعره من نفسه۔[20]

''عقد امامت ختم ہو جائے گا اس لیے کہ اس سے امامت کا مقصد زائل ہو جاتا ہے۔ جیسے ارتداد، پاگل پن، (کفار کے ہاں) قید جس سے رہائی کی اُمید نہ ہو، اسی طرح ایسا مرض جس سے یادداشت ختم ہو جائے، اندھا پن، بہرہ ہونا، گونگا ہونا، اسی طرح (عقد امامت ختم ہو جاتا ہے) بذاتِ خود معزول ہونے سے کیونکہ وہ مسلمانوں کے مصالح کی انجام دہی سے عاجز ہو گیا، اگرچہ ظاہری طور پر (ایسا معلوم نہیں ہوتا) لیکن خود اسے یہ چیز معلوم ہو گئی ہے۔''

علامہ قلقشندیؒ جنون کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الضرب الثانی زوال العقل فیعزل بالجنون المطبق وهو الدائم الذی لایفک لان الجنون یمتد فی العادة فلو لم ینصبوا اماماً آخر لادی ذالک الی اختلال الامور ولان المجنون یحب ثبوت الولایة علیه فکیف یکون ولیاً لکافة الامة."[21]

''دوسری قسم عقل کا ختم ہونا ہے، پس (خلیفہ) جنون مطبق کے ساتھ معزول ہو جائے گا اور یہ وہ جنون ہے جو ہمیشہ رہتا ہے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جنون عادتاً لمبی مدت تک رہتا ہے۔ اگر انہوں نے دوسرا امام مقرر نہ کیا تو (اُمت کے اجتماعی) اُمور میں خلل آئے گا اور اس لیے کہ مجنون پر (دوسرے شخص کی) ولایت ضروری ہے تو وہ پوری اُمت (کے اُمور) کا ولی کیونکر ہو سکتا ہے؟''

اگر حواس ختم ہو جائیں تو بھی خلیفہ معزول ہو جائے گا جیسا کہ علامہ قلقشندی لکھتے ہیں:۔

"الضرب الثالث ذهاب الحواس المؤثر فی الرأی او العمل ویتعلق من ذالک مثلاث نقائص."[22]

''تیسری قسم آدمی کی رائے اور عمل کو متاثر کرنے والے حواس کا ختم ہو جانا ہے۔ اس سے متعلق تین نقائص ہیں۔''

یہ تین نقائص العمی (اندھا پن) الصم (بہرہ ہونا) اور الخرس (گونگا ہونا) ہیں جن کے بارے میں علامہ موصوف لکھتے

ہیں کہ اصح قول یہ ہے کہ خلیفہ ان کے طاری ہونے سے معزول ہو جاتا ہے۔'' [۲۳]

امام قرطبی نقص پیدا ہونے کی صورت میں خلیفہ کے بذاتِ خود معزول ہونے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

''ویجب علیه ان یخلع نفسه اذا وجد فی نفسه نقصایؤثر فی الامامة۔'' [۲۴]

''خلیفہ پر واجب ہے کہ جب وہ اپنی ذات میں امامت پر اثر انداز ہونے والا نقص تو خود بخود معزول ہو جائے گا۔''

حوالہ جات

۱۔ القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الصلوٰۃ،باب وجوب طاعۃ الامر ء ، بیروت: دارلفکر، ۱۹۸۱ء، ج۲،ص ۱۱۶

۲۔ سورۃ آل عمران۳:۱۱۰

۳. احمد بن حنبل، مسند احمد،تحقیق احمد بن محمد شاکر،قاہرہ: دارالحدیث،الطبع اولی،۱۴۱۶ھ،ج۱،ص ۲۲۵

۴. القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الامارۃ باب اذبویع الخلیفتین بیروت: دارلفکر، ۱۹۸۱ء، ج۲،ص ۱۲۵

۵. سورۃ آل عمران۳:۱۰۴

۶. الجصاص،احمد بن علی،الاحکام القرآن، مصر :المطبعۃ المصر ۱۳۴۷، ج۴،۱۵۷

۷. امام غزالی،احیاء علوم الدین ،قاھرہ ،دارالحدیث ،الطبع اولیٰ، ج ۲،ص ۳۰

۸. القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الامارۃ باب اذبویع الخلیفتین بیروت: دارلفکر، ۱۹۸۱ء، ج۲،ص ۱۲۶

۹. امام غزالی،احیاء علوم الدین ،قاھرہ ،دارالحدیث ،الطبع اولیٰ، ج ۱ ،ص ۳۵۲

۱۰ . حافظ عماد الدین ابوالفدا ءابن کثیر،تفسیر ابن کثیر،مترجم: مولانا محمد جون گڑھی، لاہور مکتبہ قدوسیہ۲۰۰۴ء، اشاعت اول، ج۲،ص ۸۵

۱۱۔ ابو داؤد، سلمان بن اشعث سبحتانی، سنن ابی داؤد، کتاب الفتن ،باب فی النھی عن السعی فی الفتنۃ،مصر :مکتبہ مصریہ ،الطبعۃ الاولی ، ۱۴۰۱ ھ،ج۱،۹۳

۱۲ . القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الامارۃ باب اذبویع الخلیفتین بیروت: دارلفکر، ۱۹۸۱ء، ج۲،ص ۱۲۷

۱۳ . الجصاص،احمد بن علی،الاحکام القرآن، مصر :المطبعۃ المصر ۱۳۴۷، ج ۲،ص ۳۷

۱۴۔ حنفی، ابن عابد علامہ، ردالمختار علی الدرالمختار باب الامامۃ ،استنبول: طبع در سعادت الثانیۃ،۱۳۹۹ھ، ج۲،ص ۲۶۴

١٥. القلقشندی، احمد بن عبدالله،علا مه، مآثر الانافه معالم الخلافة ،بیروت:مکتبه اسلامیه،

ج ١،ص ٦٦

١٦. ابن عابدین الشامی الفتاویٰ الشامیة کوئٹه مکتبه رشیدیه،١٩٩٢،ص ٩٨

١٧. حنفی،ابن عابدعلامه،ردالمختار علی الدرالمختار باب الامامة ،استنبول:طبع درسعادت الثانیة،١٣٩٩ھ، ج ۴،ص ٢٦۴

١٨. القلقشندی، احمد بن عبدالله،علا مه، مآثر الانافه معالم الخلافة ،بیروت:مکتبه اسلامیه،

ج ١،ص ٦٦

١٩. ایضاً ، ج ١،ص ٦٦.٦٧

٢٠. ایضاً ، ج ١،ص ٦٧.٦٨.٦٩

٢١. القلقشندی، احمد بن عبدالله،علا مه، مآثر الانافه معالم الخلافة ،بیروت:مکتبه اسلامیه،

ج ١،ص ٢٥٩

٢٢. ایضاً

٢٣. القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الامارة باب اذبویع الخلیفتین بیروت:

دارلفکر، ١٩٨١ء، ج ٢،ص ١٢٢

٢۴. حنفی،ابن عابدعلامه،ردالمختار علی الدرالمختار باب الامامة ،استنبول:طبع درسعادت الثانیة،١٣٩٩ھ، ج ۴،ص ٢٦١

باب پنجم

آئمہ مذاہب کا دور و علمی خدمات

فصل اول

حضرت علیؓ تا حسینؓ کا دور و علمی خدمات

فصل دوم

حضرت زین العابدینؒ تا موسیٰ کاظمؒ کا دور و علمی خدمات

فصل سوم

حضرت علی رضاؒ تا علی نقیؒ کا دور و علمی خدمات

فصل چہارم

حضرت حسن عسکریؒ تا محمد مہدیؒ کا دور و علمی خدمات

فصل پنجم

نبوت و امامت کی غلط تعبیرات

(الف) : قادیانی مذہب کا تعارف و نظریہ امامت

(ب) اسماعیلی مذہب کا تعارف و نظریہ امامت

(ج) زیدی و بوہری کا تعارف و نظریہ امامت

فصل ششم

نظریہ ولایتِ فقیہ اور عصر حاضر...... تجزیاتی مطالعہ

فصل اول

حضرت علیؓ تا حسینؓ کا دور و علمی خدمات

حضرت علیؑ کی علمی خدمات

مذاہب اسلامیہ میں سے ''نظریہ امامت'' جوکہ بنیادی طور پر اہل تشیع کے نزدیک اصول دین میں سے ہے اور امامت عہدہ الٰہی ہے۔ان کے نزدیک حضرت علیؑ کو خم غدیر کے موقع پر رسول خداؐ نے باقاعدہ طور پر امامت کا انتقال کیا اور یہیں پر دین کی تکمیل بھی ہوئی۔ذیل میں اختصار کے ساتھ بارہ اماموں کی سیرت و کردار اور ان کے علمی کارناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

تعارف:

اسم مبارک	علیؑ	مشہورالقابات	امیرالمومنین ابوتراب
تاریخ ولادت	۱۳رجب ۳۰عام الفیل	تاریخ شہادت	۲۱رمضان المبارک ۴۰ھ
مقام ولادت	خانہ کعبہ مکہ مکرمہ	مدفن	نجف اشرف
والد بزرگوار	حضرت ابوطالب	عمر مبارک	۶۳سال
والدہ ماجدہ	حضرت فاطمہ بنت اسد	کنیت	ابوالحسن
اولاد	۲۷اولادیں		

هو الامام علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب ابو الحسن الها شمی القریشی وامه فاطمه بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف الهاشمیه و هی بنت عم ابی طالب کا نت من المهاجرات.[۱]

وهی اول هاشمیه ولدت هاشمیا قد أسلمت و هاجرت .[۲]

ترجمہ: یہ سب سے پہلی ہاشمی خاتون ہیں جو ہاشمی متولد ہوئیں،اسلام لائیں اور ہجرت کی۔

وکانت بمحل عظیم من الاعیان فی عهد رسول ﷺ و توفیت فی حیاة رسول الله ﷺ واله ﷺ علیها.[۳]

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان کا بہت بڑا مقام تھا اور آپ نے رسول گرامیؐ کی حیات طیبہ میں وفات پائی۔آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تحدر من اکرم المناسب و انتمی الج اطیب الاعراق فابوه ابو طالب عظیم المشیخة من قریش وجده عبدالمطلب امیر مکه و سید ابطحا و ثم هو قبل ...من هامات بنی هاشم واعیانهم. [۴]

ولادت

آپؑ کی ولادت باسعادت ۱۳رجب المرجب ۳۰عام الفیل مطابق ۶۰۰ء یوم جمعہ خانہ کعبہ میں ہوئی

لم یولد قبلہ ولا بعدہ مولد فی بیت الحرام ۵

بمکہ و لد فی بیت الحرام یوم الجمعہ الثالث عشر من رجب سنة ثلاثین من عام الفیل.۶

قال الحاکم وواقف الذہبی فقد تواتر الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولد ت علی ابن ابی طالب فی جوف الکعبة.۷

ترجمہ: حاکم نیشاپوری اور ذھبی نے لکھا ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے علی ابن ابی طالب کو بالکل کعبہ کے اندر پیدا فرمایا۔

شمس الدین ابی البرکات محمد بن احمد دمشقیؒ لکھتے ہیں:

ان علیا ولد بعد مولد النبی بثلاث وثلاثین سنة و بعث رسول اللہ ﷺ من العمر سبع سنین. ص۸

مذاہب اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت علی جوف کعبہ میں پیدا ہوئے۔

کنیت

ویکنئی ا باالحسن اباالحسین حیدرة ابا تراب ۹

ترجمہ۔آپ کی کنیت ابوالحسن ابوالحسین حیدر اور ابوتراب ہے۔

ابو الحسن و کناہ رسول اللہ اباتراب ۔۱۰

لما راہ ساجد ا معرضا وجھہ فی التراب ومن کنا ایضا ابو الحسن ابوالسبطین ابو ریحان ۱۱

Ali was the name kuniyyat was Abul Hassan, Abu Turab and Haider (Loin) .۱۲

علامہ صائم چشتی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درج ذیل القاب کا ذکر کیا ہے:

سلطان اولیاء☆ تاجدار ھل آتیٰ☆ امیر المومنین☆ امام المسلمین☆ صاحب ذوالفقار☆ حیدر کرار☆ مرتضیٰ ☆ شیر خدا☆ ۱۳

آپ کا اسم مبارک علیؓ ہے اور مشہور القابات میں امیر المومنین، ابوتراب ہیں ۔ ۱۴

تعلیم وتربیت

آپؓ کی پرورش رسول اکرم نے کی۔اسی دوران میں جب کہ آپ سرور کائنات کے زیر سایہ عارضی طور پر پرورش پا رہے تھے مکہ میں شدید قحط پڑا ابو طالب کے ہاں چونکہ اولا د زیادہ تھی۔حضرت علی سرور کائنات کے پاس رات دن رہنے لگے۔حضور اکرمؐ نے آپ کو جملہ نعمات الٰہیہ سے بہرہ ور کر لیا اور ہر قسم کی تعلیمات سے بھرپور بنا دیا۔حضرت علیؓ پیغمبرؐ کی

پاکیزہ محبت میں پروان چڑھے اور تمام اچھی اور نیک باتیں سیکھ لیں۔ پیمبر اسلام کی قربت سے ہی آپؓ کا مقام و مرتبہ بلند اور ذی شان ہوا۔[۱۵]

The Holy Imam Ali (A.S) the first supporter to the honored Prophet (PBUH). [۱۶]

اسلام میں پہل

وعلی رضی اللہ احد لعشرۃ لھم بالجنۃ و اخورسول اللہ ﷺ با لموا خاۃ و صھرہ علی فاطمہ سیدۃ نساء العالمین و ا حد لسابقین الی الاسلام.[۱۷]

ترجمہ: حضرت علی عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں ۔جنہیں جنت کی بشارت دی گئی۔آپؓ مواخاۃ میں رسول اکرم ﷺ کے بھائی بنے تھے اور حضرت فاطمہ سیدۃ النساء العالمین کے شوہر ہونے کے ناطے آپ ﷺ کے داماد ہیں اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس امت میں سب سے پہلے خدا کی عبادت کی اور سب سے پہلے آنخضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔[۱۸]

شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ: ''حضرت علیؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔''[۱۹]

حلیہ مبارک و شادی

آپ کا رنگ گندمی آنکھیں بڑی سینہ پر بال قد میانہ داڑھی بڑی اور دونوں شانیں کہنیاں اور پنڈلیاں پُر گوشت تھیں آپ کے پاؤں کے پٹھے زبردست تھے کندھوں کی ہڈیاں چوڑی تھیں آپ کی گردن صراحی دار اور آپ کی شکل نہایت حسین وجمیل تھی آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھلا کرتی تھی۔

آپ کی شادی ۲ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء سے ہوئی۔آپ کے گھر میں کوئی لونڈی بطور خدمت گار نہ تھی۔ باہر کا کام آپ خود اور آپ کی والدہ محترمہ کرتی تھیں اور امور خانہ داری کے فرائض جناب فاطمہ الزہراءؑ انجام دیتی تھیں۔[۲۰]

محبت اسلام

اسلام سے حضرت علی کی محبت کی فہرست اتنی مختصر نہیں ہے کہ ہم اس کا احاطہ کرسکیں ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ دعوت ذوالعشیر ہ کے موقع پر جس جگہ رسول اکرم ﷺ کو تقریر کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔آپ نے ایسی جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا کہ پیغمبر اسلام کامیاب ہو گئے اور آپؑ نے اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔

۲۔ شب ہجرت فرش رسولؐ پر سو کر اسلام کی قسمت بیدار کر دی۔اپنی جان خطرے میں ڈال کر غار میں تین یوم تک کھانا پہنچایا

۳۔ جنگ بدر میں جب مسلمان صرف ۳۱۳ اور کفار بہت زیادہ تھے آپ نے کمال جراءت و ہمت سے کامیابی حاصل کی۔

۴۔ کفار جن کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی عمرو بن عبدود جیسے بہادر کو لے کر میدان آ پہنچے۔مسلمانوں کو بار بار مقابلہ کے لیے کہہ رہے تھے۔لیکن علی کے سوا کسی نے ہمت نہ کی۔بالآخر

رسول اللہ ﷺ کو کہنا پڑا کہ آج علی کی ایک ضربت عبادتِ ثقلین سے بہتر ہے۔

۵۔ اسی طرح خیبر میں کامیابی حاصل کر کے آپ نے اسلام پر احسان فرمایا۔[21]

دنیا حضرت علیؓ کی نگاہ میں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا اور امور دنیا سے حد درجہ بیزار تھے۔آپ نے دنیا کو مخاطب کر کے بارہا کہا ہے کہ ''اے دنیا غـرّی غیـری '' جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے۔میں نے تجھے طلاق بائین دے دی ہے۔جس کے بعد رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ابن طلحہ شافعیؒ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت علیؑ نے جابر ابن عبداللہ کو لمبی لمبی سانس لیتے ہوئے دیکھا تو پوچھا اے جابر یہ تمہاری ٹھنڈی سانس دنیا کے لیے ہے۔عرض کی۔ہے تو ایسا ہی۔آپ نے فرمایا:

جابر سنو! انسان کی زندگی کا دارومدار سات چیزوں پر ہے۔یہ سات چیزیں وہ ہیں جن پر لذتوں کا خاتمہ ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ کھانے والی چیزیں ۲۔پینے والی چیزیں ۳۔پہننے والی چیزیں ۴۔لذت نکاح والی چیزیں ۵۔سواری والی چیزیں ۶۔سونگھنے والی چیزیں ۷۔سننے والی چیزیں

اے جابر ان کی حقیقتوں پر غور کروں کھانے میں بہترین چیز شہد ہے یہ مکھی کا لعاب دہن ہے،بہترین پینے کی چیز پانی ہے یہ زمین پر مارا مارا پھرتا ہے،بہترین پہننے کی چیز دیباج ہے یہ کیڑے کا لعاب ہے،بہترین منکوحات عورتیں ہیں اور عورت فساد کا باعث ہے،بہترین سواری کی چیز گھوڑا ہے جو قتل وقتال کا مرکز ہے،بہترین سونگھنے کی چیز مشک ہے جو ایک جانور کی ناف کا سوکھا ہوا خون ہے،بہترین سننے کی چیز غنا(گانا)جو انتہائی گناہ ہے۔اے جابر ایسی چیزوں کے لیے عاقل

کیوں ٹھنڈی سانس لے۔ جابر کہتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد سے میں نے کبھی دنیا کا خیال تک نہیں کیا۔ [۲۲]

کسبِ حلال

آپ کے نزدیک کسب حلال بہترین صفت تھی جس پر آپ خوبھی عمل پیرا تھے آپ روزی کمانے کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور مزدوری کو نہایت اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ کنویں سے پانی کھینچنے کی مزدوری کی اور اجرت کے لیے فی ڈول ایک خرمہ کا فیصلہ ہوا۔ آپ نے ۲۱ ڈول پانی کھینچے اور اجرت لے کر سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دونوں نے مل کر تناول فرمایا۔ اسی طرح آپؓ نے مٹی کھودنے اور باغ میں پانی دینے کی بھی مزدوری کی۔

محبّ طبری لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت علی نے باغ سینچنے کی مزدوری کی۔ رات بھر پانی دینے کے لیے جو کی ایک مقدار طے ہوئی آپ نے حسب فیصلہ ساری رات پانی دیا۔ جو کی مزدوری حاصل کر آپ گھر تشریف لائے اور فاطمہ زہرا کے حوالے کی۔ انھوں نے اس کے تین حصے کر ڈالے اور تین دن کے لیے علیحدہ علیحدہ رکھ لیا۔ اس کے بعد ثلث حصہ کو پیس کر شام کے وقت روٹیاں پکائیں اتنے میں ایک یتیم آ گیا۔ اس نے مانگ لی پھر دوسرے دن ثلث روٹیاں تیار کی گئیں۔ مسکین نے سوال کیا اور سب روٹیاں لے گیا۔ تیسرے دن بھی روٹیاں تیار ہوئیں۔ فقیر نے آواز دی اور لے گیا۔ یہ سب تینوں دن بھوکے ہی رہے۔ [۲۳]

حسنِ اخلاق

آپ نہایت خوش اخلاق، کشادہ پیشانی، یتیم نواز، فقیروں سے محبت، مومنوں میں اپنے کو حقیر اور دشمنوں میں اپنے آپ کو بارعب رکھتے، مہمانوں کی خدمت خود کرتے، کار خیر میں سبقت کرتے، جنگ میں دوڑ کر شامل ہوتے، ہر مستحق کی امداد فرماتے، ہر کافر کے قتل پر تکبیر کہتے، جنگ میں آپ کی آنکھیں خون کی مانند ہوتی، عبادت خانہ میں انتہائی خشوع خضوع کی وجہ سے بے حس معلوم ہوتے، ہر رات کو وہ ہزار رکعت نوافل ادا کرتے، اپنے عیال واطفال کو امور خانہ داری میں مدد دیتے، ضروریات خانگی بازار سے خود خرید کر لاتے، اپنے لباس کو بدست خود پیوند لگاتے اور غلام اپنی مزدوری سے خرید کر آزاد کرتے تھے۔ [۲۴]

زھد وتقوی

زھد وتقوی سے متعلق آپ کے واقعات بہت کثرت سے ہیں اصول اسلام کی پابندی کرنے میں بہت سخت تھے اور اپنے ہر قول وفعل میں نہایت شریف اور آزاد تھے۔ جب آپ نے حضرت فاطمہ الزہراء سے شادی کی تو آپ کے پاس اتنی زیادہ دولت نہ تھی آپ نے اپنی زرہ بکتر بیچ کر مہمانوں کی تواضع کی۔ ایک دفعہ اصفہان کے خراج کا مال آیا تو آپ نے اس کو سات حصوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر اس میں سے ایک روٹی ملی تو اس کے بھی سات ٹکڑے کیے۔ آپ سادہ لباس پہنتے تھے۔ حضرت علی غیر معمولی زھد کے مالک تھے۔ [۲۵]

عبادت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاص کا یہ عالم تھا۔

شجاعت

حضرت علی کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی میدان جنگ سے بھاگے نہیں اور نہ ہی بھاگنے والے کا تعاقب کیا آپ نے کبھی جنگ میں پہل نہیں کی۔ آپ نے کبھی دعوت جنگ دینے والے کو زندہ واپس جانے نہیں دیا۔ آپ کے مقابلہ میں جم کر لڑنے والے لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھوں مرنے والا بھی فخر کرتا تھا۔ حضرت علی دشمن سے معاملہ کرتے ہوئے انسانی قواعد وضوابط کی پابندی کرتے تھے۔ جنگ کے میدان میں حضرت علی تلوار شجاعت کا وہ مظاہرہ پیش کرتی ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ حضرت علی نے تمام جنگوں میں بہادری سے دشمن کا قلع قمع کیا۔ [۲۶]

By nature Hazrat Ali was a noble and virtuous man. Being brought up under the Holy Prophets care his character was also a specimen of the Holy Prophet character and Islamic teaching.[۲۷]

Ali memorized the Quran by Learn. He knew pricesly when where and in what conditions most verses of the Quran were revealed even in the time of earlier Caliphs he used to give lectures on the noble Quran and Hadith Prophet saying. Abu Bakar, Umer, Uthman and Aishah used to refer difficult cases to him for decision. [۲۸]

حضرت علی کی تصانیف

علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے مصنف حضرت علیؑ ہیں۔

اول من صنف فی الاسلام امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب

ترجمہ: اسلام میں سب سے پہلے حضرت علی نے تصنیف کی ہے آپ کی کتاب کا نام ''کتاب علی'' اور ''جامعہ'' تھا، اصول کافی کتاب الحجت میں ہے کہ اس کتاب میں تمام دنیا میں ہونے والے تمام حالات وواقعات کا تذکرہ ہے۔حضرت علی پہلے جامع قرآن مجید بھی ہیں۔[۲۹]

قرآن مجید کو تنزیل کے مطابق حضرت علیؑ نے جمع کیا اس میں اسباب ومقامات نزول وآیات وسور کا بھی ذکر کیا۔کتاب علی جس میں قرآن مجید کے ساٹھ علوم کا ذکر تھا کتاب الجامعہ، کتاب الجفر ،صحیفہ الفرائض، کتاب **فی الزکواۃ النعم** ،**کتاب فی ابواب الفقه**، **کتاب فی الفقه** ،مالک اشتر کے نام تحریری ہدایات،محمد بن حنفیہ کے نام وصیت،مسند علی لابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی ،صحیفہء علویہ، نہج البلاغہ اسے علامہ سید رضی علیہ رحمۃ نے جمع فرمایا اور اس کی بہت ساری شروح لکھی گئی ہیں۔

مائۃ کلمۃ اسے جاحظ نے جمع کیا ،غرر الحکم ودرر الکلم اسے کو عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد نے جمع کیا۔دستور معالم الحکم جس کو قاضی ابوعبداللہ بن سلامہ نے جمع کیا۔نثر للالی جس کو ابوالفضل علی بن الحسن الطبرسی نے جمع کیا۔کتاب مطلوب من کل طالب من کلام علی بن ابی طالب اسے ابو اسحاق الوطواط الانصاری نے جمع کیا۔قلائد الحکم وفرائد الکلم جس کو قاضی ابویوسف نے جمع کیا۔کتاب معمیات علی ،امثال الامام علی ابن ابی طالب شیخ مفید علیہ رحمتہ نے کتاب الارشاد میں کچھ کلام جمع کیا ہے۔

اسلامی علوم میں علم فقہ،علم تفسیر علم حدیث،علم طریقت وحقیقت ،اصول تصوف بھی حضرت علی نے متعارف کروائے۔علوم عربیہ میں علم نحو کی ایجاد حضرت علی نے کی۔آپؑ نے ہی اس کے قواعد وضوابط مدون فرمائے۔اس کے علاوہ علم القرآت ،علم الفرائض،علم الکلام،علم الخطابت،علم فصاحت وبلاغت،علم الشعر،علم العروض وقوافی،علم الادب،علم الکتابت،علم تعبیر خواب ،علم فلسفہ،علم ھندسہ،علم النجوم،علم الحساب،علم الطب،علم تعبیر الرویا ،علم جعفر والجامعہ،علم اکساب،علم ہیت ،علم المنطق الطیر وغیرہ آپ نے متعارف کروائے۔[۳۰]

شہادت

۱۹رمضان المبارک آپؑ نماز فجر سجدے کی حالت میں تھے جب عبدالرحمٰن ابن ملجم نے آپؑ کے سر مبارک پر تلوار سے وار کیا۔تین دن تک آپؑ شدید تکلیف میں مبتلا رہے آخر کار ۲۱ رمضان المبارک کو آپؑ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے۔آپ نے فرمایا: **فزت برب الکعبه** خدا کی قسم میں نے حیات ابدی پائی اور کامیاب ہو گیا۔[۳۱]

Death in 40 years of Hijrah in the hours of the morning of 19th Ramdan. Ali was struck with a position sword by a Kharijite while offering his prayers in the Mosque.[۳۲]

حضرت حسن مجتبیٰؑ کی دینی و علمی خدمات:

تعارف

تاریخ ولادت	۱۵ رمضان المبارک ۳ھ	مقام ولادت	مدینہ منورہ
اسم مبارک	حسنؑ	والد بزرگوار	حضرت علیؑ
والدہ ماجدہ	حضرت فاطمہ الزہراءؑ	مشہور القابات	مجتبیٰ، سبط، کنیت
	ابو محمد		امین، تقی، ذکی، طیب، زاہد،
اولاد	۱۵ بیٹے بیٹیاں	عمر مبارک	۴۷ سال
مدفن	جنت البقیع	تاریخ شہادت	۲۸ صفر المظفر ۵۰ ھ

اسم، کنیت، القاب

آپ کی کنیت صرف ابو محمد اور آپ کے القاب بہت کثیر ہیں جن میں طیب و تقی اور سبط و سید زیادہ مشہور ہیں محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے: ''آپ کا ''سید'' لقب خود سرور کائنات کا عطا کردہ ہے''

اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؑ کے دونوں شہزادوں کا نام پوشیدہ رکھا تھا ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی منسوب نہیں ہوا۔ آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرور کائنات نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا۔ بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی۔[۳۳]

حسن خلق

رسول اللہ ﷺ کو اپنے نواسے حضرت امام حسن سے بے پناہ محبت تھی اور اپنے اصحاب کو بھی حکم کرتے کہ وہ ان سے محبت رکھیں۔ آپ کے حسن و اخلاق کا چرچا زبان زد عام تھا۔ حضرت امام حسنؑ خلق کی صفت میں کمال تھے۔

ایک شامی کہتا ہے کہ ایک دن میں نے مدینہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا۔ جس کا چہرہ باوقار انتہائی خوبصورت تھا اس کے بدن کا لباس انتہائی مناسب اور آراستہ تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا۔ تو لوگوں نے بتایا۔ یہ حسن بن علیؑ ہیں۔ یہ سن کر میرا پورا وجود غصے میں جلنے لگا۔ جب انہیں کافی برا بھلا کہا۔ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تم مسافر ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ اگر تمہارے پاس رہائش نہیں ہے تو میں تمہیں رہائش دوں گا۔ اگر پیسہ نہیں ہے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اگر کوئی تمھاری ضرورت ہے تو ضرورت پوری کروں گا۔ یہ سن کر میں ان کے

قدموں میں گر پڑا۔ اپنے آپ پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ اور اس کے بعد روئے زمین پر ان سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی نہ تھا۔

امام حسنؓ کی ایک غیر معمولی صفت جس کے دوست اور دشمن سب معترف تھے۔ وہ صفت حلم تھی آپ کی سخاوت اور مہمان نوازی عرب میں مشہور تھی۔ آپ کی فصاحت و بلاغت بھی پورے عرب میں مشہور تھی۔ [۳۴]

Imam Hassan (a.s) ethics were excellent example for people so everyone respected him .Everyone loved him when he associated with him..The historian said. He Imam Hassan was the best of all people in worship Allah and refraining form the life in this world. [۳۵]

محبت رسول اللہؐ

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هما ريحانتای من الدنيا اخرج احمد بن حنبل و ترمذی و نسائی والحاكم ...وغيرهم وقد ساححه الترمذی ووافقه البانی وصححه الحاكم ووافق الذهبی ووافق هما البانی ايضاً السيوطی والسمعانی [۳۶]

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میری خوشبوئیں ہیں۔

عن عطاء ان رجلا اخبره انه رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم يضم اليه حسناً و حسيناً يقول اللهم انی احبهما فأ حبهما. [۳۷]

ترجمہ: حضرت عطا روایت کرتے ہیں کہ انہیں ایک شخص نے بات بتائی کہ اس نے رسول ﷺ کو امام حسن اور حسین کی ضمانت دیتے ہوئے دیکھا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے اللہ میں بھی حسنینؓ سے محبت کرتا ہوں تو بھی حسنینؓ سے محبت کر۔

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من احبهما فقد احب النبی ومن ابغضهما فقد ابغضه [۳۸]

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا جس نے امام حسنؓ اور حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

وعن ابی هريرة رضی اللہ عنه قال قال رسول ﷺ من احب الحسن و الحسين فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی [۳۹]

علمی خدمات

ایک شخص نے آپؓ سے پوچھا حق و باطل کا فاصلہ کتنا ہے آپؓ نے فرمایا حق و باطل کا فاصلہ چار انگشت کے برابر ہے جسے اپنی آنکھ سے دیکھا وہ حق ہے۔ جسے صرف سنا وہ نا قابل اعتبار ہے۔اس نے کہا زمین وآسمان کا فاصلہ کتنا ہے؟ آپؓ نے فرمایا: اس کو صرف مظلوم کی آہ ہی طے کرسکتی ہے۔اس نے پوچھا وہ دس اشیاء کون سی ہیں جن میں سے ہر ایک دوسرے سے قوی تر ہے۔امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس اشیا میں سے ایک سخت شے پتھر ہے جس سے شدید تر لوہا ہے جو اسے توڑ دیتا ہے اور اس سے قوی تر آگ ہے جو اسے پگھلا دیتی ہے۔اس سے قوی تر پانی ہے جو اسے بجھا دیتا ہے۔اس سے قوی تر وہ بادل ہے جو اسے اٹھائے پھرتا ہے۔اور اس سے طاقتور وہ ہوا ہے جس کے کاندھوں پر یہ بادل رہتا ہے۔اس سے قوی تر وہ فرشتہ ہے جو اسے بھی موت دے گا۔اس سے قوی تر وہ حکم باری تعالیٰ ہے جو موت پر بھی حکمرانی کرتا ہے۔امام رضی اللہ عنہ ان کے جوابات سے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی علمی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔[۴۰]

عبادت

خالق کائنات نے عبادت کو اس قدر اہمیت دی ہے اسے مقصد انسانی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن ﴾ [۴۱]

ترجمہ: اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں

اسی طرح ارشاد قدرت ہے:

﴿ وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ﴾ [۴۲]

ترجمہ: اور تمہارے پرودگار کا فیصلہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

حضرت امام حسنؓ ایک زاہد اور عبادت گزار ہستی تھے۔آپ نے ۲۵ پیادہ حج سرانجام دیے۔

عبادت آل محمدﷺ کا شعار اور طرہ امتیاز ہے جب وضو کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔کبھی راہ خدا میں اپنا سارا مال تقسیم کر دیتے۔جب کوفہ کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر شگافتہ ہو گیا تو آپ نے امام حسنؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو امام حسنؓ نے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی۔[۴۳]

Baqar Shareef says: Imam Hassan performed the Hajj on foot twenty five times when he mentioned the death he wept when he mentioned the grave he wept ।[۴۴]

حضرت امام حسن کا زھد وتقوی مشہور تھا۔[۴۵]

حضرت امام حسن کے زہد وتقویٰ کی ایک عظیم مثال یہ بھی ہے کہ:

ایک شخص آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا حالانکہ آپ باہر جانے کے لیے تیار تھے۔ آپ نے اس شخص سے اجازت مانگی کہ میں باہر چلا جاؤں۔[۴۶]

شہادت

آپ کی شہادت ۲۸ صفر ۵۰ ھ میں ہوئی۔ امام حسین نے غسل وکفن دیا نماز جنازہ پڑھائی۔ امام حسنؓ کے جنازے پر کئی تیر پیوست ہوئے۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے لوگوں کو عدل وصداقت کا سبق ملتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دائمی امن کی علامت تھے۔[۴۷]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دینی و علمی خدمات

تعارف

تاریخ ولادت	۳ شعبان المعظم ۴ھ	مقام ولادت	مدینہ منورہ
اسم مبارک	حسینؓ	والد بزرگوار	حضرت علی ابن ابی طالب
والدہ ماجدہ	حضرت فاطمہ الزہراءؓ	کنیت	ابوعبداللہ
مشہور القابات	سید، سبط، اصغر، شہید اکبر، سید الشہداء	اولاد	۴ بیٹے اور ۲ بیٹیاں
عمر مبارک	۵۷ سال	مدت امامت	۱۰ سال
تاریخ شہادت	۱۰ محرام الحرام ۶۱ھ	مدفن	کربلا معلی عراق

اسم، کنیت، القاب

باقر شریف قریشی نے درج ذیل القاب تحریر کیے ہیں:

الشهيد, الطيّب, سيد الشّهداء, سيد شباب اهل الجنة, السبط, الرشيد, الوفىٰ, المبارک, التابع لمرضاة الله, الدليل على ذات الله, المطاهر, البرُّ احدالكاظمين ابى الضيم. [۴۸]

فضائل وخصائل

عن يعلى بن مره قال قال رسول ﷺ حسين منى و انا من الحسين اخراج ترمذى ولبخارى و احمد و ابن ماجه والحاكم و غيرهم. [۴۹]

قال قال رسول ﷺ احبّ الله من احبّ حسيناً.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔

عن ابى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال رأيت رسول اللهﷺ وهو حامل الحسين بن على وهو يقول اللهم انى احبّه فأحبّه. [۵۰]

مصطفیٰ سجدہ کرتے تو امام حسینؓ کندھوں پر ہوتے۔ مصطفیٰ بیٹھتے تو امام حسینؓ گود میں ہوتے۔ جب مصطفیٰ ﷺ امام حسینؓ کو چاہ رہے تھے تو مصطفیٰ ﷺ کے لخت جگر کا ذکر کون مٹا سکتا ہے۔ [۵۱]

جناب امام حسینؓ کا فرمان ہے: الموت اولى من ركوب العاد. [۵۲]

ترجمہ: عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔

الاکرم و لکن بعد استشهاد أبی عبدا لله انتقل هذا اللقب لیصبح خاصا باالحسين قال رسول ان الحسين مصباح الهدى و سفينة النجاة و امام خير و يمين و عزر فخر و بحر و ذخر. ۵۳

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہدایت کے چراغ، نجات کے سفینہ خیر و برکت اور عزت وفخر کے امام، علم کا سمندر اور خزانہ ہیں۔

Ibne Kaseer the Historian says "I saw never a more handsome man than Hussain" ۵۴

The day of 10th of Muharram at the down Imam glance over the army of Yazid and saw Umer Ibn Sad ordering his forces to march towards him. He gathered his follower and addressed them thus. Allah has permitted us to be engaged in a holy war and He shall reward as for our Martyrdom . So prepare yourself to fight against the enemies of Islam with patience and resistance sons of the noble and self respecting person, be patient. Death in nothing but a bridge which you must cross after facing trials and tribulations so that to reach heaven and joys. Which of you do not like to go from this passion (world) to the lofty places? (Paradise) ۵۵

شہادت

حضرت امام حسینؓ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے اور دین کی بقاء کے لیے سینہ سپر ہوئے۔ ۵۶

امام حسینؓ کی قربانی بنی نوع انسان کے لیے باعث فخر ہے۔ ۵۷

۱۰ محرم کو میدان کربلا میں آپ پر مسلسل وار ہو رہے تھے۔ کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اس کے ایک شخص نے جبیں مبارک پر ایک تیر مارا آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا۔ چنانچہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری بوقت عصر امام حسینؓ کی شہادت ہوئی۔ ۵۸

حوالہ جات

۱۔ ذهبی،محمد حسین، تاریخ اسلام،بیروت: دار الکتب العربی، الطبعة الثانیة ،۱۴۱۸ھ،ص۴۲۱

۲۔ سیوطی،جلال الدین، تاریخ الخلفاء، بیروت:دار الکتاب العربی،الطبعة الثانیة، ۱۹۹۹ء،ص۱۲۸

۳۔ نیشا پوری،الحاکم ، المستدرک علی الصحیحین،بیروت: دار المعرفت، ۱۴۰۴ھ،ج۳،ص۱۰۸

۴۔ اعلام الهدایة الامام علی بن ابی طالب امیر المومنین، المجمع العالمی لاهل البیت، الطبعةالأولی، ۱۴۳۰ھ،ص۲۹

۵۔ النیشاپوری ،محمد ابن محمد الحاکم، مستدرک الحاکم ، دار المعرفة ،بیروت: ۱۴۰۶ ه،ج۳،ص۴۸۳

۶۔ الشیخ مفید، الارشاد،قم:مؤ سسه آل البیت، الطبعة الأولی، ۱۴۱۳ھ،ج۱،ص۵

۷۔ (الف)۔ ہلالی سلیم بن قیس، اسرار خاندان محمد ،مترجم مہدی صباغی،قم: انتشارات ارمغان یوسف، چاپ اول، ۱۳۸۴ھ،ص۸۰

(ب)۔ ہاشم سلیمان بحرینی، مدینة المعاجز، مترجم سید غریب عساکر،قم: ارمغان یوسف، چاپ سبحان، ۱۳۸۴ھ،ص۳۴

۸۔ (الف)۔شمس الدین، ابی البرکات محمد بن احمد دمشقی، جواهر المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب،ایران: مجمع احیاء الثقافة الاسلامیة، الجزالاول،ص ۳۵

(ب)۔عبدالله امرتسری،ارحج المطالب فی سیرۃ امیر المومنین،لاہور: حق بازار نئی انارکلی،ص۲۳

(ج)۔الدیلمی ,محمد بن حسن، ارشاد القلوب،بیروت: موسسة العلمی للمطبوعات،ج۱،ص۲۱۱

(د)۔الدکتور محمد بیوتی، الامام علی ابن ابی طالب،الریاض: جامعه ام القری بمکه المکرمة ۱۴۱۹ ،الطبعة الأولی، ص ۳۹

(ر)۔عبدالرسول حقانی، ولایت از دیدگاه قرآن، ایران: انتشارات مکتب شعیان تدبیر، ۱۳۹۴ھ،ص۹۴

(س)۔سید کاظم قزوینی، علی از ولادت تا شهادت، ترجمہ علی کاظمی،قم: چاپ خانہ علمیہ، ۱۳۹۷ھ،ص۱۱

(ص)۔خراسانی محمد ہاشم بن علی، منتخب التواریخ، تہران: کتاب فروشی اسلامیہ ،ص۱۱۴

۹۔ (الف)۔حسن علی قسام ،فضائل الامام علی عندالفرقین ،بیروت : موئسسة الاعلمی للمطبوعات ،الطبعة الثالثة ،۱۴۲۱ء،ص۴

(ب). سبط ابن الجوزی،علامه،تذکرة لخواص،بیروت: موء سسة آل البیت،۱۹۸۱،ص۱۶

(ج).النشیا پوری،الحاکم ،مناقب امیر المومنین علی ابن ابی طالب ،بروایة من کتابة المستدرک علی الصحیحین ، بیروت:تحقق الشیخ عبدالعباس الجیاشی، موسسة الثقلین،ص ۱۱

۱۰۔ سیوطی،امام جلال الدین، تاریخ الخلفاء،بیروت : دالکتاب الولی، ۱۹۹۹،ص۱۲۸

۱۱۔ (الف)۔الطبرسی، اعلام الوری با اعلام الهدی ،قم:موئسسه آل بیت، ۱۴۱۸،ص۲۵

(ب)۔کراوی،نجم الحسن،سید،چودہ ستارے،لاہور:ادارہ نشر معارف الاسلامی،۱۳۹۳ھ،ص۱۲۱

(ج)۔گروہ طلاب المصنفین ،اسلامی تعلیمات،اسلام آباد: جامعہ الکوثر المصطفی بین الاقوامی مرکز،ترجمہ و اشاعت، اشاعت اول،۱۴۳۳ھ،ص۱۰۴

۱۲۔ Nadvi, Shah Moin uddin, The Ideal Caliphs of islam, Lahore: translated by Muhammad Akram, Idara-e-Islamiat Anarkali, P 311.

۱۳۔ (الف)۔صائم چشتی,مشکل کشا,فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۱۹۹۹،ص۴۷

(ب)۔زیدی،سبط جعفر،سید علی کے معجزات،کراچی: عاصمہ پبلی کیشنز،۲۰۰۱:ص۱۱

(ج)۔ موصلی ،شجاع الدین محمد بن عبدالواحد،النیعم المقیم لعترةالنباء العظیم ،بیروت:موسسة دارلکتاب الاسلامیة، الطبعة الأولی،۱۴۲۳ء،ص۱۴۲

۱۴۔ گروہ طلاب المصنفین ،اسلامی تعلیمات،اسلام آباد: جامعہ الکوثر المصطفی بین الاقوامی مرکز،ترجمہ و اشاعت، اشاعت اول،۱۴۳۳ھ،ص۱۰۴

۱۵۔ خورشید احمد انور، حیدر کرار،اسلام آباد:نیشنل بک فاونڈیشن،اشاعت اول،۲۰۰۲ء،ص۸

۱۶۔ www.Ziaraat.com/Najaf/Imam Ali(a.s.)/About

۱۷۔ سیوطی،الامام جلال الدین، تاریخ الخلفاء،بیروت: دار العلم ،الطبه الأولی،۱۴۰۶،ص،۱۸۵

۱۸۔ (الف)۔جمال الدین، محمد بن یوسف ،درالسمتین فی فضائل المصطفیٰ والمرتضیٰ والبتول والسبطین، بیروت :دارالاحیاء التراث العربی، الطبعة الاولی، ۱۴۲۵،ص۷۹

(ب)۔علی عبداللہ ابن بابویہ الرازی، فضائل حضرت علی، مترجم سید محمد اصغر نقوی، کراچی: اکبر حسین جیوتی ٹرسٹ، ص۱۰

(ج)۔خورشید احمد انور، حیدر کرار، اسلام آباد: نیشنل بک فاونڈیشن، اشاعت اول، ص۷

۱۹۔ (الف)۔شاہ معین الدین ندوی، خلفائے راشدین، لاہور، عصمت پرنٹنگ پریس، ص۲۲۳

(ب)۔الشوکانی، امام محمد علی، فضائل اہل بیت صحابہ کرام وتابعین، ترجمہ وتحقیق مولانا خالد محمود، لاہور: بیت العلوم نابھہ روڈ پرانی انارکلی، ص۱۰۸

(ج)۔محمد مقصود مدنی، عظمت اہل البیت، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، اشاعت دوم، ۲۰۰۵ء، ص۲۷

(د)۔ندوی، عزیز الحق، کوثر، علامہ، مناقب اہل البیت، بنارس: کوثر اکیڈمی کوثر ندوی روڈ کچی باغ، ۲۰۰۴ء، ص۵۴۱

(ح)۔الشوکانی، محمد بن علی ، درالسحاب فی مناقب القرابة والصحابة، تحقیق الدکتور حسین بن عبداللہ العمری، لاہور: مکتبہ سید الشہید، احمد الکریم مارکیٹ اردو بازار، ۱۴۰۳ء، ص۱۱۹

(خ)۔ابن المغاذلی، مناقب علی ابن ابی طالب ،المحقق محمد باقر لجمہوری دار لاضواء، بیروت: الطبعة الثانیة، ۱۹۹۲، ص۴۷

(ر)۔ وھبة الزحیلی، الدکتور ،الفقر الاسلامی وادلته، بیروت: دارلفکر، الجز الاول، ۱۹۹۲، ص ۴۳

(ز)۔حاجی محمد بن عبداللہ، نورالدین، سوانح عمری اہل بیت النبی الابرار، حیدرآباد دکن: کتاب محل الطبعة الأولی، ص۴

۲۰۔ عسقلانی، ابن حجر ،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی، صواعق محرقه، بیروت: دارالکتب علمیه، الطبعة الثانیة، ۱۴۲۰ھ، ص۴۷

۲۱۔ سید علی جعفری، المرتضیٰ، چٹاگام مشرقی پاکستان، اشاعت اول، ۱۹۴۱ء، ص۳۴۳

۲۲۔ الشافعی، محمد بن طلحه ، مطالب السئوول، ص۱۹۱

۲۳۔ المحب طبری، ابی جعفر احمد، ریاض النضرة فی مناقب عشرہ مبشرہ، مترجم علامه صائم چشتی ، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، ۲۰۰۳، ج۲، ص۲۳۷

۲۴۔ عبداللہ امرتسری، ارحج المطالب فی سیرۃ امیر المومنین، لاہور: حق بازار نئی انارکلی، ص ۲۰۱

۲۵۔ (الف)۔ نجفی، اسد حیدر، الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ، لاہور: مکتبہ لاہور، ص ۶۴

(ب)۔ جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نقوش عصمت، کراچی: محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ، اشاعت اول، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۴

۲۶۔ (الف)۔ نجفی، محمد باقر، آ قائے، دہد شتی بہبھائی، الدمعۃ الساکبہ، جھنگ: ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ، اشاعت اول، ۱۹۹۲، ص ۲۶۴

(ب)۔ مظہر عباس چوہدری، پروفیسر، علی اشجع الناس، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، اشاعت دوم، ۲۰۰۷، ص ۴۲

(ج)۔ آیت اللہ محمد رضا حکیمی، سلونی سلونی قبل ان تفقدونی، مترجم علامہ ناصر مھدی جاڑا، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، اشاعت اول، ۲۰۱۰، ص ۳۷

(د)۔ القزوینی، کاظم علی، السید، علی من المھد الی اللحد، الکویت: رابطہ نشر الاسلامی، ۱۹۷۵، ص ۱۳۷

۲۷۔. Rafi Ahmad Fidai ,Hazarat Ali Murtaza, Karachi: international Islamic Publishers Commercial Area, P 62.

۲۸۔. Abdul Basit Ahmed ,The Fourth Caliph of Islam,Saudia Arabia: Darussalam Publishers and distributors, 2000, P 43.

۲۹۔ مومن الشبلنجی، نور الابصار فی مناقب آل نبی المختار، بیروت: دار الفکر ۱۹۴۸، ص ۷۳

۳۰۔ (الف)۔ سید فخر الدین موسوی، علیؑ خلیفہ رسولؐ، انڈیا: عباس بک ایجنسی، ص ۲۲۸

(ب)۔ امروہی، سید حسن ظفر، اخلاق الائمہ، بمبئی: حیدری کتب خانہ، اشاعت دوم، ۱۹۷۸ء، ص ۴۰

۳۱۔ (الف)۔ مجلسی، محمد باقر، علامہ، جلاء العیون، ترجمہ علامہ سید عبدالحسین، انڈیا: عباس بک ایجنسی، ۲۰۰۱، ص ۲۹۷

(ب)۔ مولانا آصف نسیم، شہدائے صحابہ، لاہور: بیت العلوم، اشاعت اول، ۱۹۸۹ء، ص ۲۳۵

۳۲ A brief History of fourteen Infallibles, Tehran: world orgamzation for Islamic service, P 55

۳۳۔ (الف).الشافعی،محمد بن طلحه، مطالب السؤول، ص۲۲۱

(ب)۔محمد رضی علامہ سید، شہادت کبریٰ، کراچی: ادارہ نشر علوم دینیہ، طبع اول، ۱۹۷۹ھ، ص ۱۷

(ج)۔رضا رضوانی، امام حسن، کراچی: جامعہ تعلیمات اسلام، طبع چہارم، ۲۰۰۲، ص ۹

(د)۔باقر شریف قریشی، الامام الحسن بن علی، تحقیق مھدی باقر قریشی قم: مؤسسہ اهل البیت، الطبعۃ الأولی، ۱۴۴۰ھ، ص ۴

(ر)۔ابن اثیر علی بن الکرم، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، دمشق: المکتبۃ الاسلامیۃ، ج ۲، ص ۹

۳۴۔ سید علی نقوی، راہنمایان اسلام، اسلام آباد: ثقلین پبلی کیشنز، اشاعت اول، ۱۴۱۷ھ، ص ۴۷

۳۵۔ www.ziaraat.com/mdhnso.php

۳۶۔ (الف).احمد بن حنبل ،مسند احمد ،تحقیق احمد محمد شاکر ،القاهرة: طبعة دار لحدیث، الطبعة الأولی، ۱۴۱۶ھ، ج ۳، ص ۶۲

(ب). الترمذی،ابو عیسی ،محمد بن عیسی ،سنن ترمذی ،ج ۵، ص ۲۲۱

(ج). نیشاپوری،الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۱۵۳

۳۷۔ (الف).البخاری،ابو عبدالله محمد بن اسماعیل: صحیح البخاری، ج ۴، ص ۲۱۸

(ب).الترمذی،ابو عیسی ،محمد بن عیسی ،سنن ترمذی ،ج ۵، ص ۳۲۲

۳۸۔ ابن حبان البستی، صحیح ابن حبان،بیروت: موسسه الرسالة، الطبعة لثانیه ، ۱۴۱۴ھ، ج ۱۵، ص ۴۲۷

۳۹۔ الطبرانی، المعجم الکبیر،القاهرة: دار حیاء التراث العربی، الطبعة الثانیة، ج ۳ ص ۴۸

۴۰۔ جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نقوش عصمت زندگانی امام حسن مجتبیٰ، ص ۲۱۲

۴۱۔ سورۃ الذاریات ۵۱: ۵۴

۴۲۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۱۳

۴۳۔ جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نقوش عصمت زندگانی امام حسن مجتبیٰ، ص ۲۱۶

۴۴۔ Baqar Shareef al Qurashi, The life of Imam Hassan Almighty,

Translation by Jasim-al-Rasheed, Qum: Ansariyan Publication, first edition, 1427, P230.

۴۵۔ نقوی، رضی جعفری، سید، علامہ، سوانح حیات امام حسن ابن علی، کراچی: عصمہ پبلی کیشنز، اشاعت دوئم، ص ۵۲

۴۶۔ موسوی مظہر، سید، الشہید المسموم، دہلی: مطبع اثناعشری، ص ۴۰

۴۷۔ (الف)۔ محمد عباس نجفی، امام حسن دائی امن کی علامت، ماہنامہ پیام زینب، ج ۱۵ شمارہ ۸، (صفدر حسین ڈوگر کربلائی): مکی شاہ مردان میانوالی، جامعہ سیدہ خدیجۃ الکبری، اگست ۲۰۱۰، ص ۱۰

(ب)۔ سید زین العابدین، الحاج، پروفیسر، ہم مسلمانوں کے بارہ امام، کراچی: علی پبلی کیشنز ناظم آباد، ص ۴۹

۴۸۔ (الف)۔ باقر شریف قریشی، السیرۃ اهل البیت الجز الثانی عشر الامام الحسین، تحقیق مهدی باقر قریشی، قم: الناشر دارلمعرفت، ۱۴۳۰ھ، ص ۴۰

(ب). محمد بن طلحه الشافعی، مطالب السؤول، ص ۳۲۱

(ج). احمد بن حنبل، مسند احمد، تحقیق احمد بن محمد شاکر، قاهره: دارالحدیث، الطبع اولی، ۱۴۱۶ھ، ج ۵، ص ۱۸۲

(د). اربلی، ابی الحیسن بن عیسی بن ابی الفتح، کشف الغمة فی معرفة الائمه، تحقیق السید هاشم الرسولی، ایران: منشورات الرشیف الرضی، ص ۵۵۱

۴۹۔ (الف). الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ج ۵، ص ۳۲۴

(ب) احمد بن حنبل، مسند احمد، تحقیق احمد بن محمد شاکر، قاهره: دارالحدیث، الطبع اولی، ۱۴۱۶ھ، ج ۴، ص ۱۷۲

(ج). ابن ماجه محمد بن یزیدقزوینی، سنن ابن ماجه، الریاض: طبعة مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، الطبعة الأولی، ۱۴۱۹ھ، ج ۱، ص ۸۵

(د). نیشاپوری، الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۷۷

۵۰۔ نیشاپوری، الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۷۷

۵۱۔ (الف)۔طاہر حمید تنولی، وجاہت مصطفیٰ امام حسین، ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور: جنوری ۲۰۰۸،ص ۴

(ب)۔علی جعفری،سید، مقصد حسین، چٹا گام: اسلامیہ لیتھواینڈ پرنٹنگ پریس، اشاعت اول،ص ۱۰

۵۲۔ علی جعفری، الشہید، چٹا گام: اسلامیہ لیتھواینڈ پرنٹنگ پریس، اشاعت اول،ص ۱۸

۵۳۔ محمد صادق، حسینی انسائیکلوپیڈیا، لاہور: ادارہ منہاج الحسین، محمد علی جوہر ٹاؤن، اشاعت اول، ۱۴۲۳ھ،ص ۹

۵۴۔ Monthly Azeem، Imam Hussain, Azeem Academy Peoples colony Gujranwala, 2011.P14

۵۵۔ A brief history of the Fourteen Infallibles,Tehran: world organization for Islamic services, P 95

۵۶۔ محمد حسین شیرازی، سید، امام حسینؓ، بھلوال: مترجم حافظ اقبال حسین جاوید ناشر ادارہ پاسبان اسلام، ۲۰۰۲ء،ص ۵۳

۵۷۔ خطبہ افتتاحیہ مشتاق احمد گورمانی، یوم الحسین، مجموعہ تقاریر و مقالہ جات، پاکستان: ناشر امامیہ پبلیکیشنز، ۱۹۹۵،ص ۱۲

۵۸۔ محمد ایوب بشوی، عظمت امام حسینؓ، لاہور: معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی، طبع اول، ۱۹۹۵،ص ۶۶

فصل دوم

حضرت زین العابدینؒ تا موسیٰ کاظمؒ کا دور و علمی خدمات

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کی علمی خدمات

تعارف

تاریخ ولادت	۱۵جمادی الاول ۳۸ھ	مقام ولادت	مدینہ منورہ
اسم مبارک	علی	والد بزرگوار	حضرت امام
حسین ابن علیؓ		والدہ ماجدہ	حضرت شہربانو
کنیت	ابومحمد	مشہور القابات،	سیدالساجدین
زین،			
		لعابدین،سجاد، ذوالثفنات	
اولاد	۱۱بیٹے اور۴ بیٹیاں	عمر مبارک	۵۷سال
تاریخ شہادت	۲۵محرام الحرام ۹۵ھ	مدفن	جنت البقیع (مدینہ منورہ)

نام،کنیت،القاب

آپ کا اسم گرامی ''علی'' کنیت ابومحمد۔ ابوالحسن اور ابوالقاسم تھی، آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں زین العابدین،سیدالساجدین ذوالثفنات،سجادوعابدزیادہ مشہور ہیں۔[۱]

آپ کا رنگ گندم گوں (سانولا)اور قدمیانہ تھا۔آپ نحیف اور لاغرقسم کے انسان تھے ۔آپ حسن وجمال،صورت وکمال میں نہایت ہی ممتاز تھے،آپؑ کے چہرہ مبارک پر جب کسی کی نظر پڑتی تھی۔تو وہ آپؑ کا احترام کرنے اور آپؑ کی تعظیم کرنے پر مجبور ہوجاتا تھا۔آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اور جب راستہ چلتے تھے تو نہایت خشوع کے ساتھ۔ آپ کے ہاتھ زانو سے باہر نہیں جاتے تھے۔[۲]

لقب زین العابدین کی توجیہ

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں:

امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدینؑ کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔حضرت امام زین العابدینؑ ایک شب نمازتہجد میں مشغول تھے کہ شیطان اژدھا کی شکل میں آپ کے قریب گیا۔اوراس نے آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو منہ میں لے کر کاٹنا شروع کیا،امام جو ہمہ تن مشغول عبادت تھے اور آپ کا رجحان کامل بارگاہ ایزدی کی طرف تھا۔وہ ذرا بھی اس کے

اس عمل سے متاثر نہ ہوئے اور بدستور نماز میں مصروف ومشغول رہے۔ بالآخروہ عاجز آ گیا اور امام نے اپنی نماز بھی ختم کر لی اس کے بعد آپ نے اس شیطان ملعون کو طمانچہ مار کر دور ہٹا دیا۔ اس وقت سے آپ کا لقب زین العابدینؑ ہے۔ [۳]

حسن اخلاق

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے آپؑ کی برائی آپ کے منہ پر کی آپؑ نے اس سے بے توجہی برتی اس نے مخاطب کر کے کہا میں تم کو کہہ رہا ہوں آپؑ نے فرمایا میں بحکم خدا ''و اعرض عن الجاھلین'' جاہلوں کی بات کی پروانہ کرو پر عمل کر رہا ہوں۔ [۴]

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے آپؑ سے آ کر کہا کہ فلاں شخص آپؑ کی برائی کر رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: کہ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ جب وہاں پہنچے تو آپؑ نے فرمایا: بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؑ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپؑ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا۔ آپؑ نے فرمایا اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں اچھا لے یہ پانچ ہزار درہم وہ شرمندہ ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپؑ پر بہتان باندھا آپؑ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ اگر میں نے اسے طے کر لیا تو پروا نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اسے پار نہ کر سکوں تو میں اس سے زیادہ برائی کا مستحق ہوں۔ جو تم نے کی ہے۔ [۵]

علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے آپؑ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہم نشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا۔ اس کی برائی مجھ سے کر دی دیکھو یہ غیبت ہے اب ایسا نہ کرنا۔ [۶]

جب کوئی سائل آپؑ کے پاس آتا تھا تو خوش ومسرور ہو جاتے تھے۔ فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے تو میرا زادراہ آخرت اٹھانے کے لیے آ گیا ہے۔ [۷]

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں:

جب آپؑ وضو کا قصد فرماتے تھے تو آپؑ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا۔ یہ حالت بار بار دیکھنے کے بعد ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ بوقت وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑ جایا کرتا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق ومعبود کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جلالت سے میرا یہ حال ہو جاتا ہے۔ [۸]

علامہ طبرسیؒ لکھتے ہیں:

آپؒ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے خوف خدا میں روتے آپ کی آنکھیں پھول جاتیں۔ اور نماز میں کھڑے کھڑے آپؒ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ اور پیشانی پر نشانات رہا کرتے تھے۔ اور آپؒ کی ناک کا سرا زخمی رہتا۔[9]

علامہ محمد بن طلحہ شافعیؒ لکھتے ہیں:

جب آپ نماز کے لیے مصلیٰ پر کھڑے ہوا کرتے تھے تو کپکپی طاری ہو جاتی۔ لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھراہٹ کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں۔ اس کی جلالت مجھے ازخود رفتہ کر دیتی اور مجھ پر ایسی حالت طاری کر دیتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے اہل محلّہ اور گھر والوں نے بے حد شور مچایا۔ اور حضرتؒ کو پکارا حضور آگ لگی ہوئی ہے مگر آپؒ نے سر نیاز سجدہ سے نہ اٹھایا۔ آگ بجھا دی گئی اختتام نماز پر لوگوں نے آپ سے پوچھا، کہ حضور آگ کا معاملہ تھا ہم نے اتنا شور مچایا لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی ''ہاں'' مگر جہنم کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اس آگ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔[10]

دینی خدمات

مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہب اربعہ کے نزدیک حضرت امام زین العابدینؒ کے فضائل کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

سعید بن مسیّب کہتے ہیں:

'' قال فی الامام زین العابدین رحمه الله لم یکن فی اهل البیت مثله وقال: ما رایت رجلا أورع من علی بن الحسین'' [11]

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؒ جیسا اہل بیت میں سے کوئی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسینؒ سے زیادہ کسی شخص کو متقی نہیں دیکھا۔

محمد بن مسلم الزہری کہتے ہیں:

نقل عنه العدید من اقوال الثناء علی الامام رحمه الله و نحن نقتصر علی بعضها :قال: مارایت قرشیا اورع منه ، ولا افضل وقال:لم ادرک من اهل البیت افضل من علی بن حسین ... وکان افضل اهل بیته ، و احسنهم طاعة و قال:ما رایت هاشمیا قط افضل من علی بن حسین ، وهو ابو الحسنین کلهم وقال : لم ادرک بالمدینة افضل منه وقال: مارایت قرشیا افضل منه وما رایت

افقه منه. ۱۲

ترجمہ: حضرت امام زہری سے حضرت امام کی تعریف میں بہت کچھ نقل کیا گیا ہے۔ہم ان میں سے تھوڑے اقوال نقل کریں گے۔ میں نے کوئی قریشی آپ سے زیادہ متقی اور افضل نہیں دیکھا۔اہل بیت میں حضرت علی بن حسینؓ سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے۔آپؓ اہل بیت میں سب سے افضل ہیں۔اور فرمایا کہ میں نے کوئی ہاشمی بھی حضرت علی بن حسینؓ سے افضل نہیں دیکھا۔اور فرمایا میں نے مدینہ میں ان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔اور فرمایا کوئی قریشی میں نے ان سے افضل نہیں دیکھا اور نہ میں نے ان سے زیادہ کوئی فقیہ دیکھا ہے۔

زید بن اسلم کہتے ہیں:

زيد بن اسلم :وقال : لم يكن في اهل البيت مثله وقال : مارايت فيهم مثل على بن الحسين قط وقال: مارايت مثل على بن الحسين فهم حافظ. ۱۳

ترجمہ: فرمایا کہ اہل بیت میں ان کی مثل کوئی نہیں ہے۔فرمایا: میں نے اہل بیت میں حضرت علی بن حسینؓ کی مثل بالکل نہیں دیکھا۔میں نے حضرت علی بن حسینؓ کی مثل کوئی شخص فہم اور حافظہ والا نہیں دیکھا۔

سلمۃ بن دینار الاعراج کہتے ہیں:

سلمة بن دينار الأعرج :قال: مارايت هاشميا افضل من على بن الحسين وقال: مارايت هاشميا افقه من على بن الحسين ۱۴

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسینؓ (امام زین العابدینؓ) سے افضل کوئی ہاشمی نہیں دیکھا۔میں نے حضرت علی بن حسینؓ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

یحیٰ بن سعید الانصاری لکھتے ہیں:

يحيى بن سعيد الانصارى :قال:هو افضل هاشمى رايته بالمدينة وقال:(كان افضل هاشمى ادركته) ۱۵

ترجمہ: فرماتے ہیں وہ سب سے افضل ہاشمی ہیں۔مدینہ میں میں نے ان سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔

احمد بن محمد ابراہیم بن خلکان لکھتے ہیں:

قال وهو احد الائمة الاثنى عشر و من سادات التابعين الى ان قال : وفضائل زين العابدين و مناقبه اكثر من ان تحصر)۱۶

ترجمہ: حضرت امام زین العابدینؒ بارہ اماموں میں سے ایک امام اور سادات تابعین میں سے

ہیں۔آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔

عبداللہ بن اسعد الیافعی لکھتے ہیں:

:ذکر طرفا من مناقب الامام و محاسنه، ثم قال : و مناقبه ومحاسنه کثیرة شهیرة،اقتصرت منها علی هذه النبذ الیسیرة.[۱۷]

ترجمہ: حضرت امام زین العابدینؒ کے مناقب اوران کی خوبیوں کے کئی پہلو ہیں۔اور آپؒ کے مناقب اور صلاحیتیں بے شمار ہیں۔آپؒ کی سیرت کو اختصار سے بیان کرنا ممکن نہیں۔

شمس الدین محمد بن طولون لکھتے ہیں:

قال :ورابعهم علی رضی الله عنه ..وهو من سادات التابعین...وکان یقال لزین العابدین:ابن الخیر تین، لقوله صلی الله علیه وسلم الله تعالی من عباده خیرتان، فخیرته من الرب : قریش، ومن العجم ،فارس ..)الی ان قال: (و فضائل زین العابدین و مناقبه اکثر من ان تحصی)[۱۸]

ترجمہ: چوتھے امام حضرت امام زین العابدینؒ ہیں اور وہ سادات تابعین میں سے ہیں۔اور وہ اہل عرب میں سے سب سے زیادہ بھلائیوں والے اور سخی ہیں۔اور قریش میں سے بھی اور اہل عجم میں سے بھی اور آپ کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کرنا ممکن نہیں۔

قال:وزین العابدین هذا هوالذی خلف اباه علما ، و زهدا و عبادة ...) ثم ذکر بعض کراماته و محاسنه ، وطرفا مناقواله. [۱۹]

ترجمہ: حضرت امام زین العابدینؒ وہ شخصیت ہیں جو خود بھی زاہد و عابد تھے اور آپ کے والدین بھی۔اور آپؒ کی کرامات اور خوبیاں کئی پہلو سے ہیں۔

عبداللہ بن محمد الشبر اویؒ لکھتے ہیں:

عبدالله بن محمد الشبراوی : قال: الرابع من الائمه : علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی الله عنه کان رضی الله عنه عابدا ، زاهدا، ورعا، متواضعاء حسن الاخلاق وذکر طرفا من محاسنه ومناقبه.[۲۰]

ترجمہ: عبداللہ بن محمد الشبر اوی کہتے ہیں کہ آپ چوتھے امام ہیں۔آپ عابد،زاہد،تقویٰ،حسن اخلاق،تواضع جیسی اعلیٰ ترین خوبیوں کے مالک تھے۔

مذاہب اسلامیہ میں سے جن علماء اعلام نے حضرت امام زین العابدینؒ کی فضیلت بیان کی ہے۔ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابی حاتم ،محمد بن حبان البستی(ت: ۳۵۴ھ) ۲۱

۲۔ ابی نعیم ،احمد بن عبداللہ الاصفهانی (ت: ۴۳۰ھ) ۲۲

۳۔ محمد بن طلحه الشافعی (ت: ۶۵۲ھ) ۲۳

۴۔ سبط ابن الجوزی(ت: ۶۵۴ھ) ۲۴

۵۔ ابن ابی الحدید المعتزلی (ت:۶۵۵ھ) ۲۵

۶۔ ابن کثیر الدمشقی (ت: ۷۷۴ھ) ۲۶

۷۔ محمد خواجه بار سای البخاری(ت: ۸۲۲ھ) ۲۷

۸۔ ابن الصباغ الماکی (ت: ۸۵۵ھ) ۲۸

۹۔ ابن العماد الحنبلی(ت: ۱۰۸۹ھ) ۲۹

۱۰۔ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی (ت: ۱۱۲۲ھ) ۳۰

۱۱۔ یوسف بن اسماعیل النبهانی(ت: ۱۳۵۰ھ) ۳۱

۱۲۔ خیرالدین الزرکلی (ت: ۱۳۹۶ھ) ۳۲

امام زہری فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی بن الحسینؑ سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ ۳۳

صحیفہ کاملہ

کتاب صحیفہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں بے شمار علوم وفنون کے جوہر موجود ہیں۔ یہ پہلی صدی کی تصنیف ہے۔ اسے علماء اسلام نے علم کا بہترین خزانہ قرار دیا ہے۔ اس کی فصاحت، بلاغت ومعانی کو دیکھ کر اسے اہم کتب میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۳۴

شہادت

آپ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرما رہے تھے۔ آپ بتاریخ ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ کو درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔

حضرت محمد باقرؒ کی دینی و علمی خدمات

تعارف

تاریخ ولادت	یکم رجب المرجب ۵۷ھ	مقام ولادت	مدینہ منورہ
اسم مبارک	محمد	والد بزرگوار	حضرت زین العابدینؒ
		والدہ ماجدہ	فاطمہ بنت حسنؒ
کنیت	ابوجعفرؒ	مشہور القابات	باقر، شاکر، ہادی
عمر مبارک	۵۷ سال	اولاد	۵ بیٹے اور ۲ بیٹیاں
تاریخ شہادت		۷ ذوالحجہ ۱۱۴ھ	مدفن: جنت البقیع (مدینہ منورہ)

اسم، کنیت، القاب

آپ کی کنیت ''ابوجعفرؒ'' تھی اور آپ کے القاب کثیر تھے۔ جن میں باقر، شاکر، ہادی زیادہ مشہور ہیں۔ [۳۵]

باقر کی وجہ تسمیہ

باقر، بقرہ سے مشتق اور اسی کا اسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اور وسعت دینے کے ہیں آپؒ کا یہ لقب اس وجہ سے مشہور تھا کیونکہ آپ نے علوم و معارف کو نمایاں فرمایا اور حقائق و حکمت ظاہر فرما دیئے جو لوگوں پر ظاہر نہ تھے۔ توسیع فی علم کو بقرہ کہتے ہیں اسی وجہ سے آپؒ کو باقر سے ملقب کیا جاتا ہے۔ [۳۶]

عبادت و زھد

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں:

''میں حج کے لئے جا رہا تھا، راستہ خطرناک اور دشوار تھا، جب میں صحرا میں پہنچا تو ایک طرف روشنی کی کرن نظر آئی۔ میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک سات سال کا بچہ میرے پاس آ پہنچا میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ کا زادراہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں خدا کی طرف سے آ رہا ہوں۔ خدا کی طرف جا رہا ہوں اور میرا زادراہ میرا تقوی ہے۔ میں عربی النسل قریشي خاندان کا علوی نژاد ہوں۔ میرا نام محمدؒ بن علیؒ بن الحسینؓ ابن علیؓ ہے۔''

آپؒ اپنے آباؤ اجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے۔ ساری رات نماز پڑھنا اور سارا دن روزہ سے گزارنا آپ

کی عادت تھی۔آپ کی زندگی زاہدانہ تھی۔بوریئے پر بیٹھتے تھے۔اسے فقراؤ مساکین پر تقسیم کر دیتے تھے۔غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔تواضع،فروتنی،صبر وشکر غلام نوازی صلہ رحمی وغیرہ میں اپنی نظیر آپ تھے۔آپ کی آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی۔آپ فقیروں کی بڑی عزت کرتے تھے۔اورانہیں اچھے نام سے یاد کرتے تھے۔[۳۷]

فضائل وکمالات

ابوعباس ابن خلکان لکھتے ہیں:

ابـوعبـاس ابن خلكان:قال: (ابو جعفر محمد بن زين العابدين...الملقب الباقر،احد الائمة الاثـنـى عشـر فى اعتقاد الامامية ، وهو والد جعفر الصادق ... كان الباقر عالماً، سيداً،كبيراً،و انما قيـل لـه البـاقر لانه تبقر فى العلم، اى توسع، والتبقر: التوسع ، و فيه يقول الشاعر:يا باقر العلم لاهل التقى و خير من لبى على الاجبل [۳۸]

ترجمہ: حضرت امام باقرؒ امامیہ کے اعتقاد میں اثناعشری آئمہ میں سے ہیں اور وہ حضرت امام جعفر صادقؒ کے والد ہیں۔حضرت امام باقرؒ عالم،سردار،اور بڑے تھے۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی لکھتے ہیں:

شـمـس الـديـن مـحـمـد بن احد بن عثمان الذهبى :قال:(و ابو جعفر الباقر ،سيد امام،فقية ،يصلح للخلافة).وقال:وكان احد من جمع بين العلم و العمل والسؤدد والشرف والثقةوالرزانة، و كـان اهـلا لـلـخلافة...وشهر ابو جعفر بالباقر ،من:بقر العلم،اى شقه فعرف اصله و خفيه،ولقدكان ابـو جـعـفـر امـامـا،مجتهدا،تاليا الكتاب الله ،كبير الشان) ، الى ان قال:وقد عده النسائى وغيره فى فقهاء التابعين ،بالمدينة،واتفق الحفاظ على الاحتجاج بابى جعفر.[۳۹]

ترجمہ: کہا حضرت ابوجعفر الباقرؒ پہلا امام فقیہ اور خلافت کی اصلاح کرنے والے ہیں اور کہا آپؒ اہل علم اور عمل میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں آپؒ خلافت کے اہل ہیں۔حضرت ابوجعفرؒ نے الباقر کے لقب سے شہرت پائی یعنی آپ نے علم کے خزائن کو پھاڑ کر علم کے خفیہ حقائق کو پہچانا اور حضرت ابوجعفر مجتہد امام تھے۔کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے اور بہت بڑی شان کے مالک تھے آپ کو امام نسائی وغیرہ نے مدینہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے اور محدثین نے حضرت امام ابوجعفرؒ کی جرح ونقد پر اتفاق کیا ہے۔

ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں:

الـحـافـظ ابـو الفداء،اسماعيل بن كثير الدمشقى:قال:وهو تابعى جليل،كبير القدر كثيرا،

احد اعلام هذه الامة علما وعملا وسيادةوشرفا..وقال سفيان بن عيينة عن جعفر الصادق قال: حدثني ابي وكان خير محمدي يومئذ على وجه الارض.وقال ايضاء: و سمي بالباقر لبقره العلوم،واستنباطه الحكم،كان ذاكراً، خاشعاً،صابراً،وكان من سلالةالنبوة،رفيع النسب،على الحسب،وكان عارفاً باالخطرات، كثير البكاء والعبرات ،معرضاً عن الجدال والخصومات.[40]

ترجمہ: کہتے ہیں کہ آپؒ جلیل القدر تابعی ہیں بہت بڑے مرتبے والے ہیں۔اس امت کے آئمہ میں سے بڑے علماء میں سے ایک ہیں۔آپؒ کے بعد آپؒ کی کوئی مثل پیدا نہیں ہوا۔

الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

الحافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني :قال: روى عنه ابنه جعفر،واسحاق السبيعي، والأعرج ، والزهري، وعمروبن دينار ، وابوجهضم موسى بن سالم،والقاسم ابن الفضل، والاوزاعي، وابن جريج ، والاعمش،وشيبة بن نصاح،و عبدالله بن ابي بكر بن عمرو بن حزم ،و عبدالله بن عطاء وبسام الصير فى. قال ابن سعد صكان ثقة ، كثير الحديث وقال العجلي:مدني تابعي ثقة.وقال ابن البرقيي:كان فقيها فاضلًا..قال محمد بن المنكدر :ما رايت احدا يفضل على على بن الحسين حتى رأيت ابنه محمداً، اردت يوما ان اعظه فو عظني)

ترجمہ:حضرت ابن جعفرؒ سے روایت ہے۔انہوں نے اسحاق السبعی سے،انہوں نے الاعراج سے اور الزھری عمر بن دینار ابوجہضم ،موسیٰ بن سالم ،قاسم بن فضل ،اوزاعی ابن جریج ،اعمش شیبہ بن نصاح ، عبداللہ بن ابی بکر،عمر بن حزم اور عبداللہ بن عطا سے روایت کیا ہے کہ آپ ثقہ راوی ہیں اور آپ کا شمار کثرت حدیث میں ہوتا ہے۔

ابن الصباغ المالکی لکھتے ہیں:

ابن الصباغ المالكي :قال متحدثا عن الامام الباقر ورحمه الله (واما مناقبه فكثيرة عديدة، واوصافة فحميدة جليلة) ، وقال ايضا: (وكان محمد بن على بن الحسين ورحمه الله مع ماهو عليه من العلم والفضل والسؤدد والرئاسة والامامة، ظاهر الجود فى الخاصة والعامة ، مشهور الكرم فى الكافة ، معروفا بالفضل والاحسان ، مع كثرة عياله ، و توسط حاله.[41]

ترجمہ: انہوں نے حضرت امام باقرؒ کی تعریف میں بیان کیا۔آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں آپؒ کے اوصاف بہت اعلیٰ اور بلند ہیں۔اور یہ بھی کہا کہ حضرت محمد بن علی حسینؒ تھے۔جو کچھ ان کے پاس تھا علم فضل وشرافت وبزرگی سرداری اور امامت اور عام ہیں۔بہت زیادہ سخاوت کرنے سب لوگوں میں سخاوت میں مشہور تھے اور افضل واحسان میں آپؒ معروف تھے۔باوجود اس کے آپؒ مالی

لحاظ سے متوسط طبقے سے تھے اور کثیر العیال تھے۔

علماء اعلام میں سے درج ذیل نے بھی حضرت امام محمد باقرؒ کی فضیلت کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ ابن ابی الحدید المعتزلی ۔ [۴۲]
۲۔ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی [۴۳]
۳۔ ابن منظور المصری [۴۴]
۴۔ محمد بن یعقوب الفیروز آبادی۔ [۴۵]
۵۔ حسین بن محمد الدیار بکری۔ [۴۶]
۶۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی۔ [۴۷]
۷۔ محمد بن محمد الزبیدی۔ [۴۸]
۸۔ یوسف بن اسماعیل النبھانی۔ [۴۹]

علمی کمالات:

حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ دمشق کے قید خانہ سے رہا ہو کر مدینہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پر مجمع کثیر نظر آیا تو حال معلوم ہوا کہ ایک راہب ہے۔ جو سال کے بعد صرف ایک دفعہ اپنے معبد سے نکلتا ہے۔ آج اس کے نکلنے کا دن ہے۔ حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ بھی مجمع میں جا کر بیٹھ گئے راہب جو انتہائی ضعیف تھا اپنے وقت پر برآمد ہوا۔ راہب نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور امام کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ آپؒ ہم میں سے ہیں؟ فرمایا: نہیں میں اُمت محمدیہؐ میں سے ہوں۔ آپ علماء میں سے ہیں یا جہلاء میں سے؟ فرمایا: میں جاہل نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے دریافت کرنے آئے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟ فرمایا ضرور۔ یہ سن کر راہب نے سوال کیا۔

۱۔ شب و روز میں وہ کونسا وقت ہے جس کا شمار نہ دن ہوتا ہے اور نہ رات میں۔ فرمایا وہ سورج سے پہلے کا وقت ہے جس کا شمار دن اور رات میں نہیں ہے۔ جو جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک وقت ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آ جاتا ہے۔ درد کو سکون ہوتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے اسے نیند آ جاتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کے خاص الخاص ہے۔

۲۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں رفع حاجت کی ضرورت نہ ہوگی کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔ فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔

۳۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہیں ہوگا۔ اس کی یہاں کوئی مثال ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جائیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی کم نہ ہوگی۔

۴۔ وہ کون سے دو بھائی ہیں؟ جو ایک ساتھ میں پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے۔ لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی عمر ڈیڑھ سو سال کی۔ فرمایا: عزیز اور پیغمبر عزیر ہیں۔ یہ دونوں دنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے اور ایک ہی روز مرے پیدائش کے بعد دونوں تیس برس ایک ساتھ رہے پھر خدا نے عزیر نبی کو مار ڈالا اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا اور اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ اور زندہ رہے اور ایک ہی روز دونوں نے انتقال کیا۔

یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہوا۔ کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کی حدود میں موجود ہے میں کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا۔ سب کو چاہیے کہ اسی عالم زمانہ سے سوال کرئے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

وفات:

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض وبرکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے۔ آپ بتاریخ ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔[۵۰]

حضرت موسیٰ کاظمؒ کی دینی و علمی خدمات

تعارف

تاریخ ولادت:	۷صفر ۱۲۸ھ	مقام ولادت، ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام مدفین کاظمین	
(عراق) اسم مبارک	موسیٰ	والد بزرگوار	جعفر صادقؒ
والدہ ماجدہ	حضرت حمیدہ خاتون	مشہور القابات	کاظم، بدالصالح باب
الحوائج کنیت	ابوالحسن الاول	تاریخ شہادت	۲۵ رجب ۱۸۳

پیدائش

حضرت موسیٰ کاظمؒ بتاریخ ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ بمقام ابواء جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ اور والدہ جناب حمیدہ خاتون تھیں۔[51]

اسم، کنیت، القاب

آپ کا اسم مبارک موسیٰؒ ہے لقب کاظم ہے۔ آپؒ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے خداوند عالم کے معین کردہ نام ''موسیٰ'' سے موسوم کیا۔ موسیٰ قبطی لفظ ہے، اور ''مو'' اور ''سی'' سے مرکب ہے۔ مو کے معنی پانی اور سی کے معنی درخت کے ہیں۔ اس نام سے سب سے پہلے حضرت کلیم اللہ موسوم کئے گئے تھے۔[52]

اخلاق

زندگی اور بندگی کے حقائق کو بے نقاب کرنے میں آئمہ معصومین نے جو کردار ادا کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی ہے امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ بھی انہی آئمہ اہل بیت کے ایک فرد تھے۔ لہٰذا آپؒ کا دور اگرچہ شدت مصائب و آلام کا دور تھا۔ لیکن آپؒ نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی۔ مسلسل حقائق مذہب کو بے نقاب کرتے رہے۔

ایک شخص نے آپؒ سے دریافت کیا۔ بہترین عمل کون سا ہے؟ آپؒ نے فرمایا: جس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہ ہو سکے۔ عرض کی۔ وہ کیا ہے؟ فرمایا: ایمان جو سب سے بلند ترین اور شریف ترین منزل ہے۔ عرض کی۔ ایمان قول و فعل دونوں کا نام ہے یا صرف قول کا؟ فرمایا: ایمان کل کا کل عمل ہے۔ قول تو اس کا ایک جزو ہے۔ عرض کی۔ ذرا کچھ اور وضاحت

فرمائیں کہ ہم سب لوگ سمجھ سکیں۔فرمایا: ایمان کے درجات ومنازل ہیں۔ایمان انتہائی کامل بھی ہوتا ہے اور انتہائی ناقص ہوتا ہے؟ فرمایا: بے شک: عرض کی کس طرح؟ فرمایا: اللہ نے ایمان کو انسان کا جزو قرار دیا ہے۔کچھ ذمہ داریاں دل کی ہیں جن کا خلاصہ سمجھنا اور تعقل کرنا ہے۔دل کا یہ فرض ہے کہ اقرار، معرفت، تصدیق، تسلیم و رضاء اور عقیدہ سے کام لے اور یہ سمجھے کہ خداوندہ لاشریک ہے اس کا کوئی فرزند و ہمسر نہیں ہے حضرت محمدﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔۵۳

علم

مورخین نے نقل کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ مسجد پیغمبر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں اور اس کی انتہائی تعظیم و تکریم کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ ایک بہت بڑا عالم ہے۔فرمایا: کہ یہ بڑا عالم کیا ہوتا ہے۔عرض کی کہ یہ تمام عرب کے انساب اور واقعات وحادثات کا جاننے والا ہے۔فرمایا: یہ وہ علم ہے جس کا جاننا مفید ہے اور نہ جاننا مضر نہیں ہے۔عالم کے لیے ضروری ہے کہ فریضہ عادلہ اور سنت رسول ﷺ معرفت خدا رکھتا ہو۔دینی معلومات کے بارے میں اپنے اصحاب کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔علم دین حاصل کرو کہ یہ بصیرت کی کلید، عبادت کی تکمیل، بلند منزلوں کا ذریعہ اور اعلی مراتب دنیا و آخرت کا وسیلہ ہے۔عابد کے مقابلے میں عالم کا وہی مرتبہ ہے جو ستاروں کے مقابلہ میں آفتاب کا مرتبہ ہے جو علم دین حاصل نہ کرے اللہ اس کے کسی عمل سے راضی نہ ہو گا۔علماء رسولوں کے امانت دار ہیں جب تک کہ دنیاداری میں داخل نہ ہوں۔یہی میرے جد بزرگوار کا بھی ارشاد ہے۔ایک شخص نے عرض کی کہ فرزند رسولﷺ آخر دنیاداری میں داخل ہونے کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: سلاطین کی پیروی کرنے والے علماء سے احتیاط کرنا ضروری ہے۔

علمی کمالات

حضرت امام موسیٰ کاظم کی فضیلت پر مختلف علماء اعلام نے لکھا ہے۔ذیل اختصار سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الام الشافعی :قال: قبر موسی الکاظم التریاق المجرب) یرید اجابة الدعاء عنده. ۵۴

ترجمہ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کی قبر دریا کے مجرب ہے۔ہرکوئی یہاں دعا کی مستجابی کے لیے آتا ہے۔

ابو علی الخلال شیخ الحنابلة (من علماء القرن الثالث الهجری):قال: ما همنی امر فقصدت قبر موسی بن جعفر فتوسلت به ، الا سهل الله تعالی لی ما احب. ۵۵

ترجمہ: فرماتے ہیں: ابوعلی خلال شیخ حنابلہ جب بھی مجھے کوئی کام درپیش آیا تو میں نے موسیٰ بن جعفر

کی قبر کا ارادہ پکڑا تو اللہ نے میرے لیے وہ کام آسان کر دیا جو میں چاہتا تھا۔

محمد بن ادریس بن المنذر، ابو حاتم الرازی : قال فی حق الامام : (ثقه صدوق، مام من ائمة المسلمین) ۵۶

ترجمہ: امام موسیٰ کاظم حق کے امام ہیں بات کے سچے روایت کے پکے مسلمین کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔

محمد بن طلحه الشافعی: قال:(هو الامام الکبیر القدر ، العظیم الشان، الکبیر، المجتهد، الجاد فی الاجتهاد، المشهور بالعبادة ،المواظب علی الطاعات،المشهودله بالکرامات ، یبیت اللیل ساجدا و قائما، ویقطع النهار متصدقا وصائما. .ولفرط حلمه وتجاوزه عن المعتدین علیه ، دعی کاظما ، کان یجازی المسی ء با حسانة الیه ، ویقابل الجانی بعفوه عنه ، والکثرة عبادته کان یسمی بالعبد الصالح ، ویعرف باالعراق باب الحوائج الی الله ، ذکر بعضها ، منها قصة شقیق البلخی المتقدمة الذکر. ۵۷

ترجمہ: محمد بن طلحہ الشافعی امام موسیٰ کاظم کی صفات کاملہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ آپ امام کبیر، عظیم الشان مجتہد، عبادت میں مشہور، فرمانبرداری کی مالک، کرامات کا منبع، دن رات رکوع سجود کرنے والے، رات کو صدق اور صبح روزہ رکھنے والے، غصہ کو قابو میں رکھنے والے اسی وجہ سے آپ عبدالصالح عراق میں کثرت عبادت کی وجہ سے باب الحوائج، دعاؤں کی مستجابی کا ذریعہ اور آپ کے مناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذهبی: قال: الامام ، القدوة، السید ابو الحسن العلوی ، والد الامام علی بن موسی الرضا،م مدنی نزل بغداد.وقال ایضاء:(وکان صالحا، عابدا، جوادا، حلیما، کبیر القدر،)وقال ایضاء:(وکان صالحا، عالما، عابدا، متالها... ۵۸

ترجمہ: شمس الدین الذھبی کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ نیک، عالم اور عابد تھے۔

الیافعی الیمینی المکی: قال: کان صالحا،عابدا، جوادا، حلیما، کبیر القدر...وکان یدعی بالعبد الصالح، من عبادته واجتهاده، وکان سخیا کریما، کان یبلغه عن الرجل انه یؤذیه، فیبعث الیه بصرة فیها الف دینار،... ۵۹

ترجمہ: الیافعی یمینی مکی لکھتے ہیں: امام موسیٰ کاظمؑ نیک، عابد سخی، حلیم بڑی قدرت والے تھے۔

ابن حجر العسقلانی : جملة من الا قوال فی الثناء علیه ، ثم قال: ومناقبه کثیرة. [60]

ترجمہ: ابن حجر عسقلانی امام موسیٰ کاظم کی تعریف میں بہت سے اقوال کا ذکر فرماتے ہیں: امام موسیٰ کاظمؑ کے مناقب بے شمار ہیں۔

وفات

۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ کو شہادت ہوئی۔ شہادت کا سبب زہر خورانی ہوا۔ جس کا محرک عباسی خلیفہ ہارون رشید تھا۔ آپ کی عمر اس وقت ۵۵ سال تھی۔ آپ نے ۱۴ سال ہارون الرشید کے قید خانہ میں گزارے۔ [61]

حوالہ جات

۱۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: ،موسسةام القری،الطبعة الأولی،۱۴۲۰ھ،ص۲۶۱

۲۔ (الف).الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ،ص ۲۶۴

۳۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ،ص ۲۶۲

(ب).مومن الشبلنجی،نورالابصار،فی مناقب آل نبی المختار،بیروت:الفکر،۱۹۴۸ھ،ص۱۲۶

۴۔ ابن الحجر الهیتمی،الصواعق المحرقة ،بیروت:دارلکتب العلمیه،الطبعة الثانیه،۱۴۲۰،ص۱۲۰

۵۔ مومن الشبلنجی،نورالابصار،فی مناقب آل نبی المختاردار،بیروت: دارلفکر، ۱۹۴۸ھ،ص۱۲۶

۶۔ الطبرسی،أحمد بن علی ،الاحتجاج، قم: انتشارات اسوه، ۱۴۱۳ھ،ص۳۰۴

۷۔ (الف).الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول،بیروت: موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ،ص۲۶۳

۸۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ، ص ۲۶۲

۹۔ (الف)۔نجفی،محمد باقر،آ قائے ،دہدشتی بہبہائی،الدمعة الساکبہ ،جھنگ:ولی العصرٹرسٹ رتہ متہ،اشاعت اول،۱۹۹۲،ص۴۳۹

(ب)۔ الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ،ج۱،ص۱۵۳

۱۰۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ،ص ۲۶۲

۱۱۔ لابن کثیر،البدایة و النهایة،بیروت:موسسةالتاریخ العربی،الطبعة الأولی،۱۴۰۸ھ،ج۱،ص۱۲۲

۱۲۔ (الف) الذهبی،محمد حسین، سیر اعلام النبلاء ،بیروت:موسسه الرسالة،الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ،ج۴،ص۳۸۶

(ب)۔حافظ مزی، تهذیب الکمال،بیروت:موسسة الرسالة ،۱۴۱۵،ص۲۳۷

۱۳۔ الذهبی،محمد حسین :تاریخ الاسلام حوادث و فیات،بیروت: دارلکتاب العربی الطبعة الثانیة،۱۴۱۸ھ،ص۴۳۳

۱۴۔ حافظ مزی ،تهذیب الکمال، بیروت:موسسة الرسالة،۱۴۱۵ھ،ج۲۰،ص۳۹۳

۱۵۔ عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی، تهذیب الاسماء و اللغات، بیروت:دار الفکر،۱۴۱۵ھ،ج۱،ص۳۱۴

۱۶۔ ابن خلّکان ،و فیات الاعیان او ابناء الزمان،بیروت:دارلکتب العلمیه،الطبعة الأولی،۱۴۱۹، ج۳،ص۲۳۵

۱۷۔ الیافعی مرآة الجنان وعبرة الیقظان ،بیروت:دارالکتب العلمیه ، الطبعة الأولی،۱۴۱۷،ج۱،ص۱۵۱

۱۸۔ عبد الرؤف المناوی،الکواکب الدریة ،مصر:مطبعة وورسةتجلید الانوار، ص ۱۳۹

۱۹۔ ابن الحجر الهیتمی، الصواعق المحرقة ،ص ۲۰۲

۲۰۔ عبدالله الشبراوی، الاتحاف بحب الاشراف،ص ۱۳۵

۲۱۔ ابی حاتم ،محمد بن حبان البستی، مشاهیر علماء الامصار ،بیروت:دارلکتب العلمیه، ص۶۳

۲۱۔ ابی نعیم ،احمد بن عبدالله الاصفهانی حلیةالاأولیاء :،دار احیاء التراث العربی .بیروت الطبعة الأولی ،۱۴۲۱ج،۳،ص۱۲۴

۲۲۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول،بیروت:موسسةام القری، الطبعة الأولی، ۱۴۲۰ھ ج ۲،ص ۸۴

۲۳۔ سبط ابن الجوزی، تذکرةالخواص،بیروت:موسسة آل البیت،الطبعة الأولی ،۱۴۲۱ھ،ص۲۹۱

۲۴۔ ابن ابی الحدید المعتزلی ،شرح نهج البلاغة،بیروت:دارلکتب العلمیه ،ج۱۵،ص۲۷۴،۲۷۸

۲۵۔ لابن کثیر،البدایة و النهایة ، بیروت:موسسةالتاریخ العربی،الطبعة الأولی ،ج۹،ص۱۲۱۔۱۳۴

۲۶۔ القندوزی ،الحنفی ،ینابیع المودة،ایران:منشورات الشریف الرضی امکتبه الحیدریه الطبعة السابعة ، ۱۳۸۴ھ،ج۲،ص۴۰۴

۲۷۔ ابن الصباغ المالکی، الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة ،.بیروت :دارالاضواء الطبعة الثانیه ،۱۴۰۹،ص۱۹۰

۲۸۔ ابن العماد الحنبلی ،شذرات الذهب،بیروت:دارلکتب العلمیه ،الطبعة الأولی،۱۴۱۹،ج۱،ص۱۹۴

۲۹۔ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی ،شرح الزرقانی ،بیروت:دارلکتب العلمیه،ج۱،ص۲۳۰

۳۰۔ یوسف بن اسماعیل النبهانی جامع کرامات الاولیاء:،المکتبة الشعبیة .بیروت ج۲ص ۲۱۰

۳۱۔ الزرکلی،خیرالدین،الاعلام،بیروت:دارالعلم للملایین،ج۴،ص۲۷۷

۳۲۔ ندوی،عبدالسلام، تاریخ فقہ اسلامی، لاہور:نیشنل بک فاؤنڈیشن،طبع چہارم،۲۰۰۱،ص۱۸۴

۳۳۔ (الف)۔ القندوزی الحنفی ،ینابیع المودة،ص۴۹۹

(ب)۔بیگم رضیہ ارشد،لمناقب درشان علی ابن ابی طالب،کمالیہ: جی ایم ہاؤس شوگر ملز ٹوبہ ٹیک سنگھ،ص۱۲

۳۴۔ عبداللہ امرتسری،ارحج المطالب،ص۴۴۴

۳۵۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول،بیروت:موسسة،ام القری، الطبعة الأولی ، ۱۴۲۰ھ ج۲،ص۲۶۹

۳۶۔ (الف)۔الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول،ج۲،ص۲۶۹

(ب)۔ابن الحجر الهیتمی، الصواعق المحرقة ،ص ۱۲۰

۳۷۔ اربلی،ابی الحیسن بن عیسی بن ابی الفتح ،کشف الغمة فی معرفة الائمه،تحقیق السید هاشم الرسولی،ایران: منشورات الشریف الرضی ،ص ۹۵

۳۸۔ ابن خلّکان، و فیات الاعیان ، ج۴،ص ۳۰

۳۹۔ محمد حسین، الذ هبی، سیر اعلام النبلاء ،ج۱۳،ص۱۲۰

۴۰۔ لابن کثیر،البدایة و النهایة ، ج۹،ص۳۳۸

۴۱۔ (الف).مومن الشبلنجی،نورالابصار، ص۲۵۰

(ب)الرازی،امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین ,تفسیرالرازی ،بیروت:دارلفکر، ۱۴۱۵ھ، ج۳۲،ص۱۲۵

۴۲۔ ابن ابی الحدید المعتزلی، شرح نهج البلاغه ،ج۱۵،ص۲۷۷،۲۷۸

۴۳۔ القرطبی،محمد بن احمد بن ابی بکر، تفسیر القرطبی،بیروت:دارلکتاب العربی ، ج۱،ص۴۸۳

۴۴۔ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ، ج۴،ص۴۳

۴۵۔ الفیروز آبادی، مجددالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت:دارالاحیاء التراث العربی،الطبع الثانیه،۱۴۰۷ھ، ج ۱ ،ص ۳۷۶

۴۶۔ حسین بن محمد، الدیار بکری تاریخ الخمیس،بیروت:دار صادر، ج۲،ص ۲۸۶

۴۷۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی ،ج۲،ص ۴۰۳

۴۸۔ محمد بن محمد الزبیدی، تاج العروس، ج۳،ص،۵۵

۴۹۔ یوسف بن اسماعیل النبهانی ،جامع کرامات الاولیاء،بیروت:المکتبة الشیعة،ج۱،ص۱۶۴

۵۰۔ مجلسی،محمد باقر علامہ، جلاءالعیون،تہران: کتاب فروشی اسلامیہ،ص۲۶۴

(ب)۔حماد عسکری، امام محمد باقر، ماہنامہ منہاج الحسین، (مدیر علامہ محمد عباس قمی): ج۱،شمارہ۳،ادارہ منہاج الحسین،لاہور، پاکستان

۵۱۔ (الف)۔الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری، ص۱۷۱

(ب)۔مجلسی،محمد باقر علامہ، جلاءالعیون،تہران: کتاب فروشی اسلامیہ،ص۲۶۹

۵۲۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول، ص۲۷۶

۵۳۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج۲، ص۳۸

۵۴۔ احمد زینی دحلان، الدرر السنية فی الرد علی الوهابية ،بیروت دارلکتب العلمية ، ج۴، ص ٦

۵۵۔ خطیب البغدادی، تاریخ بغداد، بیروت: دارلکتب العلمية، ۱۴۲۰ ج۱، ص۱۲۰

۵٦۔ محمد حسین الذهبی، سیر اعلام النبلاء : موسسه الرسالة بیروت الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ ج٦، ص۲۸۰

۵۷۔ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول، ج۲، ص۱۲۰

۵۸۔ ابن عبدالبر، کتاب العبر، بیروت: دار الکتب العلمية، ج۱، ص۲۲۲

۵۹۔ الیافعی ،مرآة الجنان وعبرة الیقظان، بیروت: دارالکتب العلمیه ،الطبعة الأولی، ۱۴۱۷ھ، ج۱، ص۳۰۵

٦۰۔ عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی، تهذیب التهذیب، ج۸، ص۳۹۳

٦۱۔ عبدالله امرتسری، ارحج المطالب، ص۴۵۴

فصل سوم

حضرت علی رضاؒ تا علی نقیؒ کا دور و علمی خدمات

حضرت علی رضاؒ کی دینی وعلمی خدمات

تعارف

تاریخ پیدائش	۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ	مقام ولادت	مدینہ منورہ
اسم مبارک	علی	والد بزرگوار	امام موسیٰ کاظمؒ
والدہ ماجدہ	نجمہ خاتون	مشہور القابات	رضا، صابر، فاضل، رضی، وفی
اولاد	ایک فرزند (امام محمد تقی)	عمر مبارک	۵۵ سال
تاریخ وفات	۲۳ ذی القعدہ ۲۰۳ھ	مدفن	مشہد مقدس، ایران

نام، کنیت، القاب

آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کے القاب صابر، رکی، رضی، وصی تھے۔ والشہر الرضاء اور مشہور ترین لقب رضا تھا۔[۱]

فضائل وکمالات

امام موسیٰ الرضا کی فضیلت کے بارے جن علماء اعلام نے لکھا ہے۔ ذیل میں اختصار سے ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ابن حبان لکھتے ہیں:

ابـن حبـان :قـال: (وهـو عـلـى بـن مـوسـى بن جعفر .ابو الحسن ، من سادات اهل البيت ، وعـقـلائهـم ، وجلة الهاشمين، و نبلاتهم... ومات على بن موسى الرضا بطوس من شربة سقاه اياها المامون .[۲]

ترجمہ: ابن حبان کہتے ہیں امام علی بن موسی الرضاؒ اہل بیت کے سرداروں میں سے ہیں اور ان کے مدبرین میں سے ہیں۔ اور آپ بارعب ہاشمی تھے۔ آپ کا انتقال مقام طوس پر مامون کے شربت پلانے سے ہوا۔

الـحـاكـم الـنـيسـا بورى:قال: كان يفتني فى مسجد رسول الله ﷺ وهو ابن نيف و عشرين نسة روى عـنـه مـن آ ئـمـة الحديث: آدم بن ابى اياس و نصر بن على الجهضمى، و محمد بن رافع القشيرى....و غير هم) [۳]

ترجمہ: کہتے ہیں کہ علی بن موسی الرضا مسجد نبوی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب ان کی عمر بیس سال

تھی ۔ وہ آئمہ حدیث میں سے تھے ۔ دوسرے لوگوں نے جن میں آدم بن ابی ایاس اور نصر بن علیؒ الجھضمی اور محمد بن رافع القشیر ی نے بھی یہی روایت کی ہے۔

جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی :قال: (علی بن موسی بن جعفر...سمع باه و عـمـومته، وکان یفتنی فی مسجد رسول اللّٰہ و ھو ابن نیف (و عشرین) سنة، وکان المامون قد امر باشخاص من المدینة، فلما قدم نیسا بوری خرج و ھو علی بغلة شھباء فخرج علماء البلد فی طلبه، مثل: یحیی بن یحیی ، و اسحاق بن)راھویه) ، ومحمد بن رافع و احمد بن حرب....و غیرھم) ۴

ترجمہ: کہتے ہیں کہ علی بن موسی الرضا مسجد نبوی میں فتوی دیا کرتے تھے۔ جب ان کی عمر بیس سال تھی۔

عبد الکریم بن محمد السمعانی : قـال: (والـرضـا کـان من أھل العلم و الفضل مع شرف النسب ...)۵

ترجمہ: عبدالکریم محمد بن السمعانی کہتے ہیں امام علی بن موسیٰ الرضاؑ اعلیٰ نسب کے ساتھ علم اور اہل فضیلت والوں میں سے سب سے بلند تھے۔

الفخر الرازی :قال عنده تفسیره لمعنی الکوثر : (والقول الثالث: الکوثر ولاده... فالمعنی انـه یـعـطیه نسلا یبقون علی مر الزمان، فانظر کم قتل من أھل البیت ،ثم العالم ممتلی منھم، ولم یبق من بنی امیة فی الدنیا احد یعبا به، ثم ا نظر کم کان فیھم من الاکابر من العلماء ، کالباقر،والصادق، والکاظم،والرضا رحمه اللّٰه . ۶

ترجمہ: امام فخرالدین الرازی نے کوثر سے مراد اولا د رسول ﷺ لی ہے۔ اہل بیت ہر زمانے میں باقی ہیں اور پھر انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کے بڑے علماء میں سے امام محمد باقرؒ، امام جعفر صادقؒ، امام موسیٰ کاظمؒ اور امام علی بن موسیٰ الرضاؑ ہیں۔

ابن النجار : قـال:وکـان مـن العلم والدین بمکان..کان یفتنی فی مسجد رسول اللّٰہ ﷺ وھو ابن نیف و عشرین سنة ۷

ترجمہ: ابن نجار علی بن موسیٰ الرضاؒ کے بارے میں کہتے ہیں وہ اہل علم اور دین والوں میں سے ہیں اور مسجد نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔

مـحمد بن طلحة الشافعی:قال:(قد تقدم القول فی امیر المومنین علی ، و فی زین العابدین علی ، و جاء ھذا علی الرضا ثالثھما ، ومن امعن النظر والفکرة ،وجدة فی الحقیقة وارثھما، فیحکم

کونه ثالث العلیین ،ا نما ایمانه ، وعلا شانه، وار تفع مکانه، ۸

ترجمہ: محمد بن طلحہ شافعی تحقیق علی اور زین العابدین کے بارے میں قول گزر چکا ہے۔ان میں سے موسیٰ الرضاؑ تیسرے ہیں۔جس نے ان کو گہری فکر ونظر سے دیکھا۔وہ ان کے حقیقی وارث ہوئے۔اور یہ تینوں علی اپنی جگہ بلند مرتبہ کے مالک ہیں۔

سبط ابن الجوزی :قال :(کان من الفضلاء الاتقیاء الاجواد ، و فیه یقول ابو نوأ س .۹

ترجمہ: سبط ابن الجوزی کہتے ہیں: امام الرضا اہل بیت کے متقی ،فضیلت والے اور سخاوت میں سب سے بڑے تھے۔

جناب ام البنین حسن و جمال اور زہد و تقوی میں اپنی مثال آپ تھیں۔۱۰

شہادت

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ۲۳ ذی القعدہ ۲۰۳ھ بمقام طوس واقع ہوئی ہے آپ کے پاس اس وقت عزیز و اقارب اولاد وغیرہ میں سے کوئی بھی نہ تھا۔آپ حالت سفر میں غربت کے عالم میں فوت ہوئے اسی لئے آپ کو غریب الغرباء کہتے ہیں۔۱۱

حضرت علی تقیؒ کی دینی وعلمی خدمات

تعارف

تاریخ پیدائش	۱۰رجب المرجب ۱۹۵ھ	مقام پیدائش	مدینہ منورہ
اسم مبارک	محمد	والد بزرگوار	امام علی رضاؒ
والدہ ماجدہ	سبیکہ خاتون	مشہور القابات	تقی، جواد، مرتضیٰ، منتخب، مختار، قانع اور عالم
کنیت	ابوجعفر ثانی	عمر مبارک	۲۵ سال
اولاد	۴ اولاد (دو بیٹے دو بیٹیاں)	تاریخ وفات	۲۹ ذی القعدہ ۲۲۰ھ
مدفن	کاظمین عراق		

هو الامام محمد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ابن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشهید بن علی بن ابی طالب رحمه الله .امه:یقال لها (سبیکة)، وکانت نوبیه. و قیل ایضا: ان اسمها کان (خیزران). وروی انها کانت من اهل (مارية) ام ابراهیم ابن رسول الله ﷺ ولد فی شهر رمضان من سنة خمس و تسعین و ماء ئة(۱۹۵). ۱۲

و فی روایة ابن عیاش :ولد یوم الجمعة العشر خلون من رجب کان یلقب بالتقی، والمنتجب، والجواد،والمرتضی،ویقال له ابو جعفر الثانی.تصدی لشؤون الامامة،وله من العمر ثمانی سنوات تقریبااشخصه المامون الی بغداد فی سنة (۲۰۴)تقریبا،و نوه بذکره، و أشاه بفضله ، وزوجه من ابنته ام الفضل، وکان له من وراء ذلک اغراض سیاسیة.استشهد رحمه الله فی آخر ذی القعدة، من السنة التی الشخصه فیها المعتصم الی بغداد، ای سنة (۲۲۰ ھ) ودفن فی مقابر قریش فی ظهر جده الامام موسی رحمه الله. ۱۳

ترجمہ: آپ محمد بن علی رضا بن موسیٰ بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق ابن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن علی بن ابی طالب ہیں۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ کے کئی نام ذکر کیے جاتے ہیں سبیکہ، ثوبیہ خذران، آپ کی ولادت ۱۹۵ھ رمضان المبارک میں ہوئی اور ابن عیاش کی روایت کے مطابق آپ ۱۰رجب المرجب جمعۃ المبارک کے روز پیدا ہوئے۔ آپؒ کے القابات تقی، الجواد، مرتضیٰ، ابوجعفر الثانی ہیں۔ ۲۰۳ھ مامون نے آپ کو بغداد بلوایا وہ آپؒ کی فضیلت کا معترف تھا۔ اس نے سیاسی اغراض کی: خاطر اپنی بیٹی کی شادی حضرت امام محمد تقیؒ سے کر دی۔ ۲۲۰ھ کو ذی یقعد

کے آخر میں آپ کو شہید کر دیا گیا اور قریش کے قبرستان میں اپنے دادا موسیٰ کاظم کے ساتھ مدفن ہوئے۔

پیدائش

امام محمد تقیؒ ۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ آپ حضرت امام علی رضاؒ کے بیٹے تھے۔ حضرت امام علی رضاؒ کا فرزند امام محمد تقی کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ آپؒ کی ولادت سے قبل لوگ امام علی رضا کو لا ولد ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت زکریاؑ کو بڑھاپے میں اولاد عطا فرما کر اسحٰق اور یحییٰ کو اپنی نشانی بنایا۔اسی طرح حضرت امام علی رضاؒ کے اس فرزند کی ولادت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

امام رضاؒ کی عمر مبارک کے چالیس سال گزر چکے تھے۔لیکن آپؒ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ بات پریشان کن تھی امام نے فرمایا کہ خداوند عالم مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ جو میرا وارث اور میرے بعد امام ہوگا۔[۱۴]

نام،کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرامی ،لوح محفوظ کے مطابق ان کے والد ماجد حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ''محمد'' رکھا۔آپ کی کنیت ''ابوجعفر'' اور آپ کے القاب جواد، قانع ،مرتضی تھے۔اور مشہور ترین لقب تقی تھا۔انجیب، المرتضی ،العالم، الفقیہ، الامر لادلیل، الامین، المومن، الطیب، الناصح، الفتاح و لمتوکل آپؒ کے مشہور القاب ہیں۔[۱۵]

تعلیم و تربیت

حضرت امام محمد تقیؒ کو اپنے والد سے علم و تربیت حاصل کرنے کا بہت کم موقع ملا،ابھی آپؒ کا سن مبارک چھ سال تھا کہ مامون رشید نے آپ کے والد بزرگوار حضرت امام علی رضاؒ کو مدینہ سے ہجرت پر مجبور کیا۔ساتھ ہی یہ شق بھی لگا دی کہ آپ کے اہل و عیال مدینہ ہی میں رہیں گے۔

اسی عالم غربت میں غریب الغرباء امام علی رضاؒ کی شہادت واقع ہوئی ۔۸ سال کی عمر میں عہدہ امامت کی عظیم ذمہ داریاں امام محمد تقیؒ سے متعلق ہوگئیں خاندان رسالتﷺ کی عظمت سے ناواقف اور سلسلہ امامت کی بزرگی سے بے بہرہ لوگ اسی غلط فہمی کا شکار تھے۔ وہ علمی کمال اور روحانی اقتدار جو آئمہ اہلبیت کا امتیاز رہا ہے اس سے امام محمد تقیؒ اپنی کمسنی کی وجہ سے محروم ہوں گے۔لیکن عباسی خلیفہ مامون رشید جب ایک مرتبہ مدینے کے بازار سے گزر رہا تھا۔تو اسے امام محمد تقی سے گفتگو کا موقع ملا۔ جب مامون نے آپ کے علم کا امتحان لینا چاہا تو آپ نے اسی لب و لہجہ میں جواب دیا۔ جو خاندان رسالت کا اختصاص ہے۔رشید امامؒ کے علمی فضیلت سے متاثر ہو کر آپؒ کو دارالحکومت لے گیا۔ جہاں آپ نے بہت سارے علماء و فضلاء سے علمی مباحثے کیے۔

اہم واقعات

آپ کے والد امام رضاؔ کو مامون عباسی کے حکم پر جبراً مدینہ سے خراسان لایا گیا۔ ۲۰۳ھ میں مامون کے ذریعہ امام رضاؔ کو خراسان میں شہید کروایا گیا۔ مامون عباسی کی طرف امام محمد تقیؒ کو بغداد بلوانا۔ مامون کی طرف سے اپنی بیٹی ام فضل کی آپ کے ساتھ شادی کرنا اور عباسیوں کا اس امر سے ناخوش ہونا۔ امام محمد تقیؒ کا بغداد سے حج بیت اللہ کے بہانے حجاز آنا۔ مامون عباسی کا فوت ہو جانا۔ مامون کی وفات کے بعد معتصم کا خلافت کو حاصل کر لینا۔ ۲۲۰ھ کے آغاز میں معتصم عباسی کی طرف سے امام محمد تقی کو مدینہ سے بغداد بلوانا۔ معتصم عباسی، ام فضل اور جعفر بن مامون کا امام کے خلاف سازشیں تیار کرنا۔ امام محمد تقیؒ کا اپنی بیوی ام فضل کے ہاتھوں ۲۲۰ھ کے آواخر میں شہید ہو جانا آپ کے اہم واقعات ہیں۔

اقوال زریں:

۱۔ **قال التقی رحمه اللّٰہ عز المؤمن غناه عن الناس**

مومن کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔

۲۔ **" قال رحمه اللّٰہ : لا تکن ولی اللہ من العلانیة و عدوا له فی سرا"**

ظاہری طور پر خدا کا دوست اور باطنی طور پر اس کا دشمن نہ بنو۔

۳۔ **"قال رحمه اللّٰہ من استفادا خافی اللہ فقد استفاد بیتا فی الجنة"**

جس نے خدا کی رضا کے لیے اپنے مؤمن بھائی کو فائدہ پہنچایا اس کے بدلے میں جنت میں اسے ایک گھر ملے گا۔

۴۔ **"قال رحمه اللّٰہ ایاک و المصاحبة الشریر فانه کالسیف المسلول بحسن منظره یقبح آثاره"**

برے انسان کی دوستی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ وہ کاٹنے والی تلوار کی طرح ہے۔ جس کا ظاہر خوبصورت لیکن اثرات برے ہیں۔

۵۔ **قال رحمه اللّٰہ : المؤمن یحتاج الی ثلاث خصال ، توفیق من اللہ وواعظ من نفسه و قبول ممن ینصه"**

مومن تین خصلتوں کا محتاج ہے توفیق الٰہی، واعظ جو اس کے نفس کو نصیحت کرے اور جو نصیحت کرے اسے قبول کرے۔[16]

فضائل وکمالات

ابو عثمان عمر و بن بحر الجاحظ: ذکر الامام الجواد رحمه اللّٰہ عند مدحه لعشرة من الائمة فی کلام واحد، عند ذکره الرد علی مافخرت به بنو امیة علی بنی هاشم .فقال :(ومن الذی

یعدی من قریش ما یعده الطالبیون:عشرة فی نسق،کل واحد منهم عالم، زاهد،ناسک ،شجاع ،جواد،طاهر،زاک،فمنهم خلفاء و منهم مرشحون:ابن ابن ابن ابن....هکذا الی عشرة و هم الحسن (العسکری) بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی رحمه اللّٰه و هذا لم یتفق لبیت من بیوت العرب، ولا من بیوت العجم.)۱۷

محمد بن طلحه الشافعی :قال:هذا ابو جعفر محمد الثانی ،فانه تقدم فی آبائه رحمه اللّٰه ابو جعفر محمد، وهو الباقر بن علی، فجاء هذا باسمه و کنیته واسم ابیه، فعرف بابی جعفر الثانی .وهو وان کان صغیر السن فهو کبیر القدر رفیع الذکر۔۱۸

ترجمہ: ان کا نام ابوجعفرؒ اس لیے رکھا گیا کہ ان کے آباؤ اجداد میں ابوجعفرؒ محمد گزرے تھے۔ان کے نام اورکنیت کی وجہ سے ان کا نام ابوجعفر رکھا گیا تھا۔

سبط ابن الجوزی:قال:وکان علی منهاج ابیه فی العلم ، والتقی، والزهد، والجود۔۱۹

ترجمہ: آپ علم،تقوی،زہد،اورسخاوت میں اپنے باپ کے طریقہ پر تھے۔

ابن تیمیة :قال: محمد بن علی الجواد کان من اعیان بنی هاشم ، وهو معروف بالسخاء والسؤدد، ولهذا سمی الجواد. ۲۰

ترجمہ: محمد ابن علی جواد بنی ہاشم کے سرداروں میں سے تھے۔جودوسخاء میں مشہور تھے۔اسی وجہ سے ان کا نام جوادرکھا گیا تھا۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذهبی:قال:محمد بن الرضاعلی ...ابو جعفر الهاشمی . کان یلقب بالجواد، وبالقانع ،وبالمرتضی، کان من سروات آل البیت النبی (ص)..وکان احد الموصوفین بالسخاء ، ولذلک لقب بالجواد ۲۱

ترجمہ: جن کوسخاوت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے ان میں سے ایک ہیں اس وجہ سے آپ کا لقب جوادرکھا گیا ہے۔

صلاح الدین صفدی :ذکر ما یقرب من کلام الذهبی اعلاه ۲۲

ترجمہ: انہوں نے کلام ذھبی سے ملتا جلتا فرمایا ہے۔

الشیخ عبد اللّٰه الشبراوی الشافعی :قال:(التاسع) من الائمة :محمد الجواد و هو ابو جعفر محمد الجواد ...وکراماته رضی اللّٰه عنه کثیرة ، و مناقبه شهیرة)۲۳

ترجمہ: شیخ عبداللہ الشبراوی الشافعی کہتے ہیں: کہ آپ آئمہ میں سے ہیں ان کی کرامات بہت

زیادہ ہیں اور ان کے مناقب بہت مشہور ہیں۔

الشیخ مومن الشبلنجی : فصلا کاملا لمناقب الامام رحمه الله. ۲۴ے

ترجمہ: علامہ مومن شبلنجی امام محمد تقیؒ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ مناقب کی ایک مکمل فصل تھے۔

یوسف بن اسماعیل النبهانی:قال:(محمد الجواد بن علی الرضا، احد اکابر الائمة ،ومصابیح الائمة من ساداتنا اهل البیت ...رضی الله عنه و عن آبائه الطیبین ،الطاهرین،واعقابهم اجمعین و نفعنا ببرکتهم آمین.). ۲۵ے

ترجمہ: یوسف بن اسماعیلؒ کہتے ہیں: امام محمد تقیؒ بارہ اماموں میں سے فضیلت کے لحاظ سے بڑے درجے پر فائز تھے۔اور امت کے لیے ایک روشن چراغ کی مانند تھے۔آپ کا تعلق اہل بیت کے عظیم گھرانہ سے تھا۔آپ کے والدین طیب وطاہر تھے۔جن سے ہر ایک برکات حاصل کرتا ہے۔

الشریف علی فکری القاهری:قال:(لقد احسن لمامون الیه، وقربه ،وبالغ فی اکرامه ولم یزل مشغوفا به، لما ظهر له من فضله ، وعلمه ،وکمال عقله ،وظهور برهانه، مع صغر سنه،وعزم علی تزویجه بابنته ام الفضل..) ۲۶ے

ترجمہ: جب مامون پر آپ کے فضائل آشکار ہوئے تو اس نے آپؒ کے علم کمال، عقل، ظاہری دلائل سے متاثر ہو کر چھوٹی عمر میں ہی اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی ان سے طے کر دی۔

کرامات

حضرت امام محمد تقی رحمہ اللہ کے کرامات بے شمار ہیں۔مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ۳۰ ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا (۲) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی کپڑا بطور برکت دے دیں تاکہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔روای کا بیان ہے کہ میں وہی جواب لے کر واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۔۱۴ دن ہو گئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔(۳) ایک شخص (امیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسی ایک سفر میں جاتے ہوئے۔حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رخصت ہولیں، آپ نے ارشاد فرمایا۔کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کر دو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا۔لیکن میرے ساتھی حماد بن عیسیٰ نے کہا کہ میں نے سارا سامانِ سفر گھر سے نکال رکھا ہے۔اب اچھا نہیں کہ سفر ملتوی کروں۔یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے رات کو ایک

وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا۔ رات کے کسی حصہ میں سیلاب آ گیا۔ اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا۔ ۲۷ے

ہدایات وارشادات

یہ ایک مسلمہ حقیت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے امام محمد تقی سے اہل بیت کے بارے میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت امام تقیؒ علم وفضیلت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ذیل میں آپ کے ارشادات و:دایات کو اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔ (۱) خداوند عالم جسے جو نعمت دیتا ہے وہ ابدی ہوتی ہے، لیکن اس سے وہ اس وقت زائل ہو جاتی ہے، جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کر دیتا ہے۔ (۲) ہر نعمتِ خداوندی میں مخلوق کا حصہ ہے جب خدا کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر اگر صاحب نعمت مالدار ہوا ور وہ اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرے تو نعمت کا زوال لازمی ہے۔ (۳) جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اس سے ڈرتا ہے (۴) جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی، اس کا جسم موٹا ہو گا۔ (۵) صحیفۂ حیات مسلم کا سرنامہ ''حسن خلق'' ہے۔ (۶) جو خدا کے بھروسہ پر لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے (۷) جو خدا سے ڈرے گا لوگ اسے دوست رکھیں گے (۸) انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔ (۹) انسان کے کمالات کا دارومدار عقل کے کمال پر ہے (۱۰) انسان کے لیے فقر کی زینت ''عفت'' ہے۔ خدائی امتحان کی زینت شکر ہے۔ حسب کی زینت تواضع اور فروتنی ہے۔ کلام کی زینت ''فصاحت'' ہے۔ روایات کی زینت ''حافظہ'' ہے۔ علم کی زینت ''انکسار'' ہے۔ ورع وتقوی کی زینت ''حسن ادب'' ہے۔ قناعت کی زینت ''خندہ پیشانی'' ہے۔ ورع و پرہیزگاری کی زینت تمام دنیاوی معاملات سے کنارہ کشی ہے۔ (۱۱) ظالم اور ظالم کا مدگار اور اس کے فعل کو سراہنے والے ایک ہی زمر میں ہیں۔ یعنی سب کا درجہ برابر ہے (۱۲) جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنالے۔ (۱۳) خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہیں۔ اول استغفار۔ دوم نرمی وفروتنی۔ سوم کثرت صدقہ (۱۴) جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا، لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ رکھے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا (۱۵) اگر جاہل زبان بندر کھے تو اختلافات نہ ہوں (۱۶) تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں (ا) معاشرے میں انصاف (ب) مصیبت میں ہمدردی (ج) پریشانی میں تسلی (۱۷) جو کسی بری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا (۱۸) کفرانِ نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کو دعوت دیتا ہے (۱۹) جو تمھارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمھیں اس سے زیادہ دے دیا (۲۰) جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا محسن ہے، اور جو اعلانیہ نصیحت کرے گا، گویا اس کے ساتھ برائی کی۔ (۲۱) عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک

دوسرے پر اور انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں۔ جب ۱۸ سال پورے ہو جاتے ہیں تو استقلال پیدا ہو جاتا ہے۔ راہ معین ہو جاتی ہے (۲۲) جب کسی بندے پر نعمت کا نزول ہو اور وہ اس نعمت سے متاثر ہو کر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت و مہربانی ہے تو خداوند عالم شکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے۔ اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے عذاب کر سکتا ہے تو خداوند عالم اسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے (۲۳) شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقلمند وہ ہے جو متقی ہے (۲۴) جلد بازی کر کے کسی امر کو شہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہو جائے (۲۵) اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہو جائے (۲۶) اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور ان پر شفقت کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو (۲۷) عام موت سے بری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو، اور عام زندگی سے خیر و برکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے (۲۸) جو خدا کے لئے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنا لیا (۲۹) جو خدا پر اعتماد رکھے اور اس پر توکل اور بھروسہ کرے۔ خدا اسے ہر برائی سے بچاتا ہے اور اس کو ہر قسم کے دشمن سے حفاظت کرتا ہے۔ (۳۰) دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ (۳۱) زہد کی انتہاء ورع اور تقویٰ ہے (۳۲) دین کو تباہ کر دینے والی چیز بدعت ہے (۳۳) انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے (۳۴) حاکم کی صلاحیت پر رعایا کی خوشحالی کا دارومدار ہے (۳۵) دعا کے ذریعہ سے ہر بلاٹل سکتی ہے (۳۶) جو صبر و ضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا (۳۷) جو دنیا میں تقویٰ کا بیج بوئے گا، آخرت میں دلی مرادوں کا پھل پائے گا۔ ۲۸

ازواج واولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقی رحمہ اللہ کی چند بیویاں تھیں۔ ام الفضل بنت مامون رشید عباسی اور سمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں۔ جناب سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں، کے علاوہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کی اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو نرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، جن کے اسماء یہ ہیں (۱) حضرت امام علی نقی رحمہ اللہ (۲) جناب موسیٰ مبرقع (۳) جناب فاطمہ (۴) جناب امامہ۔ ۲۹

سامرا کی دعوت

۲۴۳ھ میں متوکل نے امام کو بہت محترمانہ انداز میں مدینہ سے سامرا شہر بدر کر دیا۔ اور اپنی چھاؤنی کے نزدیک امام کو ٹھہرایا جب تک متوکل زندہ رہا امام پر سختیاں کرتا رہا۔ اس کے بعد کے خلفاء بھی اس روش پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ امام کی شہادت واقع ہوگئی۔ ۳۰

علی بن حمزہؒ کا کہنا ہے کہ میں نے ابوالحسن ثاقب رحمہ اللہ کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا تو میں نے کہا کہ کھیتوں میں کام کرنے والے لوگ کہاں ہیں۔ آپؒ نے فرمایا علیؓ اپنی زمین میں بیلوں کے ساتھ ان ہستیوں نے کام کیا ہے جو مجھ سے میرے ماں باپ سے بہتر و برتر ہیں۔ میں نے عرض کیا وہ کون ہستیاں ہیں۔ فرمایا میرے آباؤ اجداد اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے۔

وفات

امام تقی رحمہ اللہ کو معتصم نے بغداد بلا کر قید کر دیا۔ آپ نے ایک سال تک قید کی سختیاں برداشت کیں آپ ۲۵ سال ۳ ماہ ۱۲ یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر ۲۹ ذیعقدہ ۲۲۰ھ **مات مسموما قدسمم المعتصم** معتصم کے زہر سے وفات پا گئے۔ ۳۱؎

حضرت علی نقیؒ کی دینی وعلمی خدمات

تعارف

تاریخ پیدائش	۵ رجب ۲۱۴ھ	مقام پیدائش	مدینہ منورہ
اسم مبارک	علی	والد بزرگوار	امام محمد تقی
والدہ ماجدہ	سمانہ خاتون	مشہور القابات	نقی
، ناصح ، مرتضٰی ، ھادی ، نجیب ، عالم ، فقیہ ، طیب		کنیت	ابوالحسن الثالث
عمر مبارک	۴۰ سال	اولاد	۵ اولادیں (چار بیٹے ، ایک بیٹی)
تاریخ وفات	۳ رجب المرجب ۲۵۴ھ	مدفن	سامرہ عراق

هـو الامـام عـلـى بن محمد الجواد بن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق ابن مـحـمد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين الشهيد بن على بن ابى طالب رحمه الله.ولد رحمه اللّٰه ب (صـريـا). مـن الـمـديـنة لـلـنصف من ذى الحجة سنة ائنتى عشرة وما ئتين (۱۵/ذولحجة /۲۱۲ھ).و (روى انـه ولـد فـى سـنة اربـع عشرة وما ئتين) ۲۱۴ھ).اسم امه.على ما رواه اصحاب الحديث . :سمانة، وكانت من القانتات.۳۲ے

الـقـابـه عـديـدة ،منها :النجيب، المرتضى،الهادى،النقى..وغيرها.تسلم امامة المسلمين سـنة(۲۲۰ھ)عـنـد وفاة ابيه الجواد رحمه الله خاف المتوكل من نشاط المام و تحركاته الرامية الى نشر الحق فبعث اليه يحيى بن هرثمة، لحمله من المدينة الى سامراء.استشهد رحمه الله فى الثالث مـن رجـب سنة(۲۵۴ ھ)..ودفـن فـى داره.، ومشهـده معـروف فـى سـامـراء ، تـزوره الـعـامـة والخاصة.۳۳ے

ترجمہ: آپ علی بن محمد بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین الشہید بن علی بن ابی طالب ہیں۔آپ کی ولادت ۱۵ ذوالحجہ ۲۱۲ھ مدینہ کے شہر سریا میں ہوئی۔آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سمانہ تھا۔آپ کے القابات میں سے نجیب، مرتضٰی، ہادی، نقی وغیرہ ہیں۔ ۲۲۰ھ میں امامت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔رجب ۲۵۴ھ میں آپ کو شہید کیا گیا۔ آپ اپنے گھر میں ہی مدفن ہوئے۔

پیدائش:

آپ بتاریخ ۵ رجب المرجب ۲۱۴ھ یوم سہ شنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ۔ مدینہ منورہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ جس کا نام صریا ہے۔ آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں۔ آپؒ کی والدہ کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ آپ ''سیدہ ام الفضل'' کے نام سے مشہور تھیں۔ ۳۴ے

اسم، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی ''علی'' آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد تقی علیہ رحمہ اللہ نے رکھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی...... آپ کے القاب بہت کثیر ہیں جن میں نقی۔ ناصح۔ متوکل مرتضی اور عسکّری زیادہ مشہور ہیں۔ ۳۵ے

حالات زندگی

حضرت علی نقی نے پنے والد گرامی سے علمی وادبی تربیت حاصل کی ۔ بے شک اللہ نے اپنے اولیاء کو جو علم اور طاقت عطا کی ہے۔ وہ اِس کی اپنی عظمت وقدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جسے کائنات کے لئے حجت بنایا۔ اسے کائنات پر تصرف بھی عطا کیا ہے۔ انبیاء اور اولیاء سے ضرورت کے مطابق ایسے معجزات اور کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ امام علی نقی کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر جب آپؒ کو مدینہ سے سامرہ لے جایا جارہا تھا تو آپ نے راستے کے لیے گرم کپڑے اور گرم ٹوپیاں تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ وہ گرمی کا موسم تھا۔ لوگ امام کے اس فعل کو عبث سمجھ رہے تھے۔ لیکن دوران سفر بارش اور ژالہ باری نے آپ کے فہم وفراست کو صحیح ثابت کردیا۔

کرامات

امام علی نقی رحمہ اللہ تقریباً ۲۹ سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ نے اس مدت عمر میں کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ تقریباً ہر ایک نے آپ کی طرف رخ کرنے سے احتراز کیا۔

(۱) ایک دن امام علی نقی رحمہ اللہ اور علی بن حصیب نامی شخص دونوں ساتھ چل رہے تھے۔ علی بن حصیب آپ سے چند قدم آگے بڑھ کر بولے۔ آپ بھی قدم بڑھا کر جلد آجایئے حضرت نے فرمایا کہ اے ابن حصیب ''تمھیں پہلے جانا ہے'' تم جاؤ اس واقعہ کے چار یوم بعد ابن حصیب فوت ہوگئے۔

(۲) ایک شخص محمد بن فضل بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی رحمہ اللہ کو لکھا کہ میرے پاس ایک دکان ہے۔ میں اسے بیچنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جواب نہ ملنے پر مجھے افسوس ہوا۔ لیکن جب

میں بغداد واپس پہنچا تو وہ آگ لگ جانے کی وجہ سے جل چکی تھی۔

(۳) ایک شخص ابوایوب نامی نے امامؑ کو لکھا کہ میری زوجہ حاملہ ہے، آپ دعا فرمایئے کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس کے لڑکا ہی پیدا ہوگا اور جب پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ لڑکا ہی پیدا ہوا، اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔

(۴) یحییٰ بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی رحمہ اللہ کو لکھا کہ میری بیوی حاملہ ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ بعض لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں، چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی جس کا میں جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں ابھی تمام زبانوں کا جاننے ولا بنائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ ایک سنگریزہ اٹھایا۔ اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اس کے بعد اس سنگریزہ کو مجھے دیتے ہوئے فرمایا: اسے چوسو، میں نے منہ میں رکھ کر اسے اچھی طرح چوسا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تہتر زبانوں کا عالم بن گیا۔ جن میں ہندی بھی شامل تھی۔ اس کے بعد سے مجھے کسی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت نہ ہوئی ۔

اخلاق وعبادت

امام علی نقی اخلاق واوصاف میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب آپ مدینہ سے سامرہ پہنچے تو لوگ آپ سے فائدہ اٹھانے کے لیے دینی اور دنیاوی امور میں آپ مدد چاہتے تھے۔ ایک دن آپ سامرہ کے ایک قریہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد ایک سائل آپ کے مکان پر آیا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ آپ فلاں گاؤں میں تشریف لے گئے ہیں۔ وہ وہیں چلا گیا اور جا کر آپ سے ملا۔ آپ نے پوچھا تم کیسے آئے ہو اور تمھارا کام کیا ہے؟ اس نے عرض کی مولا میں غریب آدمی ہوں۔ مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہو گیا ہے۔ میرے پاس قرض کی ادائیگی کا کوئی راستہ نہیں۔ امام علی نقی نے فرمایا گھبراؤ نہیں انشاء للہ تمھارے قرض کی ادائیگی کا بندوبست ہو جائے گا۔ تین دن بعد آپؑ نے اس کا سارا قرض ادا کر دیا۔ ۳۶

شیخ ابوجعفر طوسی کتاب مصباح میں لکھتے ہیں کہ اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی حضرت امام علی نقی رحمہ اللہ کی خدمت میں بمقام صریا (مدینہ) حاضر ہوئے۔ امامؑ نے انھیں دیکھ کر فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے باپ اور تمہارے چچا کے درمیان یہ امر زیر بحث ہے کہ سال میں وہ کونسے روزے ہیں؟ جن کا رکھنا بہت زیادہ ثواب کا حامل ہے۔ اور تم اس کے متعلق مجھ سے سوال کرنے آئے ہو۔ اس نے کہا جی یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو وہ چار روزے جن کے رکھنے کی تاکید کی گئی۔ یوم ولادت پیغمبر اکرم ﷺ، یوم بعثت ومعراج، یوم وحوالارض، یوم الغدیر۔ اے عریضی جو ان دنوں میں

سے کسی بھی دن کے روزے رکھے اس کے ۷۰ سالہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

فضائل وکمالات

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی: قال:(علی بن محمد....السید الشریف، ابو الحسن العلوی الحسین الفقیه ، احد الاثنی عشر، و تلقبه الامامیة الھادی..توفی علی رحمة الله سنة اربع و خمسین ، وله اربعون سنة)۳۷؎

وقال فی (العبر):..)وکان فقیھا، اماما،متعبدا)۳۸؎

وقال فی (سیر اعلام النبلاء) ..(شریف جلیل)۳۹؎

ترجمہ: شمس الدین محمد بن عثمان ذھبی فرماتے ہیں علی بن محمد سادات شرفاء میں سے تھے آپ حسنی، علوی، حسینی، فقہی اور بارا اماموں میں سے ایک امام ہیں اور ان کو الھادی کا لقب دیا گیا۔ کتاب العبر میں ہے کہ آپ فقہی اور معتبر امام تھے اور سیرہ اعلام النبلاء میں ہے کہ آپؑ جلیل لقدر آئمہ میں سے ہیں۔

لیافعی عبدالله بن اسعد:قال:(کان متعبدا، فقیھا، اماما...وکان قد سعی به الی المتوکل..) وذکرالقصه آنفه الذکر..٤٠؎

ترجمہ: الیافعی عبداللہ بن اسعد فرماتے ہیں: آپؒ عبادت گزار اور فقہی تھے۔

ابن کثیر الدمشقی :قال: احد الائمة الاثنی عشر ...وقد کان عابدا، زاھدا.وذکر قصة ھجوم عسکر المتوکل علی بیت الامام رحمه اللّٰه وما جری بینه و بین المتوکل ، و قد استعرضنا تفاصیل ذلک عند نقل قول ابن خلکان.٤١؎

ترجمہ: ابن کثیر دمشقی کہتے ہیں کہ آپ بارہ اماموں میں سے ایک امام عبادت گزار، زہد وتقوی کے مالک تھے۔

محمد خواجه بار سای البخاری:قال:(وقد کان ابو الحسن علی الھادی عابدا، فقیھا ، اماما).ثم ذکر قصة الامام المتقدمة مع المتوکل وعسکره.٤٢؎

ترجمہ: محمد خواجہ بارسای البخاری فرماتے ہیں کہ آپ ابوالحسن علی الھادی ہیں آپ عبادت گزار فقہی اور امام ہیں۔

القرمانی احمد بن یوسف :قال: واamامناقبه فنفیسة، و أوصافه شریفة..٤٣؎

ترجمہ: القرمانی احمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ امام ان کے مناقب اور اوصاف اعلی تھے۔

ابن العماد الحنبلی:قال:کان فقیها، اماما، متعبدا...)٤٤ۓ

ترجمہ: ابن العماد حنبلی کہتے ہیں کہ حضرت امام نقی رحمہ اللہ فقہی امام اور بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔

عبد اللہ الشبراوی:قال: العاشر من الائمة: علی الهادی ...و کراماته کثیرة)٤٥ۓ

ترجمہ: عبداللہ الشبر اوی کہتے ہیں: آپ بارہ اماموں میں سے ایک امام بلند مرتبہ ہدایت کرنے والے اور آپ کی کرامات بے شمار تھیں۔

الشیخ مؤمن الشبلنجی: عقد فصلا فی ذکر مناقب الامام الهادی رحمه اللّٰه ، و مما قال فیه ، ...و مناقبه رضی اللہ عنه کثیرة ، قال فی الصواعق:کان وارث ابیه علما و منحا ٦)٤٦ۓ

ترجمہ: صاحب الصواعق محرکہ لکھتے ہیں:امام علی نقی رحمہ اللہ اپنے اباؤاجداد کے تمام علوم کے وارث اوران کی بہتر وضاحت کرنے والے تھے۔

اولاد

آپ کی کئی بیویاں تھیں،ان سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں(١)امام حسن عسکری(٢)حسین بن علی(٣)محمد بن علی(٤)جعفر بن علی(٥)دختر موسومہ عائشہ بنت علی۔ ٤٧ۓ

وفات

متوکل کے بعد اس کا بیٹا مستنصر باللہ متعین ہوا اس کے بعد ٢٥٤ھ میں معتز باللہ خلیفہ ہوا۔معتز ابن متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنت کو نہیں چھوڑا۔اور آپؒ کے ساتھ سختی ہی کرتا رہا۔یہاں تک کہ اسی نے آپ کو زہر دے دیا اور آپ بتاریخ ٣رجب ٢٥٤ھ آپ کی وفات ہوئی۔انا للہ و انا الیه راجعون۔٤٨ۓ

حوالہ جات

۱۔ (الف). الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البيت الطبعة الأولی، ۱۴۱۷ھ،ص۲۲۵

(ب). الشافعی،محمد بن طلحه،مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسةام القری،الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ، ص ۲۸۲

(ج). مومن الشبلنجی،نورالابصار،فی مناقب آل نبی المختار،بیروت:دارلفکر،۱۹۴۸ھ، ص ۲۸

۲۔ ابن حبان،الثقات،انڈیا:مجلس دائرة المعارف العثمانية ،حيدر آباد ،ج۸،ص۴۵۶۔۴۵۷

۳۔ عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی،تهذيب التهذيب، بيروت: دار الفكر، الطبعة الأولی ،۱۴۱۵،ج۵،ص۴۶۷

۴۔ (الف). الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البيت الطبعة الأولی، ۱۴۱۷ھ،ص۲۲۵

۵۔ جمال الدين ابو الفرج عبد الرحمن،المنتظم،بيروت: دار الكتب العلميه . ج۱۰،ص۱۲۰

۶۔ عبد الكريم بن محمد السمعانی،ألانساب،بيروت :مؤسسة الكتب الثقافية،ج۳،ص۴۷

۷۔ الرازی،امام فخرالدين محمد بن ضياء الدين،تفسيرالرازی، بيروت: دارلفكر،ج ۳۲،ص۱۲۵

۸۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد ،بيروت:دارلكتب العلميه، ج۴،ص۱۳۵

۹. الشافعی،محمد بن طلحه،مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسةام القری،الطبعة الأولی،۱۴۲۰ھ،ج۲،ص۱۲۸

۱۰۔ سبط ابن الجوزی،علامه،تذكرة لخواص،بيروت: موء سسة آل البيت،۱۹۸۱،ص۳۲۱

۱۱۔ عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی،صواعق محرقه،ص۱۳۳

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ عبداللہ امرتسری،ارحج المطالب فی سیرۃامیر المومنین،لاہور:حق بازارنئی انارکلی،ص۲۵۵

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ مومن الشبلنجی،نور الابصار،فی مناقب آل نبی المختار،بیروت:دارلفکر،۱۹۴۸ھ، ص۱۴۴

۲۸۔ (الف).الکلینی،محمد یعقوب، اصول الکافی، الاصول و الفروع والروضة من الکافی، طھران: دارالکتب الاسلامیة،ج۱،ص۵٦٦

(ب).الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ،ج۲،ص۲۷۳

(ج).الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ، ج۲،ص۹۱

۲۹۔ الکلینی ، محمد بن یعقوب،اصول الکافی،ج۱،ص۵٦٦

۳۰۔ (الف).الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ، ج۲،ص۱۳۸

(ب).الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی، ۱۴۱۷ھ، ج۱،ص۴۸۰

۳۱۔ ابوالقاسم،سحاب زندگانی امام علی نقی،قم:خیابان دکتر علی شریعتی،چاپ اول،ص۱۲

الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ،ص۱۹۹

۳۲۔ سید رضی جعفر نقوی،امام محمد تقی سیرت کردار،ماہنامہ ندائے عمران،(مدیر محمد سبطین میگھوی):ج۲،شمارہ۵،لاہور مچھلی منڈی،نومبر ۲۰۰۸،ص۶۰۔۶۱

۳۳۔ الجاحظ،رسائل الجاحظ،مصر:المکتبه التجاریة الکبری، ص ١٠٦

٣٤ .ایضاً

۳٥۔ الشافعی،محمد بن طلحه،مطالب السؤول ،ج۲،ص۱۴۰

۳٤۔ سبط ابن الجوزی،علامه،تذکرة لخواص،بیروت: موء سسة آل البیت،۱۹۸۱،ص۳۲۱

۳٦۔ ابن تیمیة، منهاج السنة، تحقیق الدکتور محمدا رشاد سالم،بیروت:الطبعة.الاؤلی،

۱۹۸۶ھ،ج۴،ص۶۸

۳۷۔ ابن خلّکان، وفیات الاعیان او ابناء الزمان،بیروت:دارلکتب العلمیه الطبعة الأولی، ۱۴۱۹ھ،ص۲۸۵

۳۸۔ صفدی،صلاح الدین، الوافی بالوفیات،بیروت:دارالنشر الفکر الاسلامی ،۱۴۱۹ھ،ج۴،ص۱۰۵

۳۹۔ الشبراوی،عبداللہ،الاتحاف بحب الاشراف،مصر:منشورات الرضی المصورة علی طبعة الادبیة،الطبعة الثانیة، ص۱۶۸

۴۰۔ مومن الشبلنجی،نورالابصار،ص۱۷۷

۴۱۔ یوسف بن اسماعیل النبهانی،جامع کرامات الاولیاء،بیروت:دار الفکر ،ج۱،ص۱۶۸

۴۲۔ السید المراعشی،شرح احقاق الحق ،ج۲۹،ص۱۵

۴۳۔ نقوی،علی نقی،علامہ سید، رہنمایان اسلام،اسلام آباد:ثقلین پبلی کیشنز،اشاعت اول،۱۴۱۷ھ،ص۱۴۸

۴۴۔ مومن الشبلنجی،نورالابصار،ص۱۴۸

۴۵۔ (الف)۔الشیخ المفید،الارشاد ،ص۴۹۳

(ب).الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،ج۱،ص۲۰۵

(ج). مومن الشبلنجی، نور الابصار، ص۱۴۷

۴۶۔ (الف)۔محمد علی دخیل،امام علی نقی،مترجم مولانا سید صفدر حسین نجفی،لاہور:مصباح الهدی پبلی کیشنز۱۰ گنگارام بلڈنگ شاہراہ قائداعظم،۱۴۰۸ھ،ص۲۱

(ب)۔سید احمد علی عابدی، حضرت امام محمد تقی،قم:مجلس مصنفین ادارہ دارحق،۱۴۰۲ھ،ص۱۰

۴۷۔ (الف). الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،ج۱،ص۲۰۵

(ب). مومن الشبلنجی، نور الابصار،ص۱۴۷

(ج).عبداللہ امرتسری،ارحج المطالب،ص۴۶۰

(د).اربلی،ابی الحیسن بن عیسی بن ابی الفتح ،کشف الغمة فی معرفة الائمه،تحقیق السید هاشم الرسولی،ایران: منشورات الرشریف الرضی ،ص۱۲۱

۴۸۔ (الف).لابن شهر آشوب،مناقب آل ابی طالب، النجف اشرف، مطبعة الحيدرية ،ج۴،ص۳۸۲

(ب).الشيخ المفيد ،الارشاد،ج۲،ص۲۹۷

(ج).الكليني ، محمد بن يعقوب،اصول الكافی،ج۱،ص۵۷۶

فصل چہارم

حضرت حسن عسکریؒ تا محمد مہدیؒ کا دور و علمی خدمات

حضرت حسن عسکریؒ کی دینی و علمی خدمات

تعارف

تاریخ پیدائش	۱۵ ربیع الثانی ۲۳۲ھ	مقام پیدائش	مدینہ منورہ
اسم مبارک	حسن	والد بزرگوار	امام محمد نقیؒ
والدہ ماجدہ	جناب حدیثہ	مشہور القابات	عسکری ذکی، ابن الرضا، الصاحت، الرفیق
عمر مبارک	۲۸ سال	اولاد	ایک بیٹا (امام محمد مہدی)
تاریخ وفات	۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ	مدفن	سامرہ، عراق

پیدائش

علمائے فریقین کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ یوم جمعہ مدینہ منورہؔ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت کے بعد حضرت امام علی نقیؒ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے رکھے ہوئے ''نام حسن بن علیؑ'' سے موسوم کیا۔[1]

اسم، کنیت، القاب

آپ کی کنیت ''ابو محمد'' تھی اور آپ کے القاب بے شمار تھے۔ جن میں عسکری، ہادی، ذکی خالص، سراج اور ابن الرضا زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا لقب عسکری اس لیے زیادہ مشہور ہوا کہ آپ جس محلّہ میں بمقام ''سرمن رائے'' رہتے تے اسے عسکر کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی۔[2]

کرامات

حضرت امام حسن عسکریؒ نہ جانے کس طرح اپنے گھر کے کنوئیں میں گر گئے۔ آپ کے گرنے سے عورتوں میں کہرام عظیم برپا ہو گیا۔ سب چیخنے اور چلانے لگیں۔ مگر حضرت امام علی نقی رحمہ اللہ جو محو نماز تھے، مطلق متاثر نہ ہوئے اور اطمینان سے نماز کا اختتام کیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں حجت خدا کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اسی دوران میں دیکھا کہ پانی کی سطح بلند ہو رہی ہے اور امام حسن عسکری پانی میں کھیل رہے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسن عسکری کو شیروں اور دیگر درندوں میں ڈال دیا گیا۔ شیر اور درندوں جو امام حسن عسکری پر پڑی تو انہوں نے حجت خدا کو پہچان لیا۔ اور انہیں پھاڑ کر کھانے کی بجائے ان کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ امام نے ان کے درمیان میں مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ دشمنوں نے جب یہ سارا ماجرا دیکھا تو امام کی فضیلت کے معترف ہو گئے۔[3]

آپ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کی امامت کا آغاز ہوا آپ کے تمام معتقدین نے آپ کو مبارک باد دی اور آپ سے ہر قسم کا استفادہ شروع کر دیا۔ آپ کی خدمت میں آمدورفت اور سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ آپ نے جوابات میں ایسی حیرت انگیز معلومات کا انکشاف فرمایا کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ آپ نے علم غیب اور علم بالموت تک کا ثبوت پیش فرمایا اور اس کی بھی وضاحت کی کہ فلاں شخص کو اتنے دنوں میں موت آ جائے گی۔

ایک شخص نے اپنے والد کے ساتھ حضرت امام حسن عسکریؑ کی راہ میں بیٹھ کر یہ سوال کرنا چاہا کہ باپ کو پانچ سو درہم اور بیٹے کو تین سو درہم اگر امام دے دیں تو سارے کام ہو جائیں۔ یہاں تک کہ امام رحمہ اللہ اس راستے پر آ پہنچے۔ اتفاقاً یہ دونوں امام کو پہنچانتے نہ تھے۔ آپؑ خود ان کے قریب گئے اور ان سے کہا کہ تمھیں آٹھ سو درہم کی ضرورت ہے۔ آؤ میں تمھیں دے دوں۔ دونوں ہمراہ ہو لیے اور رقم حاصل کر لی اسی طرح ایک اور شخص قید خانہ میں تھا اس نے قید کی پریشانی کی شکایت امام رحمہ اللہ کو لکھ کر بھیجی اور تنگ دستی کا ذکر شرم کی وجہ سے نہ کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہو جاؤ گے۔ اور تم نے جو تنگ دستی کا ذکر شرم کی وجہ سے نہ کیا۔ اس کے متعلق معلوم کرو کہ میں اپنے مقام پر پہنچتے ہی سو دینار بھیج دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی طرح ایک شخص نے آپ سے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ نے زمین کرید کر ایک اشرفی کی تھیلی نکالی اور اس کے حوالے کر دی۔ اس میں سو دینار تھے اسی طرح ایک شخص نے آپ کو تحریر کیا کہ مشکوٰۃ کے معنی کیا ہیں؟ نیز یہ کہ میری عورت حاملہ ہے اس سے جو فرزند پیدا ہو گا اس کا نام رکھ دیجئے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مشکوٰۃ سے مراد قلب محمد ﷺ ہے اور آخر میں لکھ دیا" عظم اللہ اجرک واخلف علیک "خدا تمہیں اجر دے اور نعم البدل عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے ہاں مردہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوئی۔ اور لڑکا پیدا ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں ایک خوب صورت سا یمنی آیا۔ اس نے سنگ پارہ یعنی پتھر کا ٹکڑا پیش کر کے خواہش کی کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مہر کر دیں۔ حضرت نے مہر نکالی اور اس پر لگا دی۔ آپ کا اسم گرامی اسی طرح کندہ ہو گیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ آنے والا مجمع ابن الصل بن عقبہ بن سمعان ابن عاتم ابن ام غانم تھا یہ وہی سنگ پارہ لایا تھا جس پر ان کے خاندان کی ایک عورت ام غانم نے تمام آئمہ طاہرین سے مہر لگوا رکھی تھی۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعویٰ کرتا تھا تو وہ اس کو لے کر اس کے پاس چلی جاتی تھی۔ اگر اس مدعی نے پتھر پر مہر لگا دی تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ امام زمانہ ہیں اور اگر اس عمل سے عاجز رہا تو وہ اس نظر انداز کر دیتی تھی۔ چونکہ اس نے اسی سنگ پارہ پر کئی اماموں کی مہر لگوائی تھی اس لیے اس کا لقب ہو گیا تھا۔

علمی خدمات

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب انسان کو سکون نصیب نہ ہو تو دل و دماغ از کار رفتہ ہو جاتے ہیں اور اس میں اتنی صلاحیت نہیں رہتی کہ وہ کوئی غیر فانی دماغی کردار پیش کر سکے حضرت امام حسن عسکریؒ جنہیں بالواسطہ یا بلا واسطہ خلفائے

عباسیہ کے ساتھ ظالموں کے دست استبداد سے متاثر ہونا پڑا۔ بھی آپ کے والد ماجد کو قید کیا گیا۔ بھی آپ کے گھر تلاشی لی گئی۔ کبھی آپ کو قید ظلم میں مقید کیا گیا۔ کبھی نظر بندی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ غرضکہ آپ کا کوئی لمحہ حیات پرسکون نہیں گزرا۔ پھر عمر بھی آپ نے صرف ۲۸ سال کی پائی تھی۔ انھیں وجوہ سے آپ کے کمالات علمیہ کا کما حقہ اظہار وانکشاف نہ ہوسکا۔ اسی بنا پر علامہ کرمانی لکھتے ہیں: آپ دنیا میں اتنے دن بقید حیات رہے ہی نہیں کہ آپ کے فضائل ومناقب اور علوم وحکم لوگوں پر ظاہر ہوسکیں۔ تاہم ان حالات میں بھی آپ نے اپنے علم لدنی نیز اپنے والد بزگوار سے حاصل کردہ وہ علم کے سہارے تبحر علمی کے ساتھ بڑے بڑے علمی کارناموں سے لوگوں کو حیران کر دیا۔ آپ نے مخالفین اسلام اور عظیم فلاسفیوں سے اہم مناظرے کئے اور علم وحکم کے دریا بہائے۔ آپ کے علمی کارناموں میں ایک اہم کارنامہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ جو تفسیر امام حسن عسکری رحمہ اللہ کے نام سے موسوم ومشہور ہے۔ تفسیر علوم قرآنی اور حکم نبوی کے خزانوں سے بھری ہوئی ہے۔ ۴؎

آپ نے اپنی قلمی صلاحیت کو محل افتخار میں اکثر ذکر کیا ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ ہم وہ ہیں جنہیں خدا نے صاحب قلم قرار دیا ہے علماء کا بیان ہے کہ جب آپ لکھتے لکھتے نماز کے لیے چلے جایا کرتے تھے تو آپ کا قلم برابر چلتا رہتا تھا اور آپ کا مافی الضمیر بحکم خداوندی سطح قرطاس پر مرقوم ہوتا رہتا تھا۔ آپ علم فضل، زہدوتقویٰ وعصمت، شجاعت وکرم اعمال وعبادت میں افضل اہل زمانہ تھے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح تمام زبانوں سے واقف تھے۔ آپ ترکی، رومی غرضیکہ ہر زبان میں تکلم کیا کرتے تھے۔ خدا نے آپ کو ہر زبان سے بہرہ ورفرمایا تھا۔ اور آپ علم رجال، علم الانساب علم حوادث میں کمال رکھتے تھے۔ عبداللہ ابن محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کو بھیڑیئے سے بات چیت کرتے ہوئے خود سنا ہے۔ ۵؎

مورّخین کا بیان ہے کہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کو یہ خبط سوار ہوا کہ قرآن مجید میں تناقص ثابت کرے۔ اور یہ بتا دے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے اور ایک مضمون دوسرے مضمون سے ٹکراتا ہے۔ اس نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے کتاب ''تناقص القرآن'' لکھنا شروع کی۔ اس درجہ منہمک ہوگیا کہ لوگوں سے ملنا جلنا اور کہیں آنا جانا سب ترک کر دیا حضرت امام حسن عسکریؑ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کے خبط کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ کا خیال تھا کہ اس پر کوئی ایسا اعتراض کر دیا جائے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے وہ مجبوراً اپنے ارادے سے باز آ جائے اتفاقاً ایک دن آپ کی خدمت میں اس کا ایک شاگرد حاضر ہوا حضرت نے اس سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اسحاق کندی کو ''تناقص القرآن'' لکھنے سے باز رکھ سکے۔ اس نے عرض کی مولا! میں اس کا شاگرد ہوں، بھلا اس کے سامنے لب کشائی کرسکتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو کر سکتے ہو کہ جو میں کہوں وہ اس تک پہنچا دو اس نے کہا کرسکتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ پہلے تو اس سے موانست پیدا کرو۔ اور اس پر اعتبار جماؤ جب وہ تم سے مانوس ہوجائے اور تمہاری بات توجہ سے سننے لگے تو اس سے کہنا کہ مجھے ایک شبہ پیدا ہوگیا ہے آپ اس کو دور فرمادیں جب وہ کہے کہ بیان کرو تو کہنا کہ ''ان اتاک

هذا لمتكلم بهذا القرآن هل يجوز ان يكون مراده بما تكلم منه عن المعانی التی قد ظننتها انک ذهبتها اليها ''اگر اس کتاب یعنی قرآن کا مالک تمہارے پاس اسے لائے تو کیا ہوسکتا ہے کہ اس کلام سے جو مطلب اس کا ہو وہ تمہارے سمجھے ہوئے معانی ومطالب کے خلاف ہو، جب وہ تمہارا یہ اعتراض سنے گا تو چونکہ ذہین آدمی ہے فوراً کہے گا کہ بے شک ایسا ہوسکتا ہے جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ پھر کتاب ''تناقص القرآن'' لکھنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ تم اس کے جو معنی سمجھ کر اس پر اعتراض کر رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ خدائی مقصود کے خلاف ہو ایسی صورت میں تمہاری محنت ضائع اور برباد ہو جائے گی۔ کیونکہ تناقص تو جب ہوسکتا ہے کہ تمہارا سمجھا ہوا مطلب صحیح اور مقصود وخداوندی کے مطابق ہو اور ایسا یقینی طور پر نہیں تو تناقص کہاں رہا؟

الغرض وہ شاگرد اسحاق کندی کے پاس گیا اور اس نے امام کے بتائے ہوئے اصول پر اس سے مذکورہ سوال کیا۔ اسحاق کندی یہ اعتراض سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ پھر سوال کو دھراؤ اس نے پر اعادہ کیا اسحاق تھوڑی دیر کے لیے محو تفکر ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ بے شک اس قسم کا احتمال باعتبار لغت اور بلحاظ فکر وتدبر ممکن ہے پھر اپنے شاگرد کی طرف متوجہ ہو کر بولا! میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ تمہیں یہ اعتراض کس نے بتایا ہے اس نے جواب دیا میرے شفیق استاد یہ میرے ذہن کی پیداوار ہے اسحاق نے کہا ہرگز نہیں یہ تمہارے جیسے علم والے کے بس کی چیز نہیں ہے تم سچ کہو کہ تمہیں کس نے بتایا اور اس اعتراض کی طرف کس نے رہبری کی ہے شاگرد نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے حضرت امام حسن عسکریؒ نے فرمایا تھا اور میں نے انھیں کے بتائے ہوئے اصول پر آپ سے سوال کیا ہے اسحاق کندی بولا ''الان جئت به'' اب تم نے سچ کہا ہے ایسے اعتراضات اور ایسی اہم باتیں خاندان رسالت سے ہی منسوب ہیں۔ ''ثم انه دعا بالنار رواحرق جميع ما كان الفه'' پھر اس نے آگ منگائی اور کتاب تناقص القرآن کا سارا مسودہ نذر آتش کر دیا۔[6]

فضائل وکمالات

سبط ابن الجوزی:قال:هو الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی ...وكان عالما ثقة.[7]

ترجمہ: سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن العسکریؒ حدیث کے ثقہ عالم تھے۔

نور الدين علی بن عبدالله السمهودی:قال: واماولده ابو محمد الحسن الخالص،فكان عظيم الشان....وقد سبقت له كرامة جليلة لما حبسه المعتمد علی الله بن المتوكل العباسی.[8]

ترجمہ: السمھووی فرماتے ہیں کہ آپ عظیم المرتبت جلیل القدر اور بہت زیادہ کرامات والے تھے۔

احمد بن الفضل بن باكثير الحضرمی الشافعی:قال: (ابو محمد الحسن الخالص بن علی

العسكری، كان عظيم الشأن جليل المقدار ...ووقع له مع المعتمد لما حبسه كرامة ظاهرة مشهورة) ۹

ترجمہ: احمد بن فضل فرماتے ہیں: ان کو عسکری کا لقب دیا گیا اور ان کی فضیلت کی یہی بات کافی ہے کہ امام مھدی المنتظر ان کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ اس شریف گھر کا یکتا موتی ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عامر الشبراوی الشافعی:قال: (الحادی عشر من الائمة الحسن الخالص ، و يلقب ايضا بالعسكری.. ويكفيه شرفا ان الامام المهدی المنتظر من اولاده، فلله در هذا البيت الشريف، والنسب الخضيم المنيف، ۱۰

ترجمہ: عبداللہ بن محمد الشبر اوی کہتے ہیں کہ ان کو عسکری کا لقب دیا گیا۔ یہی بات کافی ہے کہ امام مہدی الحسن ان کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا تعلق ایک عظیم گھرانے اہل البیت سے ہے۔ اور آپ پاکیزہ نسب ہیں۔

الشيخ مؤمن الشبلنجی:قال: فصل فی ذكر مناقب الهسن الخالص بن علی الهادی ...رضی الله عنهم ... ومناقبه رضی الله عنه كثيرة.. الی ان قال: (تتمة فی الكلام علی وفاته وولده رضی الله عنه ، فی الفصول المهمة :ولما ذاع خبر وفاته ارتجت سر من رأی وقامت صيحة واحدة وعطلت الاسواق و غلقت الدكاكين وركب بنو هاشم و لكتاب والقضاة المعدلون وسائر الناس، الی جنازته، كانت سر من راأی يومئذ شبيهة بالقيامة.) ۱۱

يوسف النبهانی : قال: احد أئمة ساداتنا اهل البيت العظام ، واسادتهم الكرام، رضی الله عنهم اجمعين ، ذكره الشبراوی فی الاتحاف بحب الاشراف، ولكنه اختصر ترجمته ولم يذكر له كرامات، وقت رأيت له كرامة بنفسی..) ۱۲

ترجمہ: یوسف النبھانی کہتے ہیں: امام حسن عسکریؒ اہل بیت کے عظیم گھرانہ سے تھے۔ اور سادات کرام کے معزز امام تھے۔ آپ کی کرامات کا ذکر الشبر اوی نے الاتحاف الاشراف میں بھی کیا ہے۔

خير الدين الزركلی:قال: الحسن بنی علی الهادی... و بويع لامامةبعد وفاة ابيه ، وكان علی سنن سلفه الصالح، تصی ، ونسكا، وعبادة..۱۳

وفات

آپ نے ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو جمعہ کے دن بوقت نماز فجر شہادت پائی "انا لله وانا اليه راجعون". ۱۴

وفات سے قبل آپؒ نے تمام تبرکات حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما دیئے تھے۔انتقال کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔آپ نے حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔[۱۵]

حضرت محمد مہدیؒ کی دینی وعلمی خدمات

تعارف

اسم مبارک	محمد	مشہور القابات	مہدی، قائم، منتظر، غائب، خاتم البقیۃ اللہ حجت خلق، صالح
تاریخ پیدائش	۱۵شعبان ۲۵۵ھ	مقام پیدائش	سامرہ عراق
والد بزرگوار	حضرت امام حسن عسکری	والدہ ماجدہ	جناب نرجس خاتون

پیدائش

مؤرخین کا اتفاق ہے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۵شعبان ۲۵۵ھ یوم جمعہ بوقت طلوع فجر ہوئی۔بعض علماء کا کہنا ہے کہ ولادت کا سن ۲۵۶ھ اور مادہ تاریخ نور ہے۔یعنی آپ شب برات کے اختتام پر بوقت صبح صادق عالم ظہور و شہود میں تشریف لائے تھے۔[16]

اسم،کنیت،القاب

آپ کا نام نامی اسم گرامی ''محمد'' اور مشہور لقب ''مہدی'' ہے۔علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت ''ابوالقاسم'' اور ابوعبداللہ تھی اور اس پر بھی علماء متفق ہیں۔[17]

ظہور امام مہدیؒ قرآن مجید کی روشنی میں (شیعہ نقطۂ نظر سے)

حضرت امام مہدیؒ کی غیبت اور آپ کا موجودگی کے بارے میں قرآن پاک میں متعدد نصوص کا ذکر ہے۔جس پر مذاہبِ اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ذیل میں اختصار کے ساتھ ان آیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں ظہور امام مہدی کے بارے میں اشارہ ملتا ہے۔

﴿ آلم ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ﴾[18]

ترجمہ: الم۔یہ کتاب شک سے پاک ہے۔متقین کے لیے ہدایت اور ان لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

عظیم آسمانی کتاب قرآن مجید کی متعدد آیات اس عظیم ظہور کی خوش خبری دے رہی ہے۔

سورۃ نور کی آیت ۵۵ میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا

اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِم ﴾ ۱۹

ترجمہ: تم سے جولوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالائے ہیں۔اللہ نے ان سے وعدہ کررکھا ہے کہ انہیں زمین میں اسی طرح جانشین ضرور بنائے گا جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا۔

یہ آیت مبارکہ اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ بالآخر زمین پر جابر حکمرانوں اور ستمگر فرمانرواؤں کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ساری زمین پر صالح مومنین حکومت کریں گے۔اسی آیت کے آخر پر مزید تین وعدے بھی کیے گئے ہیں۔:

حقیقی دین کا قیام اور لوگوں کے قلب میں حکومت الہیہ کا نفاذ:

﴿ وَعَدَا اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوۡ الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِیۡ الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ الَّذِیۡ اِرۡتَضٰی لَهُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِنۡ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنَا یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَایُشۡرِكُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَ مَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُوۡلٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴾ ۲۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور بہ ضرور ان کو پوری زمین پر حکومت وخلافت عطا کرے گا۔جیسا کہ اس نے پہلے لوگوں کو خلافت دی مزید برآں ان کے لیے اپنے پسندیدہ دین کو غلبہ دے گا۔اوران کے خوف کو امن سے ضرور بدل دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔اور جو شخص اس وعدہ کے ظہور کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے لوگ فاسق ہونگے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمَنۡ اَظۡلَمَ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنۡ یُّذۡكَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ وَ سَعٰی فِیۡ خَرَابِهَا اُوۡلٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمۡ اَنۡ یَّدۡخُلُوۡ هَآ اِلَّا خَآئِفِیۡنَ لَهُمۡ فِیۡ الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّلَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴾ ۲۱

ترجمہ: اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روک دے۔ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ان لوگوں کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ بلا خوف ان مساجد میں داخل ہوجائیں۔ان کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ هُوَالَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَ هٗ عَلَی الدِّیۡنَ كُلِهٖ ﴾ ۲۲

ترجمہ: جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر ارسال کیا تا کہ وہ ان کو تمام دینوں پر غلبہ

عطا کردے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردے گا۔ اور یہ پورا وعدہ اس وقت ایفاء ہو گا۔ جب حضرت عیسیٰ خروج کریں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ ۲۳؎

ترجمہ: اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ کی موت سے قبل ان پر یقیناً ایمان نہ لائے اور وہ بروز محشر ان پر گواہ بنیں گے۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے:

وذالک عندنزوله من السماء فی آخر الزمان فلا یبقی احد الا امن به حتی تکون الملة واحدة ملت الاسلام ۲۴؎

ترجمہ: یہ وعدہ اس وقت پورا ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور کوئی بھی ایسا شخص نہ ہوگا۔ جو ان پر ایمان نہ لائے حتیٰ کہ صرف اسلام کا مذہب ہی باقی رہے گا۔

﴿ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ ۲۵؎

ترجمہ: تحقیق وہ قیامت کی نشانی ہے تم اس میں ہرگز شک نہ کرو

تمام مفسرین اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ کے قیامت سے پہلے نزول سے متعلق نازل ہوئی۔

﴿ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ۲۶؎

ترجمہ: اللہ کا دیا ہوا جو بچ گیا ہو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم لوگ مومن ہو۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ. ۲۷؎

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک نشانی اتار دیں جس کے لیے ان کی گردنیں خشوع و خضوع کے ساتھ جھک جائیں۔

حضرت علیؑ کا فرمان ہے:

ان الحق فی آل محمد فعند ذلک یظهر المهدی. ۲۸؎

ترجمہ: حق آل محمدؑ کے ساتھ ہے اور اسی ندا کے ساتھ آل محمدؑ میں سے امام محمد مھدی کا ظہور ہوگا۔

ظہور امام مہدی احادیث نبویؐ کی روشنی میں

مذاہب اسلامیہ کی کتب احادیث میں اس موضوع کے بارے میں کہ خاندان پیغمبرؐ سے مہدی نامی ایک فرد کے ذریعہ سے صلح وعدالت پر مبنی ایک عالمی حکومت قائم ہوگی۔ بہت سی احادیث ذکر کی گئیں ہیں۔ یہاں تک کہ یہ احادیث حد تواتر سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ جب کہ کتب اہل تشیع میں بھی ایسی متواتر احادیث موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہدیؑ بارہویں امام، جانشین پیغمبرؐ، امام حسین رضی اللہ عنہ کے نویں بیٹے اور امام حسن عسکریؒ کے فرزند ہیں۔ ذیل میں ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ جن میں ظہور امام مہدی کا تذکرہ موجود ہے۔

عن ابی عبدا للہ قال :قال رسول اللہ لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطیء اسمہ اسمی ۔ ۲۹؎

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہوگا عرب کا حکمران نہ بن جائے۔

عن ام سلمہ رضی اللہ عنہ قالت سمعت رسول اللہ یقول المھدی من عترتی من ولد فاطمہ۔ ۳۰؎

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: میں حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ امام محمد مہدی میری نسل اور فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ النبی قال یلی رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی۔ ۳۱؎

ترجمہ: حضرت عبداللہ مسعود سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ہوگا۔ جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔

و حدثنا ابو صالح عن ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ لو لم یبق من الدنیا الایوما ما الطول اللہ ذلک الیوم حتی یلی۔ ۳۲؎

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ اس دن کو دراز فرمائے گا۔ اتنا دراز فرمائے گا یہاں تک کہ مھدی خلیفہ ہوں گے۔

مہدی کا نام میرے نام کی طرح ہوگا۔

ظہور امام مھدی کے بارے میں درج ذیل کتب میں بھی ایسی ہی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

ابوداؤد سلمان بن اشعث سجستانی نے سنن ابی داؤد کتاب المھدی میں ظہور امام زمانہ کے بارے میں بہت ساری

احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔۳۳؎

ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینی نے سنن ابن ماجہ کتاب الفتن میں بہت ساری احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔۳۴؎

احمد بن حنبل نے کتاب المستدرک میں، نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں، محمد بن عبداللہ نے المستدرک علی الصحین میں ،سلیمان بن احمد المعجم الاوسط میں اور ہیثمی علی بن ابی بکر نے مجمع الزوائد میں ظہور امام زمانہ کے بارے میں بہت ساری احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔۳۵؎

عن ابن عباس قال رسول اللہ ﷺ ان حنفائی و اوصیائی و جمیع اللہ علی الخلق بعد اثنا عشر اولهم علی و آخر هم ولدی المهدی فینزل روح اللہ عیسی ابن مریم فیصلی خلفه وتشرق الارض بنورربها .۳۶؎

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے خلفاء اور میرے وصی اللہ کی مخلوق پر آئمہ عشر ہیں۔ان میں سے پہلے امام علیؑ اور آخری امام محمد مہدیؑ ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا۔وہ حضرت امام مہدیؑ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔اور پوری دنیا اللہ کے نور سے بھر جائے گی۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا:

لو لم یبق من الدهر الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث رجل من اهل بیتی یملاها قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا.

ترجمہ: اگر دنیا میں زندگی کا آخری دن رہ جائے گا۔تو بھی خدا اس دن کو اتنا طویل کرے گا۔کہ میری اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔تا کہ وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔

یہ حدیث مذاہب اسلامیہ کی اکثر کتب حدیث میں نقل ہوئی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

ان اقام القائم حکم بالعدل و ارتفع الجور فی ایامه و امنت به السبل و اخرجت الارض برکاتها ورد کل حق الی اهله و حکم بین الناس بحکم داؤد وحکم محمد فحینئذ تظهر الارض کنوزها و تبدی برکاتها و لایجد الرجل منکم یومئذ مو ضعا لصدقته ولبره لشمول الغنی جمیع المومنین ۳۷؎

ترجمہ: جب حضرت قائم (عج) ظہور فرمائیں گے تو اپنی حکومت کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھیں

گے۔ان کے دور حکومت میں زمین سے ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائے گا۔ان کے وجود کی برکت سے راستے پر امن ہو جائیں گے۔زمین اپنی برکات (خزائن) کو اگل دے گی۔حق اس کے حقدار تک پہنچ جائے گا وہ حضرت مہدی (عج) انسانوں کے تمام مسائل کو اسی طرح حل کریں گے جیسے حضرت داؤد اور حضرت محمد ﷺ حل فرماتے تھے۔اس وقت زمین اپنے خزانوں کو ظاہر کر دے گی۔اپنی برکات کو واضح کر دے گی۔اس وقت کوئی شخص خیرات صدقہ اور مالی امداد دینے کے لیے کسی مستحق کو تلاش نہ کر سکے گا۔کیونکہ تمام مومنین بے نیاز اور غنی ہو جائیں گے۔

امام عصر (عج) کی غیبت کے زمانے میں امامت اور ولایت کے معین شدہ خطوط کا تحفظ اور ان کی بقاء امام کے عام نائبین یعنی علماء اور فقہاء کے ذریعے ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں امام رضا اور ان کے آباؤ اجداد کے پاکیزہ سلسلہ کے ذریعہ علی ابن علی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

التاسع من ولدک یا حسین ھو القائم بالحق المظھر للدین و الباسط للعدل .۳۸

ترجمہ: اے حسین تمہارا نواں فرزند وہی ہے کہ جو حق کے ساتھ قیام کرے گا دین کو ظار کرے گا اور عدل وانصاف کو وسعت دے گا۔

تیسری حدیث میں حسن بن عبداللہ تمیمی امام رضا سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ اپنے آباؤ اجداد کے پاکیزہ سلسلہ سے رسول اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ فرماتے ہیں۔

لا تقدم الساعۃ حتی یقوم القائم للحق منا و ذلک حین باذن اللہ عزوجل ومن تبعہ نجی و من تخلف عند ھلک. ۳۹

جب تک ہمارے خاندان سے حق کا قائم قیام نہیں کرے گا قیامت بپا نہ ہوگی۔اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائے گا۔اور جس نے بھی اس کی پیروی کی وہ نجات پائے گا۔اور جس نے اس کی نافرمانی کی۔وہ ہلاک ہو جائے گا۔

چوتھی حدیث بھی اسی طرح امام رضاؑ اور ان کے آباؤ اجداد کے پاکیزہ سلسلہ سے پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آئمہ حسین کی نسل سے ہیں جس نے اس کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی جس سے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالی کی معصیت کی وہ عروۃ الوثقیٰ اور اللہ تعالی کے ساتھ ملا ہوا رابطہ ہے۔۴۰

پہلی دونوں حدیثوں کے راوی جناب حسین بن خالد اور باقی دونوں حدیثوں کے راوی جناب حسین بن عبداللہ تمیمی ہیں۔دونوں امام رضاؑ کے اصحاب ہیں اور علم رجال کے ماہرین دونوں کی توثیق کرتے ہیں۔۴۱

احادیث رضویہ میں حضرت امام مہدیؑ کے حوالے سے تیسرا نکتہ صبر اوران کا انتظار ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔کہ صبر کرنا سخت اور کسی کا انتظار بہت دشوار ہے۔ بالخصوص وقت کے امامؑ کی غیبت میں صبر اوران کے انتظار کے لیے بہت وسیع حوصلہ اور محکم ایمان چاہیے۔امام مہدیؑ کو امام حسین کے نواں فرزند کے حوالے سے تعارف کروایا گیا ہے اسی حدیث میں بعد میں امام حسینؑ اپنے والد بزرگوار امام علیؑ سے پوچھتے ہیں۔والدمحترم اے امیرالمومنین آیا ایسا ہوگا؟ تو امیرا لمومنینؑ فرماتے ہیں کیوں نہیں ۔قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے محمد ﷺ کو نبوت پر فائز کیا اور انہیں تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی ۔یقیناً ایسا ہی ہوگا ۔لیکن ان کی غیبت کے بعد وہ مخلصین کہ جن کے سینوں میں روح یقین ہوگی ان کے علاوہ کوئی بھی اپنے دین پر ثابت قدم نہیں رہے گا۔ یہ وہ مخلص لوگ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہماری ولایت کا محکم عہد لیا ہےاوران کے دلوں پر ایمان تحریر کیا۔[۴۲]

امام مہدی کے فضائل ومناقب کا تذکرہ علماء اعلام نے درج ذیل کتب میں بھی کیا ہے۔

☆ ابن الوری(ت: ۷۴۹ھ)،فی تاریخه: ۱/۳۱۹

☆ صلاح الدین الصفدی (ت:۷۶۴ھ)فی (الوفی بالوفیات): ۱۲/۱۱۳

☆ الحافظ ابن حجر العسقلانی(ت: ۸۵۲ھ)فی (لسان المیزان) ۲/۱۱۹

☆ نورالدین لجامی الحنفی(ت:۸۹۸ھ) فی (شواهدالنبوة) ۴۰۴.۴۰۵

☆ ابن طولون الدمشقی الحنفی(ت:۹۵۳ھ) فی (أ لأئمةالاثناعشر) ۱۱۷.۱۱۸

☆ الدیاربکری القاضی المورخ(ت: ۹۶۶ھ) فی (تاریخ الخمسین) ۲/۳۴۳

☆ ابن حجر الهیتمی (ت:۹۷۴ھ)فی (الصواعق المحرقة: ۳۱۳.۳۱۴

☆ محمد بن الحسین السمر قندی المدنی(ت: ۹۹۶ھ)فی (تحفة الطالب) : ۵۴

☆ الشیخ الملا علی القاری(ت: ۱۰۱۴ھ)فی (فرقاة المفاتیح). ۹/۳۸۶۴

☆ احمد بن یوسف القرمانی (ت: ۱۰۱۹ھ) فی (أخبار الدول) ۱/۳۵۳:

☆ عبد الحق الدهلوی البخاری(ت:۱۰۵۲ھ) کما فی (کشف الاستار): ۶۲.۶۳

☆ ابن العماد الحنبلی (ت: ۱۰۸۹ھ) فی (شذرات الذهب): ۲/۲۹۰

☆ عبد الملک المکی العصامی(ت: ۱۱۱۱ھ) فی (سمط النجوم العوالی): ۴/۱۳۸

☆ لشبراوی الشافعی (ت: ۱۱۷۱ھ)فی (الا تحاف بحب الاشراف): ۱۷۹.۱۸۰

☆ محمد امین السویدی(ت:۱۲۴۶ھ)فی (سبائک الذھب):۷۸

غیبت کی ضرورت واہمیت

علامہ ابن حجر مکی کا ارشاد ہے: امام مہدی سرداب میں غائب ہوئے ہیں۔''فلم یعرف این ذھب'' پھر معلوم نہیں کہاں تشریف لے گئے۔۴۳

جمہور علماء مذاہبِ اسلامیہ امام مہدی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔تمام مکتب فکر کے علماء یہ مانتے ہیں کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں۔ذیل میں ان کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں امام مہدی کی غیبت پر علماء اسلام کا اجماع ہے

ابن خلکان لکھتے ہیں:

امام مہدی کی عمر امام حسن عسکریؑ کی وفات کے وقت ۵ سال کی تھی۔وہ سرداب میں غائب ہو کر پھر واپس نہیں ہوئے۔۴۴

علامہ سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں: کہ آپ کا لقب القائم،المنتظر،الباقی ہے۔۴۵

علامہ عبید اللہ امرتسری لکھتے ہیں: آپ اسی طرح زندہ وباقی ہیں جس طرح عیسیٰ،خضر،الیاس وغیرہ زندہ اور باقی ہیں۔۴۶

ان اللہ والوں کے علاوہ دجال،ابلیس بھی زندہ ہیں جیسا کہ قران مجید صحیح مسلم تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا ''لا امتناع فی بقاۂ'' ان کے باقی اور زندہ ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔۴۷

علامہ مقتی الہندی نے لکھا ہے: آپ غائب ہو کر ظہور کر کے ۹ سال حکومت کریں گے۔ ۴۸

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: امام مہدی کے ظہور کے بعد حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے۔ ۴۹

امام مہدی کے ظہور کی علامات اور مذاہب اسلامیہ

رسول خدا کی وفات کے بعد بھی مہدویت کا موضوع اصحاب رسول اور مسلمانوں کے درمیان زیر بحث رہا۔پیغمبر اسلام کے اہل بیت علم حدیث سے بخوبی واقف تھے۔وہ امام مہدی کے بارے میں گفتگو کرتے اور اس عنوان پر لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے۔امام زمانہ کے ظہور سے پہلے جو علامات ظاہر ہوں گی ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔۵۰

نعیم بن حماد لکھتے ہیں:

عن شریک رضی اللہ عنہ قال بلغنی انہ قبل خروج المھدی ینکسف القمر فی شھر رمضان مرتین

ترجمہ: حضرت شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ تک یہ بات پہنچی کہ مھدی کے خروج سے پہلے رمضان المبارک کے مہینے میں دومرتبہ چاند گرہن ہوگا۔۵۱

دم دار ستارے کا ظہور ہوگا۔۵۲

حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ ان کی بیعت کریں۔

عن ام سلمہ رضی اللہ عنھا قالت رسول ﷺ یبایع رجل من امتی بین الرکن والمقام کعدۃ أھل البدر ضیاتیہ عصب العراق و أبدال الشّام .۵۳

ترجمہ: حضرت ام سلمہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا میری امت کے ایک شخص رکن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل بدر کی تعداد کے مثل بیعت کریں گے۔ بعدازاں امام کے پاس عراق کے اولیا اور شام کے ابدال بیعت کے لیے آئیں گے۔

مقام بیداء پر دشمن کا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔

عن حفصۃ رضی اللہ عنہ انھا سمعت النبی یقول لیؤمن ھذا البیت جیش یفزونہ حتی اذا کانو بیدا من الارض یخسف باوسطھم و ینادی اولھم آخر ھم ثم یخسف بھم فلا یبقی الاالشرید الذی یخبر عنھم. ۵۴

ترجمہ: حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ حضورا کرمﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک لشکر اس بیت کا ضرور قصد کرے گا یہاں تک کہ جب وہ بیداء نامی جگہ پر پہنچے گا تو درمیان والا حصہ زمین میں دھنس جائے گا یہ دیکھ کر لشکر کے آگے لوگ پیچھے لوگوں کو آوازیں دیں گے لیکن ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا اور سوائے مخبر کے کوئی بھی نہیں بچے گا۔

زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ قال قال رسول اللہ المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاالارض قسطاوعدلا کما ملئت ظلما و جولا و یملک سبع سنین. ۵۵

ترجمہ: حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا مجھے۔مہدی مجھ سے ہوں گے۔ان کا چہرہ خوب نورانی اور چمکدار ہوگا۔ ناک ستواں و بلند ہوگی۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔جس طرح پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔اور وہ نوسال حکمرانی کریں گے۔

خراسان کی طرف سے چند سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے۔اس علامت کا ذکر امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان

الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رایت البرایات السود قد اقبلت من خراسان فاتو ھا ولو حبو ا علی الثلج فان فیھا خلیفة اللہ المھدی.۵۵؎

ترجمہ: حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ پرچموں کا قافلہ آتے ہوئے دیکھو تو اس میں ضرور شامل ہو جانا اگر چہ برف پر گھسیٹ کر آنا پڑے کیونکہ اس میں اللہ کے خلیفہ امام مہدی ہونگے

دریائے فرات کا پانی خشک ہو کر سونے کا پہاڑ ظاہر کرے گا۔ حضرت عیسیٰ امام مھدی کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیر ھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ ھذہ الامة.۵۷؎

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قتال کرتے رہیں گے۔ اور غالب رہیں گے۔ پھر عیسی ابن مریم نازل ہوں گے۔ تو ان کا امام کہے گا۔ ہمیں نماز پڑھائیے وہ کہیں گے نہیں آپ خود پڑھائیں۔

امام زمانہ کے ظہور کے وقت ۳۱۳ اصحاب ان کی بیعت کریں گے۔۵۸؎

امام کو اللہ کی نصرت حاصل ہوگی۔ زمین پر جتنے غیر آباد کھنڈرات ہیں آباد ہو جائیں گے۔ حضرت عیسی ابن مریم نازل ہونگے۔

حضرت امام مھدی کے روئے زمین پر ظاہر ہونے کی خوشخبری جو کہ حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہیں۔ جو آخری زمانے میں جو روئے زمین پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ظلم کی کثرت ہو جائے گی۔ تو امام مھدی عدل وانصاف قائم کریں گے۔۵۹؎

عن ام سلمه قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول المھدی من عتربی من ولد فاطمه.۶۰؎

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا: مہدیؒ میری عطرت اور اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے ہوں گے۔

وہ تمام لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام مہدی ظہور کریں گے (چاہے پیدا ہو چکے ہوں یا ابھی پیدا ہونگے) ان میں یہ عقیدہ مشترک ہے کہ وہ دنیا سے ظلم وجور کا خاتمہ کر کے عدل وانصاف کی حکومت قائم کریں گے۔ تو ایک ایسا عظیم قائد پیدا ہوگا۔ جو مظلوموں اور محروموں کی نجات کا باعث بنے گا۔ ستم گروں کے ہاتھ کاٹے گا۔ عدل اجتماعی کی بنیاد پر ایک عالمگیر حکومت قائم کرے گا۔۶۱؎

حب دنیا عدم تربیت و تزکیه جهالت و فقر فرہنگی بنور حق وعدالت

جب دنیا عدم تزکیہ و جہالت اور حق و عدالت سے ہٹ جائے گی۔۶۲

اس سلسلے میں متعدد روایات میں سے صرف ایک روایت کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ روایت حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے نقل ہوئی ہے۔اس روایت میں سیاسی، سماجی اور اخلاقی مفاسد کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اپنے بعض اصحاب سے ارشاد فرمایا:

(۱)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ہر طرف ظلم وستم پھیل رہا ہے۔(۲)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ قرآن فرسودہ کر دیا گیا ہے اور دین میں بدعتیں رائج کر دی گئی ہیں۔(۳)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ دین خدا اس طرح اپنے مفاہیم سے خالی ہو گیا ہے جس طرح برتن الٹ دیا گیا ہو۔(۴)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ اہل باطل صاحبان حق پر مسلط ہو گئے ہو۔(۵)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ مرد مرد پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کر رہی ہیں۔(۶)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ صاحبان ایمان سے خاموشی اختیار کر لی ہے۔(۷)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ چھوٹے بڑوں کا احترام نہیں کر رہے۔(۸)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ رشتہ داریاں ٹوٹ گئی ہیں۔(۹)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ دھوکہ بازی کا بازار گرم ہے۔(۱۰)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ شراب علانیہ پی جارہی ہے۔(۱۱)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ خیر کے راستے اجاڑ اور شر کی راہیں آباد ہیں۔(۱۲)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا جارہا ہے۔(۱۳)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حاکم دین کی حسب منشاء تفسیر کی جارہی ہے۔(۱۴)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ صاحبان ایمان سے آزادی اس طرح سلب کر لی گئی ہے کہ وہ اپنے دل کے علاوہ کسی اور سے اظہار نفرت نہیں کر سکتے۔(۱۵)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ سرمایہ کا بیشتر حصہ گناہ میں صرف ہو رہا ہے۔(۱۶)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حکومتی ملازمین کے درمیان رشوت عام ہوگئی ہے۔(۱۷)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حساس واہم منصبوں پر نا اہل قبضہ جمائے ہیں۔(۱۸)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ بعض مرد اپنی عورتوں کی ناجائز کمائی پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔(۱۹)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ قمار آزاد ہو گیا ہو۔(قانونی ہو گیا ہو)۔(۲۰)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ناروا تفریح اتنی عام ہوگئی ہیں کہ کوئی روکنے کی ہمت نہیں کر رہا ہے۔(۲۱)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ قرآنی حقائق کا سننا لوگوں پر گراں گزرتا ہے۔(۲۲)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ پڑوسی پڑوسی کی زبان کے ڈر سے اس کا احترام کر رہا ہے۔(۲۳)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ مسجدوں کی آرائش کی جارہی ہے۔(۲۴)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ غیر خدا کے لئے حج کیا رہا ہے۔(۲۵)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ عوام سنگ دل ہوگئے ہیں۔(۲۶)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ عوام کے حامی ہوں جو غالب آجائے۔(خواہ حق پر ہو خواہ باطل پر)۔(۲۷)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حلال کے متلاشی افراد کی مذمت کی جائے اور حرام کی جستجو کرنے والوں کی مدح۔(۲۸)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ لہو ولعب کے آلات مکہ مدینہ میں بھی رائج ہوں۔(۲۹)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ لوگوں کی ساری توجہ پیٹ اور شرمگاہ پر مرکوز ہے۔(۳۰)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ مسجدان لوگوں سے بھری ہے جو خدا سے نہیں ڈرتے۔(۳۱)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ مادی اور دنیاوی وسائل کی فروانی ہے دنیا کا رخ عوام کی طرف

ہے۔(۳۲)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ اگر کوئی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے تو لوگ اس سے یہ کہیں کہ یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔(۳۳)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ عورتیں اپنے آپ کو بے دینوں کے حوالے کر رہی ہیں۔(۳۴)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حق پرستی کے پرچم فرسودہ ہو گئے ہیں۔(۳۵)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ بربادی آبادی پر سبقت لے جا رہی ہے۔(۳۶)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ بعض کی روزی صرف جسم فروشی پر منحصر ہے۔(۳۷)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے مال کی فراوانی کے باوجود اپنی زندگی میں ایک مرتبہ بھی زکوٰۃ نہیں دی ہے۔(۳۸)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ لوگ صبح و شام نشہ میں چور ہو ہیں۔(۳۹)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور بروں کی تقلید کرتے ہیں۔(۴۰)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ہر سال نیا فساد اور نئی بدعت ایجاد ہوتی ہے۔(۴۱)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ عوام اپنے اجتماعات میں خود پسند سرمایہ داروں کے پیروکار ہیں۔(۴۲)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ جانوروں کی طرح سب سے سامنے جنسی افعال انجام دے رہے ہیں۔(۴۳)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ غیر خدا کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے میں کوئی تکلف نہیں کرتے لیکن خدا کے راہ میں معمولی رقم بھی صرف نہیں کرتے ۔(۴۴)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ایسے افراد موجود ہیں کہ جس دن گناہ کبیرہ انجام نہ دیں اس دن غمگین رہتے ہیں۔(۴۵)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ حکومت عورتوں کے ہاتھوں میں چل گئی ہے۔(۴۶)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ہوائیں منافقوں کے حق میں چل رہی ہیں ایمان داروں کو اس سے کچھ حاصل نہیں ہے۔(۴۷)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ قاضی احکامِ الٰہی کے خلاف فیصلہ دے رہا ہے۔(۴۸)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ بندوں کو تقویٰ کی دعوت دی جا رہی ہے مگر دعوت دینے والا خود اس پر عمل نہیں کر رہا ہے۔(۴۹)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ لوگ اوقات نماز کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں۔(۵۰)۔جس وقت تم یہ دیکھو کہ ضرورت مندوں کی امداد بھی پارٹی کی بنیاد پر کی جا رہی ہے۔کوئی خدائی عنصر نہیں ہے۔[۶۳]

خلاصہ بحث

عصر حاضر میں گذشتہ ابحاث کی رو سے امامت کا وجوب ضروری ہے اور منصب امامت کے لیے اہل شخص کا ہونا لازمی ہے۔تا کہ وہ احکامات الٰہیہ کی سعی تبلیغ کر سکے۔ مذاہبِ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام کی اطاعت واجب ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام معارفِ دین امام کی معرفت کے ارد گرد گھومتے ہیں۔

عن الصادق عن آبائه رحمه اللّٰہ عن رسول الله قال من انكر القائم من والذی فی زمان غيبته مات ميتة الجاهلية

ترجمہ: امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری ذریت سے قائم کی غیبت سے انکار کیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت امام محمد مهدی ظہور کے بعد بہت سی فتوحات کریں گے۔ جس میں خاص طور پر قسطنطنیہ، یاجوج ماجوج اور ان کا خروج ہوگا۔ حاکمیت توحید کو قائم کریں گے۔ امام مہدی کی حکومت ہوگی۔ تو اس وقت کفر و شرک کا وجود نہیں رہے گا۔ امام زمانہ کے توسط سے زمین تسبیح اور تقدیس سے آباد ہوگی۔ ہر ایک کی زبان پر کلمہ **لاالـه الا الله والله اكبر والحمد الله** زمین پر جاری ہوگا۔ حضرت امام مہدی کا پایہ تخت شہر کوفہ ہوگا۔ مکہ میں آپ کے نائب کا تقرر ہوگا۔ آپ کی حکومت میں ہر ایک کو عدل و انصاف حاصل ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ کا انتقال ہوگا اور حضرت مهدی کی حکومت کا خاتمہ ہوگا۔ قرآن مجید میں **دابة الارض** سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[٦٤]

حوالہ جات

۱۔ (الف). الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ،ج۲،ص۵۰۲

(ب). مومن للشبلنجی، نور الابصارفی مناقب آل نبی المختار،بیروت:الطبعة مصریه دار الفکر، ۱۹۴۸،ص۱۱۰

۳۔ مومن للشبلنجی،نورالابصارفی مناقب آل نبی المختار، ص ۱۵۰

۴۔ سبط ابن الجوزی، تذکرةالخواص،موسسة آل البیت ،الطبعة الأولی،۱۴۲۱ھ،ص۳۲۴

۵۔ السمهووی،نور الدین علی بن عبدالله ، جواهر القعدین فی فضل الشرفین،بیروت: دارلکتب العلمیة، الطبعة الأولی،۱۴۱۵ھ،ص۴۴۸

۶۔ السید المیلانی، قادتنا کیف نعرفهم ،بیروت:دارلکتب العلمیة،ج۷،ص۱۱۵

۷۔ الشبرراوی،عبدالله ،الاتحاف بحب الاشراف،مصر: منشورات الرضی المصورة علی طبعة الادبیة ، الطبعة الثانیة، ص ۱۸۹

۸۔ مومن الشبلنجی،نورالابصار،فی مناقب آل نبی المختار،بیروت:دارلفکر،۱۹۴۸ھ، ص ۱۸۵

۹۔ یوسف النبهانی، جامع کرامات الاؤلیاء،بیروت:دار الفکر،ج۲،ص۲۱۔۲۲

۱۰۔ الزر کلی،خیرالدین،الأ علام،بیروت:دارالعلم للملا یین،الطبعة الرابع عشرة ،۱۹۹۹،ج۲،ص۲۰۰

۱۱۔ (الف)۔مجلسی،محمد باقر علامہ،جلاءالعیون،تہران: کتابفروشی اسلامیہ،ص۲۹۶

(ب)۔الشافعی،محمد بن طلحه،مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: موسسة ام القری،الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ،ص۲۹۲

۱۲۔ (الف)۔ابن حجر،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی،صواعق محرقه، ص۱۲۴

(ب)۔عبدالله امرتسری،ارحج المطالب فی سیرةامیرالمومنین،لاہور:حق بازارنئی انارکلی،ص۴۶۴

۱۳۔ (الف). الطبرسی،أحمد بن علی،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ، ج۲،ص۲۱۴

(ب).الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ، ج۲،ص۳۴۰

۱۴۔ اولا د حیدر،فوق بلگرامی ،سید، درمقصود یعنی احوال مھدی موعود من رب المعبود، لاہور:افتخار بک ڈپو کرشن نگر،ص۵

۱۵۔ (الف)۔مجلسی ،محمد باقر علامہ، جلاء العیون، تہران: کتابفروشی اسلامیہ،ص۲۹۸

(ب)۔رحیم کارگر، آئندہ جہاں دولت وسیاست در اندیشہ مہدویت، قم:مرکز تخصص مھدویت، ۱۳۸۷ھ،ص۲۶۹

(ج)۔محمد صابر جعفری، اندیشہ مھدویت وآسیب ھا،قم:مرکز تخصص مھدویت خیابان شھداء، ۱۳۸۷ھ،ص۲۱۲

(د)۔مجید ملا محمدی، پلہ پلہ مہربانی،قم:فرہنگ نامہ امام زمانؑ بنیاد فرہنگی حضرت مہدی موعود،ص۲۶

۱۶۔ مجلسی، محمد باقرعلامه،مرآة العقول، ج۱،ص۲۳۹

۱۷۔ القندوزی الحنفی ینابیع المودة، ص۳۷۰

۱۸. سورةالبقره ۲:۳۔۱

۱۹۔ سورة نور ۲۴:۵۵

۲۰۔ سورة نور ۲۴:۵۵

۲۱. سورةالبقرة ۲:۱۱۴

۲۲۔ سورۃ الفتح ۴۸:۲۸

۲۳۔ سورةالنساء ۴:۱۵۹

۲۴. البغوی،ابو حمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل،بیروت:دارلکتب العلمیة، ۱۴۰۲ھ،ج۱،ص۴۶۱

۲۵۔ سورةزخرف ۴۳:۶۱

۲۶۔ سورة ھود ۱۱:۸۶

۲۷۔ سورة شعراء ۲۶:۴

۲۸۔ علامہ عبدالعلی ، برھان الایمان فی معرفة صاحب الزمان، ملتان: مرکز تبلیغات اسلامیہ،ص۱۴۳

۲۹۔ ترمذی، محمد بن عیسی ،سنن الترمذی، کتاب الفتن ،باب ماجاء المھدی ،بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸،
ج۴،رقم ۲۲۳۰،ص۵۰۵

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ (الف)۔پھلواری،تمنا عمادی مجیبی،علامہ،انتظار مھدی و مسیح من الرجال کی روشنی میں،کراچی:الرحمٰن پبلیکیشنز ٹرسٹ ناظم آباد،۱۹۹۴،اشاعت اول،ص۴۳

(ب)۔ محمد ظفر اقبال،مولانا،اسلام میں امام مھدی کا تصور،لاہور:بیت العلوم نابھہ روڈ پرانی انارکلی،ص۵۹

۳۲۔ (الف).ابو داؤد سلمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد کتاب المھدی ،ج۴،ح۴۲۷۹،ص۱۰۶

(ب)۔ایضاً،ج۴،ح۴۲۸۰، ص۱۰۶

(ج)۔ایضاً،ج۴،ح۴۲۸۳، ص۱۰۷

۳۳۔ قزوینی،ابن ماجہ،محمد بن یزید،سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن الرجال وخروج عیسی ابن مریم،ج۲،ح۱۳۶۱،۱۳۶۴، ۱۳۶۲،۱۳۷۸

۳۴۔ سلیمان بن احمد، المعجم الاوسیط،ج۵،ص ۳۱۱ ،رقم ۱۵۷

۳۵۔ النجفی،محمد رضا طبسی، الامام الثانی عشر المھدی،عراق: المطبعة الحیدریة فی النجف، الطبعة الالأولی،۱۳۷۴، ص ۱۱۲

۳۶۔ مجلسی،محمد باقر علامہ،بحارالانوار،مترجم آغا موسی الحسینی الجزائری،کراچی:محفوظ بک ایجنسی،اشاعت سوئم، ۱۹۸۰ء،ج۱۳،ص۴۴

۳۷۔ شیخ صدوق،کمال الدین و اتمام النعمة،بترجمه آیة الله کمره ای،تهران: کتاب فروشی اسلامیه، ج۱،ص۱۶۲

۳۸۔ ایضاً،ج۱،ص۴۰۳

۳۹۔ شیخ صدوق،عیون اخبار الرضا،ج۲،ص۹۵

۴۰۔ ایضاً،ج۲،ص۸۵

۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ شیخ صدوق،کمال الدین و اتمام النعمة،ج۱،ص۴۰۳

۴۳۔ عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی،الصواعق المحرقة ، ص ۱۲۴

۴۴۔ ابن خلّکان،ابو العباس احمد بن محمد، و فیات الاعیان او ابناء الزمان، ج ۲،ص ۴۵۱

۴۵۔ سبط ابن الجوزی، تذکرةالخواص ،ص ۲۰۴

۴۶۔ عبداللہ امرتسری، ارحج المطالب فی سرة امیر المومنین،ص ۲۷۷

۴۷۔ القندوزی الحنفی، ینابیع المودة،ص ۳۹۳

۴۸۔ متقی ہندی ،کنزالعمال، بیروت: موسسه الرسالة، الطبعة الأولی،ج ۷،ص ۱۱۴

۴۹۔ سیوطی جلال الدین،تفسیر درمنثور،ج ۳،ص ۲۳

۵۰۔ آیت اللہ ابراہیم امینی،منبع عدل،لاہور:امامیہ پبلی کیشنز،اشاعت دوم،۱۴۱۸ھ،ص ۵۲

۵۱۔ المرزوی،نعیم بن حماد،ابوعبداللہ،الفتن،مصر: مؤسسہ الکتب الثقافیہ،۱۴۰۸ھ،رقم ۴۴۳،ص ۲۲۹

۵۲۔ ایضاً،رقم ۱۰۹۲،ص ۳۷۱

۵۳۔ نیشا پوری،الحاکم ، المستدرک علی الصحیحین،بیروت: دارالمعرفت،۱۴۰۴ھ ، رقم ۸۳۲۸،ص ۴۷۸

۵۴۔ القشیری ،صحیح مسلم کتاب الفتن اُشراط الساعة باب اقتراب الفتن و اشراط الساعة رقم ۲۸۸۲،ص ۱۲۰۹

۵۵۔ ابو داؤد سلمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد کتاب المھدی،رقم ۴۲۷۰،ج ۴،ص ۱۰۷

۵۶۔ قزوینی،ابن ماجہ،محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ ،باب خروج المھدی ،رقم ۴۰۸۳،

۵۷۔ ایضاً،رقم ۴۰۸۴

۵۸۔ ایضاً

۵۹۔ محمد رضا مظفر،شیخ، مکتب تشیع،مترجم ڈاکٹر سہیل بخاری،کراچی: جامعہ تعلیمات اسلامی اشاعت اول،۱۹۸۲،ص ۱۲۰

۶۰۔ مجلسی،محمد باقر علامہ،بحارالانوار،ج ۵،ص ۷۵

۶۱۔ (الف)۔ثاقب اکبر،مہدی اورتحریک مہدودیت،سہ ماہی تقریب المذاہب،جنوری تا مارچ،شمارہ ۱۴۰،

لاہور: ،دارہ تقریب المذاہب، جامع المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن، ۲۰۰۸، ص ۹۳

(ب)۔ نذر حسین، اجر رسالت، شیخوپورہ: جامعہ المنتظر ،بقیۃ اللہ شاہ کوٹ ضلع، ص ۱۱۲

۶۲۔ (الف)۔ آیت اللہ محمد مہدی آصفی، انتظار پویا، مترجم نقی متقی، قم: بنیاد فرہنگی حضرت محمد مہدی مؤعود، چاپ چہارم، ۱۳۸۷ھ، ص ۱۸

(ب)۔ حسین ایرانی، غنچہ ھای قیام، قم: بنیاد فرہنگ حضرت مھدی موعود، ص ۹۰

(ج)۔ رحیم کارگر، تعلیم وتربیت درعصر ظہور، بنیاد فرہنگی حضرت مھدی مؤعود، قم، ص ۲۵

(د)۔ علی اعتاب، ظھور امام مھدی ،ایران: الجمع العالمی لاھل البیت الجمھوریہ الاسلامیہ فی، ص ۲

(ر)۔ محمد باقر پورامینی، جوانان یاوران مھدی، قم: ناشر بنیاد فرہنگی حضرت مہدی موعود، ص ۱۳

(س)۔ آیت اللہ، ناصر مکارم شیرازی، مھدی انقلابی بزرگ، قم: انتشارات مطبوعاتی ھدف، چاپ چہارم، ص ۲۰۲

۶۳۔ (الف)۔ رضا جعفری، امام زمانہ کے ظہور کی علامات، ماہنامہ المھدی، ۴۲، شمارہ ۱۱، لاہور: کیٹ روڈ نیوانارکلی، نومبر، ۲۰۱۰، ص ۱۲۔۱۴

(ب)۔ محمد رضا نصوری، قرآن مھدی وجوانان، قم: بنیاد فرہنگی حضرت مھدی، ۱۳۸۷ھ، ص ۸۳

(ج)۔ آیت اللہ سید احمد مستنبط، مناقب اھل بیت، مترجم مولانا ناظم رضا عترتی، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، ج ۲، ص ۳۱۷

۶۴۔ علی اصغر رضوانی، جامعہ مہدی پیام ھادی حضرت مہدی، قم: بنیاد فرہنگی حضرت مہدی موعوٗد، ص ۱۸۔۱۷

فصل پنجم

قادیانیت کا نظریہ خلافت وامامت

قادیانیت کا نظریہ خلافت و امامت

تعارف مرزا غلام احمد قادیانی:

مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرۂ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ہمارا شجرہ نسب اس طرح پرہ۔ میرا نام غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب ابن مرزا محمد قائم صاحب ابن مرزا محمد اسلم صاحب ابن مرزا محمد دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ،ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا محمد بیگ صاحب ابن مرزا عبدالباقی صاحب ابن مرزا محمد سلطان صاحب ابن مرزا ہادی بیگ صاحب مورث اعلیٰ۔[1]

اسی طرح مرزا غلا احمد قادیانی اپنے بارے میں کہتا ہے کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی اُن کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے۔ اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشۂ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیان بن گیا اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھ کہلاتا تھا غالباً اسی وجہ سے اس کا نام ماجھ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لیے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصوصیت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا۔ پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر اُن کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست اُن کی ہوگئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے اُن کے قبضہ سے نکل گئے تاہم اُن کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک اُن کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خودمختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ اُن کے دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے اُن کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے۔ اور اُن کے دربار میں اکثر قال اللہ و قال رسولؐ کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔[۲]

احمدیت/قادیانیت کے بنیادی عقائد:

۱۔ صرف احمدیت ہی سچا اسلام ہے۔ مرزا غلام احمد کے بغیر اسلام ایک بے جان وجود ہے۔

۲۔ مرزا غلام احمد، مجدد مہدی، مسیح موعود ظلی نبی اور رسول، کرشن اوتار اور تمام مذاہب کے آنے والے موعود ہیں۔

۳۔ مرزا غلام احمد حقیقی (غیر تشریعی) نبی اور رسول ہیں۔ انسانیت کی ہدایت کے لیے ابراہیمؑ، نوحؑ، موسیٰؑ وغیرہ کی مانند نبی اور رسول آتے رہیں گے۔ خدا نے اپنی وحی میں مرزا صاحب کو بغیر کسی ظلی یا بروزی لقب کے نبی کہا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہر لحاظ سے افضل ہیں۔

۴۔ مسلمانان عالم جو مرزا صاحب کے دعاوی پر یقین نہیں رکھتے بلاشبہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

۵۔ خدا نے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز، احمدی لڑکی کی غیر احمدی لڑکے سے شادی، حتیٰ کہ غیر احمدی مسلمان بچے کی نماز جنازہ سے بھی منع فرمایا ہے۔

۶۔ مرزا غلام احمد صاحب کی اہلیہ اُم المؤمنین ہیں۔ ان کے ساتھی صحابہ کرام ہیں۔ قادیان مدینۃ المسیح اور اس کے رسول اور حقیقی نبی کا پایہ تخت ہے۔

۷۔ جہاد ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت واقع ہوئی اور وہ سری نگر کشمیر میں مدفون ہیں۔

۹۔ خلافت احمدیت کا ایک مستقل ادارہ ہے۔ خدا بذات خود خلیفہ کی تقرری اور رہنمائی کرتا ہے۔

۱۰۔ وحی اور الہام کے دروازے کھلے ہیں۔ مرزا صاحب کی وحی پر تمام انسانوں کو ایمان لانا لازم ہے۔[۳]

قسطوں میں فراڈ اور عیارانہ دعوے:

مرزا نے اپنی تصنیف میں اتنا جھوٹ لکھا ہے کہ جو ایک صحیح الدماغ شخص لکھ ہی نہیں سکتا۔ اس نے قسطوں میں بہت سے دعوے کیے اور یہ بات مدنظر رہے کہ ہر جھوٹے دعوے سے مکر جانے کے بعد اگلے منصب کا دعویٰ اس کے پہلے دعوے کو باطل اور فراڈ ثابت کرتا رہا۔

دعویٰ نمبر ا: مجدد ہونے کا دعویٰ کیا............۴

دعویٰ نمبر ۲: دوسرا دعویٰ محدثیت کا کیا......

دعویٰ نمبر ۳: تیسرا دعویٰ مہدیت کا کیا......۵

دعویٰ نمبر ۴: چوتھا دعویٰ مثلیت مسیح کا کیا......۶

دعویٰ نمبر ۵: دعویٰ مثلیت مسیح کا کیا......جس میں کہا کہ خود مریم بنا رہا اور مریمیت کی صفات کے ساتھ نشو ونما پا تا رہا اور جب دو برس گزر گئے تو دعویٰ نمبر عیسیٰ کی روح میرے پیٹ میں پھونکی گئی اور استعارا میں حاملہ ہو گیا اور پھر دس ماہ لیکن اس سے کم مجھے الہام سے عیسیٰ بنا دیا گیا۔

دعویٰ نمبر ۶: چھٹا دعویٰ ظلی نبی ہونے کا کیا......

دعویٰ نمبر ۷: ساتواں دعویٰ بروزی نبی ہونے کا کیا......اخبار الفصل......

دعویٰ نمبر ۸: اٹھواں دعویٰ حقیقی نبی ہونے کا کیا............

دعویٰ نمبر ۹: نواں دعویٰ کیا کہ میں نیا نبی نہیں خود محمد ہوں اور پہلے والے محمد سے افضل ہوں انہیں ۳۰۰۰ معجزات دیے گئے جب کہ مجھے ۳ لاکھ معجزات ملے۔۷

مرزا صاحب کے عقائد باطلہ:

اسلام اور مرزا صاحب قادیانی کے عقائد میں بعد المشرقین ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے معجون مرکب عقائد کی تائید کے لیے خواہشات نفسانی سے ایسے خلاف شریعت الہام گھڑ لیے تھے جنہیں اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ انہیں خلاف قرآن وحدیث الہامات کے صدقے میں محدثیت، مجددیت، مہدودیت، مسیحیت، محمدیت، کرشنیت، جے سنگھیت، ظلیت، بروزیت وغیرہ کے عادی کر بیٹھے۔ اس پر بھی بس نہ کی اور صبر نہ آیا تو غضب یہ ڈھا دیا کہ خدا کا بیٹا بنے۔ مسئلہ ارتقاء کے ماتحت ترقی کی تو خود خدا ہونے کا اعلان کر کے نئے زمین وآسمان پیدا کرنے کے بعد تخلیق بنی نوع انسان کا دعویٰ کر دیا۔

آخری میدان یہ مارا کہ اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کی مثال اللہ تعالیٰ سے دی اور لکھ دیا۔

فرزندلبند گرامی وار جمند مظہرالاول والاخر مظہرالحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء یعنی میرا پیدا ہونے والا بیٹا گرامی ارجمند ہوگا، اول وآخر کا مظہر ہوگا اور وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا۔

مرزا صاحب کے اسی قسم کے عقائد باطلہ تھے جن کی بناء پر علمائے اسلام نے مرزا پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس وقت ہم اپنی طرف سے ان اقوال پر زیادہ جرح اور تنقید نہیں کرنا چاہتے بلکہ مرزا صاحب کے دعاوی اور عقائد انہیں کے الفاظ میں ناظرین تک پہنچا دیتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی نسبت لکھتے ہیں۔

فرزند گرامی ومظہرالاول والآخر مظہرالحق والملاء کان اللہ نزل من کان اللہ نزل من السماء یعنی میرا پیدا ہونے والا بیٹا گرامی ارجمند ہوگا، اول وآخر کا مظہر ہوگا اور حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا۔ گویا نہ خدا آسمان سے اترے گا۔

مرزا صاحب کے اسی قسم کے عقائد باطلہ تھے جن کی بناء پر علمائے اسلام نے مرزا پر کفر کا فتویش لگایا۔ اس وقت ہم اپنی طرف سے ان اقوال پر زیادہ جرح اور تنقید نہیں کرنا چاہتے بلکہ مرزا صاحب کے دعاوی اور عقائد انہیں کے الفاظ میں ناظرین تک پہنچا دیتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی نسبت لکھتے ہیں:

(۱)۔''میں محدث ہوں۔''[۸]

ان الفاظ میں مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

رسید مژدہ زغیم کہ من ہماں مردم

کہ او مجدد ایں دین و راہنما باشد

ترجمہ:''مجھے غیب سے خوشخبری ملی ہے کہ میں وہ مرد ہوں کہ اس دین کا مجدد اور راہنما ہوں۔''[۹]

اپنی مہدویت کا اعلان کرتے ہیں۔

(۳) ''میں مہدی ہوں۔''[۱۰]

آیت مبشر برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۴) ''اور اس آنے والے کا نام جو احمدؐ رکھا گیا ہے، وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے۔ اور احمدؐ جمالی۔ اور احمدؐ اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی

جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد، جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا۔''[11]

اگرچہ اس عبارت میں مرزا صاحب نے لکھ دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ھیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ ان الفاظ کے لکھنے سے صرف یہ مقصد نظر آتا ہے کہ اگر ابتداء میں ہی صاف طور پر لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احمد نہیں تو عامۃ المسلمین متنفر ہو جائیں گے۔ لیکن آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ سورہ صف حضرت سیدنا ومولانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نہ تھی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے تھی۔

''تریاق القلوب'' میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا

منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

ترجمہ: ''میں مسیح زمان ہوں۔ میں کلیم خدا یعنی موسیٰ ہوں۔ میں محمدؐ ہوں۔ میں احمد مجتبیٰ ہوں۔''[12]

دوسری جگہ اس کی مزید تشریح کرتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔''[13]

اپنی اسی کتاب میں پھر لکھا ہے:

''دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ ''براہین احمدیہ'' میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسماعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داؤدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ بن مریم ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، یعنی بروزی طور پر، جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ ظہور ہو۔''[14]

اپنی مجددیت اور مہدویت کی شان کو دوبالا کرنے کے لیے یوں گویا ہوئے ہیں:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار۔۱۵

ناظرین کرام! حوالہ جات بالا سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب نے کس دیدہ دلیری سے تمام انبیاء علیہم السلام کے نام اپنی طرف منسوب کیے ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جاتی ہے۔ گویا تمام انبیاء کے مقابل پر اپنے آپ کو پیش کیا ہے کہ فرداً فرداً ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جو کمال عطا کیے گئے تھے، مجموعی طور پر وہ سارے کے سارے کمالات مجھ (مرزا) کو دیے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کھلے الفاظ میں اعلان کرتے ہیں:

آدم نیز احمد مختار

دربرم جامہ ہمہ ابرار

آنچہ داد است ہر نبی را جام

داد آں جام را مرا بتمام۔۱۶

ترجمہ: ''میں آدم ہوں، نیز احمد مختار ہوں۔ میں تمام نیکوں کے لباس میں ہوں۔ خدا نے جو پیالے ہر نبی کو دیے ہیں ،ان تمام پیالوں کا مجموعہ مجھے دے دیا ہے۔''

لاہوری احمدیو! خدا کے لیے انصاف سے جواب دو کہ کیا مرزا صاحب کے ان اشعار کا یہ مفہوم نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا مجموعہ کہہ رہے ہیں؟ اور اپنے آپ کو کسی نبی سے درجہ میں کم نہیں سمجھتے۔ اسی ادعا ناروا کو اس شعر میں دہرایا ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے

من بعرفان نہ کمترم ز کسے۔۱۷

ترجمہ: ''میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہو گیا۔ ہر رسول میرے پیراہن میں چھپا ہوا ہے۔'' **معاذ اللہ من هذالهفوات** (اختر)

ایک جگہ اپنی بڑائی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں، ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں۔سو وہ میں ہوں۔''۱۸؎

لاہوری مرزائیو! جب مرزا صاحب اپنے آپ کو تمام راست باز اور مقدس نبیوں کے کمالات کا مجموعہ یا عطر قرار دے رہے ہیں تو بتاؤ کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کلی مدعی ہونے میں کون سی کسر باقی رہ گئی ہے؟ جواب دیتے وقت سوچ لینا کہ تمہارے سامنے کون ہے۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ سے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار۔۱۹؎

معزز ناظرین! اس شعر میں مرزا صاحب کس بلند آہنگی سے اعلان کررہے ہیں کہ تہذیب، شرافت، تمدن اور معاشرت انسانی کا جو باغ حضرت آدم علیہ السلام نے لگایا تھا، وہ اب تلک ادھورا اور نامکمل تھا۔اب میرے آنے کی وجہ سے وہ انسانیت کا باغ پھولوں اور پھلوں سے بھر گیا ہے۔یعنی میرے آنے سے دنیا کا کارخانہ مکمل ہوا ہے اور جب تک میں نہیں آیا تھا، دنیا نامکمل تھی۔اگر میں پیدا نہ ہوتا تو یہ تمام جہان بھی عالم وجود میں نہ آتا۔نہ چاند، سورج اور سیارے ہوتے، نہ زمین بنتی، نہ نسل انسانی کا نام ونشان ہوتا۔نہ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے، نہ قرآن مجید نازل ہوتا۔غرضیکہ زمین وآسمان کا ہر ذرہ غلام احمد قادیانی کی وجہ سے ہی پیدا کیا گیا۔جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنا الہام بیان کیا ہے:۔

لولاک لماخلقت الافلاک ۔۲۰؎

ترجمہ:اے مرزا!''اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔''

خلافت وامامت:

قرآن میں حکم ہے **اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ**۔اب اولی الامر کی اطاعت کا صاف حکم ہے اور اگر کوئی کہے کہ گورنمنٹ منکم میں داخل نہیں، تو یہ اس کی صریح غلطی ہے۔گورنمنٹ جو بات شریعت کے موافق کرتی ہے وہ منکم میں داخل ہے، جو ہماری مخالفت نہیں کرتا۔وہ ہم میں داخل ہے۔اشارۃ النص کے طور پر قرآن سے ثابت

ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہیے اوراس کی باتیں مان لینی چاہیے۔

اگر حاکم ظالم ہوتو اس کو بُرا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو۔ خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کردے گا، جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے۔ مومن کے لیے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کردیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔ ۲۱

اے مسلمانو اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہوتو اس امر کو فیصلہ کے لیے اللہ اور رسولؐ کے حوالہ کرو اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہوتو یہی کرو کہ یہی بہتر اور احسن تاویل ہے۔ ۲۲

اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ یعنی اللہ اور رسولؐ اپنے بادشاہوں کی تابعداری کرو۔'' ۲۳

یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور دشمنی آتی ہے مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کردینا ضروری ہوتا ہے بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بُت بن سکتی ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا افضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلاسکتی اور ان میں کاملیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔

جدید نظریہ امامت وخلافت:

اس آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ خلافت قائم کرے گا جس سے دین اسلام کو استحکام، تمکین اور پائیداری حاصل ہوگی۔ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ خلافت کا سلسلہ کب تک رہے گا؟ ظاہر ہے کہ جب تک دین اسلام صفحۂ ہستی پر موجود ہے۔ خلافت کا سلسلہ بھی جاری وساری رہے گا۔ ہاں اگر اسلام کے بعد کوئی اور دین ہوتا تو پھر یہ خلافت کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں۔

اس خلافت منصوصہ موعودہ کا ابتدائی رنگ ہم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان ذوالنورین

رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں دیکھتے ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے خاص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی تربیت حاصل کی اور تمام فیوض و برکات اور ہدایت ورشد خاص سرچشمہ نبوی سے حاصل کیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ گو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ بھی صحابہ میں سے تھے۔ لیکن ان کو صحبت نبویؐ سے بہت تھوڑے عرصہ تک فیض حاصل کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ پس یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کا کامل رنگ جو ہو سکتا ہے وہ ہم کو ان خلفائے اربعہ ہی میں نظر آتا ہے۔ یہ چاروں بزرگ صرف سلطنت ہی کے مالک نہیں تھے۔ بلکہ رشد و ہدایت تقویٰ وطہارت، نیکی اور پاکیزگی کے لیے بھی انہی احباب کی طرف آنکھیں اٹھتی ہیں۔ کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وجہ سے معزز و مؤقر سمجھے جاتے تھے۔ کہ وہ انتظام مملکت میں اعجازی طاقت رکھتے تھے۔ تخت حکومت پر ایک فاسق و فاجر بھی بیٹھ سکتا ہے۔ بلکہ ان کے اندر وہ رشد و ہدایت وہ تقویٰ اور وہ تدین موجود تھا۔ جو خود حضرت ختمی پناہ (فداہ ابی ومی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سینہ کے اندر بھر دیا تھا۔ پس اس لحاظ سے اُن کی اور ان کے بعد اصحاب ثلاثہ کی خلافت خلافت راشدہ کہلائی اور حدیث شریف میں جو وارد ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی۔ بعد ازاں سلطنت ہوگی۔ اس سے مراد بھی خلافت راشدہ ہے اور اور خلافت راشدہ کے اختتام پر خلافت کا ایک پہلو جو سلطنت کے نام سے موسوم ہے اور یوں خلافت جو سلطنت اور روحانیت کی دونوں شعبوں کو لیے ہوئے خلفائے اربعہ میں ایک ہی شخصیت میں جلوہ گر ہوئی تھی، دو مختلف شاخوں میں تقسیم ہوگئی اور اس طرح سے خلافت کی دونوں شاخوں کا الگ الگ سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک شاخ میں خلافت ملکی اور دوسری میں خلافت روحانی جس میں اجتہاد دینی تفقہ فی الدین اور خداوند تعالیٰ سے شرف مکالمہ ومخاطبہ و ماموریت ایک نہ ایک رنگ میں شامل ہیں۔ اور یہ دونوں سلسلے اب تک اسلام میں جاری ہیں اور وہ وعدہ جو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی صاحبہ التحیۃ السلام کو دیا گیا تھا، اسی طرح سے پورا ہوتا رہے گا۔ یعنی مسلمانوں میں ایک طرف دنیوی بادشاہ اور دوسری طرف روحانی پیشوا جو صلاح وتقویٰ کے نمونہ ہوں پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اور یہ خدا کا وعدہ ہے اس لیے وہ لوگ جو خلافت منصوصہ موعودہ کو ایک ہی رنگ میں محدود ومحصور کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں کامل خلافت جو قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہے وہ ہے جو ان دونوں رنگوں پر مشتمل ہو۔ ہاں پہلے چار بزرگوں یعنی خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے اندر جو دونوں قسم کی خلافتیں جمع تھیں، اُن میں سے ایک رنگ بعض افراد اُمت میں جلوہ گر ہوا اور دوسرا رنگ بعض دوسرے افراد میں ظہور پذیر ہوا۔ پس یہ بات بغور یاد رکھنی چاہیے کہ دنیوی خلافت یا بادشاہت اسلامی خلافت کا ایک حصہ ہے اور اس طرح روحانی خلافت بھی

اسی خلافت موعودہ منصوصہ کا ایک جز ولاینفک ہے۔[۲۴]

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ o [۲۵] کے اوراُن کی دعائیں واجعلنا للمتقین اماماً ۔[۲۶] ضرور ہی قبول ہوئیں۔پس بڑے ہی بے نصیب ہیں وہ لوگ جو انسانی امامت کے منکر ہیں اور انی جاعلک للناس اماماً کے کے بھید سے ناواقف ہیں۔ان کی عملی حالتیں ان پر خود ملامت کرتی ہوں گی اگر فطرہ سلیمہ باقی ہے۔بحمدللہ ہم نے ان سب کے اسفار طیبہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور ہم علی بصیرا اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یہ سب لوگ خدا تعالیٰ کے برگزیدوں میں اور ہادیوں میں سے تھے۔ہم نے لغت میں بخاری ،اصمعی ،ابوعبیدہ ،ابوعبیدہ ،مفردات راغب ،نہایہ ،مجمع البحار ،لسان العرب اور صرف ونحو میں سیبویہ۔ابن مالک ،ابن ہشام اور سیوطی اور قرأت میں شاطبی اور ابوعمر دوانی اور معانی وبیان میں عبدالقدہر جرجانی مصنف دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ اور سکاکی مصنف مفتاح العلوم اور ادب میں اصمعی اور تفاسیر میں روایۃً ابن جریر ،ابن کثیر ،شوکانی کی فتح القدیر اور روایۃً دونوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور فقط روایت میں کبیر کو آئمہ ملت کے بعد انتخاب کیا ہے۔قریب وزمانہ کے ہندوستانیوں میں جو اصحاب تصنیف گزرے ہیں ،ان میں صاحب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ کو میں ممتاز انسان اور صافی الذہن جانتا ہوں میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا قائل ہوں اور میرا کامل یقین ہے کہ وہ قتل اور پھانسی سے بچ کر اپنی موت سے مر چکے ہیں ،اس امت میں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۔تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔پس وہ مسیح موعود رحمہ اللہ بھی موجود ہے جس کو ہم میں نازل ہونا تھا۔وہ مہدی معہود اور اس وقت کا امام بھی ہے ،وہ اختلافوں میں حکم ہے۔ہم نے اس کی آیات بینات کو دیکھا اور ہم گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر حشر اَجساد ،جنت ونار ،اپنی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھ کر اس کو امام مان لیا ہے۔ہم نے اپنے مقتداؤں میں ابن حزم اور ابن تیمیہ کو بھی شمار کیا ہے اس کی تائید میں صرف دو قول لکھتے ہیں اول یہ ایک شخص اہل اللہ میں سے ہے راستباز ،صالح اور ثقہ امین ان کا نام عبداللہ الغزنوی کر کے ہمارے ملک پنجاب میں مشہور ہے۔ہمارے امام رحمہ اللہ نے اُن کی خاتم النبیین رسول رب العالمین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل پر رویا میں دیکھا ہے اور یہ بسبب ان کی کمال اتباع سنت کے تھا۔وہ بہت خوبیوں کے جامع اور علمی وعملی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصیت سے ممتاز فرمایا تھا۔انہوں نے ابن حزم کے بارے میں توجہ کی کہ یہ بہت سخت الفاظ استعمال میں لاتے ہیں اس پر عبداللہ المرحوم کو الہام ہوا (ہاں !میں اس وقت تک عبداللہ مرحوم کو صادق ،راست باز یقین کرتا ہوں۔اسی یقین پر اس الہام کو شائع کرتا ہوں۔[۲۷]

حوالہ جات

۱۔غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ درحاشیہ لاہور،نصرت پریس،ص۱۷۲

۲۔غلام احمد قادیانی،اپنی تحریروں کی رو سے ربوہ الجمعة العلمية الاحمديه ،ص۳ تا۴

۳۔بشیراحمد، تحریک احمدیت یہودی وسامراجی گٹھ جوڑ، لاہور،نصرت پریس،ص۵

۴۔غلام احمد قادیانی، تصنیف الاحمدیہ، لاہور،نصرت پریس،ج۳،ص۳۳

۵۔ایضاً،ص۲

۶۔ بشیراحمد، تبلیغ رسالتؑ، لاہور،نصرت پریس،ج۲،ص۲۱

۷۔ غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، لاہور،نصرت پریس،ج۱۷،ص۱۵۳

۸۔ایضاً،ص۹۷

۹۔غلام احمد قادیانی، درثمین، ربوہ، فارسی، الجمعة العلمية الاحمديه ،ص۱۲۲

۱۰۔ایضاً،ص۱۱

۱۱۔غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام، لاہور،نصرت پریس،ص۶۷۳

۱۲۔غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب، لاہور،نصرت پریس،ص۳

۱۳۔غلام احمد قادیانی، حقیقت الوحی، لاہور،نصرت پریس،ص۲۷

۱۴۔غلام احمد قادیانی،تتمہ، حقیقت الوحی، لاہور،نصرت پریس،ص۸۴۔۸۵

۱۵۔غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ج۵،ص۱۰۰

۱۶۔غلام احمد قادیانی، درثمین، فارسی،ص۱۶۳

۱۷۔ایضاً،ص۱۶۵

۱۸۔غلام احمد قادیانی، براہین احمدیہ، ج۵،ص۹۰

۱۹۔غلام احمد قادیانی، درثمین اُردو،ص۱۱۲

۲۰۔بشیراحمد،الہام مندرجہ، البشریٰ، ج۲،ص۱۱۲

۲۱۔ایضاً

۲۲۔ازالہ اوہام، ج۲،ص۹۰۷

۲۳۔ شہادت القرآن، ص ۳۶

۲۴۔ خطبات محمد علی، لاہور انجمن احمدیہ، ۱۹۲۰، ج ۳، ص ۱۲۳

۲۵۔ سورۃ السجدہ ۳۲:۲۴

۲۶۔ سورۃ الفرقان: ۱۹

۲۷۔ نجیب آبادا کبر شاہ خاں، مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، ربوہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ، ص ۳۸

نتیجہ بحث

نتیجہ بحث

نظریہ امامت... تقابلی مطالعہ

نظریہ امامت..... مذاہب اسلامیہ کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ عصر حاضر کا اہم ترین موضوع ہے۔ اس موضوع کے ذریعہ سے مقالہ ہذا میں ان تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جو مذاہب اسلامیہ میں امامت کے بارے میں موردِ اتفاق و اختلاف ہیں۔ اس موضوع میں تطبیق کے امکانات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

امامت دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے دنیاوی اُمور کی تدبیر اور نظم و نسق کرنے میں نبوت کی نیابت ہے۔ امامت مکمل ریاست، اختیار و اقتدار اور عمومی قیادت ہے جس کا تعلق دین و دنیا کے اہم اُمور میں خواص و عوام کے ساتھ ہیں۔ امام وہ ہے جسے دینی و دنیاوی دونوں اُمور میں عمومی حکمرانی حاصل ہو۔ امامت سے مراد مسلمانوں کی ریاست امام کا منصب اور عہدہ ہے۔ امام اعظم خلیفہ عوام الناس پر نگران و نگہبان ہوتا ہے اور وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ خلافت وہ ریاست عامہ ہے جو نبی کی نیابت کرتے ہوئے عملاً اقامت دین کے لیے حاصل ہوئی ہو۔ یعنی علوم دینیہ کا احیاء، ارکان اسلام کی اقامت، جہاد اور متعلقات جہاد کا قیام، جیسے افواج کی تربیت، مجاہدین کو وظائف دینا، مال غنیمت کی تقسیم، نظام قضاء کا قیام، حدود کا اجراء اور مظالم کو دور کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔ خلیفہ و امام چونکہ دین قائم کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے۔ اس لیے تمام اقوام پر خلیفہ کا اتباع ضروری ہے۔ امامت ایسی ریاست عامہ (Leadership of Democratice Government) کا نام ہے۔ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قانونی نمائندگی سے حاکمانہ بالادستی حاصل کرتی ہے اور دین و دنیا کی اجتماعی سرگرمیوں میں اپنی عظمت و طاقت کا اس طرح اظہار کرتی ہے کہ اس میں اعلیٰ رہنمائی کے اوصاف نمایاں ہو جاتے ہیں۔ گویا امامت کبریٰ اسلامی حکومت کا اعلیٰ ترین نام ہے۔ امامت کبریٰ کو خلافت عامہ بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ امامتِ صغریٰ سے مراد نماز میں جماعت کی امامت کروانا ہے۔ اسلامی نظامت امامت و خلافت کو دوسرے سیاسی نظاموں سے جدا کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ طرز حکومت دین و دنیا دونوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ اس نظام حکومت میں مقتدرِ اعلیٰ محض اللہ تعالیٰ ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اقتدار حاصل نہیں ہے۔[1] قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ[2]۔ ''سنو حکم اسی کا ہے۔'' وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ''آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کے لیے ہے۔''[3]

امام ہر وہ شخص ہے جس کی پیروی کی جائے چاہے وہ ہدایت پر ہو یا گمراہی پر۔ امام ہر چیز کی نگرانی اور اس کی اصلاح کرنے والا ہے۔ قرآن مسلمانوں کا امام ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اماموں کے امام ہیں۔ خلیفہ رعیت کا امام ہے اور لشکر کا

امام ان کا قائد ہوتا ہے۔امامت کبریٰ اسلامی حکومت کا وہ اعلیٰ ترین نام ہے جس سے طرز حکومت کی خوبی، بڑھائی اور اس کے مستقل امتیازی وجود کا اعلان ہوتا ہے۔اس سے حضرت ابراہیمؑ کی تنظیم کے پاکیزہ اوصاف ظاہر ہو جاتے ہیں۔دنیا کی امامت کا حق صالح اور صلاحیت مند مسلمانوں کے ہاتھ میں آتے ہیں۔اور معلوم ہو جاتا ہے کہ وفادار انسانوں کو اقتدار اعلیٰ کی اطاعت کا ثمرہ حکومت کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔امام ساری برادری میں اپنی نظیر آپ ہوتا ہے۔خدا ترسی کے قانون کا پابند، خدائی آئین کا پیروکار، عقل وعلم میں منفرد، نیکی میں یگانہ، عظمت میں دل کا سردار، حکومت کی قابلیت میں یکتا اور رہنمائی دینے والا رہنمائی کا یہ فعل ہی امامت کہلاتا ہے۔

امامت و خلافت کی بحث کا دارو مدار مندرجہ ذیل اصطلاحات پر ہے۔شوریٰ، بیعت، خلیفہ، امیر المؤمنین، امام، اولی الامر، وصی اور وصیت، ان تمام اصطلاحات کی وضاحت گزشتہ فصول میں کر دی گئی ہے۔مذاہب اسلامیہ میں سے مذاہبِ اربعہ، حنفیؒ، مالکیؒ، شافعیؒ، حنبلیؒ کے نزدیک خلافت و امامت، شوریٰ، بیعت، صحابہؓ کی سیرت اور طاقت کے زور سے قائم ہوتی ہے۔خلیفہ کی اطاعت خدا کی نافرمانی کی صورت میں بھی واجب ہے۔''نظریہ امامت ۔۔۔۔مذاہبِ اسلامیہ کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ'' کے موضوع کے تحت گزشتہ ابحاث میں نظریہ امامت کے بارے میں مذاہبِ اسلامیہ کے نقطہ نظر کی وضاحت مدلل انداز میں کی گئی ہے۔ذیل میں ان امور کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔جو مذاہب اسلامیہ کے نزدیک نظریہ امامت کے بارے میں مورد اختلاف و مشترکات ہیں۔

مشترکات

نظریہ امامت کے بارے میں مذاہبِ اسلامیہ میں درج ذیل مشترکات ہیں۔امیر مملکت مسلمان ہو کیونکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق نظام حکومت کو چلانے کے لیے وہی شخص مستحق ہو سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔[۴]''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے میں سے صاحبِ امر کی فرمانبرداری کرو۔

منصب امامت پر فائز انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاقل و بالغ ہو۔اس لیے شرعاً مجنون اور نابالغ کے کسی تصرف پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ[۵]''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں اس کو چُن لیا ہے۔اسے علم اور جسم میں کشادگی دی۔'' رئیس مملکت کے لیے کفایت یعنی سیاست حاضرہ اور زمانہ کے جدید تقاضوں کو اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے۔ارشاد الٰہی ہوتا ہے:۔

وَاتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔۶؎۔ ''یعنی ہم نے داؤد علیہ السلام کو حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی۔'' امام کے لیے علوم دینیہ کا ماہر ہونا بھی ضروری ہے تا کہ کلیات شرعیہ کی روشنی میں پیش آنے والے مسائل کو حل کر سکیں۔ امارت متقی اور عادل انسان ہی کا کام ہے اور شجاعت بھی ہونا اس کے لیے ضروری ہے۔

امام یا خلیفہ کی اطاعت واجب ہے، امام عادل ہو، صداقت اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ لہٰذا امام صادق ہو۔ یعنی امام کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو، امام شجاع، مدبر الامور، محافظ شریعت، اخلاقی اقدار کو فروغ دینے والا، معاشرے کی اصلاح اس کی اولین ذمہ داری، بدعات کو فروغ دینے سے اجتناب اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ سے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے والا ہو۔

اختلافات

مذاہب اسلامیہ میں سے مسالک اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے اصول بالعموم ایک ہی ہیں۔ ان اصولوں کو جزئیات پر منطبق کرنے میں اختلاف ہے اور فقہ جعفریہ کا نقطۂ نظر ان مسالک سے مختلف ہے۔

نظریہ امامت کے بارے میں مذاہبِ اسلامیہ کا جن پہلوؤں پر اختلاف ہے۔ ذیل میں ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ امام معصوم ہو۔ اہل سنت کے نزدیک غیر معصوم بھی امام ہوسکتا ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک امام بنی ہاشم اور اولاد فاطمہ سے ہو۔ اللہ کی رضا اس کے ساتھ شامل ہوتی ہے اور شریف ترین انسان ہوتا ہے۔ اس کا تعلق علم کی کان اور حلم میں کامل ہونا ہے۔ امام سیاست سے مکمل طور آگاہ ہوتا ہے۔ اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ اللہ کے احکام کا انجام دینے والا، اللہ کے بندوں کو نصیحت کرنے والا اور دین خدا کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔

مذاہبِ اسلامیہ میں سے مذاہبِ اربعہ کے نزدیک خلافت قریش کے علاوہ کسی کی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ پورے عرب میں ان کا مقام ومرتبہ زیادہ ہے۔

تطبیق کے امکانات

امام کی اطاعت مذاہب اسلامیہ کے نزدیک واجب ہے۔ تمام مکاتب فکر قرآن وسنت کی رو سے امام یا خلیفہ کا کام احکامات الٰہیہ کو نافذ کرنا ہے۔ رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کی رحلت کے بعد دین کا محافظ امام یا خلیفہ ہے اور مذہبی رہنمائی کا ضامن ہے۔ عصر حاضر میں فروعی اختلافات کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے۔ مذاہبِ اسلامیہ میں خلیفہ وامام کے تعین کا جو اختلاف ہے اس کی وضاحت گذشتہ ابحاث میں تفصیل سے کر دی گئی ہے۔ عصر

حاضر میں تعلیمات قرآن وسنت پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔تاکہ دین اسلام سے دوسرے غیر مسلم بھی متاثر ہوں اور دائرہ اسلام میں داخل ہوں۔فروعی اختلافات کا خاتمہ امت مسلمہ کی کامیابی کا واحد حل ہے۔

حوالہ جات

۱۔سورۃ یوسف۱۲:۴۰

۲۔سورۃ الانعام۶:۶۲

۳۔سورۃ النور۲۴:۴۲

۴۔سورۃ النساء۴:۵۹

۵۔سورۃ البقرۃ۲:۲۴۷

۶۔سورۃ ص۳۸:۲۰

تجاویز وسفارشات

تجاویز وسفارشات

☆ نظریہ امامت عصر حاضر کا ایک اہم ترین موضوع ہے۔جس کے بارے میں فریقین مذاہب اسلامیہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، جعفری) میں سے ہر ایک کا اپنا نقطہ نظر ہے۔اس میں تطبیق اسلام کے امکانات پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

☆۔ امامت کبریٰ وصغریٰ جیسی ذمہ داری جس شخص پر عائد ہو اس کا انتخاب اسلامی اصول وضوابط کے مطابق کیا جائے۔

☆۔ امامت سے مراد قیادت ہے اور اس کی دو اقسام ہیں:۔ کبریٰ وصغریٰ۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ صالح اور صلاحیت مند، وفادار انسان ہو جو کہ ملک وملت کی خاطر جان نثار کرنے والا ہو۔

☆۔ خلافت اسلامیہ کا احیاء آج ملتِ اسلامیہ کی اہم ترین ضرورت ہے اور ماضی کی تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت کا یہ ادارہ مسلمانوں کی مرکزیت کا احساس قائم رکھتا ہے اور بہت سے مسائل اس کی وجہ سے حل ہوتے ہیں۔آج ہم اس مرکزیت کی غیر موجودگی کی وجہ سے عالمی سطح پر بہت سی پریشانیوں اور مشکلات سے دوچار ہیں جس کا اس کے سوا کوئی اور حل نظر نہیں آتا کہ خلافت کا دوبارہ احیاء ہو اور ملت اسلامیہ ایک ہی مرکز کی رہنمائی میں مشکلات و مسائل کے اس خوفناک بحران سے نکلنے کے لیے مشترکہ محنت کریں۔

☆۔ خلافت اسلامیہ کے شرعی احکام اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لیے اہل اسلام کو اس کی ضرورت کا احساس دلانے کے لیے علمی وفکری جدوجہد کی سخت ضرورت ہے۔

☆۔ امامت وخلافت اسلامی شریعت کا وہ حکم جسے قائم کرنے کی ذمہ داری اُمت کے کندھوں پر اجتماعی طور پر ڈال دی گئی ہے۔اس سے تمام اسلامی شعائر، اسلامی عبادات اور مسلمانوں کے تمام حقوق کی حفاظت وحمایت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکام زمین پر زندہ ہوتے ہیں۔اس فریضہ شرعی کے احیاء کے لیے ملت کے دیگر افراد بھی اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

☆۔ اسلامی نظام خلافت وامامت ہی قرآنی نظام کی بالا دستی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد محض اشاعت اسلام نہیں بلکہ غلبہ دین ہے۔غلبۂ دین نظام خلافت کے قیام اور اسلام بطور ریاستی نظام کے نفاذ کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔

☆۔ جس قوم کو دنیا میں سیاسی وعسکری غلبہ حاصل ہوتا ہے، پوری دنیا میں اسی کے افکار ونظریات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔عصر حاضر میں خلافتِ اسلامیہ کے احیاء کے لیے متصادم نظریات کی روک تھام ضروری ہے۔

☆۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم قوم مسلمان ہیں۔کون سا ایسا خطہ ہے جہاں پر ظلم وستم کے پہاڑ نہ ڈھائے جارہے ہوں۔مسلمان اعتقادی، روحانی،نظریاتی، سیاسی،عسکری اور اقتصادی اعتبار سے مکمل طور پر زوال پذیر ہیں۔ان تمام کا واحد حل اُمت مسلمہ میں اتفاق واتحاد ہے تاکہ غالب اقوام کا مل کر مقابلہ کرسکیں۔

☆۔ اُمت مسلمہ کے جو زوال کا سبب ہے اس ک دور کر دیا جائے تو اُمت مسلمہ ترقی وعروج حاصل کرسکتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت، تربیت، ہجرت، نصرت،عسکریت سے گزر کر اسلام کی سر بلندی کا سبب بنی۔آج بھی اسلامی نظام حیات سے رہنمائی کی ضرورت ہے۔

☆۔ منہج نبویؐ کے مطابق اقامت امامت وخلافت کے لیے جماعت کا قیام ضروری ہے۔ تاکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا جاسکے۔

☆۔ امام وخلیفہ ہر محکمہ کا حاکم اعلیٰ ہے۔اس وجہ سے ہر فرد پر معروف کاموں میں اس کی اطاعت واجب ہے۔حکومت کے حکام کے نصب وعزل کا اس کو اختیار حاصل ہے۔اگر امام ارباب حل وعقد کے مشورے کے بغیر حکومت کا نظام چلانا چاہے تو اسے معزول کر دینا ضروری ہے اور عصر حاضر میں اس کی پابندی ضروری ہے۔

☆ قرآن وسنت کی حقیقی تعلیمات اسلام کو فروغ دیا جائے۔ مذاہب اسلامیہ کی کتب میں مناظرانہ ومنافرانہ لٹریچر کی اشاعت ختم کی جائے۔تاکہ ہر ایک فقہ کی بنیادی تعلیمات سامنے آئیں اور قاری خود تقابل کرے کہ کونسی رائے زیادہ قرآن وسنت کے قریب ہے۔

☆ محدود ذہنی سوچ کو ختم کرتے ہوئے فرقہ واریت سے اجتناب کیا جائے۔اور ''ص''۔''ض'' کے چکر سے نکل کر اسلامی بھائی چارے کی فضا کو فروغ دیا جائے۔یہ اسلامی تعلیمات کا اولین درس ہے۔جس کا پیغمبر ﷺ نے عملی مظاہرہ کیا۔

☆ مدارس جو کہ دینی تعلیمات کے مراکز ہیں۔طلبہ کو تقابلی لٹریچر پڑھایا جائے تاکہ وہ عملی میدان میں صرف اپنے مکتب فکر کی چھاپ نہ رکھتے ہوں بلکہ مذاہب اسلامیہ کے بنیادی مسائل سے آگاہی کے ساتھ ہر ایک کے نقطہ

نظر کی وضاحت کر سکیں۔

☆ ملک کے تمام کتب خانوں سے مسلکی رجحانات ختم کر کے ہر ایک مسلک کی کتب کو بنیادی نمائندگی دی جائے۔تا کہ قاری کی حقائق تک رسائی ہو سکے۔

☆ مقالہ ھذا میں تقابلی انداز میں سفارشات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔مقالہ ھذا کی رو سے مذاہبِ اسلامیہ میں مسلکی ہم آہنگی کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

☆ ہر چینل پر تحریر و تقریر کے انداز میں بہتری لانے کی ضرورت ہے اور اس کا عملی مظاہرہ بھی ضروری ہے۔دشمنان اسلام کی چالوں سے وہ محفوظ کرا اپنے ملک کی فضا کو مسلکی بنیادوں، دہشت گردی، قتل و غارت کو ختم کر کے اتحاد و اتفاق اور اللہ تعالیٰ کے اہم ترین سبق اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے اور فرقہ واریت کے فروغ سے اجتناب ضروری ہے

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست شخصیات

فہرست اماکن

فہرست آیات

آیات	صفحہ نمبر
سورة البقرة	
اِنّیُ جاعِلٌ فِیُ الاَرُضِ خَلِیُفَة البقرة۲:۳۰	۴۶
اِنّیُ جاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِماما ....البقرة ۲:۱۲۴	۴۰
وَمِنَ النَّاسِ مَنُ یَّشُرِیُ نَفُسَهُ ابُتِغاءَ ....البقرة ۲:۲۰۷	۶۰
اَلَمُ تَرَاِلَی الُمَلاَءِ مِن بَنِیُ اِسُرَآئِیُلَ ....البقرة ۲:۲۴۶	۵۶
وَقَالَ لَهُمُ نَبِیُّهُمُ اِنَّ اٰیَةَ مُلُکِهِ اَنُ یَاُتِیَکُمُ التَّابُو ....البقرة ۲:۲۴۸	۵۶
وَقَالَ لَهُمُ نَبِیُهُمُ اِنَّ اللهَ قَدُ بَعَثَ لَکُمُ طَالُوتَ............البقرة ۲:۲۴۷	۵۶
سورة آل عمران	
قُلُ اِنُ کُنُتُمُ تُحِبُّوُنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوُنِیُ............آل عمران۳:۳۱۔۳۲	۵۲
وَلُتَکُنُ مِّنُکُمُ اُمَّةٌ یَّدُعُوُنَ اِلَی الُخَیُرِ............آل عمران۳:۱۰۴	۶۴
فَمَنُ حَآجَّکَ فِیُهِ مِنُ بعُدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الُعِلُمِ ....آل عمران۳:۶۱	۵۹
سورة النساء	
وَ اِذَا حَکَمُتُمُ بَیُنَ النَّاسِ اَنُ تَحُکُمُوُا بِالُعَدُلِ............النساء۴:۵۸	۶۴
وَمَآ اَرُسَلُنَا مِنُ رَّسُوُلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذُنِ اللّٰهِ............النساء۴:۶۴	۴۳
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیُنَ اٰمَنُوُا اَطِیُعُو اللّٰهَ وَاَطِیُعُوُا............النساء۴:۵۹	۴۸
الرِّجَالُ قَوّٰمُوُنَ عَلَی النِّسَآءِ............النساء ۴:۳۴	۸۸
وَ اَنُزَلَ اللّٰهُ عَلَیُکَ الُکِتٰبَ وَ الُحِکُمَة............النساء۴:۱۱۳	۵۴
وَ مَنُ یُّشَاقِقِ الرَّسُوُلَ مَنُ بَعُدِ مَا تَبَیَّنَ لَه‘ ....النساء ۴:۱۱۵	۵۷

سورۃ المائدہ

سورۃ الانعام

سورۃ الاعراف

الانفال

سورۃ التوبہ

سورۃ یونس

سورۃ هود

سورۃ یوسف

سورۃ الرعد

سورۃ الحجر

سورۃ النحل

سورۃالاسراء

سورۃ الکهف

سورۃ مریم

سورۃ طٰهٰ

سورۃ الانبیاء

سورۃ الحج

سورة مومنون

سورة النور

سورة الفرقان

سورة الشعرآء

سورة القصص

سورة السجده

سورة الاحزاب

سورة الفاطر

سورة يٰسين

سورة ص

سورة الزمر

سورة حٰمٓ السجد

سورة الشورىٰ

سورةالزخرف

سورة الاحقاف

الفتح

سورةالحجرات

سورة الذاریات

سورة الرحمٰن

سورة الحدید

سورة الجمعة

سورةالقيامة

سورة الشمس

سورة البينة

سورة النجم

سورة ص

فہرست احادیث

احادیث	صفحہ نمبر

صحیح بخاری

صحیح مسلم

ترمذی

ابو داؤد

فہرست شخصیات

فہرست اماکن

مصادر ومراجع

عربی کتب

☆ القرآن

☆ ابن جریر طبری ،دلائل الامامه ،معرفت قم :مؤسسه البعثت قسم لدراسات الاسلامیه اطبعةالاولیٰ۱۴۱۳،

☆ ابو زهره ،محمد ، حیات امام شافعی ،لاهور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۷۵ء

☆ ابن ابی الحدید المعتزلی ،شرح نهج البلاغة،بیروت:دارلکتب العلمیه ،الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

☆ ابن قتیبه دینوری ، عبدالله بن مسلم ، الامامة والسیاسة ،مصر:، المکتبة التجاریه ،الطبعة لثانیة،۱۳۴۷ھ

☆ ابن ابی حاتم ،ابو محمد عبد الرحمن ابی حاتم ،الجرح و التعدیل ، بیروت : دارالاحیاء التراث العربی،۱۳۷۱ھ

☆ ابن ابی حاتم ،ابو محمد عبد الرحمن ابی حاتم ،آداب الشافعی ، بیروت : دارالکتب العلمیة،۲۰۰۳

☆ ابن ابی یعلی ،ابو الحسین محمد بن قاضی، طبقات الحنابلة ،السعودیة:من مطبوعات صاحب الجلالة

☆ ابن اثیر علی بن الکرم،اسد الغابة فی معرفة الصحابه،دمشق: المکتبة الاسلامیة،الطبعة الثانیة ۱۴۰۶ھ

☆ ابن اثیر علی بن الکرم،غریب الحدیث،بیروت: دارالفکر،الطبعة الثانیة،۱۴۰۷ھ

☆ ابن الجوزی ،ابو الفرج ،عبد الرحمن بن علی بن محمد، مناقب الامام احمد بن حنبل ،مصر: للطباعة والنشر والتوزیع ،۱۹۸۸ء

☆ ابن الجوزی ،ابو الفرج ،عبد الرحمن بن علی بن محمد، المنتظم لابن الجوزی، قاهره : المسؤسسة المصریة العامة.

☆ ابن الحجر الهیتمی،الصواعق المحرقة ،بیروت:دارلکتب العلمیه، الطبعة الثانیه،۱۴۲۰،

☆ ابن الصباغ المالکی، الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة ،.بیروت :دارالاضواء الطبعة الثانیه ،۱۴۰۹

☆ ابن العماد الحنبلی ،شذرات الذهب،بیروت:دارلکتب العلمیه ،الطبعة الأولی،۱۴۱۹

☆ ابن المغاذلی، مناقب علی ابن ابی طالب ،المحقق محمد باقرلجمهوری دارلاضوا، بیروت:الطبعة الثانیة ،۱۹۹۲

☆ ابن تیمیة،احمد تقی الدین،لسیاسة الشرعیة، بیروت،دارالکتب العلمیة،الطبعة الاولیٰ، ۱۹۸۶ء

☆ ابن تیمیة،احمد تقی الدین،منهاج السنة،تحقیق الدکتور محمدارشادسالم، بیروت، دارالکتب العلمیة،الطبعة الاولیٰ، ۱۹۸۶ء

☆ ابن جماعة،تحریر الاحکام،حیدرآباد،دارالکتب العربی،۱۳۷۶ھ

☆ ابن حبان البستی، صحیح ابن حبان،بیروت: موسسه الرسالة، الطبعة لثانیه ،۱۴۱۴ھ

☆ ابن حبان،ابوعبداللّٰہ محمدبن یوسف بن علی، الثقات لابن حبان،حیدرآباد:مجلس دائرة المعارف العثمانیة

☆ ابن حجر، هیتمی ، ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن محمد، الخیرات الحسان مناقب الامام الاعظم ابی حنیفهؒ ،النعمان ، بیروت ، لبنان: دارالکتب العلمیه ، ۱۴۰۳ھ

☆ ابن حجر ،عسقلانی،احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی ،نزهة النظر بشرح نخبة الفکر قاهره: مکتبة التراث الاسلامی

☆ ابن حجر، عسقلانی،احمد بن علی بن محمد بن، تهذیب التهذیب ، الهند ،مطبع دائرة المعارف النظامیة،۱۳۲۶ھ

☆ ابن حجر، عسقلانی،احمد بن علی بن محمد بن، تهذیب الاسماء والصفات ، بیروت : دارالفکر،۱۴۱۵ھ

☆ ابن حجر، عسقلانی،احمد بن علی بن محمد بن، فتح الباری ، الهند ،مطبع دائرة المعارف النظامیة ، ۱۳۲۵ھ

☆ ابن حجر، عسقلانی،احمد بن علی بن محمد بن،الاصابه فی تمیز الصحابه ، بیروت : دارالفکر،الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۱ھ

☆ ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد ، مقدمه وتاریخ،بیروت :دار الفکر،۱۹۸۸ء

☆ ابن خلکان ،ابو العباس شمس الدین ،احمد بن محمد بن ابراهیم ،وفیات الأعیان و

☆ أنباء الزمان ،بیروت : دار صادر ،۱۹۹۴ء

☆ ابن رشد ،بدایةالمجتهدوانهایة المقتصد،مصر :البابی حلبی،الطبع الثانیه،۱۹۲۸ء

☆ ابن سعد محمد ،طبقات ابن سعد ،بیروت: دارلفکر ،الطبعة الثانیة،۱۹۹۴ء

☆ ابو یوسف عبد الله، بن محمدابن عبدالبر، الانتقاء فی فضائل الأئمةالثلاثةالفقهاء،بیروت: دارالکتب العلمی،الطبعة الثانیة،۱۳۷۸ھ

☆ ابو یوسف عبد الله بن محمدابن عبدالبر، کتاب العبر،بیروت:دارالکتب العلمی،الطبعة الثانیة،۱۴۰۵ھ

☆ ابن قتیبه دنیوری ،عبدالله بن مسلم ،الامامة والسیاسة،مصر :المکتبة التجاریه،الطبعة الثانیة ،۱۳۴۷ھ

☆ ابن کثیر ، ابوالفداء ، عماد الدین اسماعیل ،الکامل فی التاریخ، بیروت:المکتبة العصریة ۱۴۲۴ھ

☆ ابن ماجه محمد بن یزیدقزوینی، سنن ابن ماجه،الریاض،طبعة مکتبة المعارف للنشر والتوزیع ،الطبعة الأولی، ۱۴۱۹ھ

☆ ابن هشام ،عبدالملک ،سیرة ابن هشام،مصر :مصطفی البابی ،۱۹۳۶ء

☆ ابو النصر الفارابی، السیاسیات المدنیه،القاهرة، دار التراث الاسلامیه،الطبع الثانیه، ۱۱۹۱ء

☆ ابو عبدالله، محمد بن یوسف بن حیان،البحرالمحیط، الریاض: مکتبة الحدیثة،الطبعة الثانیه، ۱۳۳۶ھ

☆ ابو عیسیٰ محمدبن عیسیٰ ،ترمذی، سنن الترمذی ،کتاب الفتن، بیروت: دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء

☆ ابواسحاق شیرازی ، ابراهیم بن علی بن یوسف، طبقات الفقهاء ،بیروت: دارالرائد العربی،۱۹۷۰ء

☆ ابی حاتم ،محمد بن حبان البستی، مشاهیر علماء الامصار ،بیروت:دارلکتب العلمیه، الطبع الاولیٰ،۱۹۱۰ء

☆ احمد بن حنبل ،مسند احمد ،تحقیق احمد محمد شاکر ،القاهرة: طبعة دارلحدیث، الطبعة الأولی،۱۴۱۶ھ

☆ احمد شاکر ،مقدمة الرساله، مصر : مکتبة الحلبی،۱۹۴۰ء

☆ الربلی،ابی الحسین بن عیسیٰ بن ابی الفتح،کشف الغمه فی معرفة الآئمه،تحقیق السید هاشم رسولی،ایران:منشورات، الشریف الرضی،الطبعة الثانیه،۱۳۳۲ھ

☆ الاصفهانی ،ابو نعیم ، احمد بن عبد الله بن احمد بن اسحاق ، حلیة الاولیاء ،بیروت :دار الکتب العلمیة ،

☆ البانی،ناصرالدین،صحیح الجامع الصغیر،دمشق:المکتب الاسلامی،الطبعة الثالثة،۱۴۰۸ھ

☆ الامام محمد ابو زهره، ابو حنیفةؒ حیاته و عصره،بیروت: دارلفکر العربی

☆ الآبری ، محمد بن حسین بن ابراهیم بن عاصم ، مناقب الشافعی ،مصر: دار الاثریة ،۲۰۰۹ء

☆ البخاری ابو عبداللّٰه محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،بیروت،دارالفکر،الطبعة اولیٰ ،۱۴۰۱،

☆ البغوی،ابو احمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل،بیروت:دارلکتب العلمیة،۱۴۰۲ھ

☆ الترمذی،محمدبن عیسیٰ ،سنن الترمذی،بیروت:الطبعة الثانیه ،دارالفکر،۱۴۰۳ھ

☆ الموسوی، السیدعلی اکبر، الامامة و الو لایة فی القران الکریم، قم:مطعبة الخیام،الطبعة

☆ آیة الله السید ابراهیم الحجاری ،آیات العقائد،قم: موسسة الطبع و النشر التابعة لآستا نه الرضوی المقدسه ،الطبعة الاولی،۱۴۲۴ھ

☆ الدکتور غالب عبدالکافی القریشی اولیات الفاروق فی السیاسة والادارة والقضاء، دارالقضاء

☆ الکلینی ، محمد بن یعقوب، الاصول من الکافی، کتاب الحجة من مات ولیس له امام، بیروت: دارالکتب الاسلامیه ،طبع الثالث ،۱۳۶۷ھ،

☆ الطبرانی، المعجم الکبیر، القاهرة: دار حیاء التراث العربی، الطبعة الثانی،۱۴۱۵ھ،

☆ القشیری،مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم ، بیروت: دارلفکر ،الطبعة الأؤلی،۱۴۱۹ھ

☆ احمد بن حنبل، مسند احمد، تحقیق احمد بن محمد شاکر، قاهره: دارالحدیث ، الطبع اولی،۱۴۱۶ھ

☆ النیشاپوری،محمد بن محمد الحاکم، مستدرک الحاکم، بیروت:دار المعرفة،۱۴۰۶ھ،

☆ الحر العاملی،وسائل الشیعه ، بیروت:دار احیاء التراث العربی،۱۴۰۳ھ

☆ محمد محمدی نجف، مکانة اهل البیت فی الاسلام و لامامة الاسلامیة،ایران

☆ مرتضی مطهری الشهید، الامامة، مترجم جواد علی کسانه،قم: مؤسه القریٰ ، الطبعة اولی،۱۴۱۷ھ

☆ الذھبی،امام ابی عبد اللہ محمد احمد بن عثمان ، مناقب الامام ابی حنیفہؒ و صاحبہ،حیدر آباد: احیاء المعارف النغمانیه

☆ ابن قیسرانی ،ابو الفضل محمد بن طاھر بن علی بن احمد مقدسی تذکرۃ الحفاظ، ریاض السعودیة ، دار العمیمی۱۴۱۵ھ۔

☆ الصیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ، بیروت :دار الکتب العلمیة،۱۹۸۵ء

☆ الشوکانی محمد بن علی الدراری المضیة ،شرح الدررا،الطبعة الثانیة ۱۴۱۸ء

☆. ابی جعفر احمد بن محمد سلامة الطحاوی ،مختصر الطحاوی احیاء معارف النعمانیه بند، ھند حیدر آباد،الطبعة الثانیة

☆ ابن کثیر،ابوالفداء،عمادالدین اسماعیل،البدایة والنھایة،بیروت:المکتبة العصریة،۱۴۲۴ھ

☆ المزی،یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف،تہذیب الکمال فی اسماء الرجال،بیروت:موٴسسة الرسالة،۱۹۸۰ء،

☆ ابن کثیر ، طبقات الشافعین ، مصر :مکتبة الثقافیة الدینیة ،۱۹۹۳ء

☆ ابن ابی حاتم ،ابو محمد بن عبد الرحمن ،آداب الشافعی و مناقبه ، بیروت: دار الکتب العلمیة،۲۰۰۳ء

☆ ابو الحسن یحییٰ بن ابی الخیر العمرانی البیان فی مذھب الامام شافعی ،جدہ دار المنھاج

☆ الذھبی،محمدحسین ،سیر اعلام النبلاء، بیروت: موسسة الرسالة، الطبعة تاسعة، ۱۴۱۳ھ

☆ الدکتور حمزۃ النشرتی،شخصیات الاسلامیه، الامام الذاھد المجاھد احمد بن حنبل ، القاھرۃ :المکتب القیّمة

☆ ابن الجوزی ،ابو الفرج ،عبد الرحمن بن علی بن محمد، مناقب الامام احمد بن حنبل ،مصر: للطباعة والنشر والتوزیع ،۱۹۸۸ء

☆ الخطیب ،ابو بکر احمد بن علی البغدادی ،تاریخ بغداد،بیروت : دار الغرب الاسلامی، ۲۰۰۲ء

☆ الکلینی ، محمد بن یعقوب،اصول الکافی ،ایران :مکتبه اسلامی

☆ اسد حیدر ،الامام الصادق والمذاھب الاربعه ،دار الکتب العربی ،الطبعة سوم، ۱۹۶۹ء

☆ الیسوعی،لوئیس معلوف، المنجد فی اللغة، دار المشرق، بیروت:۱۹۵۱ء

☆ السید الشریف ، الجرجانی ، الحنفی ، التعریفات : کراچی،قدیمی کتب خانه،

☆ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ

☆ الفیروز آبادی، مجددالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت:دارالاحیاء التراث العربی،الطبع الثانیہ

☆ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد، مفردات القرآن،مترجم حضرت مولانا محمد عبدہ شیخ لاہور:اقبال ٹاؤن،اشاعت سوم ۱۹۸۸ء

☆ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ

☆ ابن جریر طبری، ابو جعفرمحمد بن جریر ،جامع البیا ن تفسیر القرآن ،القاهره،دارلکتب العلمیة ،الطبعة الاولی ،۱۴۲۲ھ

☆ ابن عربی محمد بن عبداللہ، الاحکام القرآن،بیروت:دارالمعرفت ۱۹۸۵

☆ الشوکانی محمد بن علی ،فتح القدیر،مصر:مصطفی البابی ،۱۳۴۹ھ،

☆ ابن جریر طبری، ابو جعفرمحمد بن جریر ،جامع البیا ن تفسیر القرآن ،القاهره،دارلکتب العلمیة،الطبعة الاولی

☆ ابن عربی محمد بن عبداللہ ،الاحکام القرآن،بیروت:دارالمعرفت ۱۹۸۵ء

☆ الماوردی، الاحکام السطانیه، مترجم سید ابراهیم ،کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۳ء

☆ الجرجانی، السید الشریف علی بن محمد، شرح المواقف، کراچی:قدیمی کتب خانه آرام باغ

☆ القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مه، معالم الخلافة ،بیروت:مکتبه اسلامیه

☆ الجرجانی، السید الشریف علی بن محمد علی السید الزین الحنفی، کتاب التعریفات، کراچی:قدیمی کتب خانه آرام باغ باب الف

☆ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسه جمال اللطباعة وانشر

☆ ابن جریر طبری، ابی جعفر محمدعلامه، تاریخ طبری ،اردو ترجمه تاریخ الامم وا لملوک ، لاهور:الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار،۲۰۰۴ء

☆ ابن حجر هیتمی،الصواعق المحرقه ،مطبوعه مصر

☆ البخاری،ابو عبد الله محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری،کتاب المناقب ،باب فضل ابی

بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بیروت: دارلاحیاء التراث العربی،۱۹۹۱ء

☆ القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ،کتاب الصلوٰۃ،باب وجوب طاعۃ الامر ء ، بیروت: دارلفکر، ۱۹۸۱ء

☆ السیوطی،جلال الدین، تاریخ الخلفاء،بیروت: دارالمعرفت ، الطبعة لثانیة،۱۴۲۰ھ،

☆ الماوردی، الاحکام السطانیہ، مترجم سید ابراھیم ،کراچی: نفیس اکیڈمی،۱۹۶۳ء

☆ ابن عبدربہ ،العقد الفرید،الریاض،دارلاالسلام للنشر والتوزیع،۱۹۹۹

☆ المسعودی،مروج الذھب،مصر:البابی حلبی ،۱۳۴۶ھ

☆ الجصاص،احمد بن علی،الاحکام القرآن، مصر:المطبعة المصر ۱۳۴۷

☆ الطّوسی،نظام الملک، سیرالملوک، پیرس،۱۸۹۰

☆ المرغینانی، برہان الدین، الہدایۃ، بیروت: دارلفکر

☆ الرازی،امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین،التفسیرالکبیر، بیروت: دارالکتب العلمیہ،۱۹۹۰

☆ ابن جماعۃ، تحریرالاحکام،حیدرآباد، دارلکتب العربی،۱۳۷۶ھ

☆ ابن کثیر،ابوالفداء،عمادالدین اسماعیل،البدایۃ والنہایۃ، بیروت: المکتبۃ العصریۃ،۱۴۲۴ھ

☆ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسہ جمال اللطباعۃ وانشر

☆ السیوطی،جلال الدین، تاریخ الخلفاء،بیروت: دارالمعرفت ، الطبعة لثانیة،۱۴۲۰ھ

☆ الراغب الاصفھانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد ، المفردات فی غریب القرآن تحقیق محمد خلیل:سوات، مکتبہ صدیقہ،الطبعة الرابعة،۱۴۱۸ھ

☆ النووی ،ابو زکریا ،محیی الدین ،بن شرف ،شرح صحیح مسلم ،بیروت : دار النفائس

☆ البخاری،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری،باب المسمع والطاعۃ،بیروت: دارلاحیاء التراث العربی،۱۹۹۱ء

☆ القشیری،مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح،باب وجوب انکار علی الامراء

ابو داؤد، سلمان بن اشعث سبحتانی، سنن ابی داؤد، کتاب الفتن ،باب فی النھی عن السعی فی الفتنۃ،مصر:مکتبہ مصریہ ،الطبعة الاولی ،۱۴۰۱ھ

☆ ابوزھرہ محمد، حیات امام احمد بن حنبل، مترجم رئیس احمد جعفری، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز

☆ السرخسی ،ابوبکر محمد بن احمد، المبسوط، حیدرآباد: مطبع دارلکتب العربی،۱۳۷۴ھ

☆ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون

☆ ابن جماعۃ ،تحریر،الاحکام ،حیدرآباد، دارلکتب العربی ،۱۳۷۶ھ

☆ ابن تیمیہ دنیوی ،الامامۃ و السیاسۃ خطبہ ابی بکرؓ ،مصر المکتبۃ التجارۃ الطبعۃ الثانیۃ ، ۱۳۴۷ھ

☆ القلقشندی، احمد بن عبداللہ،علا مہ، معالم الخلافۃ ،بیروت:مکتبہ اسلامیہ

☆ النووی،ابوزکریا،محیی الدین،بن شرف،شرح صحیح مسلم،کتاب الایمان ، باب ان الدین النصیحۃ

☆ ابوالمعاد القرنی حقیقت جمہوریت المواحدین اسلامی لائبریری

☆ القرطبی، شمس الدین محمدبن احمد،الجامع الاحکام القرآن، دارالکتب العربیۃ، مصر،۱۹۶۷ء

☆ ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد ، مقدمہ و تاریخ،بیروت :دار الفکر ،۱۹۸۸ء

☆ القشیری،مسلم بن حجاج ،صیحح مسلم شریف ،مترجم مولانا وحید الزمان،کتاب الامارۃ، باب وجوب اطاعۃ الامیر،لاھور: ناشر خالد احسان پبلشرز،۲۰۰۴ء

☆ الدکتور صبحی الصالح: النظم الاسلامیۃ ،بیروت،دارالعلم للملایین، طبعۃ ثانیۃ۱۳۸۸ھ

☆ اصفھانی حسین بن محمدراغب ،علامہ،المفردات ،مطبوعۃ المکتبۃ المرتضویہ ایران،۱۳۴۲ھ

☆ الدکتور صبحی الصالح: النظم الاسلامیۃ ،بیروت،دارالعلم للملایین، طبعۃ ثانیۃ۱۳۸۸ھ،

☆ ابن عابدین الشامیؒ الفتاویٰ الشامیۃ کوئٹہ مکتبہ رشیدیہ،۱۹۹۲

☆ اصفھانی حسین بن محمدراغب ،علامہ المفردات ،مطبوعۃ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

☆ الکلینی،محمد بن یعقوب، اصول کافی، دارالکتاب الاسلامیہ ، تھران :۱۳۶۵ھ

☆ الدکتور حسن کو ناکاتا،النظریۃ السیاسۃ عند ابن تیمیہ الریاض مرکزالدراسات والاعلام اطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵

☆ احمد شلبی الدکتورؒ تاریخ التشریح الاسلامی و تاریخ النظم القضائیۃ القاھرۃ مکتبۃ النھضۃ المصریۃ

☆ الدکتور صبحی الصالح: النظم الاسلامیۃ دارالعلم للمملایین، بیروت طبعۃ ثانیۃ۱۳۸۸ھ

☆ الدیلمی ,محمد بن حسن، ارشاد القلوب،بیروت: موسسۃ العلمی للمطبوعات

☆ الدکتور محمد بیوتی، الامام، علی ابن ابی طالب،الریاض: جامعہ ام القری بمکہ المکرمۃ ۱۴۱۹،الطبعۃ الأولی

النشیا پوری،الحاکم ،مناقب امیر المومنین علی ابن ابی طالب ،بروایۃ من کتابۃ المستدرک

علی الصحیحین ، بیروت:تحقق الشیخ عبدالعباس الجیاشی، موسسة الثقلین

☆ الطبرسی، اعلام الوری با اعلام الهدی ،قم:موئسسه آل بیت، ۱۴۱۸

☆ الشوکانی،محمد بن علی ، درالسحاب فی مناقب القرابة و الصحابة،تحقیق الدکتور

☆ المحب طبری، ابی جعفر احمد، ریاض النضرة فی مناقب عشره مبشره، مترجم علامه صائم چشتی ، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ،۲۰۰۳

☆ القزوینی،کاظم علی،السید، علی من المهدالی اللحد،الکویت: رابطه نشر الاسلامی، ۱۹۷۵

☆ الشوکانی،محمد بن علی ، درالسحاب فی مناقب القرابة و الصحابة،تحقیق الدکتور

☆ ابن المغاذلی، مناقب علی ابن ابی طالب ،المحقق محمد باقرلجمهوری دارلاضوا، بیروت:الطبعة الثانیة ،۱۹۹۲

☆ احمد بن حنبل ،مسند احمد ،تحقیق احمد محمد شاکر ،القاهرة: طبعة دارلحدیث، الطبعة الأولی،۱۴۱۶ھ،

☆ الترمذی،ابو عیسی ،محمد بن عیسی ،سنن ترمذی

☆ البخاری،ابو عبدالله محمد بن اسماعیل:صحیح البخاری،

☆ الطبرانی، المعجم الکبیر،القاهرة: دار حیاء التراث العربی، الطبعة الثانیة

☆ اربلی،ابی الحیسن بن عیسی بن ابی الفتح ،کشف الغمة فی معرفة الائمه،تحقیق السید هاشم الرسولی،ایران: منشورات الرشریف الرضی

☆ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:،موسسةام القری،الطبعة الأولی،۱۴۲۰ھ

☆ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: موسسة ام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ ابن الحجر الهیتمی،الصواعق المحرقة ،بیروت:دارلکتب العلمیه، الطبعة الثانیه،۱۴۲۰،

☆ الطبرسی،أحمد بن علی ،الاحتجاج ، قم: انتشارات اسوه، ۱۴۱۳ھ

☆ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول،بیروت:موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ الطبرسی،أحمد بن علی ، اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ

☆ الشافعی ،محمد بن طلحه، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسةام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ الذ هبی،محمد حسین، سیر اعلام النبلاء ،بیروت:موسسه الرسالة،الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ

☆ الذهبی،محمد حیسن :تاریخ الاسلام حوادث و فیات،بیروت: دارلکتاب العربی الطبعة الثانیة،۱۴۱۸ھ

☆ ابن خلّکان ،و فیات الاعیان او ابناء الزمان،بیروت:دارلکتب العلمیه،الطبعة الأولی

☆ الیافعی ،مرآة الجنان وعبرة الیقظان ،بیروت:دارالکتب العلمیه ، الطبعة الأولی،۱۴۱۷

☆ ابن الحجر الهیتمی ،الصواعق المحرقة

☆ ابی نعیم ،احمد بن عبدالله الاصفهانی، حلیةالاأولیاء :،دار احیاء التراث العربی .بیروت الطبعة الأولی ،۱۴۲۱ھ

☆ القندوزی ،الحنفی ،ینابیع المودة،ایران:منشورات الشریف الرضی امکتبه الحیدریه الطبعة السابعة ،۱۳۸۴ھ

☆ الزرکلی،خیرالدین،الاعلام،بیروت:دارالعلم للملایین

☆ احمد زینی دحلان، الدرر السنیة فی الرد علی الوهابیة ،بیروت دارلکتب العلمیة

☆ الیافعی ،مرآة الجنان وعبرة الیقظان،بیروت:دارالکتب العلمیه ،الطبعة الأولی، ۱۴۱۷ھ،

☆ الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ

☆ الشافعی،محمد بن طلحه،مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت:موسسة ام القری، الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ الطبرسی،أحمد بن علی ،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ

☆ الرازی،امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین,تفسیر الرازی، بیروت: دارلفکر

☆ الکلینی،محمد یعقوب، اصول الکافی، الاصول و الفروع والروضة من الکافی، طهران: دارالکتب الاسلامیة

☆ الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ

☆ الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ

☆ القرطبی،محمد بن احمد بن ابی بکر، تفسیر القرطبی،بیروت:دارلکتاب العربی ،

☆ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ

☆ الفیروز آبادی، مجددالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت:دارالاحیاء التراث العربی،الطبع الثانیه،۱۴۰۷ھ

☆ الجاحظ،رسائل الجاحظ،مصر:المکتبه التجاریة الکبری

☆ ابن تیمیة، منهاج السنة، تحقیق الدکتور محمدا رشاد سالم،بیروت:الطبعة.الاؤلی، ۱۹۸٦ھ

☆ ابن خلّکان، و فیات الاعیان اوابناء الزمان،بیروت:دارلکتب العلمیه الطبعة الأولی، ۱۴۱۹ھ

☆ الشبراوی،عبدالله،الاتحاف بحب الاشراف،مصر:منشورات الرضی المصورة علی طبعة الادبیة،الطبعة الثانیة

☆ اربلی،ابی الحیسن بن عیسی بن ابی الفتح ،کشف الغمة فی معرفة الائمه،تحقیق السید هاشم، الرسولی،ایران: منشورات الشریف الرضی

☆ الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی ،۱۴۱۳ھ

☆ السمهووی،نور الدین علی بن عبدالله ، جواهر القعدین فی فضل الشرفین،بیروت: دارلکتب العلمیة، الطبعة الأولی،۱۴۱۵ھ

☆ السید المیلانی، قادتنا کیف نعرفهم ،بیروت:دارلکتب العلمیة

☆ الشبراوی،عبدالله ،الاتحاف بحب الاشراف،مصر: منشورات الرضی المصورة علی طبعة الادبیة ، الطبعة الثانیة

☆ الزرکلی،خیرالدین،الأعلام،بیروت:دارالعلم للملایین،الطبعة الرابع عشرة ،۱۹۹۹

☆ الشافعی،محمد بن طلحه،مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، بیروت: موسسة ام القری،الطبعة الأولی ،۱۴۲۰ھ

☆ الطبرسی،أحمد بن علی،اعلام الوری،قم: موئسة آل البیت الطبعة الأولی،۱۴۱۷ھ،

☆ الشیخ المفید ،الارشاد،قم:موسسة آل البیت، الطبعة الأولی،۱۴۱۳ھ

☆ النجفی،محمد رضا طبسی، الامام الثانی عشر المهدی،عراق: المطبعة الحیدریة فی النجف، الطبعة الاأولی،۱۳۷۴

☆ ابن خلّکان،ابو العباس احمد بن محمد، و فیات الاعیان او ابناء الزمان

☆ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسه جمال اللطباعة و انشربغداد، بیروت لبنان: دارالکتب العلمیه،۱۴۱۷ھ

☆ بدر الدین عینی ،ابو محمد ،محمود بن احمد بن موسی بن احمد، مغاني الأخيار في شرح اسامی رجال معانی الآثار ، بیروت : دار الکتب العلمية ،۲۰۰۶ء

☆ بخاری ، ابو عبد اللہمحمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن مغیره، كتاب الكبير ، بیروت: دارالکتب العلمیه

☆ تفتا زانی ،سعد الدین ،شرح المقاصد ،ایران: مطبوعه منشورات الشریف الرضی ، ۱۴۰۹ ه،

☆ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی ،كتاب الفتن، بیروت ، دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۸

☆ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی ،كتاب الفتن، بیروت ، دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۸

☆ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی ،كتاب الفتن، باب ما جاء المهدی،بیروت: دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ ،

☆ حنفی، ابن عابدعلامه، ردالمختار علی الدرالمختار باب الامامة، استنبول: طبع درسعادت الثانية، ۱۳۹۹ھ

☆ حافظ ابن همام حنیفی،علامه، مسامرة فی شرح المسایره،مصر:مکتبة الملكية

☆ حسن ابراهیم، النظم الاسلامیه، بیروت: دارلاحیاء التراث العربی، ۱۹۶۴

☆ حسین احمد الخطیب ، فقه الاسلام ، مترجم سید رشید احمد ، کراچی نفیس اکیڈمی ، طبع الاول ۱۹۶۱ء

☆ حسن علی قسام ،فضائل الامام علی عندالفرقین ،بیروت : موئسسة الاعلمی للمطبوعات ،الطبعة الثالثة ،۱۴۲۱ء

☆ حافظ مزی، تهذیب الکمال،بیروت:موسسة الرسالة ،۱۴۱۵

☆ حافظ مزی ،تهذیب الکمال، بیروت:موسسة الرسالة،۱۴۱۵ھ

☆ حنفی، ابن عابدعلامه، ردالمختار علی الدرالمختار باب الامامة، استنبول: طبع درسعادت قاضی عضد الدینؒ الایجی، شرح المواقف،بیروت دارالتراث العربی

☆ خطیب البغدادی، تاریخ بغداد،بیروت:دارلکتب العلمیة،۱۴۲۰

☆ رشدی علیان الدکتور، الاسلام و الخلافة ،بغداد مطبة دارالسلام الطعمة الاولیٰ ۱۹۷۴ء

☆ سنبلی ، محمد حسن ،تنسیق النظام فی مسند الامام الاعظم، کراچی : میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب

☆ سیوطی ، عبد الرحمن بن ابی بکر،الدر المنثور فی کتاب بالماثور،بیروت:دار الفکر

☆ سعید بن درویش الزہرانی الدکتور ،طرائق الحکم المتفق علیھاو المختلف فیھا الشریعة الاسلامیة ،جدة مکتبة الصحابة المطبعة الاول ۱۴۱۴ھ

☆ سبط ابن الجوزی،علامہ،تذکرۃ لخواص ،بیروت: موء سسة آل البیت،۱۹۸۱،

☆ سیوطی،امام جلال الدین، تاریخ الخلفاء،بیروت : دالکتاب الولی، ۱۹۹۹

☆ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دار السلام، ۱۹۷۶ء

☆ شہرستانی ،ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر،الملل و النحل،پشاور:مکتبہ حقانیہ

☆ رحمانی،عبدالرؤف،مولانا،نظام خلافت راشدہ،لاہور: مکتبہ قدسیہ اردو بازار،اشاعت اول،۲۰۰۴ء

☆ شمس الدینؒ محمد بن ابی العباس الشافعی،امام،نھایةالمحتاج الی شرح المنھاج،بیروت: دارلمعرفت

☆ شیخ ناصر محمدالاصبح، النظم الاسلامیة و الدشوریة، القاھرۃ مکتبہ وھبة

☆ صیمری،ابو عبد اللہ بن حسین بن علی ،اخبار ابی حنیفة و اصحابه، حیدر آباد: مطبعة

☆ صالحی،ابو عبداللہ ،محمد بن یوسف د مشقی شافعی ، عقود الجمان فی مناقب الامام الأعظم النعمان، کراچی: مکتبہ الشیخ

☆ صفدی،صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ،الوافی بالوفیات،بیروت: داراحیاء التراث،۲۰۰۰ء،

☆ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسریٰ وقیصر.

☆ ضومفتاح عمق، السلطة التشریعة نظام الحکم الاسلامی و النظم المعاصرة، القاھرة دارالھدیٰ للطباعة والنشروالتوزیع الطبعة الاولیٰ

☆ علاء الدین السمرقندی ،تحفة الفقھاء، بیروت البنان دارالکتب العلمیة الجزالاول، الطبعة الاولی ۱۴۰۵ء

☆ عبد الحلیم الجندی، الامام الشافعی ،دارالمعارف الطبعة الثانیة

☆ محمد بن صالح العثميس ،التعليق على رسالة رفع الاساطين فى حكم الاتصال باالسلاطين الرياض: المملكة العربية السعودية الطبعة الاولىٰ ١٤٣٠

☆ مصطفى كمال وصفى الدكتور، النظم الاسلامية الدستورية و الدولية و الارادية و الاقتصادية و الاجتماعية، القاهره :مكتبة وهية

☆ محمد بن صالح العثمين ،رفع الاساطين فى الحكم الاتصال بالسلاطين، السعودية المملكة العربية الطبعة الاولىٰ ١٤٣٠

☆ . مومن الشبلنجى،نورالابصار،فى مناقب آل نبى المختار،بيروت:الفكر،١٩٤٨ھ،

☆ مومن الشبلنجى،نورالابصار،فى مناقب آل نبى المختاردار،بيروت: دارلفكر، ١٩٤٨ھ

☆ محمد بن عبدالباقى بن يوسف الزرقانى ،شرح الزرقانى ،بيروت:دارلكتب العلميه

☆ محمد حسين الذ هبى، سير اعلام النبلاء : موسسه الرسالة بيروت الطبعة التاسعة ١٤١٣ھ

☆ مرتضى الزبيدى ،تاج العروس،بيروت:،نشر مكتبة الحياة

☆ موصلى ،شجاع الدين محمد بن عبدالواحد،النيعم المقيم لعترةالنباء العظيم ،بيروت: موسسة دارلكتاب الاسلامية، الطبعة الأولى،١٤٢٣ء

☆ مومن الشبلنجى،نور الابصارفى مناقب آل نبى المختار،بيروت: دار الفكر ١٩٤٨،

☆ نجفى،محمد باقر،آقائے ، دهدشتى بهبهائى ،الدمعة الساكبه، جهنگ :ولى العصر ٹرسٹ رته مته، اشاعت اول،١٩٩٢

☆ وهبة الزحيلى،الدكتور ،الفقر الاسلامى وادلته،بيروت: دارلفكر، الجز الاول،١٩٩٢

اُردو کتب

☆ ابوالقاسم، سحاب زندگانی امام علی نقی، قم: خیابان دکتر علی شریعتی، چاپ اول، ۱۹۲۰ء

☆ ابوزھرہ محمد، امام جعفر صادق، مترجم رئیس احمد جعفری، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز

☆ ابوزہرہ، المذاہب الاسلامیۃ، مترجم: غلام احمد حریری، فیصل آباد، ملک برادرز پبلشرز، ۱۹۴۲ء، اشاعت اول

☆ ابوالکلام، آزاد، مسئلہ خلافت، لاہور، جواد برادرز، ذوالقرنین چمبرز گیٹ روڈ، اشاعت اول، ۱۹۹۸ء

☆ ابوالکلام، آزاد، شہادت حسین، لاہور، منیجر کتب خانہ، الثناعشری مغل حویلی، موچی دروازہ، ۱۹۵۰ء

☆ ابوالنصر محمد، حضرت امام حسین بن علی، زندگی اور شہادت، لاہور: مکتبہ جدید انارکلی، اشاعت اول، ۲۰۰۰ء

☆ اردبیلی، احمد بن مقدس، انوار امامت، ترجمہ حدیقۃ الشیعہ، کراچی: محفوظ بک ایجنسی، اشاعت دوم، ۱۴۵۲ھ

☆ ارمان سرحدی، حضرت علیؑ عظیم شخصیت، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت سوم، ۱۹۷۸ء

☆ اسد حیدر، الامام الصادق والمذاہب العربیہ، دار الکتب العربی، الطبعۃ السوم، ۱۹۶۹ء

☆ اشرافی، محمد یحییٰ ڈاکٹر، اہل حدیث اور مذہب شیعہ، حیدر آباد دکن: ناشر شیخ اسلام اکیڈمی، اشاعت اول، ۲۰۰۴ء

☆ الحسن بن محمد، الواسطی، علامہ، مناقب علیؑ، مترجم سید محمد جواد، قم: نسخہ در چاپ خانہ، حوض علمیہ، ۱۳۹۸ھ

☆ الحسینی، ہاشم معروف، سیرت علی، مترجم سید محمد قرأۃ العین عابدی، لاہور: حمران پبلی کیشنز، اشاعت اول، ۱۹۹۴ء

☆ الشوکانی، امام محمد علی، فضائل اہل بیت صحابہ کرام وتابعین، ترجمہ وتحقیق مولانا خالد محمود، لاہور: بیت العلوم نابھہ روڈ پرانی انارکلی

☆ الماوردی، الاحکام السطانیہ، مترجم سید ابراہیم، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۳ء

☆ امروہی، سید حسن ظفر، اخلاق الائمہ، بمبی: حیدری کتب خانہ، اشاعت دوم، ۱۹۷۸ء

☆ اولاد حیدر، فوق بلگرامی، سید، درمقصود یعنی احوال مھدی موعود من رب المعبود، لاہور: افتخار بک ڈپو کرشن نگر

☆ آیت اللہ جعفر سیدان، اصول عقائد، مترجم الفت حسین ساقی سرگودھا: الزہراء پبلیکیشنز، اشاعت اول

☆ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، تہران: دارالکتب الاسلامیہ

☆ آیت اللہ محمد رضا حکیمی، سلونی سلونی قبل ان تفقدونی، مترجم علامہ ناصر مھدی جاڑا، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، اشاعت اول، ۲۰۱۰

☆ آیت اللہ سید حسن طاہر خرم آبادی، عوامی حکومت یا ولایت فقیہ، مترجم مولانا روشن علی، لاہور: دارالثقافت الاسلامیہ، الطبعۃ الأولی، ۱۹۹۰ء

☆ آیت اللہ، ناصر مکارم شیرازی، مہدی انقلابی بزرگ، قم: انتشارات مطبوعاتی ھدف، چاپ چہارم

☆ آیت اللہ سید احمد مستنبط، مناقب اہل بیت، مترجم مولانا ناظم رضا عترتی، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین،

☆ آیت اللہ ابراہیم امینی، منبع عدل، لاہور: امامیہ پبلی کیشنز، اشاعت دوم، ۱۴۱۸ھ

☆ آیت اللہ محمد مہدی آصفی، انتظار پویا، مترجم نقی متقی، قم: بنیاد فرہنگی حضرت محمد مہدی موعود، چاپ چہارم، ۱۳۸۷ھ

☆ آیت اللہ جعفر سیدان، اصول عقائد، مترجم الفت حسین ساقی سرگودھا: الزہراء پبلیکیشنز، اشاعت اول

☆ پروفیسر خورشید احمد، مسلمانوں کے سیاسی افکار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۹ء

☆ پھلواری، تمنا عمادی مجیبی، علامہ، انتظار مہدی و مسیح من الرجال کی روشنی میں، کراچی: الرحمٰن پبلی کیشنز ٹرسٹ ناظم آباد، ۱۹۹۴، اشاعت اول

☆ جاڑا، حسین بخش، شیعہ نقطہ نظر سے اسلامی سیاست، سرگودھا: شاہین پریس، اشاعت دوم، ۱۹۷۳

☆ جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نقوش عصمت، کراچی: محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ، اشاعت اول، ۱۹۹۲ء

☆ جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نقوش عصمت زندگانی امام حسن مجتبیٰ

☆ چراغ حسن حسرت، خلفائے راشدین، لاہور: نگارشات، ۲۴ مزنگ روڈ، اشاعت اول، ۲۰۰۵

☆ حافظ ابو صالح، جمہوریت اسلام کے آئینے میں، مترجم ابو سلیمان الفیروز آبادی، لاہور، مکتبۃ العلمیہ، ۱۵ ایک روڈ، اشاعت دوم، ۱۴۰۱ھ

☆ حامد الانصاری، اسلام کا نظریہ حکومت، دہلی: ندوۃ المصنفین، اشاعت دوم، ۱۹۴۴ء

☆ حبیب الرحمٰن اعظمی، علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام و مرتبہ، انڈیا: ناشر جمعیۃ علماو ہندنئی دہلی

☆ خورشید احمد انور، حیدر کرار، اسلام آباد: نیشنل بک فاونڈیشن، اشاعت اول، ۲۰۰۲ء

☆ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۳، لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع اولی، ۱۹۸۰ء

☆ انصاری بھوپالی، سیرت امام شافعی، لاہور: مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ

☆ الطّوسی، ابوجعفر محمد بن الحسن شیخ، التبیان، بیروت: داراحیاء التراث العربی

☆ علی حید رنقوی امام جعفر صادقؑ اور سائنسی انکشافات، مترجم مولانا سید محمد باقر، ایران: موسسہ اہل بیت سازمان تبلیغات، اسلامی، اشاعت اول، ۱۴۱۴ھ

☆ امام جعفر صادق کے بارے میں ۲۳ یورپی دانشوروں کی تحقیق، اردو مترجم محمد موسی رضوی، کراچی: تبلیغات اسلامی حصہ دوئم

☆ ابوالکلام آزاد، مسئلہ خلافت، لاہور: جواد برادرز ذولقرنین چمبیز گیٹ روڈ لاہور

☆ الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، دارالکتاب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵ھ

☆ المرزوی، نعیم بن حماد، ابوعبداللہ، الفتن، مصر: مؤسسہ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ

☆ اکبر علی غلام حسین، آغا خانی مسلمان کیسے ہوئے؟، کراچی، ادارہ مطبوعات اسماعیلی نماز مرد، ۱۹۹۴ء، اشاعت اول،

☆ باقر شریف قریشی، الامام الحسن بن علی، تحقیق مھدی باقر قریشی، قم: مؤسسہ اھل البیت، الطبعۃ الأولی، ۱۴۴۰ھ،

☆ بشیر احمد، تحریک احمدیت یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ، لاہور، نصرت پریس

☆ بیگم رضیہ ارشد، لمناقب در شان علی ابن ابی طالب، کمالیہ: جی ایم ہاؤس شوگر ملز ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆ پروفیسر علی محسن صدیقی، تاریخ اسماعیلیہ، کراچی، فضلی بک سنٹر ۲۰۰۰ء، اشاعت اول

☆ ثاقب اکبر، مہدی اور تحریک مہدودیت، سہ ماہی تقریب المذاہب، جنوری تا مارچ ۲۰۰۳ء، شمارہ ۱۴۰،

☆ حیدر زمان صدیقی، اسلام کا نظریہ سیاست، انڈیا مکتبہ دین و دانش ۱۸۷۳ء

☆ حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر، مسلمانوں کا نظم مملکت، کراچی، دارالاشاعت

☆ حاجی محمد بن عبداللہ، نورالدین، سوانح عمری اہل بیت النبی الابرار، حیدر آباد دکن: کتاب محل الطبعۃ الأولی

☆ حسین ایرانی، غنچہ ھای قیام، قم: بنیاد فرہنگ حضرت مہدی موعود

☆ حماد عسکری، امام محمد باقر، ماہنامہ منہاج الحسین، (مدیر علامہ محمد عباس قمی): ج ۱، شمارہ ۳، ادارہ منہاج الحسین لاہور، پاکستان

☆ خراسانی، محمد ہاشم بن علی، منتخب التواریخ، تہران: کتاب فروشی اسلامیہ

☆ خضری بک، محمد، کتاب سیرۃ الخلفاء، ترجمہ اتمام الوفا فی سیرۃ الخلفاء، مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی کراچی: قرآن محل مولوی مسافر خانہ

☆ خورشید احمد انور، حیدر کرار، اسلام آباد: نیشنل بک فاونڈیشن، اشاعت اول

☆ خطبہ افتتاحیہ مشتاق احمد گورمانی، یوم الحسین، مجموعہ تقاریر و مقالہ جات، پاکستان: ناشر امامیہ پبلیکیشنز، ۱۹۹۵

☆ دوست محمد شاکر، مولانا، مسند امام اعظم، مترجم مولانا دوست محمد شاکر، لاہور: فرید بک سٹال اردو بازار، اشاعت اول، ۲۰۰۲ء

☆ ڈاکٹر سعود سلمان، اسلام کا سیاسی نظام، مترجم خدا بخش کلیار، لاہور نشریات اُردو بازار، اشاعت اول، ۲۰۰۱ء

☆ ڈاکٹر سنبل انصار، مسلمانوں کے سیاسی ادارے، کراچی، دارالاشاعت ۲۰۰۵ء، اشاعت اول

☆ ڈاکٹر علی شریعتی، علی ایک سچ، مترجم سید موسیٰ رضوی، کراچی: ادارہ ن والقلم، اشاعت دوئم، ۲۰۰۵

☆ ذہبی محمد حسین، تاریخ الاسلام، بیروت: دارالکتب العربی، ۱۹۹۳

☆ رئیس احمد جعفری، سیرت ائمہ اربعہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعت اول ۱۹۹۸ء

☆ رشید احمد، پروفیسر، مسلمانوں کے سیاسی افکار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع چہارم، ۱۹۹۹ء

☆ رضا جعفری، امام زمانہ کے ظہور کی علامات، ماہنامہ المھدی، ۴۲ شمارہ ۱۱، لاہور: کیٹ روڈ نیو انارکلی، نومبر، ۲۰۱۰ء

☆ رحیم کارگر، تعلیم و تربیت در عصر ظہور، بنیاد فرہنگی حضرت مہدی مؤعود قم

☆ رضا رضوانی، امام حسن، کراچی: جامعہ تعلیمات اسلام، طبع چہارم، ۲۰۰۲

☆ زیدی، سبط جعفر، سید، علی کے معجزات، کراچی: عاصمہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱

☆ سید محمد شیرازی، خورشید خاور، ترجمہ شب ہائے پشاور، مترجم سید محمد باقر، لاہور: ادارہ نشر معارف اسلامی، اشاعت اول، ۱۳۴۵

☆ سمعانی، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور، الأنساب، بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۸ء

☆ سیوطی، جلال الدین، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، بیروت: احیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء

☆ سید کاظم قزوینی، علی از ولادت تا شھادت، ترجمہ علی کاظمی، قم: چاپ خانہ علمیہ، ۱۳۹۷ھ

☆ سید علی جعفری، المرتضی، چٹاگام مشرقی پاکستان، اشاعت اول، ۱۹۴۱ء

☆ سید فخر الدین موسوی، علیؓ خلیفہ رسول، انڈیا: عباس بک ایجنسی

☆ سید علی نقوی، راہنمایان اسلام، اسلام آباد: ثقلین پبلی کیشنز، اشاعت اول، ۱۴۱۷ھ

☆ سید زین العابدین، الحاج، پروفیسر، ہم مسلمانوں کے بارہ امام، کراچی: علی پبلی کیشنز ناظم آباد

☆ سید رضی جعفر نقوی، امام محمد تقی سیرت کردار، ماہنامہ ندائے عمران، (مدیر محمد سبطین میگھوی) لاہور، مچھلی منڈی، نومبر ۲۰۰۸

☆ سید احمد علی عابدی، حضرت امام محمد تقی، قم: مجلس مصنفین ادارہ دار حق، ۱۴۰۲ھ

☆ سید زین العابدین، الحاج، پروفیسر، ہم مسلمانوں کے بارہ امام، کراچی: علی پبلی کیشنز ناظم آباد

☆ سید علی جعفری، المرتضی، چٹاگام مشرقی پاکستان، اشاعت اول، ۱۹۴۱ء

☆ سید فخر الدین موسوی، علیؓ خلیفہ رسول، انڈیا: عباس بک ایجنسی

☆ شاہ اسماعیل شہیدؒ، منصب امامت، مترجم حکیم محمد حسین علوی، لاہور: مکی دار الکتب یوسف مارکیٹ، اشاعت سوم، ۱۹۹۴ء

☆ شہرستانی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر، الملل والنحل، پشاور: مکتبہ حقانیہ

☆ شیخ علی عبدالرزاق، اسلام اور اصول حکومت، مترجم راجہ فخر ماجد، لاہور اظہر سنز ۱۹۹۵ء، اشاعت اول

☆ شاہ معین الدین ندوی، خلفائے راشدین، لاہور، عصمت پرنٹنگ پریس

☆ صلاح الدین ناسک، افکار سیاسی مشرق و مغرب، لاہور: عزیز پبلی کیشنز، ۱۹۷۵ء

☆ صائم چشتی، مشکل کشا، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، ۱۹۹۹

☆ طالب حسین سیال، مسلمانوں کا نظام شوریٰ، راولپنڈی بک سنز

☆ طاہر حمید تنولی، چاہت مصطفیٰ امام حسین، ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور: جنوری ۲۰۰۸

☆ عبدالکریم مشتاق، میں شیعہ کیوں ہوا، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی موتن مارکیٹ ایم اے جناح، اشاعت چہارم

☆ عبدالکریم مشتاق, آوازاعلان غدیر، کراچی: ناشر کے۔اے پبلی کیشنز، اشاعت اول، ۱۹۹۴ء

☆ علامہ فاضل مقداد، امامت کا شعوری مطالعہ، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی بالمقابل کھارادر، اشاعت سوم، ۱۴۱۳ء

☆ عبدالرحمٰن بن قاسم، الروض حاشیہ المربع شرح ذادالمستتضع، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۷

☆ علامہ محمد اسعد، اسلام میں ریاست اور حکومت کے بنیادی اصول: مترجم ایم اے گل لاہور آگہی پبلی کیشنز

☆ علی حیدر نقوی، ادیان عالم میں فرقہ ہائے اسلام کا تقابلی جائزہ، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی شیعہ اثناعشری مسجد کھارادر، ۱۹۷۲ء

☆ عبدالکریم مشتاق، صدیق اکبر اور فاروق اعظم، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران وتاجران کتب کھارادر

☆ عطا محمد نقوی، امامت کا شعوری مطالعہ، لاہور: ہوتی پرنٹنگ پریس، اشاعت اول، ۲۰۰۷

☆ عبدالرسول حقانی، ولایت از یدگاہ قرآن، ایران: انتشارات مکتب شعیان تدبیر، ۱۳۹۴ھ

☆ علی عبداللہ ابن بابویہ الرازی، فضائل حضرت علی، مترجم سید محمد اصغر نقوی، کراچی: اکبر حسین جبوتی ٹرسٹ

☆ علامحمد سید حسین طباطبائی، ہدایت ورہبری، قم: انصاریان پبلی کیشنز

☆ علی اصغر رضوانی، جامعہ مہدی پیام ھادی حضرت مہدی، قم: بنیاد فرہنگی حضرت مہدی موعوٗد

☆ علی جعفری، سید، مقصد حسین، چٹاگام: اسلامیہ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس، اشاعت اول

☆ علامہ عبدالعلی، برھان الایمان فی معرفۃ صاحب الزمان، ملتان: مرکز تبلیغات اسلامیہ

☆ غلام رسول، پروفیسر، اسلام کا سیاسی نظام تعارفی وتقابلی مطالعہ، لاہور علم وعرفان پبلشرز

☆ غلام احمد قادیانی، کتاب البریہ، حاشیہ درحاشیہ لاہور، نصرت پریس

☆ غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی روسے، ربوہ: الجمعة العلمية الاحمديه

☆ غلام احمد قادیانی، درثمین، ربوہ: فارسی، الجمعة العلمية الاحمديه

☆ فاطمہ مرنیسی, اسلام اور جمہوریت, لاہور: مترجم محمد ارشد رازی، مشعل بکس عوامی کمپلیکس، اشاعت دوم، ۲۰۰۲

☆ کراوی، نجم الحسن، سید، چودہ ستارے، لاہور: ادارہ نشر معارف الاسلامی، ۱۳۹۳ھ

☆ کربلائی): مکی شاہ مردان میانوالی، جامعہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، اگست ۲۰۱۰

☆ گروہ طلاب المصنفین، اسلامی تعلیمات، اسلام آباد: جامعہ الکوثر المصطفیٰ بین الاقوامی مرکز، ترجمہ واشاعت، اشاعت اول، ۱۴۳۳ھ

☆ محمد وقاص، اسلامی تصور ریاست، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، اشاعت اول ۲۰۰۰ء، ص ۵۰

☆ محمد اشرف جلالی، ڈاکٹر، حضرت امام ابوحنیفہؒ بحیثیت بانی فقہ، لاہور: صراط مستقیم پبلی کیشنز

☆ مبارک پوری، قاضی اطہر، سیرت ائمہ اربعہ، لاہور: ادارہ اسلامیات انارکلی، اشاعت اول، ۱۴۱۰ھ

☆ مولانا خدا بخش ربانی، فقاہت امام ابوحنیفہ، لاہور: طیب پبلشرز حق سٹریٹ اردو باز، اشاعت اول، ۲۰۰۵

☆ مولانا عبدالقیوم حقانی، امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات، سرحد: قاسم اکیڈمی، اشاعت اول، ۱۹۸۷ء

☆ مفتی سید مہدی حسن شاہجان پوری، امام ابوحنیفہ اور معترضین، انڈیا: ناشر جمعیۃ علمائے ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی، اشاعت اول، ۲۰۰۱ء

☆ محمد تجانی سماوی، ڈاکٹر، اہل الذکر، مترجم نثار احمد زین پوری، ایران: انتشارات انصاریان، اشاعت پنجم، ۱۳۳۵ھ

☆ مجلسی، محمد باقر، علامہ، حق الیقین، تہران: مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، ۱۳۵۷ھ

☆ مرتضی حسین سید، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ اثناعشریہ، لاہور: دانش گاہ پنجاب

☆ مجلسی، محمد باقر علامہ، جلاء العیون، تہران: کتابفروشی اسلامیہ

☆ مجلسی، محمد باقر علامہ، جلاء العیون، سوانح چہاردہ معصوم، مترجم علامہ سید عبدالحسین، انڈیا: عباس بک ایجنسی

☆ مجلسی، محمد باقر علامہ، بحارالانوار، مترجم آغا موسیٰ الحسینی الجزائری، کراچی: محفوظ بک ایجنسی، اشاعت سوئم ۱۹۸۰

☆ محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر، انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت علی، ج ۷، لاہور: ادارہ مصارف اسلامی منصورہ، لاہور

☆ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، سیاسی مسئلہ اور اس کا حل، لاہور: منہاج القران پبلی کیشنز ماڈل ٹاؤن، ۲۰۰۰ء

☆ محمد مقصود مدنی، عظمت اھل البیت، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، اشاعت دوم، ۲۰۰۵ء

☆ مظہر عباس چوہدری، پروفیسر، علی اشجع الناس، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، اشاعت دوم، ۲۰۰۷

☆ محمد صادق، حسینی انسائیکلوپیڈیا، لاہور: ادارہ منہاج الحسین، محمد علی جوہر ٹاؤن، اشاعت اول، ۱۴۲۳ھ

☆ محمد حسین شیرازی، سید، امام حسینؑ، بھلوال: مترجم حافظ اقبال حسین جاوید ناشر ادارہ پاسبان اسلام، ۲۰۰۲ء

☆ محمد ایوب بشوی، عظمت امام حسینؑ، لاہور: معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی طبع اول، ۱۹۹۵

☆ محمد علی دخیل، امام علی نقی، مترجم مولانا سید صفدر حسین نجفی، لاہور: مصباح الھدی پبلی کیشنز ۱۰ گنگا رام بلڈنگ شاہراہ قائداعظم، ۱۴۰۸ھ

☆ محمد صابر جعفری، اندیشہ مہدویت و آسیب ھا، قم: مرکز تخصص مہدویت خیابان شہداء، ۱۳۸۷ھ

☆ مجید ملا محمدی، پلہ پلہ مہربانی، قم: فرہنگ نامہ امام زمانؑ بنیاد فرہنگی حضرت مہدی موعود

☆ محمد ظفر اقبال، مولانا، اسلام میں امام مہدی کا تصور، لاہور: بیت العلوم نابھہ روڈ پرانی انارکلی

☆ محمد بن عبدالکریم الشہرستانی، کتاب الملل والنحل، مترجم: پروفیسر علی محسن صدیقی گلشن اقبال، کراچی، ۲۰۰۳ء، اشاعت اول

☆ محمد باقر پور امینی، جوانان یاوران مہدی، قم: ناشر بنیاد فرہنگی حضرت مہدی موعود

☆ محمد رضا نصوری، قرآن مہدی و جوانان، قم: بنیاد فرہنگی حضرت مہدی، ۱۳۸۷ھ

☆ محمد رضا مظفر، شیخ، مکتب تشیع، مترجم ڈاکٹر سہیل بخاری، کراچی: جامعہ تعلیمات اسلامی اشاعت اول، ۱۹۸۲

☆ موسوی مظہر، سید، الشہید المسموم، دہلی: مطبع اثنا عشری

☆ محمد عباس نجفی، امام حسن دائمی امن کی علامت، ماہنامہ پیام زینب، ج ۱۵ شمارہ ۸، (صفدر حسین ڈوگر

☆ محمد مقصود مدنی، عظمت اہل البیت، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، اشاعت دوم، ۲۰۰۵ء

☆ محمد وصی خان، علی، کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی

☆ مجلسی، محمد باقر، علامہ، جلاء العیون، ترجمہ علامہ سید عبد الحسین، انڈیا: عباس بک ایجنسی، ۲۰۰۱

☆ مولانا آصف نسیم، شہدائے صحابہ، لاہور: بیت العلوم، اشاعت اول، ۱۹۸۹ء،

☆ محمد رضی علامہ سید، شہادت کبریٰ، کراچی: ادارہ نشر علوم دینیہ، طبع اول، ۱۹۷۹ھ

☆ ندوی، ظفر الدین، مصباحی، مولانا، اسلام کا نظام امن، کراچی: سعید کمپنی ادب منزل باہو، ۱۹۹۱ء

☆ نقوی، گلاب علی شاہ، سید، علامہ، حکومت اسلامی قرآن وعقل سلیم کی روشنی میں، ملتان: مکتبہ کاظمیہ اشاعت اول ۱۹۸۵ء

☆ نقوی، علی نقی، علامہ سید، رہنمایان اسلام، اسلام آباد: ثقلین پبلی کیشنز، اشاعت اول، ۱۴۱۷ھ

☆ نعیم احمد صدیقی، اسلام کا نظام سیاست وعمرانیات، لاہور، علمی کتب خانہ

☆ نعیم اختر سندھو، مسلم فرقوں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور برائٹ بکس ۲۰۰۹ء، اشاعت اول

☆ ندوی، عزیز الحق، کوثر، علامہ، مناقب اہل البیت، بنارس: کوثر اکیڈمی کوثر ندوی روڈ کچی باغ، ۲۰۰۴ء

☆ نجفی، اسد حیدر، الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ، لاہور: مکتبہ لاہور

☆ نجفی، محمد باقر، آقائے، دہدشتی بہبہائی، الدمعۃ الساکبہ، جھنگ: ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ، اشاعت اول، ۱۹۹۲

☆ نذر حسین، اجر رسالت، شیخوپورہ: جامعہ المنتظر، بقیۃ اللہ شاہ کوٹ ضلع

☆ نجیب آبادا کبر شاہ خاں، مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین، ربوہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ

☆ ندوی، عبد السلام، تاریخ فقہ اسلامی، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع چہارم

☆ نقوی، رضی جعفری، سید، علامہ، سوانح حیات امام حسن ابن علی، کراچی: عصمہ پبلی کیشنز، اشاعت دوئم

☆ نعمانی، مولانا محمد عبد الرشید، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اوران سے صحابہ کرام کی روایت، کراچی: الرحیم اکیڈمی لیاقت آباد، ۱۴۱۴ھ

☆ ہاشم سلیمان بحرینی، مدینۃ المعاجز، مترجم سید غریب عسا کر قم: ارمغان یوسف، چاپ سبحان، ۱۳۸۴ھ

☆ ہادوی تہرانی مہدی، ولایت ودیانت، قم: انصاریان پبلی کیشنز

تفاسیر عربی و اُردو

☆ الرازی،امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین , التفسیر الکبیر ،بیروت :دارالاحیاء التراث العربیہ ،الطبعة الثالثة، ۱۴۱۲ھ

☆ ابن حبان ، ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی ، البحر المحیط، الریاض :مکتبہ النصرة الحدیثة،الطبعة الرابعة،۱۴۲۶ھ،

☆ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت،۱۹۷۴ء، اشاعت ہفتم

☆ اصلاحی امین احسن، تدبر قرآن لاہور، مکتبہ انجمن خدام القرآن ۱۹۷۸ء، اشاعت اول

☆ امروہی، سید ظفر حسن، مولانا، تفسیر القرآن، کراچی: ناشر ظفر شمیم پبلی کیشنز ٹرسٹ، اشاعت دوم، ۱۹۸۹ء

☆ جصاص ،احمد بن علی ابو بکر ، احکام القران، مصر: دارلمصحف،الطبعة الرابعة ۱۳۴۷

☆ حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جون گڑھی، لاہور مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۴ء اشاعت اول

☆ شاہ اسماعیل شہید، منصب امامت، مترجم حکیم محمد حسین علوی، لاہور: مکی دارلکتب یوسف مارکیٹ، اشاعت سوم، ۱۹۹۴ء

☆ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، لاہور: مکتبہ دارالسلام، ۱۹۷۶ء

☆ طباطبائی محمد حسین سید، المیزان فی تفسیر القرآن، مترجم آیت اللہ حسن رضا غدیری، پاکستان: الغدیر اکیڈمی، اشاعت سوم، ۲۰۰۶ء

☆ عثمانی، شبیر احمد مولانا، تفسیر عثمانی، مترجم مولانا محمود الحسن، کراچی: گارڈن ایسٹ، اشاعت دوم، ۱۹۸۹ء

☆ محمد رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم، الشھیر بتفسیر المنار، بیروت لبنان: دارالمعرفة ،الطبعة الثانیة، ۱۴۱۴ھ،

☆ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی ادارة المعارف، ۱۹۸۲ء

☆ آلوسی، تفسیر روح المعانی، بیروت: داراحیاء التراث لعربی

☆ آلوسی شھاب الدین محمود ، تفسیر روح المعانی ،ملتان: مکتبہ امدادیہ، ۱۹۹۷ء،

☆ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ ، مترجم سید صفدر حسین نجفی، لاہور: مصباح القرآن ٹرسٹ، ۱۴۱۲ھ، اشاعت سوم

انسائیکلوپیڈیاز

(اُردو و انگریزی)

☆ اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور: اشاعت سوم،۱۹۸۲ء

☆ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، لاہور: غلام علی پرنٹرز، اشاعت اول

☆ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۳، لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع اولی، ۱۹۸۰ء

☆ B. Lewis V.L Menage, Encyclopedia of Islam, Londan:

☆. E.J Brills, First Encyclopedia of Islam 1913-1936, London II Edition 1978,.

☆ John L.Esposito، The Oxford Encyclopedia of the modern Islamic World ,Oxford University Press، II Edition،1995

☆ نعیم اختر سندھو، ہندو پاک میں مسلم فرقوں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور: برائٹ بکس پبلشرز امپورٹرز اینڈ بک سیلرز ۳۸ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

☆ The Concise Columbia Encyclopedia, Editied by Judith S. Levey and Anges Green Hall, Newyork: Coulmbia University Press.

☆ The Concise Encyclopedia of Islam, Introduction by Prof. Huston Smith, 3rd Edition,1988,.

لغات

عربی و اُردو

☆ ابن منظورمحمد بن مکرم، الافریقی،الامام، لسان العرب،بیروت: داراحیاء التراث العربی،۱۴۰۸ھ

☆ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد ، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق محمد خلیل:سوات، مکتبه صدیقه،الطبعة الرابعة،۱۴۱۸ھ

☆ الیسوعی،لوئیس معلوف، المنجد، عربی اردو، کراچی: دارالاشاعت،۱۹۹۴ء

☆ الجوهری ،اسماعیل بن حماد،الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیة، بیروت: دارلعلم للملایین،۱۹۵۶ء

☆ الفیروز آبادی، مجددالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت:دارالاحیاء التراث العربی،الطبع الثانیه،۱۴۰۷ھ

☆ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد ،المفردات فی غریب القرآن، کتاب الالف

☆ البستانی، المعلم بطرس الشافی، محیط المحیط مطول اللغة العربیه ، بیروت:مکتبه لبنان ناشرون سامة ریاض الصلح، الطبعة الثانیة،۱۹۸۷ء

☆ الدکتورخلیل الجرّ، الاروس المحجم العربی الحدیث،باریس: مکتبه الاروس،الطبعة الثالثة،۱۹۸۳ء

☆ اعلام الهدایة الامام علی بن ابی طالب امیرالمومنین، المجمع العالمی لاهل البیت، الطبعةالأولی،۱۴۳۰ھ

☆ الراغب الاصفهانی،ابن ابی القاسم الحسن بن محمد، مفردات القرآن،مترجم حضرت مولانا محمد عبدہ شیخ لاہور: اقبال ٹاؤن، اشاعت سوم ۱۹۸۸ء

☆ الجرجانی، السید الشریف علی بن محمد علی السید الزین الحنفی، کتاب التعریفات، کراچی:قدیمی کتب خانه آرام باغ .

☆ الیسوعی،لوئیس معلوف، المنجد فی اللغة، دار المشرق، بیروت:۱۹۵۱ء

☆ ابن خلدون،عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون،بیروت لبنان: موسسه جمال

للطباعة و انشر

☆ الیاس انطون الیاس ، قاموس الیاس العصری ، عربی انگریزی ڈکشنری، بیروت:تو زیع دار الجیل،الطبعة الثانية،۱۹۸۹ء

☆ بلیاوی،ابو الفضل عبدالحفیظ، مصباح الغات، دھلی :مکتبہ برھان اردو بازار جامع مسجد، ۱۹۹۴ء

☆ جمیل جالبی،ڈاکٹر، قومی انگریزی اردولغت،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،اشاعت دوم،۱۹۲۹

☆ دہلوی،سید احمد،فرہنگ آصفیہ،لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمٹیڈ

☆ ڈاکٹر روحی البعلبکی، المورد و الوسیط، مترجم پروفیسر عبدالرزاق ، کراچی دار لاشاعت،۲۰۰۵ء

☆ ذھبی،محمد حسین، تاریخ اسلام،بیروت: دار الکتب العربی، الطبعة الثانية ،۱۴۱۸ھ

☆ سید ابن قطب بن ابراھیم شازلی، فی ظلال القرآن،قاھرہ: ناشر داراشراق،۱۴۱۲ھ

☆ سیوطی،جلال الدین، تاریخ الخلفاء، بیروت:دار الکتاب العربی،الطبعة الثانية، ۱۹۹۹ء

☆ فرہنگ منتخب اللغات عربی فارسی،تہران: کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ،۱۸۹۴ء۔

☆ فراھیدی،خلیل احمد، کتاب العین، قم: انتشارات اسوہ، الطبعة الخامس ۱۴۱۴ھ

☆ قاضی زین العابدین، قاموس القرآن،کراچی: دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ،اشاعت چہارم،۱۹۵۲ء

☆ لکھنوی، السید علی نقی النقوی مجتھد، تفسیر فصل الخطاب،کراچی: ادارہ ترویج علوم اسلامیہ

☆ لابی الحسین احمد بن فارس زکریا، معجم المقیالیس اللغة ،بیروت:دارلاحیاالتراث فی العربی

☆ نعمانی،عبدالرشید،مولانا،لغات القرآن، راچی: دارلاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ اردو بازار،اشاعت سوم،۱۹۹۴ء

☆ نیشا پوری،الحاکم ، المستدرک علی الصحیحین،بیروت: دار المعرفت، ۱۴۰۴ھ

☆ آیت اللہ ھاشمی رفسنجانی، تفسیر راھنما ،مترجم معارف اسلام پبلشرز،ایران:۱۳۱۳ھ

☆ A.S Horn, Oxford Advanced Learners Dictionaries of Current English, LondonJ: Edited by Sally Wehmeier, Oxford University Press,

☆ B.A Qureshi, Kitabistan's Twentieth Century Standered Dictionary Urdu into English, Lahore: Kitabistan Publishing Company, Urdu

Bazar,1988.

☆. Chamber English Dictionary. Chambers New York Tronto.

☆ David B Gurals Nik , Webster's New World Dictionary of the American Language, Second Edition,

☆ David B Gurlas Nik, Webster's New World Dictionary of the American Language.

☆ Dr. Abdul Haq، The Standard Urdu English Dictionary, Lahore, Fourth Edition, 1985

☆ Dr. S.W Fallon Urdu English Dictionary Urdu Science Board upper Mall Lahore 2nd Edition, 1879.

☆ Funk and Wagnalls Standrad Dictionary of the English Language, Chichgo: International Edition, J.G Ferguson Publishing Company,

☆ George Davidson, Chambers 21st Century Dictionary,

☆. John Richardson، The Dictionary Persian Arabic and English, London Green Queen Street, 1829,

☆ John Shakespeare, Dictionary Sang-e- Meal Publications Urdu Bazar Lahore.

☆ Islamicdictionary.com

☆ The New Ferozsons Collins Concise English Dictionary of the English Language, England: William Collins Sons, Partners Wrotham Printed and bounded by Glasgow,

☆. The Shorter Oxford English Dictionary on the Historical Places, New York, William Little H.W Fowler A Markwartly claren don press, Oxford 1197,

☆ The American Heritage Dictionary, Lahore:Mirza Book Agency 65 Saharah-e-Quai-e-Azam, Second College Edition.

☆ Urdu English dictionary, Lahore: Ferozsons (Pvt) Ltd.

☆ Urdu English Dictionary Ferozsons (Pvt) Ltd Lahore

☆ Verginia S. Thatcher The new webster Encylopedia Dictionary of the England Language,Newyork: Girolier incorporated,

☆. Webster,s New Dictionary of an Amercian English, Third College Eddition,.

English Books:

☆. Abdul Basit Ahmed ,The Fourth Caliph of Islam,Saudia Arabia: Darussalam Publishers and distributors,.

☆ A brief History of fourteen Infallibles, Tehran: world orgamzation for Islamic service,

☆ A brief history of the Fourteen Infallibles,Tehran: world organization for Islamic services,

☆ Baqar Shareef al Qurashi, The life of Imam Hassan Almighty, Translation by Jasim-al-Rasheed, Qum: Ansariyan Publication, first edition, 1427.

☆ Dr. Adalat Khan, Islamic Leadership, Malaysia: Principle Management Institute 119 Jalan Kampar,

☆ M.M Dungersiph. D A short history of Imam Jafar Sadiq(a.s), Tanzania: published by Bilal Muslims mission, first edition, 1979,.

☆ Monthly Azeem، Imam Hussain, Azeem Academy Peoples colony Gujranwala, 2011

☆ Nadvi, Shah Moin uddin, The Ideal Caliphs of islam, Lahore: translated by Muhammad Akram, Idara-e-Islamiat Anarkali,

☆ Rafi Ahmad Fidai ,Hazarat Ali Murtaza, Karachi: international Islamic Publishers Commercial Area,

Internet Pages:

☆ http://www.panjatani.net/Panjatani/Index/Imamat/Chapter-21.html.

☆ www.oneummah.net/understand/Imamat or Khalafat.htm

☆ www.Islamiceducation.com/en/Islamic-faith/proper-religious-leadership imamat.html .

☆ www.Sunnah.org/publication/Khulafarashideen/Shafi.ht

☆ www.Ziaraat.com/Najaf/Imam Ali(RA.)/About
www.ziaraat.com/mdhnso.php

رسائل وجرائد

☆ سہ ماہی، تقریب المذاہب، لاہور: ادارہ تقریب المذاہب، جامع المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن، لاہور

☆ ماہنامہ افکار العارف، لاہور: المصطفیٰ ہاؤس مسلم موڑ سنٹر

☆ ماہنامہ الفاطمہ: مسلم ٹاؤن لاہور

☆ ماہنامہ المھدی: کیٹ روڈ نیوانارکلی لاہور

☆ ماہنامہ دقائق اسلام، سرگودھا، جامعہ علمیہ سلطان المدارس اسلامیہ زاہد کالونی عقبہ جوہر کالونی

☆ ماہنامہ منہاج الحسین،: ادارہ منہاج الحسین، لاہور، پاکستان

☆ ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور، ماڈل ٹاؤن

☆ ماہنامہ ندائے عمران، مچھلی منڈی، لاہور